هٰذا کتابنا ینطق علیکم بالحق
یہ ہماری کتاب تم پر حق بات کہتی ہے
مذہب اہل السنۃ والجماعۃ
مؤلفہ
پیر طریقت رئیس المناظرین شیخ القرآن
حضرت علامہ محمد رمضان صاحب نعمانی
رئیس جامعہ عثمانیہ احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور
ناشر
مرکز التحقیق الاسلامی
احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور

هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُم بِالْحَقِّ

ترجمہ

یہ ہماری کتاب تم پر حق بات کہتی ہے

مستطاب

مؤلفہ

پیر طریقت رئیس المناظرین شیخ القرآن حضرت علامہ محمد رمضان صاحب نعمانی

رئیس جامعہ عثمانیہ احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور

ناشر

نام کتاب	مذہب اہل السنۃ والجماعۃ
تصنیف	علامہ محمد رمضان نعمانی
ناشر	مرکز تحقیق الاسلامی احمد پور شرقیہ
طبع اول	۲۷ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ
تعداد	1000
مطبع	حسینیہ پریس ملتان
قیمت	=300=

شاکست

کتب خانہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان فون: 543841

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

مکتبہ قاسمیہ بنوری ٹاؤن کراچی

اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

القاسم بک ڈپو چوک منیر شہید احمد پور شرقیہ

مقدمہ

کتاب مستطاب مذہب اہل السنۃ والجماعۃ

از یادگار سلف قدوۃ المحققین حضرت مولانا منیر احمد

استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ باب العلوم۔ کہروڑ پکا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد.....

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی" نے انیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان کو دار الحرب قرار دیکر گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کیا۔ اس فتویٰ کی بنیاد پر حضرت شاہ عبد العزیز" کے خلیفہ اجل حضرت سید احمد شہید"۔ حضرت شاہ صاحب" کے بھتیجے شاہ اسمٰعیل شہید" اور داماد مولانا عبد الحئی نے آزادی ہند کیلئے تحریک جہاد کا عملاً آغاز کیا۔ شاہ عبد العزیز" کے فتویٰ سے شروع ہونے والا جہاد آزادی اور جذبہ حریت تحریک سید احمد شہید" یعنی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی، تھانہ بھون کی اسلامی حکومت، شاملی کا جہاد، تحریک شیخ الہند یعنی تحریک ریشمی رومال، تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے دشوار گذار مراحل سے گذرتا ہوا بالآخر آزادی ہند اور قیام پاکستان کی صورت میں کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

ظلم و جبر: اس عرصہ میں تحریک حریت اور جہاد آزادی کو ناکام کرنے کیلئے برٹش گورنمنٹ کی طرف سے مختلف تدابیر عمل میں لائی گئیں۔ گورنمنٹ نے قوت وطاقت اور ظلم و جبر کے ذریعے جہادی عمل کو روکنے کی بھرپور کوشش کی لیکن ظلم و جبر میں جتنی شدت پیدا ہوتی گئی جہاد کا عمل تیز سے تیز تر ہو گیا اور ہر شہادت نے مجاہدین میں ایک نیا جوش و جذبہ اور نیا ولولہ پیدا کیا ہر مجاہد اپنے حال و قال سے پکار رہا تھا

؎ ادھر آ ستمگر ہنر آزمائیں — تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

جہاد آزادی کے خلاف تین فتوے:

جب ظالم حکمران ظلم و تشدد کے ذریعے تحریک آزادی کو نہ کچل سکا تو اس نے سازشوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں میں سے ہی مولوی نما ضمیر فروش تلاش کیے اور مسلمانوں میں جذبہ جہاد کو کمزور کرنے کیلئے ان سے برٹش گورنمنٹ کے خلاف جہاد کے حرام و ناجائز ہونے کے فتوے جاری کرائے۔ ان میں سے ایک منحوس شخصیت

مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر کے جہاد کے منسوخ اور حرام ہونے کا اعلان کیا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے خود اقرار کیا کہ اس نے گورنمنٹ برٹش کے خلاف جہاد کو حرام ثابت کرنے کیلئے اتنا کچھ لکھا ہے کہ اس سے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ (تریاق القلوب صفحہ ۱۵) لیکن جب دشمن کا یہ تیر خطا گیا۔ تو اس نے ایک اور مہرہ تلاش کیا جس نے صرف انفرادی طور پر نہیں بلکہ جماعتی طور پر انگریز حکومت کے خلاف جہاد کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا وہ شخصیت اہلحدیث عالم مولوی محمد حسین بٹالوی گورداسپوری ہے۔ ان کے فتوے کا نام "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" اس فتوے کا تعارف و تعریف غیر مقلد محدث نواب صدیق حسن خان کے قلم حقیقت رقم سے ملاحظہ فرماویں۔ "۱۸۷۵ء میں مولوی محمد حسین سرگروہ موحدین (اہلحدیث) لاہور نے ـــ اس فتوے ـــ کہ آیا مقابلہ گورنمنٹ ہند مسلمانان ہند کو جہاد کرنا اور اپنی مذہبی تقلید میں ہتھیار اٹھانا چاہئے - یا - نہیں؟ یہ جواب دیا ہے۔ کہ جہاد اور جنگ مذہبی مقابلہ برٹش گورنمنٹ یا مقابلہ اس حاکم کے کہ جس نے مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ از روئے شریعت اسلام قطعاً خلاف و ممنوع ہے۔ اور وہ لوگ جو مقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اس بادشاہ کے کہ جس نے آزادی مذہب دی ہے ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں کل ایسے لوگ باغی ہیں۔ اور مستحق کے مثل باغیوں کے بے شمار ہوتے ہیں (یعنی یہ لوگ واجب القتل ہیں۔ ناقل) پھر مولوی محمد حسین نے اپنے اس دعوے اور جواب کی تصدیق کیلئے کل علماء پنجاب و اطراف ہند کے پاس اپنے جوابی فتوے کو بھیجا اور اچھی طرح مشتہر کیا اور کل علماء ہند و پنجاب سے اس بات کی تصدیق کرا کے مہر و دستخط کرا لئے کہ جہاد مسلمان ہند کو ہتھیار اٹھانا اور جہاد مقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کے خلاف مسئلہ سنت و ایمان موحدین (اہلحدیث) ہے۔ نیز کل علماء پنجاب و ہند نے تائید قول مولوی محمد حسین کی ہے۔ اور اپنے اپنے دستخط و مہر کر کے مولوی محمد حسین کو اس فتوے میں سچا اور پکا کہا ہے اور سب نے بڑی بڑی رضائے اسلامی و ایمانی سے اس فتوے کو قبول کیا ہے اور مانا اور جانا ہے کہ مقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ موحدین (یعنی اہلحدیث جماعت) کو ہتھیار اٹھانا خلاف ایمان و اسلام ہے"۔ (ترجمان وہابیہ ص ۲۱) مولوی محمد حسین بٹالوی اس فتویٰ میں مزید علماء سے توافق رائے حاصل کرنے کے لئے التماس کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ علماء اپنا توافق رائے ظاہر کریں اور اپنے نام ہائی مع خلاصہ پوری تفصیل مقام و خطاب و عہدہ سے تحریر میں لا کر ہمارے پاس بھیج دیں ہم ان ناموں کو بشمول رسالہ اقتصاد یا اشاعۃ السنہ گورنمنٹ میں پیش کریں گے اور سلطنت انگلشیہ کی نسبت ان کی وفاداری و اطاعت شعاری کو خوب شہرت دیں گے (دیباچہ الاقتصاد ص ۲) مولوی محمد حسین بٹالوی نے الاقتصاد میں اور نواب صدیق حسن خان نے ترجمان وہابیہ میں جگہ جگہ لکھا کہ برٹش گورنمنٹ کے خلاف لڑنا جہاد نہیں بلکہ بغاوت اور فساد ہے۔ اور اس میں قتل ہونا حرام موت مرنا ہے (الاقتصاد ص ۱۷) تیسری منحوس شخصیت جس

نے انگریزی حکومت کے خلاف حرمت جہاد کا فتویٰ دیا تھا۔ وہ قصبہ بانس بریلی کے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان ان کے فتویٰ کا نام ہے۔ "اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام" مقصد فتویٰ نام سے ظاہر ہے۔ اور فتویٰ کے سرنامہ پر بھی واضح کر دیا گیا ہے۔ کہ اس میں اس امر کی تحقیق ہے۔ کہ ہندوستان دار الاسلام ہے۔ جو کہ شاہ عبد العزیز کے فتویٰ کی بنیاد یہ تھی ہندوستان دار الحرب ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے اس بنیاد کو ہی منہدم کر دیا۔ ہندوستان اگرچہ ظالم و جابر فرنگی کا غاصب ہے پھر بھی ہندوستان دار الاسلام ہے۔ اور دار الاسلام کے خلاف جنگ حرام ہے۔ نیز احمد رضا خان لکھتے ہیں۔ کہ "مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں (دوام العیش صفحہ ۱۲) اور فرماتے ہیں" "نصوص قرآن عظیم ہم مسلمانان ہند کو جہاد بپا کرنے کا حکم نہیں اور اس کو واجب بتانے والا مسلمانوں کا بد خواہ مبین (یعنی جہاد کو واجب بتانے والا مسلمانوں کا کھلا بد خواہ ہے) (المحجۃ المؤتمنہ صفحہ ۹۵) خلاصہ یہ کہ مرزے قادیانی نے کہا جہاد منسوخ ہو چکا ہے۔ اس لئے جہاد حرام ہے۔ اہلحدیثوں نے کہا جہاد کی شرطیں پوری نہیں اس لئے جہاد حرام ہے۔ بریلویوں نے کہا ہندوستان دار السلام ہے اس لئے جہاد حرام ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے انہی تاویلات کو دیکھ کر خوب کہا ہے

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند   تاویل مسائل کو بناتے ہیں بہانہ

برٹش گورنمنٹ کی تعریفات:

ان فتویٰ ہو فتنہ پرداز لوگوں نے جہاں جہاد آزادی کو حرام ہونے کا فتویٰ دیکر برٹش گورنمنٹ کو دوام و استحکام بخشنے کی کوشش کی وہاں برٹش گورنمنٹ کی تعریفوں کے خوب گن گائے، ایک طرف مجاہدین ظالم و قزاق فرنگیوں کی لوٹ کھسوٹ کی کہانیاں اور ظلم و ستم کی خونچکاں داستانیں سنا کر قوم کو بیدار کر رہے تھے۔ اور انکی مسلم کش اور دین کش کاروائیاں بتا کر قوم کا خون گرما رہے تھے۔ تو دوسری طرف قوم و ملک کے دشمن، یہ دیندار اور سرکار انگریز کے پجاری اپنا حق نمک ادا کرتے ہوئے برٹش گورنمنٹ کی ثناخوانی کر کے، غلام قوم کو غلامی پر قناعت کرنے کا درس دے رہے تھے۔ مرزا قادیانی کہتا ہے میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں۔ کہ اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۶۹)

گورنمنٹ برطانیہ کے ہم پر بڑے احسان ہیں۔ اور بڑے آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے اور اپنے مقاصد کو پورا کرتے ہیں......... اور اگر دوسرے ممالک میں تبلیغ کے لئے جائیں تو وہاں برٹش گورنمنٹ ہماری مدد کرتی ہے۔ (برکات خلافت صفحہ ۹۵) ادھر جماعت اہل حدیث کے مناد اور حکیم

صحافی جماعت کی نمائندگی کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں "یہ مذہبی آزادی اس گروہ (جماعت اہلِ حدیث)
کو خاص اس سلطنت میں حاصل ہے۔ بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں
میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یہ یقین ہو سکتا کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و
استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔
ہم بڑے جوش سے دعا مانگتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ حضور والا کی حکومت کو اور بڑھائے اور تادیر حضور والا
کا نگہبان رہے تاکہ حضور والا کی رعایا کے تمام لوگ حضور کی وسیع حکومت میں امن اور تہذیب کی
برکتوں سے فائدہ اٹھائیں (رسالہ اشاعت السنہ صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶ شمارہ ۷ جلد ۹ مطبوعہ وکٹوریہ پریس
لاہور) واضح رہے کہ غیر مقلد ابو یحییٰ امام خان نوشہروی ہندوستان میں اہلِ حدیث کی علمی خدمات کے
صفحہ ۲۹ پر جماعت اہلِ حدیث کی صحافی خدمات کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہماری جماعت کی صحافی ترقی
بھی قابلِ ذکر ہے۔ مولوی محمد حسین نے سب سے پہلے جماعت میں ماہانہ رسالہ اشاعۃ السنہ جاری کیا
جو تقریباً نصف صدی تک علم و فن کی خدمت میں منہمک رہا۔ لہٰذا یہ انکا جماعتی موقف تھا جو انکے
جماعتی رسالہ میں شائع ہوا۔ نیز مولوی محمد حسین بٹالوی نے الاقتصاد فی مسائل الجہاد کے صفحہ ۱۹ پر
لکھا اس شہر یا ملک پر سلطانوں کو چڑھائی کرنا اور اس کو جہاد مذہبی سمجھنا جائز نہیں ہے۔ اور جو مسلمان
اس ملک یا شہر میں با امن رہتے ہوں ان کو اس ملک یا شہر سے ہجرت کرنا واجب نہیں بلکہ اور ملکوں یا
شہروں سے (حتیٰ کہ کیوں نہ ہوں) (حتیٰ کہ مکہ و مدینہ ہیں۔ ناقل) جہاں ان کو امن و آزادی
حاصل نہ ہو ہجرت کر کے اس ملک میں آ رہنا موجب قربت و ثواب ہے۔
اور غیر مقلد محدث نواب صدیق خان واضح طور پر اعلان کر رہا ہے پس فکر کریں ان لوگوں کا اپنے حکم
مذہبی سے جاہل ہیں۔ اس امر میں کہ حکومت نقش مٹ جائے اور یہ امن و امان جو آج حاصل ہے فساد
کے پردہ میں جہاد کا نام لیکر اٹھا دیا جائے سخت نادانی و بیوقوفی کی بات ہے۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۷) نیز
نواب صاحب فرماتے ہیں کتب تاریخ کھنگالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو امن و آسائش و آزادی اس
حکومت انگریزی میں تمام خلق کو نصیب ہوئی ہے کسی حکومت میں نہ تھی۔
اور جب ہم اعلیٰ حضرت بریلوی اور ان کے معتقدین کو دیکھتے ہیں تو وہ بھی سلطنت برطانیہ کی تعریف میں
رطب اللسان ہیں وہ ایک مقام پر فرماتے ہیں بیدار مغز حکومت ایسی لغویات کو کب سنتی۔ ہر بار جواب ملا

کہ مذہبی امور میں دست اندازی نہ ہو گی (قہر الدیان صفحہ ۱) اور بریلوی حضرات کے صدر الافاضل
نعیم الدین مراد آبادی رقمطراز ہیں "ظاہر ہے کہ گورنمنٹ بظاہر ہر طرح طاقتور بیدار اور آئین ملک
داری سے واقف ہے۔ (حیات صدر الافاضل صفحہ ۱۰۶)
بریلویوں کے مفتی اعظم ہند اور اعلیٰ حضرت کے فرزند ارجمند انگریزوں کی تعریف میں یوں گوہر
افشانی کرتے ہیں "حجاز میں قحط کی یہ کیفیت تھی کہ لحم میتہ (مردار کا گوشت) بھی باقی نہ رہا تھا اور لوگوں
کی تلاش پر وہ بھی دستیاب نہ ہو سکتا تھا نصاریٰ (انگریز) ہندوستان سے اناج کے جہاز بھر کر لے
جاتے اور یہاں فی ۳ سیر بکتا تھا وہاں فی روپیہ ۱۰ سیر کا فروخت کرتے بلکہ مفت بانٹتے تھے۔
(حجت واہرہ صفحہ ۵) حکیم الامت نے کہا۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت — ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

سپاسنامے ہر سہ فریق انگریز حکمرانوں کو سپاسنامے پیش کر کے انکی خوشنودی حاصل کرنے میں بڑی خوشی محسوس
کرتے تھے چنانچہ ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی کے موقع پر قادیانیوں نے "تحفہ قیصریہ" کے نام سے ایک سپاسنامہ پیش کیا
اس سلسلہ میں خود مرزا قادیانی صاحب لکھتے ہیں ہم بڑی خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ جناب ملکہ معظمہ قیصر
ہند دام ظلہا کے جشن جوبلی کی خوشی اور شکریہ ادا کرنے کے لئے میری جماعت کے اکثر احباب دور دور کی مسافت قطع
کر کے ۱۹ جون ۱۸۹۷ء کو قادیان میں تشریف لائے اور سب ۲۲۵ آدمی تھے اور اس جگہ کے اطراف سے مرید اور مخلص بھی
ان کے ساتھ شامل ہوئے جن سے ایک گروہ کثیر ہو گیا اور وہ سب ۲۰ جون ۱۸۹۷ء کو اس مبارک تقریب میں باہم
مل کر دعا اور شکر باری تعالیٰ میں مصروف ہوئے اس تقریب پر ایک کتاب شکر گزاری جناب قیصرہ ہند کے لئے تالیف
کر کے اور چھاپ کر اس کا نام "تحفہ قیصرہ" رکھا گیا (تبلیغ رسالت صفحہ ۱۳۰ جلد ۶)
اس عظیم موقع پر جماعت اہلحدیث کیوں پیچھے رہتی انہوں نے قادیانیوں سے بڑھ کر خوشی کا اظہار کیا۔
چنانچہ جشن جوبلی کی تقریب کے لئے جہاں سے لفٹیننٹ گورنر بہادر کا گذر ہونا تھا وہاں پر ایک دروازہ بنایا اور اس پر
سنہرے حروف میں انگریزی زبان میں یہ کلمات درج کیے گئے

دل سے ہے یہ دعائے اہلحدیث — جشن جوبلی مبارک ہو

اس موقع پر بذریعہ ڈیپوٹیشن اہلحدیث مندرجہ ذیل ایڈریس ملکہ وکٹوریہ کو پیش کیا پیش ہوا۔
ملکہ وکٹوریہ کے حضور نذرانہ عقیدت بصورت سپاسنامہ
ایڈریس منجانب گروہ مسلمانان اہلحدیث بہ موقع جشن جوبلی ملکہ وکٹوریہ

حضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ کریسنٹ وقیصرہ ہند مبارک اللہ فی سلطنہا۔

۱۔ ہم ممبران گروہ اہلحدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمت عالی میں جشن جوبلی کی دلی مسرت سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

۲۔ کل علمائے ہند میں سے کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں مبارک تقریب کی مسرت جوش زن نہ ہو...... علی الخصوص گروہ اہلحدیث...... اس اظہار مسرت وعقیدت اور دعا و برکت میں چند قدم اور بھی سبقت رکھتا ہے

(رسالہ اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶ ش ۷ ج ۹)۔

سپاسناموں میں بریلوی حضرات کیوں پیچھے رہتے چنانچہ جلیانوالہ باغ (امرتسر) میں ہندوستانیوں پر گولی چلا کر ان کے خون سے ہولی کھیلنے والے رسوائے زمانہ ظالم انگریز جنرل او ڈوائر گورنر پنجاب کی خدمت میں پنجاب کے بریلوی پیروں اور سجادہ نشینوں نے ایک سپاسنامہ پیش کیا تھا اس کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں... حضور انور جن کی ذات عالی صفات میں قدرت نے دل جوئی ذرہ نوازی اور انصاف پسندی کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔ ہم خاکسار ان پیادہ قا کے اظہار دل کو توجہ سے سماعت فرما کر ہمارے کلاہ فخر کو چار چاند لگا دیں گے...... جب ہم بے نظیر برطانوی انصاف کو دیکھتے ہیں جسکی حکومت میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پی رہے ہیں تو پھر ہر طرف احسان ہی احسان دکھائی دے رہا ہے۔

۔ بہشت آنجا باد کہ آزارے نباشد   کسے را باکسے کارے نباشد

ہم سچ عرض کرتے ہیں کہ جو برکات ہمیں اس سلطنت کی بدولت حاصل ہوئی اگر ہمیں عمر خضر بھی نصیب ہو تو ہم ان احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے...... ہندوستان کے لئے سلطنت برطانیہ ابر رحمت کی طرح نازل ہوئی ہم حضور سے درخواست کرتے ہیں کہ جب حضور وطن کو تشریف لے جائیں تو اس امر سے جہاں پناہ ہندوستان کو یقین دلائیں کہ چاہے کیسا انقلاب کیوں نہ ہو ہماری وفاداری میں سرمو فرق نہ آیا ہے اور نہ آسکتا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ہم اور پیروان اور مریدان فوج وغیرہ جن پر سرکار برطانیہ کے بے شمار احسانات ہیں ہمیشہ سرکار کے حلقہ بگوش اور جانثار رہیں گے......

ہماری خوش نصیبی ہے کہ حضور کے جانشین سر ایڈورڈ میکلیگن بالقابہم جن کے نام نامی سے پنجاب کا بچہ بچہ واقف ہے۔ جن کا حسن اخلاق رعایا نوازی میں شہرہ آفاق ہے۔ جو ہمارے لئے حضور کے پورے قائم البدل ہیں ہم ان کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں اور انکی خدمت میں یقین دلاتے ہیں کہ ہم حسب سابق اپنی عقیدت و وفاداری کا ثبوت دیتے رہیں گے (تکفیری افسانے صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۵۔ نیز حیات امیر شریعت صفحہ ۹۳) اس سپاسنامے پر ۳۰ سے زائد سرکردہ اور چوٹی کے نامور بریلوی پیروں کے دستخط ثبت ہیں۔ حضرت امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری اس سپاسنامہ کو دیکھ کر بے حد مغموم ہوئے اور پھر تین دن تک ملتان کے باغ لانگے خان میں اس کے خلاف تقریر کرتے رہے۔

۔ یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو   مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

اور اگر کسی غیر مقلد یا کسی بریلوی مولوی نے جہاد میں حصہ لیا ہے۔ تو وہ ان کا انفرادی اور ذاتی کردار ہے۔ لیکن ان کا جماعتی کردار اور من حیث الجماعت فیصلہ یہی ہے۔ جو ان کے فتاویٰ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے چند معدودے افراد سے ان کی جماعتی پوزیشن صاف نہیں ہو سکتی۔

عالم اسلام کے خلاف تکفیری مہم:

جہاد آزادی کے زمانہ میں ان ہر سہ فریق سے علماء حق اور مجاہدین کے خلاف تکفیری مہم کا سلسلہ شروع کیا مرزا قادیانی نے اپنی خانہ ساز نبوت کے منکرین کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا چنانچہ میاں محمود احمد صاحب لکھتے ہیں۔ جو مسلمان حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵) مرزا بشیر احمد لکھتا ہے۔ ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے۔ مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے۔ مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا یا محمد ﷺ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۱۰) دراصل ان ہر دو حضرات نے مرزا قادیانی کے فتوے کی ترجمانی کی ہے۔ قوم ملکی آزادی کی جنگ لڑ رہی ہے مگر مرزا صاحب اپنی نبوت کو منوانے کیلئے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دے رہے ہیں اسی طرح اہلحدیث لوگوں نے تقلید کو شرک قرار دے کر حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی جملہ مقلدین کو مشرک قرار دے دیا چنانچہ ظفر المبین صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ اس بات میں کچھ بھی شک نہیں کہ تقلید خواہ آئمہ اربعہ میں سے کسی کی ہو، خواہ ان کے سوا کسی اور کی شرک ہے: نیز غیر مقلد محدث میاں نذیر حسین نے تقلید کو حرام ہونے پر "معیار الحق" نامی کتاب لکھ کر علماء حق کیلئے ایک نیا محاذ کھول دیا...... اور اہل حدیث کے علاوہ سب کو جہنمی و اہل باطل قرار دے دیا۔ اور اعلیٰ حضرت تو تکفیری مہم میں سب پر گوئے سبقت لے گئے۔ انہوں نے سچ جھوٹ میں امتیاز کیے بغیر خیانت وبددیانتی کے خوف سے بے نیاز ہو کر مجاہدین آزادی بالخصوص علماء دیوبند کو اپنی تکفیری مہم کا نشانہ بنایا اور اس پر اتنی محنت کی کہ شب و روز ایک کر دیا اور شاید ہی بریلوی طبقہ کے علاوہ کوئی سیاسی و مذہبی جماعت ہو جو ان کے زہر آلود تکفیری تیروں کی زد میں نہ آئی ہو ان کی یہ کفر سازی کی مہم ان کے فتاویٰ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

بریلوی فاضل مولانا مولوی ابو الطاہر محمد طیب صاحب صدیقی قادری برکاتی قاسمی داناپوری نے ایک بڑی مایہ ناز کتاب تجانب اہل السنہ تصنیف فرمائی جو تکفیر کا بہترین انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس پر مفتی اعظم احمد رضا خان بریلوی کے خلیفہ اجل مولوی حشمت علی خان سمیت بریلویوں کے چار بڑے مقتدر علماء کے تائیدی دستخط ثبت ہیں۔ اس کتاب میں جن جن مسلم جماعتوں کی تکفیر کی گئی ہے ان کی فہرست ملاحظہ فرمائیں۔

۱) مسلم ایجوکیشنل کانفرنس	۲) ندوۃ العلماء	۳) خدام کعبہ	۴) خلافت کمیٹی
۵) جمعیت علماء ہند	۶) خدام الحرمین	۷) اتحاد ملت	۸) مجلس احرار اسلام
۹) مسلم لیگ	۱۰) اتحاد کانفرنس	۱۱) مسلم آزاد کانفرنس	۱۲) نوجوان کانفرنس

۱۳) جمعیت تبلیغ الاسلام انبالہ ۱۴) محمدی فوج ۱۵) میمن کانفرنس ۱۶) مسلم کھتری کانفرنس
۱۷) سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور ۱۸) امارت شرعیہ بہار شریف ۱۹) آل پارٹیز کانفرنس
۲۰) مومن کانفرنس ۲۱) جمعیت المومنین ۲۲) جمعیت العلماء ۲۳) آل انڈیا کمبوہ کانفرنس
۲۴) جمعیت الادریسیہ ۲۵) جمعیت القریش ۲۶) جمعیت الراعین ۲۷) انڈیا پنجابی کانفرنس
۲۸) جمعیت الانصار ۲۹) افغان کانفرنس ۳۰) میمن کانفرنس

(تجانب اہل السنۃ صفحہ ۹۰، ۹۱) اور اگر کوئی جماعت اس فہرست میں نہ آسکی تھی تو بریلوی مفتی صاحب نے آخر میں "وغیرہ" کا لفظ لکھ کر اسکو بھی اپنے گھیرے میں لے لیا۔

یہی مولوی ابوالطاہر محمد طیب صاحب اپنے رسالہ قہر القادر علی الکفار اللیادر کے صفحہ ۳۳ پر لکھتے ہیں۔ دیکھو ان ۱۔ کانگریسی، ۲۔ واحراری، ۳۔ لیگی و ۴۔ خاکساری لیڈروں کی باہمی سیاسی جنگ محض جنگ زرگری ہے۔ اور تمہارے دین و ایمان کو مٹانے، تم کو زندیق و ملحد و کافر و مرتد بنانے میں سارے کے سارے ملعونین لیڈر باہم متفق ہیں۔ یہ سب خدا اور رسول جل جلالہ و ﷺ کے دشمن اور تمہارے دین اور ایمان کے رہزن ہیں۔

قائد اعظم محمد علی جناح اور بریلوی فتوے :

مولانا ورسول محمد میاں قادری برکاتی مارہری سجادہ عالیہ خوشیہ برکاتیہ مارہرہ "مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری" کے نام سے ایک فتویٰ لکھا اس کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

۱) مسٹر محمد علی جناح مذہباً رافضی ہیں اور کسی بھی بددین بدمذہب کو قائد اعظم سید ما وغیرہا وغیرہ القاب مدح و تعظیم سے خطاب کرنا شرعاً سخت شنیع و قبیح اشد محظور و ممنوع و حرام صریح مخالف قرآن مجید و حدیث حمید ہے۔ (صفحہ ۳)

(۲) بدمذہب سارے جہان سے بدتر ہیں۔ جانوروں سے بدتر ہیں بدمذہب جہنمیوں کے کتے ہیں۔ کیا کوئی سچا ایمان دار مسلمان اس کتے اور وہ بھی دوزخیوں کے کتے کو اپنا قائد اعظم سب سے بڑا پیشوا اور سردار بنانا پسند کرے گا؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں ایسوں کی قیادت و سیادت و رہنمائی کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہوگا ۔ اذا کان الغراب دلیل قوم سیہدیہم طریق الہالکین (جب قوم کا رہبر کوا ہوگا تو وہ ہلاکت کے راستہ کی طرف رہبری کرے گا) (صفحہ ۴)

(۳) حکم شریعت مسٹر جناح اپنے ان عقائد کفریہ، قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے اور جو شخص اس کے ان کفروں مطلع ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا کافر نہ مانے یا اس کو مرتد ہونے میں شک کرے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد شر اللئام (سب سے بڑا کمینہ) بے توبہ مرا تو مستحق لعنت عزیز علام
(تجانب اہل السنۃ صفحہ ۱۲۲)

(۴) اس وقت مسٹر جناح کے کفر و ارتداد کو واضح تر کرنے کے لئے ہم صرف دو ہی آیت کریمہ تلاوت کرتے ہیں

(قہر القادر صفحہ ۱۲) (۵) اس وقت مسٹر جناح نے ہر مذہب و ملت کے کافروں اور مشرکوں کے ساتھ محبت و رواداری کو مسلمانوں پر فرض اور اسی کو خلافت الٰہیہ کا مقتضی بتا کر آیات قرآنیہ کو منہ بھر کر جھٹلایا۔۔۔۔ تو مسٹر جناح کے اس سارے پیغام کا خلاصہ بھی یہی ہوا کہ اسلام غلط و باطل ہے اور ہندو یہی ہولا مذہبی یگ و درست ہے (قہر القادر صفحہ ۱۲، ۱۳)

(۶) اگر رافضی کی تعریف حلال اور مسٹر محمد علی جناح کو مسلمان کا اہل سمجھ کر کرتا ہے تو وہ مرتد ہو گیا۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے بھی مقاطعہ کریں یہاں تک کہ وہ توبہ کرے (المجاملات لمیہ ۳۳)

مسلم لیگ اور بریلوی فتوے بریلوی حضرات نے اپنے فتووں میں مسلم لیگ کو نہایت ایک برے نام سے یاد کیا ہے وہ ہے "مظلم لیگ" قہر القادر صفحہ ۴، ۵، ۲ قائد اعظم کی مسلم لیگ کے بارے میں چند فتوے ملاحظہ ہوں۔

۱) بریلوی اکابرین میں سے ایک شخصیت جن کو القاب سے ملقب کیا گیا۔ شیر بیشہ سنت، ناصر الاسلام "حضرۃ مولانا" مولوی، حافظ، قاری، مفتی، مناظر، ابوالفتح، عبید الرضا، محمد حشمت علی خان، قادری، برکاتی، رضوی، مجددی، لکھنوی۔ مسلم لیگ سے جدا ہوئے تو ان سے مسلم لیگ کے متعلق فتویٰ طلب کیا گیا۔ موصوف نے جواب میں ایک رسالہ لکھا "احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ" اس میں انہوں نے مسلم لیگ کے مقاصد اساسیہ اور اسکی کارروائیوں میں دس شرعی خرابیاں بتائیں اور اسکی وجہ سے وہ جماعت سے الگ ہو گئے۔ اس فتویٰ کے دیباچہ میں ابو ظفر محمد سالم ابن الشیخ علی بلاذری لکھتے ہیں ہمیں اسوقت کانگریس سے بحث نہیں ہے۔ کیونکہ کانگریس کھلے ہوئے کافروں کی جماعت ہے۔۔۔۔۔۔ لیکن مسلم لیگ جاذبیت کا جامہ پہن کر "اسلام خطرے میں ہے" کا نعرہ لگاتی ہوئی مسلمانوں کو غلط راستوں پر ڈال رہی ہے۔ کیونکہ اسکے اغراض و مقاصد اسلام کے لئے خطرناک ہیں صفحہ ۳ اور فتویٰ کے صفحہ ۱۳ پر مولانا محمد حشمت علی خان لکھتے ہیں مسلم لیگ ہندوستان میں جمہوری حکومت قائم کر لینے بعد ان تمام کفار و مشرکین کے ان کفریات ملعونہ کی تبلیغ و اشاعت کی حمایت و حفاظت کرنا اپنا فرض اولین بتاتی ہے۔ اور اسی مقصد کو پورا کرنے کیلئے مسلمانوں سے جانی و مالی قربانیاں کرا رہی ہے۔ یہ کس قدر شدید مخالفت قرآن اور کیسی کھلی ہوئی منافقت ایمان ہے۔ پھر اس فتویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت برکت، سید العلماء، سند الصلحاء، مولانا، مولوی، حافظ، قاری، حکیم، سید شاہ آل مصطفےٰ صاحب قادری برکاتی، قاسمی، مارہری، سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ صفحہ ۹۳ پر لکھتے ہیں مسلم لیگ میں رکنیت قطعاً حرام اور موجب غضب رب انام ہے۔ ۲) ایک اور فتویٰ "مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری" کے چند اقتباسات بھی مطالعہ فرمائیں۔

ان لیگیوں سے کہا جائے ختم اللہ علی قلوبھم (اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے) واشربوا فی قلوبھم الھنود (ان کے دلوں میں ہندوؤں کی محبت پیوست کر دی گئی ہے) مگر اپنے بھولے بھالے سیدھے سادے سنی مسلمان بھائیوں سے اس قدر عرض ہے کہ وہ اب بھی اس مرتدین و مبتدعین کی مجون مرکب لیگ اور ان لیگیوں کو اسلام و مسلمین کا سچا خیر خواہ اور کانگریس اور کفار و مشرکین کے مظالم اور حملوں سے اپنے لئے جائے پناہ سمجھے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ

نیک ہدایت دے اور دوست دشمن کو پہچاننے کی تمیز اور دشمنان دین سے قطع دوری اور علیحدگی کی توفیق دے آمین۔
ایسوں سے اسلام و مسلمین کی سچی حقیقی حمایت اور کفار و مشرکین کے مظالم کی سچی واقعی مدافعت کی توقع کون ایماندار اور عاقل مسلمان کر سکتا ہے؟

مسلمانان اہلسنت کیلئے سہا سید ہا سیدھا خطرہ دینی ایمانی یقینی نافع و مفید راستہ اور منزل رساں صراط مستقیم یہی اور صرف یہی کہ وہ نہ کانگریس میں ملیں نہ لیگ میں جوڑیں نہ احراری بنیں نہ جمعیتی بلکہ تمام مشرکین و کفار و مرتدین و مبتدعین فجار سے قطعاً علیحدہ ہو کر...... اپنی خالص سنی جماعت بنائیں صفحہ ۲۰:

اور جو شخص مسلم لیگ کے اس اسلام کش اتحادی جھنڈے کے نیچے آجائے گا وہ جنتی نہیں بلکہ دوزخ کے عذاب ہی کی طرف جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط نہیں پکڑ بلکہ اسے اپنے ہاتھ سے چھوڑ دے گا صفحہ ۲۱:
لیگ بدمذہبوں بددینوں کی ایک معجون مرکب جماعت ہے خود اس کا صدر ایک رافضی بددین ہے۔ صفحہ ۲۲:

<u>بریلوی فتووں کا ٹکسال:</u>

تجانب اہل السنہ کے حوالے سے گزر چکا ہے تقریباً تیس سے زائد جماعتوں پر بریلوی حضرات نے کفر کا فتویٰ صادر کیا لیکن اس پر صبر نہ آیا تو انہوں نے بڑی بڑی فعال مرکزی شخصیات پر بھی کفر کا فتویٰ بھی داغا اور اپنی علمی شان اور پاکیزہ زبان کے مطابق گالیوں سے بھی نوازا۔ اس کا ایک ادنیٰ نمونہ ملاحظہ ہو۔ "ان تینوں یعنی یہود و نصاریٰ و مشرکین نے اکٹھا ہو کر کچھ ایسے دنیا کے بندے، پیٹ کے کتے، مولوی نما لیڈر تلاش کیے۔ جو اپنے پیٹ اور لعنت کی روٹی کی خاطر اسلام اور مسلمانوں کو الٹی چھری سے ذبح کرنے لگے۔ دین فروش بد دیانت مولوی نما لیڈروں نے اسماعیل دہلوی، نذیر حسین دہلوی، سر سید احمد خان علی گڑھی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، آنجہانیاں اور ان جہانیوں میں اشرف علی تھانوی، حسین احمد (مدنی، ناقل) اجودھیا باشی، عطاء اللہ شاہ بخاری، ابوالکلام آزاد، محمد علی جناح، عنایت اللہ مشرقی، عبد الشکور کاکوروی، مبلغ دہابیہ احمد سعید دہلوی، ڈاکٹر محمد اقبال، عبد الماجد دریا آبادی، محمد علی جوہر، عبد الغفار خان سرحدی گاندھی وغیرہم۔ تیز حسن نظامی، شبیر احمد دیوبندی، کفایت اللہ شاہجہاں پوری۔ اگرچہ وغیرہم کے اندر باقی شخصیات کو شامل کر لیا گیا تاہم مفتی موصوف نے حاشیہ میں مزید اضافہ کرتے ہوئے لکھا کہ نیچر (سر سید احمد) نے اپنے اور تن بنا رکھے تھے جو جا نیچر یہ کے وزیر ان نیچریت اور مشیران دہریت اور مبلغین زندیقیت تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ نواب محسن الملک مہدی علی خان۔ نواب اعظم یار جنگ، مولوی چراغ علی خان۔ نواب انتصار جنگ۔ مولوی مشتاق حسین۔ مولوی الطاف حسین حالی۔ شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ۔ مولوی مہدی حسن۔ سید محمود خان۔ شبلی اعظم گڑھی۔ ڈپٹی نذیر احمد خان دہلوی۔ (قہر القادر صفحہ ۳)

مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے علماء دیوبند کی تکفیر سے انکار کیا تو ایک مستقل کتاب الطاری الداری بہفوات عبد الباری لکھ کر ثابت کیا کہ وہ ایک سو ترپن (۱۵۳) وجوہ سے کافر ہیں۔ ان وجوہ میں قسم علیم بالا تر ایک وجہ یہ لکھی کہ ان کا نام

عبد الباری ہے لوگ انہیں "باری میاں" کہتے ہیں۔ اگر ان کا نام عبد اللہ ہوتا تو لوگ انہیں "اللہ میاں" کہتے۔ لہٰذا کافر
(تزلزل حصہ صفحہ ۱۷۳)

احمد رضا خان کے خلیفہ اور بریلویوں کے امام المحدثین مولوی دیدار علی نے علامہ اقبال مرحوم کو کافر قرار دیا اور ساتھ ہی ان سے سلام و کلام ترک کرنے کا فتویٰ صادر کیا فرماتے ہیں جب تک ان کفریات سے قائل اشعار مذکور توبہ نہ کرے اس سے ملنا جلنا تمام مسلمان ترک کر دیں ورنہ سخت گناہگار ہوں گے (ذکر اقبال صفحہ ۱۲۹، سرگزشت اقبال صفحہ ۱۹۱)

بریلویوں کے مفتی اعظم جناب احمد رضا خان کے فرزند ارجمند محمد مصطفیٰ رضا خان نے مولانا ظفر علی خان پر کفر کا فتویٰ لکھا جس کو دار العلوم حزب الاحناف کے شیخ الحدیث و مفتی مولانا سید ابو البرکات صاحب نے پچیس سے زائد دیگر بریلوی علماء سے دستخط کرا کے کتابی صورت میں شائع کیا۔ اور اس کا نام رکھا "القسورہ علی ادوار الحمر الکفرہ"

اسی فتویٰ پر مولانا ظفر علی خان مرحوم نے فرمایا تھا (نگارستان صفحہ ۶۵)

کوئی ترکی لے گیا، کوئی ایران لے گیا — کوئی دامن لے گیا، کوئی گریبان لے گیا
رہ گیا تھا باقی اک خطۂ اسلام کا — وہ بھی ہم سے چھین کر حامد رضا خان لے گیا

<u>مذہبی اختلافات:</u> باطل فرقوں میں سے رفضیت قدیم ترین فرقہ ہے اس فتنے کا بانی اور جد امجد عبد اللہ بن سبا یہودی ہے۔ چونکہ مفاد پرستی، منافقت اور سازش یہودیوں کے خمیر میں شامل ہے اس لئے اس یہود سبائی فرقہ کے قیام اور دوام و استحکام کا بنیادی راز انکی منافقت اور سازشی پالیسیاں رہی ہیں۔ برصغیر میں اسلامی حکومتوں کے زوال اور انگریزوں کے تسلط میں ان منافقوں، سازشیوں اور مفاد پرستوں کی غداریوں کا بڑا دخل ہے۔ مسلمانوں سے غداری اور فرنگیوں کے ساتھ وفاداری کی وجہ سے انگریزی غلبہ کے بعد ان کو سیاسی طور پر عروج حاصل ہوا۔ ان مذہب بیزار غداروں نے اپنے اس سیاسی اثر و رسوخ سے فائدہ اٹھا کر مذہبی اقتدار بھی پھیلانا چاہا لیکن علماء حق نے زبان و قلم کے ذریعہ ان کے پھیلاؤ کو روکا اور ایسا روکا کہ ان کو اپنا وجود برقرار رکھنا مشکل ہو گیا۔ اس وقت سراج الہند حضرت عبد العزیز محدث دہلویؒ نے "تحفہ اثنا عشریہ" شیعوں کے رد میں لکھی اور جب انگریز حکومت کے خلاف جہاد آزادی شروع ہوا تو مذہبی فائدہ اٹھانے کے لئے، مجاہدین کا جہاد سے سنی شیعہ متنازعہ مسائل کی طرف رخ پھیرنے کے لئے اور رخ پھیر کر اپنے پرانے آقاؤں کے راج کو مضبوط کرنے کے لئے دوبارہ ان متنازعہ مسائل کو اٹھایا۔ لیکن حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ نے آب حیات ہدایۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین، الاجوبۃ الکاملہ اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ہدایۃ الشیعہ، اور مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ہدایات الشیعہ تحریر فرما کر فتنہ تشیع کا سر کچل دیا دوسری طرف انگریز کے خود کاشتہ پودا قادیانی فتنہ نے نئی نبوت کا اعلان کر کے کتاب و سنت میں تحریف دین متین میں ترمیم و تنسیخ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ عین اس جہاد آزادی کے زمانہ میں غیر مقلدین زر خرید طبقہ نے قرآن و حدیث کے پردہ میں فقہ حنفی سے بدظن کرنے اور نفرت پیدا کرنے کی زور دار تحریک شروع کر دی جبکہ صدہا سال سے یہی فقہ حنفی

قانون شریعت کے طور پر مختلف اسلامی حکومتوں میں نافذ رہ چکی تھی اور اب تک تمام عبادات و معاملات برصغیر میں مسلمان اسی فقہ حنفی کے مطابق انجام دے رہے تھے۔ غیر مقلدین نے ایک طرف تو تقریر و تحریر کے ذریعے اس باطل فرقے کا بھی تعاقب کیا اور خوب تعاقب کیا حتی کہ یہ فتنہ دب گیا اور سالہا سال تک دبا ہی رہا اس موضوع پر حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت شیخ الہند کی بڑی وقیع تالیفات موجود ہیں۔ جو اسی زمانہ میں تالیف کی گئیں۔ مذکورہ بالا مذہبی اختلافات چل رہے تھے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی ایک اور بدنام محبوب شخصیت نے عشق رسالت کا لبادہ اوڑھ کر توحید و سنت کے برعکس شرک و بدعت کا پرچار کرنا شروع کر دیا۔ مرکز اسلام دارالعلوم دیوبند نے اس فرقہ و فتنہ کا بھی مقابلہ کیا اور بزرگوں مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنا۔ اگر علماء دیوبند اس فتنے کا مقابلہ نہ کرتے اور عشق رسالت کے نام پر پھیلنے والے شرک و بدعت کا راستہ نہ روکتے تو نہ جانے کتنے مسلمان توحید و سنت کی دولت سے محروم ہو جاتے علماء دیوبند اس کارنامے کی عظمت اور قدر و منزلت جاننے کے لئے عاشقان رسول کے چند عقائد ملاحظہ فرمائیں:۔ کن اولیاء اللہ کی شان ہے۔ اولیاء اللہ جس چیز کو کن کہتے ہیں فوراً ہو جاتی ہے۔ اپنے اختیار سے اور اپنے ارادے و حکم سے تمام عالم میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔ جسے جو چاہیں دیں۔ حضور علیہ السلام مختار کل ہیں۔ تمام کارخانہ خدائی کے مالک ہیں۔ اللہ کے سب خزانوں کی کنجیاں آپ کے قبضہ میں ہیں۔ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے یعنی آرام و تکلیف، رنج و راحت، پیدا کرنا مارنا، رزق دینا، مرض و صحت، فقر و افلاس، تنگی بدحالی، جنت و دوزخ، کفر و اسلام، ایجاد و اعدام، غرض عرش سے فرش تک سب آپ ہی کے اختیار میں ہے.... اللہ کے خزانوں سے جو چیز بھی مخلوقات کو پہنچتی ہے وہ محمد ﷺ ہی عطا فرماتے ہیں۔ مشکلوں کے وقت تشریف لا کر دستگیری فرماتے ہیں (حاشیہ الاستمداد صفحہ ۶ تا صفحہ ۸ الملفوظات فاضل بریلوی ملخصاً الامن والعلی صفحہ ۱۵، ۱۶ وسلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری) احکام تشریعیہ بھی حضور کے قبضہ میں ہیں جس پر جو چاہیں حرام فرمائیں جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف کر دیں (بہار شریعت حصہ اول عقیدہ نمبر ۲ صفحہ ۲۲) خدا بھی حضور علیہ السلام کی اطاعت کرتا ہے (شرح استمداد صفحہ ۵۰) حضور کو ذرہ ذرہ کا علم ہے۔ دلوں کے خطروں سے آگاہ ہیں۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں (شرح استمداد صفحہ ۵۰) رسول اللہ ﷺ کو پوری خدائی طاقت دے دی گئی ہے۔ جب ہی تو خدا کی طرح مختار کل ہیں (شرح استمداد صفحہ ۵۱) ان کی (بزرگوں کی) پرستش کرنا جائز کہ دراصل اللہ ہی کی پرستش ہے عمل ذی عمل سے جدا نہیں اور ان کے نام کا ورد و وظیفہ کرنا اور ان کا نام جپنا جائز ہے۔ بزرگوں کے نام کی نذر و منت چڑھاوا چڑھانا جائز ہے۔

(شرح استمداد صفحہ ۳۷، ۳۸): پس ان عقائد باطلہ کی وجہ سے علماء حق ان کی تردید کرنے پر مجبور ہو گئے کہ ان عقائد کے بعد ایمان کا محفوظ رہنا مشکل ہے۔

نتیجہ بحث: قارئین کرام مذکورہ بالا حالات کی روشنی میں دو باتیں واضح طور پر سمجھ آتی ہیں۔ ایک یہ کہ آزادی ہند محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نصیب ہوئی ہے۔ ورنہ بعض شاطر نے جہاد آزادی کو ناکام کرنے کے لئے جو چالیس

چل رہی ہیں ان کے بعد وسائل کے وجہ میں آزادی کا حصول تو کجا تصور بھی مشکل ہے۔ مجاہدین پر بے پناہ ظلم و تشدد ہے۔ حرمت جہاد کے تیس فتوے گشت کر رہے ہیں۔۔۔ انگریز گورنمنٹ کے دور میں امن و امان، آسائش و راحت، اور مذہبی آزادی کے گن گائے جا رہے ہیں۔ اور ان کی حکومت کے دوام و استحکام کیلئے دعائیں ہو رہی ہیں بیانات چھپ رہے جا رہے ہیں۔۔۔ آزادی کی جد و جہد اور جہاد کے علاوہ بھی مذہبی محاذ بھی کھلے ہیں اور دلائل کی جنگ زوروں پر ہے۔ پادریوں سے مناظرے ہو رہے ہیں جو مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے کام پر گورنمنٹ کی طرف سے مامور تھے۔ رافضیوں سے بھی محاذ آرائی جاری ہے۔ قادیانی نبوت کے بہروپیا بھی ابھر رہے ہیں۔ غیر مقلدین کے مناظرے چیلنجوں کا جواب بھی دیا جا رہا ہے۔۔۔ بریلیوں کے فتنہ تکفیر کا سر بھی اٹھا رہا ہے۔ فتنہ شرک و بدعت کے شجرہ خبیثہ کی جڑیں بھی کاٹی جا رہی ہیں۔۔۔ اور ان سب محاذوں پر کام کرنے والے علماء دیوبند کے علاوہ چند گنے چنے دوسرے حضرات ہیں ان سب مذہبی محاذوں پر مقابلہ کرنا اور پھر جہاد آزادی کی جنگ لڑنا بظاہر ناممکن ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان مردان ہمت کو توفیق دی اور انہوں نے بیک وقت ان سب محاذوں پر مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ہمت مرداں مدد خدا کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت و مدد سے مذہبی فتنوں کی سرکوبی بھی خوب ہوئی اور آزادی کی نعمت بھی نصیب ہو گئی اور دشمن کی سازشیں دھری کی دھری رہ گئیں۔

دوسری بات یہ کہ فرنگی دور میں پیدا ہونے والے ان سب مذہبی فرقوں کے پس منظر میں دلائل کے اختلاف سے زیادہ سیاسی عوامل و محرکات کار فرما ہیں دراصل بدقسمت گورنمنٹ نے جہاد آزادی کو کچلنے اور اپنی حکومت کو طول دینے کے لئے لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی اختیار کی۔ اپنی اسی پالیسی کے تحت اس عیار دشمن نے ہندو، مسلم فسادات بھی کرائے اور مذہبی اختلافات بھی پیدا کئے۔ اس سب کچھ کے باوجود اپنے مکروہ اور ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور جہاد آزادی کے سیلاب و طوفان کے سامنے بند نہ باندھ سکا ملک آزاد ہو گیا۔ لیکن حکومت کے زیر اثر پیدا ہونے اور پلنے والے یہ باطل فرقے اپنی جڑیں مضبوط کر چکے تھے اور مستقل فرقوں کی شکل اختیار کر چکے تھے اور نہ ہی ایسی اسلامی حکومت قائم ہو سکی جو ان اختلافات کو رفع کرتی بلکہ اس نصف صدی میں دین سے باغی، مفاد پرست ایسی ایسی حکومتیں یکے بعد دیگرے وجود میں آتی رہیں جو اپنی بقاء و تحفظ کیلئے ان اختلافات کو باقی رکھنا ضروری خیال کرتی تھیں اور حسب موقع ان اختلافات میں ارتعاش و شدت پیدا کر کے علماء کو آپس میں لڑا کر سیاسی فائدہ اٹھاتی رہیں اور موجودہ طاغوتی، کافرانہ اور ظالمانہ نظام کے طول عمری میں ان اختلافات کا بڑی حد تک دخل ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین آزادی یعنی علماء دیوبند کو اتنی علمی، عملی، اخلاقی اور حسن تدبیر و تدبر کی اعلیٰ صلاحیتیں عطا کی ہیں کہ اگر یہ مذہبی اختلافات ان کے لئے سد راہ نہ بنتے تو ان کے کوہ عزم و ہمت کے سامنے یہ طاغوتی نظام ایک لمحہ بھی نہ ٹھہر سکتا۔ سیلاب بن کر اس طاغوتی نظام کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتے۔ لیکن اے کاش ایک کافر حکومت نے اپنے سیاسی مفادات کی خاطر جن فرقوں کو پیدا کیا تھا ملک آزاد ہونے کے بعد اس کافر حکومت کی نمائندہ طاغوتی نظام کی حامل

ان نیم مسلم، نیم آزاد حکومتوں نے ان کو نہ صرف یہ کہ تحفظ دیا بلکہ اپنی بقا کیلئے ان کی بقا کو ضروری سمجھا۔ اس لئے علماء حق کیلئے سوا اس کے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ اپنے محدود وسائل کے مطابق تقسیم کار کر کے باطل کے ان سب محاذوں پر مقابلہ کریں اور دلائل کی جنگ لڑیں۔ چنانچہ میدان انقلاب لیکر مسجد و بازار تک جدید و قدیم ہر باطل فرقہ و فتنہ کے مقابلہ کیلئے علماء دیوبند کی جماعتیں موجود ہیں اور علمی دلائل کے ذریعے دین و شریعت کی حفاظت کا فریضہ اپنے ممکنہ وسائل کی حد تک انجام دے رہی ہیں۔ بریلوی دیوبندی نزاعی مسائل پر بہت پہلے لکھا جا چکا ہے۔

لیکن ہر گلِ را رنگ و بوئے دیگر است

مناظر اعظم فخر اہلسنت، شیر اسلام حضرت علامہ محمد رمضان صاحب نعمانی سلمہ مرکزی رہنماء تنظیم اہلسنت والجماعت پاکستان جن کو اللہ تعالیٰ نے بریلویت، غیر مقلدیت۔ الحیت میں مہارت تامہ عطا کی ہے۔ بریلوی اور غیر مقلد علماء کے ساتھ کئی مناظرے کر کے فاتح بریلویت، فاتح غیر مقلدیت کے لقب سے ملقب ہیں۔ انہوں نے دینی و تبلیغی اور احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے ہوئے صداقت اہلسنت کے موضوع پر مذہب اہلسنت والجماعت کے نام سے بڑی عمدہ، وقیع، مدلل کتاب تحریر فرمائی ہے۔ جو حق وباطل میں امتیاز کرنے والی ہے۔ کمال یہ ہے کہ علامہ نعمانی صاحب مناظر ہونے کے باوجود کتاب میں اعتدال کو ملحوظ رکھا اور مذہب اہلسنت والجماعت کی خوب ترجمانی اور وکالت فرمائی ہے۔ اس لئے علامہ کی یہ کتاب دیوبندی ہو یا معتدل بریلوی ہر طبقہ کے لئے مفید ترین کتاب ہے۔ دعاء ہے اللہ تعالیٰ حضرت علامہ نعمانی صاحب کو صحت و عافیت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کتاب سے امت مسلمہ کو عقائد و اعمال کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور نجات اخروی کا سبب بنائیں (آمین ثم آمین)

منیر احمد ملتانی

استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں

تقریظات و تصدیقات

کتاب مستطاب مذہب اہل السنۃ والجماعۃ
اکابرین محدثین و مفتیان و پیرانِ عظام اہل السنۃ والجماعۃ

امام المحققین رازی زماں جامع المعقول و المنقول شیخ القرآن والحدیث

حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی مفتی اعظم پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمدللہ الذی احکم العقائد بکتابہ المبین و اوضحہا صاحب الشریعۃ المطہرۃ علیہ الصلوٰۃ و التسلیم و اجمع علیہا الصحابۃ والتابعون و تبعہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اما بعد کتاب مذہب اہل السنۃ والجماعۃ مؤلفہ عالم و فاضل مناظرِ اہل السنۃ مولانا محمد رمضان صاحب نعمانی میں نے دیکھی جو مذہب اہل السنت والجماعت کے عقائد اور اعمال کے بارہ میں ترجمانِ صحیح ہے اور مسائل حقہ کو بالدلائل القاہرہ واضح کیا ہے اور حضرات صوفیہ کرام کی عبادات و ملفوظات سے حق و باطل کے درمیان پوری طرح تمیز کر دی ہے لہذا ضروری ہے کہ مسلمان کے عقائد اور اعمال اسی کے مطابق ہونے چاہئیں کیونکہ یہ جمع بالدلائل الشرعیہ ہیں جیسے کتاب مذکور میں جمع کرنے کے لئے کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے استدلال کئے ہیں پھر صحابہ اور بزرگان دین کے اقوال سے جمع کئے گئے ہیں لہذا عقائد اور اعمال ان کے موافق ہونے سے نجاتِ اخروی ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ اسے حضرت مؤلف مدظلہ کے لئے ذریعہ نجات اور مسلمانوں کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے آمین۔

امام المتکلمین سلطان المحققین حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی (لندن)

ابتداء آفرینش سے حق و باطل کا معرکہ چلا آرہا ہے۔ شر کے لشکر مختلف محاذوں پر کفر و شرک و بدعات و رسمات پھیلانے کا کام کر رہے ہیں۔ اور خیر کا لشکر ایک ہی ہے جو اہلسنت والجماعت کے نام سے عقیدہ توحید کے تحفظ اور سنت کی نصرت کے لئے کھڑا ہے۔ مناظر اعظم حضرت علامہ مولانا محمد رمضان صاحب نعمانی بھی اس محاذ کے مردِ میدان اور شہسوار ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

فاضل جلیل مجدد اعظم حضرت علامہ مولانا محمد رمضان صاحب نعمانی نے کتاب "مذہب اہل سنت و الجماعت" لکھ کر اہل حق کے لشکروں میں ایک نمایاں مقام حاصل کر لیا ہے کتاب ھذا قرآن و سنت کی صحیح ترجمان ہے۔ اور کفر و بدعات پر ننگی تلوار ہے اللہ تعالیٰ ان کی نصرت فرمائے۔ اس بیش بہا تالیف کو دنیا میں حق پھیلنے اور آخرت میں داخلہ جنت کی ضمانت بنائے۔ آمین ثم آمین۔

کتبہ ... محمد ... ... (دستخط)

رئیس المناظرین محقق زمان محدث کبیر حضرت مولانا محمد امین صاحب اکاڑوی رئیس شعبہ تحقیق خیر المدارس ملتان۔

مناظر اسلام فاتح رضاخانیت حضرت مولانا محمد رمضان نعمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے کتاب لاجواب "مذہب اہلسنت والجماعت" تحریر فرما کے امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ جس میں تحقیق اور الزامی جوابات سے شرک و بدعت کا کامیاب تعاقب فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور اس کتاب کو اہل حق کے لئے تسکین قلب اور اہل باطل کے لئے ذریعہ ہدایت بنائیں۔ آمین۔ محمد امین صفدر

فقط محمد امین صفدر
۱۵ رجب المرجب ... (دستخط)

عارف باللہ سراج السالکین تاج الشریعت حضرت مولانا میاں سراج احمد صاحب سجادہ نشین دین پور شریف۔

حامداً و مصلیاً اما بعد بندہ نے اس کتاب مستطاب "مذہب اہل السنۃ والجماعت" کو دیکھا اور پڑھا حق پایا۔ بندہ کے نزدیک یہ کتاب اہل السنۃ کے لئے ترجمان حق ہے اور اہل بدعت کے رد پر جواب کافی و حجت وافی ہے، اور فی الواقع یہ کتاب "مذہب اہل السنۃ والجماعت" عزیزم علامہ محمد رمضان نعمانی کی وسعت نور علوم دینیہ فسحت نگار و فہم و حسن تقریر و بہار تحریر پر دلیل واضح اور اقوال مخالف کے یا احسن البیان فاضح ہے۔ حق تعالیٰ اس کے مؤلف کے علم و فہم میں برکت اور اسکی خیرات و مبرات میں عموماً اور تالیف نفیس میں خصوصاً کرامت قبولیت عطا فرماویں۔ اور اس کو موجب ندامت و توبہ اہل بدعت و شرک کا اور سبب استقامت اور تثبت متبعین توحید و سنت کا بنا کر مقبولین و معمول عاملین فرماویں۔ آمین و ما ذالک علی اللہ بعزیز

(دستخط)

سراج الطریقت تاج الشریعت ولی کامل حضرت مولانا پیر عبدالحی صاحب بھکوی سجادہ نشین خانقاہ بھکوی شریف

برادران اسلام خاص و عام اسلام علیکم و رحمۃ اللہ محترم و مکرم علامۃ العصر رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد رمضان نعمانی مسلمہ کی کتاب "مذہب اہل السنۃ والجماعت" کو دیکھا اور

پڑھا مذہب اہل سنت کے لئے حق پایا۔ اہل علم حضرات علماء کرام و صوفیاء عظام و طالبان حق کے لئے باعث برکت ہے۔ اور عوام و خواص کے لئے راہ نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ اہل اسلام کو اس کتاب سے عقائد و اعمال درست کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ مصنف سلمہ کے علم و عمل میں مزید برکت فرمادیں۔

(دستخط)

قدوۃ المحققین امام المناظرین استاذ العلماء منبع العلوم فاتح رضاخانیت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمانی خطیب اعظم پاکستان (لودھراں)

حامداً و مجیداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد دنیا میں تمام مروجہ مذاہب میں اب صرف ہی صرف اسلام سچا نجات والا مذہب ہے و من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ (القرآن) اور یہ اکمل اور جامع مذہب۔ انسان کو صحیح معنی میں انسان بننے کی تعلیم دیتا ہے اور عملی طور پر انسان بننے کا بہترین طریقہ سکھاتا ہے۔ جس کی بنیاد اربعہ پر ہے۔ ۱۔ قرآن مجید ۲۔ حدیث شریف ۳۔ اجماع امت ۴۔ قیاس و اجتہاد۔ بحمد اللہ اہل السنۃ والجماعت کے جملہ طبقے اپنی قوت علمیہ اور دانست کے مطابق اپنے مسلک کے لئے قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے احناف اہل السنۃ والجماعت جملہ دنیا میں اکثریت ہے۔ قرآن حکیم اور حدیث رسول ﷺ سے متمسک ہیں۔ مسلمانوں کی بدقسمتی سے اسلام اور اہل السنۃ والجماعت کا نام لینے والا گروہ ایک ایسا فرقہ انگریز کے زمانہ میں پیدا ہوا یا کر دیا گیا۔ جس نے انگریز کے گیت اور گن گائے اور جہاد کے خلاف فتویٰ دیا۔ اور حج کی فرضیت کا انکار کیا اور شرک کو توحید کا درجہ دیا۔ اور بدعات و رسومات کو سنت کا درجہ دیا (العیاذ باللہ) اور حقیقی اہل السنۃ والجماعت علماء دیوبند پر خوب فتوے دیے۔ اور گولا باری کی کہ یہ اہل السنۃ والجماعت نہیں ہیں۔ علماء حق دیوبند اہل السنۃ والجماعت نے اس کم فہم، متعصب، ظلم سے دین، غالی فرقہ کی چیرہ دستیوں کی اچھی طرح نشاندہی کی اور عقائد اہل السنۃ کا خوب دفاع کیا۔ تحریراً و تقریراً۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی کتاب "مذہب اہل السنۃ والجماعت" بھی ہے۔ جس کے مصنف علامۃ العصر فرید الدھر منبع العلوم حضرت علامہ مولانا محمد رمضان صاحب نعمانی نے قرآن و سنت اور اجماع امت و فتاویٰ جات علماء احناف اور خود فریق مخالف کے گھر کی گواہی سے مذہب اہل السنۃ والجماعت کو مبرہن کیا اور اہل السنۃ پر احسان عظیم فرمایا۔ زیر نظر کتاب مصنف سلمہ کی علمی کاوش و عملی محنت کا نتیجہ ہے اہل علم حضرات و طلباء کرام کے لئے بہترین علمی اور تحقیقی مواد بصورت تیر صرف ہے اور عامۃ المسلمین کے لئے ہدایت و نجات کا سبب ہے۔ باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف محقق و مدقق کو جزائے خیر دے اور اسکے آباؤ اجداد و اساتذہ کرام کے لئے نجات اخروی کا سبب بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

عارف باللہ محدث کبیر استاذ العلماء حضرت مولانا ضیاء اللہ صاحب فاضل دیوبند مفتی مدرسہ انوریہ طاہر والی

الحمد لاهله والصلوٰة علیٰ اهلها اما بعد میں نے سرمایہ اہل السنہ رئیس المناظرین فاتح رضاخانیت مجدد اعظم حضرت علامہ مولانا محمد رمضان صاحب نعمانی رئیس جامعہ عثمانیہ احمد پور شرقیہ کی کتاب لاجواب "مذهب اهل سنت والجماعت" کو دیکھا اور پڑھا تو حد دلی مسرت ہوئی کتاب هذا واقعی مذہب اہل السنہ کی ترجمان صحیح ہے۔ مؤلف علامۃ العصر فرید الدہر نے سعی بلیغ فرما کر مسلمانان اہل السنہ پر احسان عظیم فرمایا نسل رضاخانیت کے عقائد باطلہ، ملحدانہ و مشرکانہ، مبتدعانہ پر لاافنا یفنی زناٹا ضرب قاری لگا کر ثابت کیا کہ یہ فرقہ واقعی قرآن وحدیث و اجماع امت کا منکر و دشمن ہے اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے مدہ کے قریب رضاخانی امت بالکل قطعی طور پر مشرکانہ و ملحدانہ اور مبتدعانہ عقائد سے ملوث و جکڑا ہے یہ لوگ قیامت میں شفاعت نبوی ﷺ سے محروم ہوں گے کیونکہ مشرک پر جنت حرام ہے۔ مشرک ابدی جہنمی ہے۔ مشرک کا کوئی سفارشی نہ ہوگا ان کے پیچھے نہ فرضی نماز ہوتی ہے نہ نفل اور نہ نماز جنازہ بعد ان کے پیچھے ادا کی ہوئی نمازیں باطل اور واجب الاعادہ ہیں۔ رحمت باری سے دست بدعا ہوں کہ مؤلف کتاب هذا کی اس محنت و سعی بلیغ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازیں اور امت مسلمہ کے لئے ہدایت کا سبب بنا کر نجات اخروی نصیب فرمادیں آمین یارب العلمین جاہ النبی الکریم

پیر طریقت جامع الشریعت ولی کامل حضرت مولانا قاضی قمر الدین صاحب فاضل دیوبند و خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ

الحمدلله وحده والصلوٰة والسلام علیٰ من لا نبی بعده اما بعد

کتاب "مذهب اهل سنت والجماعت" جو کہ محترم المقام فخر اہلسنت مناظر اسلام حضرت الشیخ مولانا علامہ محمد رمضان نعمانی مدظلہ کی تصنیف لطیف نظر سے گذری میں نے کتاب هذا کو دیکھا اور پڑھا الحمدللہ حق پایا۔ مذہب حقہ اہل سنت والجماعت کا خوب دفاع فرمایا اللہ تبارک وتعالی علامہ موصوف کے علم میں خوب اضافہ فرمائیں اور عمر میں برکت عطا فرمائیں اور حاسدین کے حسد سے محفوظ فرمائیں۔

[illegible] [illegible]

محقق العصر مفسر قرآن عارف باللہ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب فاضل دیوبند راجن پور

حامداً و مصلیاً و مسلماً آج فاضل اجل مناظر اہل سنت حضرت علامہ محمد رمضان نعمانی مدظلہ کی کتاب "مذهب اهل سنت والجماعت" کو دیکھا اور پڑھا اور قائم کردہ عنوانات اور ان پر دلائل وشواہد اور علمی استدلالات اور حوالاجات کتب کو دیکھ کر فاضل مصنف موصوف کی محنت اور کاوش سے متاثر ہوا۔ عصر حاضر میں ان مسائل کی اشد ضرورت تھی اس ضرورت کو فاضل مصنف نے پورا اور واضح کر کے اہل سنت پر عظیم احسان کیا۔ اور سادہ لوح اور نیک دل مسلمانوں کی راہبری فرمائی۔ اور اہل علم و نظر کے لئے ایک مفید علمی تحقیق

خزانہ اور قیمتی انمول عطیہ عنایت فرمایا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی فاضل مصنف کو دنیا و آخرت میں درجات سے نوازیں۔ اصولاً میں اس کتاب کی تائید و تصدیق کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں اللہ تعالی مصنف کو مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین

[illegible] [illegible]

المصدق به قاضی شمس الدین مفتی دیوبندی ملتان

استاذ الاساتذہ عالم باعمل حضرت مولانا اللہ بخش صاحب فاضل دیوبند تونسہ شریف

الحمد لاهله والصلوٰة علی اهلها اما بعد علامۃ العصر منبع العلوم رئیس الموحدین مناظر اعظم حضرت مولانا محمد رمضان نعمانی صاحب زاد الله علمه وعمله کی کتاب "مذهب اهل السنۃ والجماعت" کو دیکھا اور پڑھا۔ اہل السنہ کے لئے ترجمان صحیح پایا۔ جس کی لفظ بہ لفظ تصدیق کرتا ہوں۔ مؤلف مذکور سلمہ نے کتاب "مذہب اہل السنہ والجماعت" تحریر فرما کر امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ اور مذہب اہل السنہ والجماعت کی حقانیت کو دلائل اور براہین کے ساتھ مبرہن و مزین فرمایا ہے۔ اللہ تعالی مولانا موصوف کی اس سعی اور محنت کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائے اور عوام کے لئے ذریعہ ہدایت وباللہ التوفیق۔ آمین۔

[illegible]

سلطان المحققین استاذ العلماء مفسر قرآن حضرت مولانا منظور احمد نعمانی مہتمم احیاء العلوم ظاہر پیر رحیم یار خان

کتاب "مذهب اهل سنت والجماعت" جو کہ برادر محترم ترجمان اہل سنت محبوب الموحدین مولانا علامہ محمد رمضان نعمانی مدظلہ کی تالیف ہے فقیر کی نظر سے گذری۔ الحمدللہ کتاب موصوف دلائل و براہین سے مزین ہے اور اکثر کتاب و سنت نیز اقوال معتبرہ سے استدلال کیا گیا ہے یہ کتاب جامع الحق وباطل کا مظہر ہے اہل زیغ پر شہاب ثاقب ہے اور اہل حق کے لئے بہترین تمہید ہے۔ حق وباطل تمیز کے لئے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے اللہ تعالی ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔ آمین۔

فقیر منظور احمد نعمانی مہتمم مدرسہ احیاء العلوم ظاہر پیر

پیر طریقت ولی ابن ولی آیۃ من آیات رب الکریم حضرت مولانا مسعود احمد دین پوری

استاذ محترم حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی فاضل دیوبند اور محترم مولانا منظور احمد صاحب ظاہر پیر ال[illegible] دونوں حضرات نے اس کتاب "مذہب اہل سنت والجماعت" کی تصدیق و تقریظ فرمائی ہے۔ لہذا بندہ واے [illegible] سمجھتا ہے۔ لہذا یہ کتاب اہل حق و باطل میں قول فیصل ہے۔ بندہ اللہ تعالی سے دست بدعا ہے کہ احباب ک[illegible] سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے کی توفیق دے۔ اور مناظر اہل سنت عزیزم حضرت مولانا محمد رمضا[illegible] مناجات [illegible] کی اس سعی عظیم کو نجات کا سبب بنائے۔ آمین ثم آمین۔

[illegible] [illegible]

محقق وقت حضرت مولانا حکیم نور احمد صاحب قاسمی فاضل دار العلوم دیوبند مفتی اعظم بہاولپور

ں نے کتاب مستطاب "مذہب اہل سنت والجماعت" دیکھی اور پڑھی جو کہ قرآن و سنت کی ترجمان حق ہے
اس کی مکمل تصدیق اور اس سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔ بریلوی مکتبِ فکر کے قدیم علماء سے لیکر اب تک
کے جدید علماء طرح طرح تدلیس و مغالطہ تلبیس میں مشترک قبیل ہیں۔ لیکن جدید علماء نے اس مشن میں بھی اپنے
قدیم علماء کو پیچھے چھوڑ دیا اور تضلیل کے میدان میں ایسے سابق ہو گئے ہیں کہ مشرکین عرب کو بھی پیچھے
چھوڑ دیا ہے۔ لہذا ان کے کفر و شرک و بدعات کو پاش پاش کرنا علماء اہل سنت علماء دیوبند کا فرض ہے اللہ تعالیٰ کا
احسان اور شکر ہے کہ اس نے ترجمان اہلسنت رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد رمضان صاحب
نعمانی کو توفیق عطا فرمائی کہ وہ عقائد اہل حق کے صحیح عقائد کو ثابت کر کے اہل باطل کے شرکیہ عقائد اور دجل
و فریب کو واضح کریں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا ممدوح کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور ان کی اس
تصنیف کو منظور و مقبول فرمائے اور عوام کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

الراقم
حکیم نور احمد قاسمی [illegible]
[illegible] پنجاب
٢٥ جمادی [illegible]

فخر العلماء مفسر قرآن حضرت مولانا رحیم بخش صاحب فاضل دار العلوم دیوبند اوچ شریف بہاولپور

ات یہ کتاب "مذہب اہلسنت والجماعت" میں نے دیکھی اور پڑھی اور اسے حق پایا جو کہ فخر اہل سنت
ں المناظرین حضرت مولانا محمد رمضان نعمانی صاحب فاضل اجل کی تالیف ہے۔ وہ مذہب اہل
سنت والجماعت کی ترجمانِ حق ہے۔ نسل رضاخانیت پر تیغ کا وار ہے۔

شاہ محمد [illegible] رحیم بخش عفا اللہ عنہ فاضل دار العلوم دیوبند - ٢٣ جمادی الثانی [illegible]

فخر الاماثل، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب رئیس دار الافتاء جامعہ عبد اللہ بن مسعود خان پور

حمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زھوقا (القرآن)
آیت میں ایک ایسی عظیم جنگ کا ذکر ہے جو انسان کی تخلیق کے وقت سے شروع ہوئی اور دم آج تک
جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی اس جنگ کا آغاز حضرت آدمؑ سے کی پیدائش کے بعد ہوا آپ حق کے
علمبردار تھے تو مقابلہ میں شیطان آیا جو باطل کا علمبردار تھا یہی سلسلہ فریقین کا آج تک جاری ہے اور اب بھی
اس کے مختلف میدان لگے ہوئے ہیں جن میں سے ایک میدان اہل توحید و سنت اور اہل شرک و بدعت کا
ہے۔ مناظر اعظم فخر اہل سنت منبع العلوم حضرت مولانا محمد رمضان صاحب نعمانی مد ظلہٗ جو
شرک و بدعت کے مقابلہ میں مناظرہ کے میدان میں اہل سنت کے فاتح و علمبردار ہیں جو بحمد اللہ و فضلہ اب
تحریری میدان میں بھی کتاب "مذہب اہل سنت والجماعت" تصنیف فرما کر حق کے علمبردار رہنے کا اعزاز حاصل
کیا ہے یہ کتاب دلائل حقہ کے ساتھ مزین مبرہن اور فریق مخالف کے چہرہ کو دکھانے کے آئینے میں بے مثل

اور لاجواب ہے اس کتاب کے طرز بیان اور قوتِ مضامین نے میرے دل پر نہایت اچھے تاثرات رقم کیے۔ میں
اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے پُر امید ہوں کہ وہ اس کتاب کو ہمارے لئے ذریعہ استقامت و نجات اور اہل
بدعت کے لئے راہِ ہدایت بنائیں گے آمین یارب العالمین۔

دعا جو و دعا گو
عبد الرزاق رحمٰن عنہ
٢٢ جمادی الاخریٰ [illegible]
خادم التفسیر والحدیث [illegible] دار الافتاء جامعہ عبد اللہ بن مسعود [illegible]

استاذ العلماء شیخ الحدیث محقق زماں مفتی منظور احمد صاحب رئیس دار الافتاء جامعہ قاسم العلوم ملتان

مدوح نے کتاب "مذہب اہل السنۃ والجماعۃ" تصنیف لطیف فاضل نوجوان رئیس المناظرین حضرت علامہ مولانا محمد
رمضان صاحب نعمانی مد ظلہٗ کے چیدہ چیدہ مقامات دیکھے ماشاء اللہ حضرت موصوف نے احقاق حق میں
عدل و انصاف کے تمام تقاضے پورے فرمائے ہیں اور احتجاج و استدلال میں فریق مقابل کے حوالہ جات کے
نقل میں دیانت و امانت کا دامن کہیں بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اختلافی مسائل میں انتہائی احتیاط مولانا
موصوف کی خصوصیات میں سے ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا موصوف کو تا زیست دین حق کی
خدمت کے لئے قبول فرمائے۔ اہل اسلام خصوصاً اہلسنت عوام و خواص کی خدمت میں التماس ہے کہ اس کتاب
کو حرز جان بنالیں دنیا و آخرت میں باعثِ نجات و سرخروئی ہوگا۔ آمین۔ فقط حررہ

٢٣ جمادی الثانی
٢٠ [illegible]

استاذ الحدیث مفتی عبد القیوم صاحب رئیس دار الافتاء جامعہ احیاء العلوم عید گاہ مظفر گڑھ

زیر نظر کتاب "مذہب اہل السنۃ والجماعۃ" کو دیکھا اور پڑھا قرآن و حدیث کے مطابق پایا جو کہ مناظر
اہل السنۃ محقق زماں حضرت مولانا محمد رمضان صاحب نعمانی کی تصنیف ہے جس میں قرآن و
حدیث کے دلائل اسلاف کے اقوال علماء دیوبند، علماء بریلوی کی عبارات سے توحید و شرک سنت و بدعت کو
سہل انداز میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے جس کے بعد کسی قسم کا اشتباہ باقی نہیں رہا۔ بندہ کتاب ھذا کی تائید و
تصدیق کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ مصنف کی سعی کو منظور فرما کر ذخیرہ آخرت بنائے اور نفع عام کا
ذریعہ بنائے آمین۔

عبد القیوم [illegible] مفتی و مدرس [illegible] احیاء العلوم عید گاہ مظفر گڑھ

پیر طریقت استاذ العلماء حضرت مولانا امیر محمد صاحب تونسوی شیخ الحدیث و مفتی اعظم مخزن العلوم خان پور

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد بندہ نے محترم و مکرم اخی المعظم قدوۃ المناظرین حضرت
علامہ مولانا محمد رمضان صاحب نعمانی مد ظلہٗ کی کتاب "مذہب اہل السنۃ والجماعۃ" کو بغور

دیکھا اور پڑھا۔ الحمداللہ مولانا موصوف زید مجدہ نے انتہائی محنت و عرق ریزی سے پوری تحقیق عمیق سے مذہب اہل السنۃ کو پورے دلائل سے مبرہن و مزین فرمایا ہے۔ اسے میں حق سمجھتا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں امید ہے کہ ہر اہل علم منصف مزاج اس کتاب کو پڑھ کر داد و تحسین دینے پر مجبور ہو کر صحیح عقیدہ کے لئے اس کتاب کو مشعل راہ سمجھتے ہوئے خود اور دیگر احباب کو اس کتاب کے مطالعہ کی تلقین کئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا سلمہٗ کی اس سعی جمیل کو مقبول و منظور فرما کر مولانا کے لئے ذریعہ نجات اُخروی اور عامۃ المسلمین کے لئے باعث ہدایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

صدر مدرس وخادم الحدیث
[illegible]

پیر طریقت حضرت مولانا نعیم احمد صاحب شیخ الکل مفتی جامعہ عطاء العلوم ڈیرہ غازی خان

الحمد لاهله والصلوة على اهلها شرک اللہ پاک کا باغی ہے بدعتی اللہ پاک کے حبیب کا باغی ہے اس لئے شرک اور بدعت سب سے اخبث الجرائم اور اقبح المعاصی ہیں مشرک بغیر توبہ کے مرگیا تو اس کے لئے جنت حرام ہے۔ اور جہنم ابدی ہے۔ اور شفاعت نبوی سے محروم ہے۔ بدعتی دین کا دشمن ہے اور جہنم کا کتا ہے۔ اور بدعت کی نحوست سے اسکو توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ اس وقت یہ بدبختی فرقہ بریلویہ ضالہ ملحدہ پر مسلط ہے یہ اپنے بیانات و تحریرات میں شرک و بدعت کا پرچار کرتے ہیں اور شرکیہ عقائد و اعمال اور بدعات و رسومات کو قرآن و سنت سے ثابت کرنے میں اپنے آباؤ اجداد یہود و نصاریٰ کی طرح قرآن و حدیث میں تحریفات و تلبیسات سے کام لیتے ہیں۔ اہل حق اہل السنۃ والجماعت جو اس وقت علماء دیوبند کی شکل میں ہیں ان کو بدنام کرنے میں کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اللہ پاک اپنی مخلوق پر رحیم ہیں۔ ہر دور میں اللہ تعالیٰ باطل کی بیخ کنی کے لئے اپنے نیک و صالح بندوں کو منتخب کرتے ہیں اسوقت فرقہ بریلویہ ملحدہ کے ظلم سے بچانے کے لئے اللہ پاک نے محققِ دوراں نمونہ اسلاف یادگارِ دیوبند مناظر العصر حضرت مولانا علامہ الحاج محمد رمضان نعمانی مدظلہ کو چن لیا ہے۔ جو نسل رضا خانیت پر ننگی تلوار ہیں۔ اس کتاب کو راقم نے پڑھا اور دیکھا اس کو حق پایا۔ جو اس کو پڑھے گا اس کو شرک و توحید میں اور سنت و بدعت میں امتیاز ہو گا۔ دعا ہے اللہ پاک میرے محترم و مکرم فخر اہل السنۃ عظیم المرتبت بھائی کو اپنے فضل سے اجر عظیم عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبولیت سے نوازیں آمین۔

فقیر رشید احمد [illegible]
۱۵ رجب ۱۴۳۰ھ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عطاء الرحمان صاحب مفتی دار العلوم مدنیہ بہاولپور

اما بعد کتاب "مذہب اہل سنت والجماعت" جو کہ برادر محترم مناظر اہل سنت حضرت مولانا محمد رمضان نعمانی صاحب کی تالیف ہے۔ کتاب موصوف دلائل و براہین سے مزین ہے۔ اور نے کتاب

مذکور کو بندہ نے دیکھا اور پڑھا واقعی قرآن و حدیث و اجماع امت کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے وسیلہ نجات بنائے اور مولانا مدظلہ کو اللہ تعالیٰ اپنے دین اور مخلوق کی خدمت کے لئے قبول فرمائے اور مزید در مزید توفیق ارزانی فرمائے۔

[illegible]

استاذ العلماء حضرت مولانا غلام رسول صاحب شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ فاروقیہ کوئٹہ روڈ ڈیرہ غازی خان

کتاب "مذہب اہل سنت والجماعت" کو دیکھنے اور پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ الحمد اللہ کتاب ھذا میں مسلک حق کو قرآن و حدیث و آثار صحابہ کرام اقوال اولیاء کرام سے خوب اجاگر کیا گیا نیز مخالفین کے اقوال مؤیدہ لا کر مخالف کی زبان پر مہر سکوت ثبت کر دی مطالعہ کرنیوالا اگر دیانت و انصاف کا ساتھ دے تو خوب معلوم کر لیگا جو فرقہ ملحدہ رضاخانیہ جہلاء کی بدعات و رسومات کو سنت کا درجہ دے اور اس کا نام اہلسنت والجماعت تجویز کرے وہ اسلام کا غدار ہے ذلیل و نامسند کافور کے مترادف۔ اللہ تعالیٰ مناظر اسلام فخر اہل السنۃ فاضل جلیل حضرت مولانا محمد رمضان سلمہٗ صاحب کو مزید مسلک حق کی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کتاب کو مقبولیت عامہ سے نوازے اور آخرت کے لئے ذریعہ نجات بنائے آمین۔

دعاگو و دعا جو ابو عتیق غلام رسول عفا اللہ عنہ

محقق العصر حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب [illegible] احمد پور شرقیہ

کتاب "مذہب اہل سنت والجماعت" تصنیف مولانا محمد رمضان صاحب نعمانی اکثر مقامات سے دیکھی اور پڑھی ہے۔ کتاب ھذا کو ترجمانِ حق سمجھتا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں الحمد اللہ کتاب ھذا مذہب حق کے ثبوت میں وافی و شافی ہے۔ دلائل قرآن و سنت اور اجماع امت سے پیش کئے گئے ہیں جس پر عقائد و اعمال کی اصلاح کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اور جس سے انکار کرنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے وسیلہ نجات بنائے اور مؤلف کے لئے ذریعہ فلاح بنائے آمین۔

پیر طریقت حضرت مولانا محمد عبدالغفور صاحب ڈیروی مرکزی صدر تحریک احیاء سنت پاکستان

فاضلِ جلیل مناظر اهل السنة محترم و مکرم حضرت مولانا محمد رمضان صاحب نعمانی کی تصنیف لطیف کتاب "مذہب اهل السنة و الجماعت" کے بارے میں فضیلة الشیخ استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد منظور احمد صاحب نعمانی مدظلہٗ نے جو کچھ فرمایا ہے۔ فقیر اسے حق سمجھتا ہے۔ اور کتاب ھذا کی تصدیق کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ حضرت مصنف موصوف کے علم و عمل اور زندگی میں برکت عطا فرمائے۔ اور دین اسلام کی خدمت کی توفیق ارزاں فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

فقیر محمد عبدالغفور عفی عنہ العادم ڈیروی خادم مرکزیہ تحریک احیاء سنت پاکستان

استاذ العلماء حضرت مولانا فدا محمد صاحب، استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈیرہ غازیخان

آج مناظر اسلام قامع البدعۃ محی السنۃ علامہ محمد رمضان نعمانی صاحب کی کتاب "مذہب اہلسنت والجماعت" کو دیکھا اور پڑھا۔ پڑھنے کے بعد دل خوش ہوا کہ علامہ موصوف نے اس دور فتن میں اہلسنت اور اہل بدعت کی پہچان قرآن و سنت کی روشنی میں ایک عظیم کارنامہ فرمایا یقیناً علامہ موصوف نے اہلسنت پر عظیم احسان کیا ہے اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائے۔ فدا محمد فاضل دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک جامعہ اسلامیہ ڈیرہ غازیخان

پیر طریقت یادگار اسلاف حضرت مولانا پیر محمد اسحاق صاحب سجادہ نشین خانقاہ گدائی شریف
وبقیۃ السلف استاذ القراء حضرت حافظ عبد الکریم صاحب نداموں والا دگدائی شریف
استاذ القراء خطیب اہل السنۃ حضرت مولانا قاری فضل القادر صاحب توحیدی (پشاور)
ہم فخر اہل السنۃ حضرت مولانا محمد رمضان صاحب نعمانی کی کتاب مستطاب مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کی لفظ بلفظ تائید کرتے ہیں، علامہ نعمانی نے یہ کتاب لکھ کر اہل السنۃ والجماعۃ پر احسان عظیم کیا ہے۔

فضل قادر توحیدی شیدو پشاور | احقر محمد اسحاق، خادم خانقاہ نقشبندیہ ... گدائی شریف ضلع ڈیرہ غازیخان | عبد الکریم ... منتظم ... نداموں والا ... گدائی شریف

شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلماء حضرت مولانا شفیق الرحمٰن صاحب درخواستی

زیر نظر کتاب بے نظیر لاجواب مذہب اہل السنۃ والجماعۃ فخر اہل السنۃ مناظر اعظم وکیل علماء دیوبند حضرت علامہ محمد رمضان صاحب نعمانی کی تصنیف ہے جس میں مؤلف موصوف نے مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کیا ہے جس پر عمل پیرا ہونا ہر سنی مسلمان پر لازم ہے اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کتاب ہذا کو امت مسلمہ کیلئے ہدایت و اصلاح کا ذریعہ بنائے مؤلف موصوف کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازے

فہرست

باقی بر صفحہ ۶۷۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معبودِ حقیقی کون ہے؟

قرآن وحدیث کا فیصلہ

ثواب میں سب سے زیادہ

صلی اللہ علیٰ سیدنا محمد

وآلہٖ وسلم

یہ درود شریف پڑھنے میں چھوٹا اور ثواب میں سب سے زیادہ ہے۔ جو شخص روزانہ پانچ سو مرتبہ اس کو پڑھے تو کبھی محتاج نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی سید الانام محمد وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین - اما بعد

بحث شرک فی العبادت والالوہیت

الٰہ چونکہ معنی معبود ہے اور وہ مشتق ہے عبادت سے۔ تو جب عبادت کی تشریح کی جائے گی تو **الٰہ** کا معنی خود بخود واضح ہو جائے گا۔

مقدمۂ اولیٰ: یہ یقینی چیز ہے کہ انسان کسی ہستی کے آگے اپنے اختیار سے انتہاء درجہ کی عاجزی و انکساری سے پیش نہیں آتا جب تک اس ہستی کی انتہاء درجہ کی عظمت اور اس کے تقدس کا قائل نہ ہو جائے۔ یعنی **اولاً** اس کے دل میں اس ہستی کی عظمت و جلالت کا رعب اور اس کی دھاک بیٹھ گی

اور سکتہ جم جائے گا۔ پھر یہ اس کی عظمت سے مرعوب اور اس کے کمال کا معتقد ہو کر اس کے لئے زبانی، مالی، اعمالی سے عاجزی ظاہر کرے گا۔ جو اس ہستی کی عزت و تعظیم پر دلالت کرے گی۔

خلاصہ یہ نکلا کہ عبادت میں دو چیزیں ہیں **اوّل مبادی** یعنی عابد کے دل میں عقیدہ کمال اور عظمت معبود اور اس کی محبت اور حقیقت میں یہی چیز ہی محرک بنتی ہے معبود کی تعظیم ظاہری پر' اور اسی مبدا کو تعظیم اعتقادیہ کہتے ہیں۔ **دوم غایات** یعنی اسی اعتقاد سے پیدا ہونے والے عابد کے وہ اقوال اور افعال جو معبود کی تعظیم اور عزت پر دلالت کریں جس کو تعظیم عملی کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تعظیم خواہ قولی ہو خواہ عملی ہو، خواہ مالی ہو۔ اصولی طور پر تعظیم اعتقادی سے پیدا ہوتی ہے۔

مقدمہ ثانیہ: اب یہ امر وضاحت طلب ہے کہ معبود کے کمال عظمت کا عقیدہ کس چیز سے پیدا ہوتا ہے۔ سو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ وہ دو چیزوں سے پیدا ہوتا ہے **اوّل علم کامل**، یعنی علم مافوق الاسباب، خواہ ذاتاً خواہ عطاءً **دوم قدرت کامل**، کرنے کی یعنی تصرف مافوق الاسباب، یا کروانے کی یعنی شفاعت قہریہ خواہ ذاتاً خواہ عطاءً۔

قدرے تشریح، اولاً: یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ مطلق علم تو

ہر مخلوق میں پایا جاتا ہے اور پھر ہر مخلوق کا علم اسباب اور آلات ظاہریہ سے حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً سُننے سے، پڑھنے سے، دیکھنے سے، وغیرہ لیکن وہ اس علم ماتحت الاسباب کی وجہ سے کسی ہستی کا ایسا گرویدہ اور اتنا مرعوب نہیں ہو جاتا کہ اس کے سامنے انتہا درجہ کی عاجزی و انکساری یعنی خدائی تعظیم کرنے لگے۔ ہاں اس کی عالمانہ تکریم و ادب ضرور بجالائے گا۔ اور اسے استاذ الکل شیخ فن علامۃ الدھر ضرور مان لے گا۔ لیکن خدائی تعظیم اس کی ہرگز نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ سمجھے گا کہ یہ اس کا کمال مخلوقات کے کمالات کی جنس سے ہے، یعنی ماتحت الاسباب ہے۔ اس سے بالاتر نہیں ہے۔ ہاں جب وہ کسی ہستی کے متعلق یہ گمان کرے گا کہ اس کو مافوق الاسباب غیبی قوت سے یعنی انسانی علوم کے اسباب عادیہ کے سوا ایسا علم حاصل ہے کہ وہ ہر وقت میری ہر نقل و حرکت، دکھ و سکھ کو جان رہا ہے، اور دیکھ رہا ہے اور میری ہر ندا و ثنا کو سُن رہا ہے، یا وہ ہستی ہر وقت میرے ساتھ مافوق الاسباب معیت کاملہ کی وجہ سے حاضر و ناظر ہے خواہ رُوحاً فقط یا رُوح مع الجسد تب وہ اس ہستی کا گرویدہ ہو کر اس کے لیے خدائی تعظیم ادا کرنے لگ جائیگا۔ کیونکہ وہ جانے گا کہ یہ کمال مخلوق کے کمالات کی جنس سے نہیں ہے بلکہ خدائی کمال کی جنس سے ہے۔

ثانیاً: اسی طرح ہر شخص جانتا ہے کہ اس عالم کے کاروبار میں تصرف کرنے کی قدرت ان اسباب ظاہریہ و آلات عادیہ کے ذریعے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے استعمال کے لیے پیدا کئے ہیں تو ہر خلق میں پائی جاتی ہے۔ اگرچہ کم و بیش ہی سہی تو یہ بھی گرویدگی اور خدائی تعظیم کا سبب نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ درجہ (بوجہ اس کے کہ کمالات خلق کی جنس سے ہے)، خود عابد اور باقی مخلوق میں بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ کسی ہستی کے متعلق یہ گمان کر لیتا ہے کہ اس کو مافوق الاسباب یعنی انسانی تصرف کے اسباب عادیہ کے سوا ایسی غیبی طاقت و قدرت حاصل ہے، خواہ ذاتاً یا عطاءً کہ جب وہ چاہے اپنی مرضی و اختیار سے مجھے نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے۔ تو وہ ایسی ہستی کے لیے ضرور گرویدہ ہو کر خدائی تعظیم ادا کرنے لگ جائے گا۔ کیونکہ وہ سمجھیگا کہ یہ کمال کمالات خلق کی جنس سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ کمال خدائی کمال کی جنس سے ہے۔

ثالثاً: اسی طرح ہر شخص جانتا ہے کہ تمام مخلوق کا یہی حال ہے کہ جب کوئی ہستی بھی دربار ایزدی میں دعا کرتی ہے تو یہ دعا کبھی قبول ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ دعا بھی اسباب ظاہریہ میں سے ایک سبب ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی مشیت حکیمانہ ہوتی ہے تو تاثیر پیدا کر دیتا ہے، ورنہ نہیں۔ اسی طرح

آخرت میں شفاعت بالاذن میں بھی شفیع، مختار نہیں ہوتا بلکہ اذنِ الٰہی کا محتاج ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ دونوں وجہیں انسان کے لیے کسی ہستی کے حق میں گرویدگی اور تعظیم خداوندی کا سبب نہیں بن سکتیں۔ کیونکہ وہ جانے گا کہ یہ کمال بھی ماتحت الاسباب اور مخلوق کے کمال کی جنس سے ہے اور داعی اپنی قبولیتِ دعا میں اور شفیع اپنی شفاعت میں مختار نہیں ہے۔ بلکہ اذن اور مشیت الٰہی کا محتاج ہے۔ لیکن جب وہ کسی ہستی کے متعلق یہ وہم قائم کر لے کہ وہ ہستی دربار ایزدی میں ایسی پیاری، اور لاڈلی دُلاری ہے یا صاحبِ وجاہت و دبدبہ ہے کہ جب چاہے اور جو چاہے خدا سے منوا لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بادل ناخواستہ اپنی مرضی چھوڑ کر اُس کی مرضی پوری کرتا ہے اور اس کی بات کو ہرگز نہیں ٹالتا تب اس کو اس کے متعلق گرویدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ تعظیم خدائی اس کے سامنے ادا کرنے لگتا ہے۔

کیا وجہ؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ ایسا علمِ غیب اور ایسی قدرت غیبیہ جو انسانی اسباب و آلاتِ علم و قدرت سے بالاتر ہو، یہ صرف شانِ الٰہی و خدائی ہے اور جب وہ کسی ہستی میں اس خدائی شان کا وہم کر لیتا ہے تو اُس کے سامنے

تعظیم بھی خداوندی کرنے لگ جاتا ہے۔

دلیل: آپ جب قرآن پاک کی ورق گردانی کریں گے تو یہ بات نمایاں طور پر آپ کو معلوم ہوگی کہ جس مقام پر اللہ تعالیٰ معبودیت والوہیت کو اپنے اوپر بند فرماتے ہیں اور ہر ما سوا اللہ تعالیٰ سے الوہیت کی مطلقاً نفی فرماتے ہیں۔ تو وہاں دو چیزیں ضرور بیان فرماتے ہیں۔

اوّل یہ کہ مافوق الاسباب غیب دانی میرا شان ہے میرے سوا کسی ہستی میں بھی یہ صفت نہیں پائی جاتی نہ ذاتاً، نہ عطاءً۔ **دوم:** مافوق الاسباب عالم کے تمام کاموں میں صرف میں ہی متصرف ہوں، اور کوئی ہستی نہیں نہ (مختارِ تصرف) یعنی کرنے والی، اور نہ کوئی (شفیع قہری) یعنی کروانے والی، نہ ذاتاً اور نہ عطاءً۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ شرک فی العبادت والالوہیت کے لیے شرک فی التصرّف اور شرک فی العلم محرک اور مبدا ہیں اور مشرکین کے عقیدہ میں بھی یہ دونوں لوازماتِ الوہیت سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکین نے صرف ان ہی ہستیوں کو الٰہ بناکر اُن کی پوجا کی ہے جن کے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ یہ مافوق الاسباب غیب دان اور متصرف یعنی کرنے والے یا کروانے والے ہیں۔ اور جن ہستیوں کے متعلق یہ دو

عقیدے قائم نہیں ہوئے۔ ان کو نہ الٰہ بنایا گیا اور نہ اُن کی پوجا کی گئی۔ اس لیے قرآن پاک نے بھی شرک فی الالوہیت کی ان دونوں جڑوں کے کاٹنے پر زور دیا ہے۔

خلاصۃ المقدمتین:

یہ نکلا کہ شرک فی الالوہیت کا مبدا شرک فی العلم اور شرک فی التصرف ہے۔

ماخذ

اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تأخذہٗ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہٖ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیئ من علمہ الا بما شاء۔ پ۳۔ البقرہ ع ۳۴

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے۔ سب کا تھامنے والا۔ نہ اس کو اونگھ دبا سکتی ہے نہ نیند، اسی کا ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے سوا اس کے ہاں سفارش کر سکے۔ مخلوقات کے تمام حاضر و غائب حالات کو جانتا ہے اور وہ سب اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا کہ وہ چاہتا ہے۔

فائدہ اس آیت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ

نے یہ دعویٰ فرمایا کہ معبود صرف میں ہوں اور کوئی ہستی (نوری، ناری، خاکی وغیرہ) نہیں ہے۔ پھر اس کے دلائل بیان فرمائے۔ چنانچہ لہٗ مافی السمٰوٰت الخ میں ہر ماسویٰ سے مافوق تصرف کی نفی فرمائی۔ اور من ذالذی الخ میں ہر ماسویٰ سے شفاعت قہریہ کی نفی فرمائی۔ اور یعلم ما بین ایدیھم الخ میں ہر ماسویٰ سے مافوق الاسباب علم غیب کی نفی فرمائی۔ اس لیے کہ مشرکین جن کو الٰہ بناتے تھے انہی نظریات کے ماتحت بنایا کرتے تھے۔

معنیٰ لغوی عبادت

علامہ راغب لکھتے ہیں:

مآخذ

والعبودیۃ اظہار التذلل والعبادۃ ابلغ منہا لانہا غایۃ التذلل ولا یستحقہا الا من لہ غایۃ الافضال وھو اللہ تعالیٰ۔ مفردات ص ۳۲۱

ترجمہ: اور عبودیت کا معنیٰ اظہار ذلت و عاجزی اور کلمہ عبادت کا اس سے زیادہ زوردار ہے۔ اس لیے کہ اس کا معنیٰ ہے انتہا درجہ کی عاجزی اور اس کی مستحق صرف وہی ذات ہو سکتی ہے جس کے مخلوق پر انتہا درجہ کے انعام ہوں اور وہ صرف اللہ ہے۔

معنیٰ شرعی عبادت

کسی ہستی کے لیے اپنی مرضی سے قولاً یا فعلاً اظہار ذلت و عاجزی کرنا۔ اس اعتقاد سے کہ اس ہستی کو (مافوق الاسباب) انتہا درجہ کی عظمت و بلندی حاصل ہے علم میں بھی اور قدرت میں بھی۔

تشریح و تفصیل: یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کے متعلق خواہ وہ نوری، ناری، خاکی ہو یا کوئی اور چیز ہو، یہ دو عقیدے قائم ہو جاویں۔

اوّل یہ کہ وہ مافوق الاسباب غیب دان، سمیع و بصیر، حاضر و ناظر ہے خواہ ذاتاً یا عطاءً یعنی شرک فی العلم۔

دوم یہ کہ وہ مافوق الاسباب نفع و نقصان کا مالک و مختار ہے خواہ ذاتاً یا عطاءً اور جو امور اس کے حدود و اختیار سے باہر ہیں۔ ان میں وہ شفیع قہری ہے۔ خواہ ذاتاً یا عطاءً کہ اللہ تعالیٰ سے ضرور منوالیتا ہے۔ یعنی شرک فی التصرف۔

خلاصہ یہ نکلا کہ ان دو شرکیہ عقیدوں کے ماتحت اس ہستی کی خوشنودی و رضا، اور تقرب جوئی کی خاطر جس قسم کا قول مثلاً ندا، استغاثہ یا عشقیہ یا حمد و ثنا، یا اس کے سوز میں آہ و بکا یا اس کے نام کا ورد و حلف وغیرہ۔ یا فعل

بدنی، مثلاً قیام، رکوع، سجود، طواف، اعتکاف، حج وغیرہ
یا فعل مالی مثلاً نذر اور خیرات اور تحریمات ادا کرے گا۔ وہی چیز
اس ہستی کی عبادت بنے گی اور وہ ہستی اس کی الٰہ اور معبود
اور یہ اس کا عابد بن جائے گا۔ اگرچہ وہ ان چیزوں کو زبان سے
عبادت نہ کہے۔ بلکہ تعظیم و احترام ہی کہتا رہے۔ بس یہی شرک
فی العبادت والالوہیت ہے۔

مخدوم علی مہائمی رح لکھتے ہیں:

ماخذ [۱]

والعبادة تذلل للغير عن اختيار لغاية التعظيم
تفسیر مہائمی ص۲۴ ج ۱۔

ترجمہ: عبادت کہتے ہیں اپنی مرضی سے کسی ہستی کیلیے
اظہار ذلت و عاجزی کا کرنا اس نظریہ کے ماتحت کہ اس کو
انتہاء درجہ کی عظمت حاصل ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رح لکھتے ہیں:

ماخذ [۲]

یعنی غایت تذلل برائے نہایت تعظیم۔ تفسیر عزیزی ص۳۷ ج۱
ترجمہ: یعنی کسی کے لیے انتہاء درجہ کی عاجزی کرنا اس
لیے کہ اس کو انتہاء درجہ کی عظمت حاصل ہے۔

خلاصہ: عبادت کہتے ہیں کسی ہستی کے

متعلق یہ عقیدہ و نظریہ قائم کرنا کہ اس کو غائبانہ اور مافوق
الاسباب مخلوق پر غیب دانی اور نفع نقصان رسانی کی قوت
اور تصرف حاصل ہے۔ خواہ ذاتاً یا عطاءً، یہ ہے عبادت
اعتقادیہ و قلبیہ۔ اب اس عقیدہ کے ماتحت اس ہستی کے
تقرب و خوشنودی کے لیے جس قسم کی نقل و حرکت اور
قول و فعل بدنی و مالی کرے گا۔ معمولی اور ادنیٰ سے لگا کر
غیر معمولی اور اعلیٰ تک وہ سب اس ہستی کی عبادت ہوگی اور
وہ ہستی اس کی معبود و الٰہ بن جائے گی۔ اور یہ شخص اس
ہستی کا عابد بن جائے گا۔ خواہ زبان سے وہ شخص ان
افعال کو عبادت کہے یا نہ۔ پھر یہ نظریہ اگر باری تعالیٰ
کے متعلق قائم کر کے یہ افعال کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی عبادت
ہوگی اور ثواب ہوگا اور اگر غیر اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ
رکھ کر یہ افعال کرے گا تو اس کی عبادت ہوگی اور شرک ہوگا۔

علامہ ابن قیم رح فرماتے ہیں:

ماخذ [۳]

العبادة عبارة عن الاعتقاد والشعور بان للمعبود
سلطة غيبية يقدر بها على النفع والضرر فكل
ثناء ودعاء وتعظيم يصاحبه هذا الاعتقاد والشعور
فهي عبادة - مدارج السالكين ص۴۰ ج ۱ -

ترجمہ :- عبادت عبارت ہے اس اعتقاد اور نظریہ سے کہ معبود کو اسباب عادیہ سے بالاتر تسلط اور قدرت غیبی ہے، جس کے ذریعہ وہ نفع اور نقصان رسانی کی قدرت رکھتا ہے۔ پس ہر پکار اور تعریف اور تعظیم جو اس عقیدہ سے پیدا ہو، وہ عبادت ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رح لکھتے ہیں:

ماخذ

پرستش آنست کہ سجدہ کند یا طواف نماید یا نام اُورا بطریق تقرب ورد ساند یا ذبح جانور بنام او کند یا خود را بندہ فلانی بگوید و ہرکہ از مسلمانان جاہل با اہل قبور این چیزہا بعمل آرد فی الفور کافر میگردد و از مسلمانی می برآید۔ فتاوی عزیزی صـ ۳۳ ج ۱۔

ترجمہ: عبادت یہ ہے کہ اس کا سجدہ یا طواف کرے یا اس کی خوشنودی کے لیے اس کے نام کا ورد کرے یا اس کے نام کا جانور ذبح کرے یا اپنے آپ کو اس کا بندہ کہے اور جاہل مسلمانوں سے جو شخص بھی اہل قبور کے ساتھ یہ کام عمل میں لاوے وہ فی الفور مسلمانی سے خارج ہو کر کافر ہو جائے گا۔

فائدہ عظیمہ:

سلف رح کی عبارات مذکورہ سے صاف معلوم ہوا کہ ہر قول و فعل تعظیمی عبادت نہیں بن جاتا بلکہ وہ تعظیم عبادت بنے گی، جو اپنے اختیار و مرضی سے ہو تو اکراہ و جبر کی تعظیم اس تعریف عبادت سے نکل جائے گی کیونکہ وہ عنداللہ عبادت نہیں بنتی۔ اسی طرح وہ تعظیم عبادت بنے گی جو محبت دل سے ہو جو حقیقی تعظیم ہے تو مسخرہ پن کی تعظیم بھی نکل جائے گی۔ اسی طرح وہ تعظیم عبادت بنے گی جو شرکیہ عقیدہ کے ماتحت ہو اگر شرکیہ عقیدہ سے بالکل خالی ہو کر کسی غیر اللہ کے لیے افعال تعظیمیہ ادا کرتا ہے تو یقیناً شرک نہ ہو گا لیکن شرع سے اس بات کی تحقیق کی جاوے گی کہ ان افعال تعظیمیہ کا مقام کیا ہے کیونکہ بعض تعظیمیں شرکیہ عقیدہ سے خالی ہونے کے وقت مخلوق کے لیے مباح ہیں جیسا کہ اپنے والدین و اکابر کے سامنے دوزانو بیٹھنا یا ان کے ہاتھوں کو چومنا، یا ہدایا ان کی خدمت میں پیش کرنا اور بعض تعظیمیں ایسی ہیں جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں کسی حالت میں بھی غیر اللہ کے لیے جائز نہیں مثلاً رکوع سجدہ طواف، اعتکاف، حلف، نذر وغیرہ۔ اگرچہ شرکیہ عقیدہ سے خالی ہوں تب بھی غیر اللہ کے لیے حرام ہیں اگرچہ شرک نہیں۔

قرآنی فیصلہ

معبود حقیقی کون ہے

قرآن میں اس مسئلہ کو مختلف عنوانات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مشرکین اللہ جل شانہ کے قائل تھے اور اس کی ہستی کے منکر نہیں تھے۔

مندرجہ ذیل صفات صرف اللہ تعالیٰ میں مانتے تھے اور ان میں کسی کو بھی خدا کا شریک نہیں سمجھتے تھے۔

زمینوں اور آسمانوں کا خالق، انسانوں کا خالق، سورج اور چاند کو اپنے حکم کے ماتحت رکھ کر چلانے والا، ہر شے پر غالب، بڑے علم والا، آسمانوں سے اپنی مرضی کے مطابق پانی اتارنے والا، پانی سے مردہ زمین کو زندہ کرنے والا، تمام زمین و مافیہا کو اپنی حکومت میں رکھنے والا، ہر ایک کو پناہ دینے والا، اور خود کسی سے پناہ نہ لینے والا، تمام جانداروں کو رزق دینے والا، کانوں اور آنکھوں کا مالک، زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے یعنی کافر سے مومن اور بالعکس، غلام سے آزاد اور بالعکس پیدا کرنے والا، سارے جہان کے کاموں کا مدبر۔

مشرکین مکہ دو خدا کے قائل نہ تھے کیونکہ وہ ایک ہی ذات کو اللہ کہتے تھے۔

اللہ جل شانہ کو اپنی صفات میں ایک ماننے کے بعد اپنے دوسرے معبودوں کو الٰہ کہتے تھے یعنی ان کو خدا کی صفاتِ الوہیت میں خدا کا شریک بناتے تھے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تر مخالفت صرف اس بات میں تھی کہ اللہ جل شانہ کے سوا دوسرا کوئی الٰہ نہیں۔

اس مسئلہ کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مندرجہ ذیل اتہامات لگائے گئے:۔ شاعر، مجنون، ساحر، کذاب، کاہن، اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کو گالیاں دینے والا وغیرہ۔

ان آیات میں وہ صفات مذکور ہیں جو مشرکین مکہ اللہ جل شانہ ہی میں مانتے ہیں

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (پ ۲۱، عنکبوت ع۶)

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج و چاند کو کس نے مسخر کیا تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر وہ کدھر پھرے جاتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اللہ ہی کشادہ کر دیتا ہے رزق اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان سے پانی اتار کر زمین کو اس کی موت کے بعد کس نے زندہ کیا تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ؕ (پ ۲۵: زخرف ع۱)

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے کہ انہیں غالب اور سب کچھ جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (پ ۲۵: زخرف ع۷)

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ تمہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ ہی نے۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (پ ۱۸: مومنون ع۵)

فرما دیجئے کہ زمین اور اس کی چیزیں کس کے قبضے میں ہیں اگر جانتے ہو تو بتاؤ۔ جلدی ہی

کہیں گے کہ اللہ کا قبضہ ہے۔ فرما دیجئے کہ نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے ہو؟

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (ایضاً)

فرما دیجئے کہ ساتوں آسمانوں اور بڑے عرش کا رب کون ہے؟ جلدی سے کہیں گے کہ اللہ کہہ دیجئے کیا تم ڈرتے نہیں؟

قُلْ مَنْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ (ایضاً)

فرما دیجئے کہ ہر چیز کی بادشاہی کس کے قبضہ میں ہے وہ پناہ دیتا ہے اور وہ پناہ نہیں دیا جاتا بتاؤ اگر تم جانتے ہو۔ جلدی ہی کہیں گے اللہ ہی ہے فرما دیجئے تو پھر کہاں تم پر جادو پڑا جاتا ہے۔

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (پ ۱۱: یونس ع ۴)

پوچھئے تمہیں آسمانوں اور زمینوں سے روزی کون دیتا ہے یا کون مالک ہے کانوں و آنکھوں کا اور زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کو کون نکالتا ہے اور کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے تو کہیں گے اللہ ہی یہ تمام کام کرتا ہے تو فرما دیجئے کہ پھر ڈرتے نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آسمانوں اور زمین سے رزق دینے والا اور تمام امور کی تدبیر کرنیوالا صرف اللہ تعالےٰ ہی کو جانتے تھے ۔ اور مذکورہ صفات میں وحدہٗ لاشریک جانتے تھے۔ اور ایک ہی اللہ کے قائل تھے۔

انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں مشرک لوگ اللہ تعالےٰ کو ایک مان کر دوسروں کو الٰہ یعنی معبود مانتے تھے۔ بہر حال وہ بھی ایک خدا کے قائل تھے اور اللہ کے سوا دوسروں کو معبود کہتے تھے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو ان کے معبودوں کی

معبودیت کی نفی کے لئے مبعوث کیا گیا۔ آیتِ ذیل میں تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق اجمالاً بیان کیا گیا

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (پ ۱۷: انبیاء ۲۴)

آپ سے پہلے بھی ہر پیغمبر کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام پیامبر غیر اللہ کی معبودیت کی نفی کے لئے آئے تھے۔ اکثر انبیاء علیہم السلام کے متعلق تفصیلی آیات حسب ذیل ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ (پ ۸: الاعراف ع ۸)

ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ تو آپ نے کہا اے میری قوم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔

اس کے جواب میں نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا تھا۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا (پ ۲۹: نوح: ۲۴)

اور قوم نے کہا کہ اپنے معبودوں کو اور ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑو۔

اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کو معبود بنا رکھا تھا انکے خود ساختہ معبودوں کو نہ ماننے کی وجہ سے انہوں نے نوح علیہ السلام کو گمراہ کہا۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (پ: الاعراف ع۸)

نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے کہا ہم تجھے کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (پ: الاعراف: ع۹)

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو بھیجا گیا۔ آپ نے کہا اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ سو کیا تم ڈرتے نہیں۔

اس کے جواب میں قوم نے ہود علیہ السلام سے کہا۔

قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ (پ۱۲: ہود ع۵)

انہوں نے کہا اے ہود! تو کوئی صاف بات لے کر ہمارے پاس نہیں آیا اور ہم تیرے کہنے سے اپنے ٹھاکروں (معبودوں) کو نہیں چھوڑیں گے اور ہم تجھے ماننے کے نہیں۔ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں آسیب پہنچایا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ توحید کی وجہ سے قوم نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کہ ہم تیرے کہنے پر اپنے معبودوں کو نہ چھوڑیں گے بلکہ اس قسم کی باتیں وہ شخص کرتا ہے جس کے ہوش ٹھکانے نہ ہوں۔ لہٰذا تیرے بھی ہوش و حواس خراب ہو چکے ہیں۔ تجھ پر ہمارے معبودوں کی مار پڑ چکی ہے۔ نیز کہا:۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (پ۲۶: الاحقاف: ع۳)

نیز جواب میں کہا کہا:۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (پ

الاعراف: ع۹)

انہوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دے؟ اگر تو سچا ہے تو ہم پر وہ عذاب جس کا تو وعدہ کرتا ہے، لے آ۔

انہوں نے کہا تو اس لئے ہمارے ہاں آیا ہے کہ ہم ایک ہی اللہ کی عبادت کریں؟ اور جن معبودوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے چھوڑ دیں بس اگر تو سچا ہے تو ہمارے پاس وہ عذاب لے آ جس کا تو وعدہ کرتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ (پ۸: الاعراف ع۱۰)

اور قوم ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا۔ آپ نے کہا۔ اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو۔ تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں

اس کے جواب میں قوم نے کہا:۔

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝ (پ۱۲: ہود ع۶)

معبودوں کی عبادت سے جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے، منع کرتا ہے بیشک ہم اس (مسئلہ توحید) سے جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے بڑے شک میں ہیں

یعنی قوم نے کہا کہ اس مسئلہ کے بیان کرنے سے پہلے ہم تجھے نیک خیال کرتے

تھے لیکن اب معلوم ہوا کہ تو ہمیں ان حضرات سے جن کی ہمارے باپ دادا عبادت
کرتے تھے روکنے کے لئے آیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝
اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا
يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا (پ۱۶: مریم: ع ۲)

اور کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ بہت ہی سچا نبی تھا
جب اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تو ان کی عبادت کیوں کرتا ہے جو
نہ سنتے نہ دیکھتے اور نہ تیرے کچھ کام ہی آتے ہیں۔
یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا کہ تو ان کی عبادت کیوں کرتا
ہے جو تیری بات بھی نہیں سن سکتے اور تجھ سے وہ کوئی تکلیف بھی دور نہیں کر
سکتے۔

الحاصل نہ عالم الغیب ہیں، نہ حاضر و ناظر اور نہ ہی نفع نقصان کے مالک ہیں۔
اس کے جواب میں باپ نے یوں کہا:۔
قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ
وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝ (ایضاً)

اس نے کہا کیا تو میرے معبودوں سے روگردانی کرتا ہے اگر تو نہ رکا تو میں تجھے
سنگسار کر دوں گا۔ اور مجھ سے دور ہو جا ایک مدت تک۔
اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بعض معبودوں کے ناک
وکان وغیرہ کاٹ دیئے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ان کے معبود کچھ بھی نہیں کرسکتے۔
قوم نے کہا:۔

مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (پ۱۷: انبیاء ع۵)

انہی میں سے کچھ لوگ بولے:۔
قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ؕ قَالُوْا فَاْتُوْا
بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝ (حوالہ بالا)
انہوں نے کہا، ہمارے معبودوں سے یہ سلوک کس نے کیا وہ بڑا ظالم ہے۔
انہوں نے کہا، ہم نے سنا ہے کہ ایک نوجوان جسے ابراہیم کہتے ہیں ان کے متعلق
کچھ کہتا رہتا ہے انہوں نے کہا کہ اسے لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ اسے دیکھ لیں۔
اسی وجہ سے قوم نے آخر میں یہ فیصلہ کیا:۔
قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ
انہوں نے کہا۔ اس (یعنی ابراہیم علیہ السلام) کو جلادو اسی میں تمہارے معبودوں
کی بات رہ جائے گی۔

حضرت لوط علیہ السلام

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ
اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۙ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ
مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ
(پ۲۷: الذاریات: ع۲)

ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا۔ اے بھیجے ہوئے تمہارا کیا کام ہے۔ انہوں نے کہا ہم
گناہگار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر پھینکیں جو کہ نشاندار ہیں
تمہارے رب کے ہاں — حد سے گذرنے والوں کے لئے۔ پھر بچا نکالا ہم نے جو
تھا ایمان والا۔ وہاں مسلمانوں کا ایک ہی گھر پایا۔

حضرت شعیب علیہ السلام

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ (پ: الاعراف: ع ۱۱)

قوم مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

جنہوں نے اس مسئلہ کو نہ مانا تھا، انہوں نے جواب میں کہا:۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا (پ: اعراف)

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ○

شعیب (علیہ السلام) کی قوم کے متکبر لوگوں نے کہا، اے شعیب! ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو شہر سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں واپس آجاؤ گے۔

انہوں نے کہا، اے شعیب! کیا نماز پڑھنے نے تجھے یہ سکھایا کہ ہم چھوڑ دیں ان معبودوں کو جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے یا جو کچھ ہم اپنے مالوں میں کرتے ہیں۔ وہ چھوڑ دیں۔ تو بردبار اور نیک چلن ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی ○ اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ○ (پ، طٰہٰ: ع ۱)

اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ○

میں نے تجھے منتخب کر لیا ہے بس جو وحی کی جارہی ہے اس کو سن۔ میں اللہ ہوں

میرے سوا کوئی بھی معبود نہیں۔ پس میری ہی عبادت کر اور میرے ذکر کیلئے نماز قائم کر۔ فرعون کی طرف جا وہ سرکش ہو چکا ہے۔

اس کے جواب میں فرعون نے کہا:۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ○ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ○ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ○ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ○ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ○ (پ ۱۹: شعرا: ع ۲)

وَقَالَ فِرْعَوْنُ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ ۚ فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤی اِلٰهِ مُوْسٰی ۙ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ (پ ۲۰: قصص: ع ۴)

فرعون نے کہا، کیا معنی پروردگار عالم کے۔ کہا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، ان کا رب، اگر تم یقین کرو۔ جو اس کے پاس تھے انہیں کہا، کیا تم نہیں سنتے۔ فرمایا موسیٰ نے، تمہارا رب اور تمہارے باپ دادا کا رب۔ کہا جو رسول تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، پاگل ہے۔ کہا، مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے، سب کا رب، اگر تم سمجھتے ہو۔ فرعون نے کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو "الٰہ" بنایا تو میں تجھے قیدی بنا دوں گا۔

اور فرعون نے کہا، اے دربار والو! مجھے تو اپنے سوا تمہارے لئے کوئی معبود معلوم نہیں۔ سو آگ دے میرے لئے گارے کو۔ پھر میرے لئے ایک محل بنا تاکہ میں جھانک لوں موسیٰ کے رب کو۔ اور میں اسے جھوٹا خیال کرتا ہوں۔

الحاصل موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی مسئلہ بیان کیا کہ اللہ جل شانہ کے سوا

دوسرا کوئی اِلٰہ نہیں۔ فرعون نے جواب میں موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تو نے میرے سوا کسی دوسرے کو اِلٰہ بنایا تو تجھے قید کردونگا اور قوم سے کہا کہ اس کی بات نہ ماننا میرے سوا تمہارا کوئی اِلٰہ نہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) پاگل ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (پ ۱: بقرہ ع ۱۶)

کیا تم حاضر تھے جس وقت یعقوب (علیہ السلام) کو موت آئی، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ انہوں نے کہا، ہم تیرے اور تیرے باپ دادا ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحٰق علیہم السلام کے ایک ہی معبود کی عبادت کریں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام

اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (پ ۱۲: یوسف ع ۵)

میں نے اس قوم کے مذہب کو جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور قیامت کے بھی منکر ہیں، چھوڑ دیا ہے اور میں نے اپنے باپ دادا، ابراہیمؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کا اتباع کیا ہے، ہمارے شایانِ شان نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک بنائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (پ ۱۶: مریم ع ۲)

بیشک اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

لیکن نصاریٰ کے مولویوں اور پیروں کا حال یہ تھا:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پ ۱۰: توبہ ع ۵)

انہوں نے اپنے مولویوں، پیروں اور مسیح ابن مریمؑ کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔ حالانکہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کرنے کا حکم دیئے گئے تھے۔ وہ وہی معبود ہے اور پاک ہے ان شریکوں سے جنہیں وہ شریک بناتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یہی فرماتے رہے کہ اللہ کریم جل شانہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد قوم نے اپنے مولویوں، پیروں اور عیسیٰؑ کو بھی اِلٰہ بنالیا۔ جیسا کہ عزیر علیہ السلام کو اِلٰہ بنالیا تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر کہا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ

(پ ۶: مائدہ ع ۱۰)

کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی ہے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ

اِلَّا اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ط (حوالہ مذکورہ بالا)

یقیناً کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ اِلٰہ تو ایک ہی ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰہَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط (حوالہ مذکورہ بالا۔ ع ۱۶)

جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریمؑ سے۔ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنا لو۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام، ان کی والدہ، پیروں، فقیروں اور مولویوں کو الٰہ بنا رکھا تھا۔

اللہ کے سوا کِس کِس کو معبود بنایا گیا

ملائکہ، انبیاء علیہم السلام، مولویوں اور پیروں کو خواہ وہ نیک ہوں یا بد لیکن ان مردوں کو بھی نیک خیال کر کے معبود بنایا گیا۔ سورج اور ستاروں کو، جنات اور بالخصوص شیطان کو۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی قبور کو۔ جن درختوں کے نیچے انبیاء عظام اور اولیائے کرام بیٹھے تھے لیکن یہ یاد رہے کہ قبور اور درخت وغیرہ کی جگہوں میں بھی دراصل انبیاء کرام اور اولیائے عظام ہی کو معبود خیال کیا جاتا تھا۔

ملائکہ کے متعلق آیات قرآنیہ:

وَیَوْمَ یَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اَھٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکُمْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِھِمْ بَلْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَکْثَرُھُمْ بِھِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۝ (پ ۲۲: سبا ع ۵)

جس دن اللہ سب کو اکٹھا کرے گا۔ پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے۔ کہیں گے تو پاک ہے شریکوں سے تو ہی ان کے سوا ہمارا کارساز ہے بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے اور ان میں بہت سے ان پر ایمان رکھتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین نے ملائکہ کو معبود بنا لیا تھا یعنی ان کو حاجات کے وقت پکارتے تھے۔ اور ملائکہ کے جواب سے معلوم ہوا کہ دراصل یہ فعلِ شرک کرانے والے جنات تھے کیونکہ دراصل جنات ہی ان کے معبود تھے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ ط اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا ۝

(پ ۱۵: بنی اسرائیل ع ۶)

فرما دیجئے کہ بلاؤ ان لوگوں کو جنہیں تم نے اللہ کے سوا معبود گمان کر لیا ہے سو وہ تم سے تکلیف دور کرنے اور بدل دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ وہ لوگ جنہیں یہ پکارتے ہیں وہ تو اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ قریب ہے۔ اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کے لائق ہے۔

یہ آیت باتفاق مفسرین ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں ہے۔

وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَہٗ وَلَھُمْ مَّا یَشْتَھُوْنَ ۝

(پ ۱۴ النحل: ع ۷)

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَھُمْ فِیْھِمَا مِنْ

شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ (پ ۲۲ سبا: ع ۳)

اور اللہ کے لئے بیٹیاں بناتے ہیں اللہ کی ذات تو پاک ہے۔ اور اپنے لئے جس کی وہ خواہش رکھتے ہیں (یعنی بیٹے مانگتے ہیں)
فرما دیجئے کہ جنہیں تم اللہ کے سوا معبود گمان کرتے تھے، انہیں پکارو۔ وہ آسمانوں اور زمین میں سے ذرہ بھر کے مالک نہیں۔ اور نہ ہی ان کا ان دونوں میں کچھ ساجھا ہے اور نہ ہی ان میں سے ان کا کوئی مددگار ہے۔

انبیاء علیہم السلام

چونکہ انبیاء علیہم السلام کو ان کے چلے جانے کے بعد غائبانہ حاجات میں پکارا گیا لہٰذا ان سے سوال کیا جائے گا کہ تمہارے پیچھے کیا کچھ ہوتا رہا۔ (تفسیر کبیر)

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (پ: المائدہ: ع ۱۵)

جس دن کہ اللہ سارے رسولوں کو اکٹھا کرے گا اور کہے گا۔ کیا جواب دیئے گئے تھے تم، عرض کریں گے کہ ہمیں تو کچھ خبر نہیں، تو ہی غیب دان ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (پ: المائدہ: ع ۱۶)

جب فرمائے گا اللہ، اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور

میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو۔ تو کہیں گے پاک ہے تو (معبودیت میں شریکوں سے۔ میرے شایان شان نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا حق مجھے حاصل نہیں اگر میں نے یہ کہا ہوتا تو تجھے اس کا علم ہوتا تو تو میرے دل کی باتیں جانتا ہے اور تیرے جی کی باتیں میں نہیں جانتا کیونکہ تو ہی غیب دان ہے۔ میں نے تو انہیں وہی کچھ کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان سے خبردار تھا اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو ان کی خبر رکھنے والا تو ہی تھا۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ (پ ۱۰ توبہ: ع ۵)

یہودیوں نے کہا کہ عزیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔ اور نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ پہلے کافروں کی بات کی مشابہت کرتے ہیں۔ خدا انہیں تباہ کرے، کدھر پھرے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مولویوں، پیروں اور مسیح ابن مریم کو الٰہ بنایا (چاہے وہ مولوی اور پیر نیک ہوں یا بد)

اولیائے کرام کے حق میں

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى (پ ۲۷: نجم ۱۶)

کیا تم نے لات، عزیٰ اور ایک تیسرے منات کو دیکھا۔
ان میں سے لات ایک بزرگ تھا۔ جیسا کہ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۷۲۱ میں ہے۔ اور عزیٰ اور نائلہ دو بدکار مرد و زن تھے۔

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ (پ ۲۹: نوح: ع ۲)

اور انہوں نے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو۔ اور ودّ، سواع یغوث اور نسر کو بھی ہرگز نہ چھوڑنا۔

یہ پانچ نوح علیہ السلام کی قوم میں نیک آدمی تھے۔ جب فوت ہوئے تو ان کی صورتیں پتھروں پر کندہ کیں اور ان کو غائبانہ حاجات میں پکارا گیا جیسا کہ بخاری جلد ثانی ص۷۳۲ اور تفسیر عزیزی میں اس مقام پر ہے کہ یہ پانچوں حضرت شیث ؑ کے نیک بیٹے تھے۔ فتح الباری میں ایک روایت مرسل ہے کہ ود حضرت شیث علیہ السلام کا نام ہے اور چار ان کے بیٹے ہیں۔ بہر حال یہ پانچوں نیک مرد تھے، پتھر نہ تھے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝ (پ ۱۱: یونس: ع ۳)

جس دن ہم سب کو اکٹھا کریں گے۔ پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ پر ہی رہو۔ پس ہم ان کے درمیان پھوٹ ڈال دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم تو ہماری عبادت نہیں کرتے رہے۔

سورج کے متعلق

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پ ۱۹: نمل ع ۲)

میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کے سوا سورج کے سامنے سجدہ کرتے دیکھا۔

ستاروں کے متعلق

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ

جب اسے رات نے پالیا تو ایک ستارہ دیکھ کر کہا کہ یہ میرا رب ہے جب وہ غائب ہوگیا تو کہا میں غائب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر جب چمکتے چاند کو دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے۔ پھر جب وہ غائب ہوگیا تو کہا کہ اگر مجھے رب میرے نے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں ضرور ظالم بن جاتا۔ پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے یہ تو بڑا ہے۔ پھر جب وہ بھی غائب ہوگیا تو فرمایا اے میری قوم! جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔

جنّات کے بارے میں

اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ (پ ۲۹: جن ع ۱)

بے شک بہت سے انسان کتنے جن مردوں سے پناہ پکڑتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ جنات سے پناہ مانگتے تھے۔ اس کے لئے رسالہ "الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان" مصنفہ علامہ ابن تیمیہؒ کا دیکھنا ضروری ہے۔

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ (پ ۱۵: کہف: ع ۷)

کیا میرے سوا تم اسے (شیطان کو) اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ ظالموں کو برا بدلہ ہاتھ لگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان اور اس کی اولاد کو کارساز بنایا گیا۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (پ ۱۳: ابراہیم: ع ۴)

جب کام پورا ہو چکے گا تو شیطان کہے گا کہ بیشک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا مگر میں نے تم سے وعدہ خلافی کر دی۔ اور مجھے تو تم پر کچھ غلبہ نہ تھا مگر یہ کہ میں نے تمہیں بلایا پس تم نے میری بات مان لی۔ پس مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہارا فریادرس ہوں اور نہ تم میرے۔ ور جو تم نے اس سے پہلے مجھے شریک بنایا تھا میں اسکا انکار کرتا ہوں، بے شک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کو بھی مولائے کریم کا شریک ٹھہرایا گیا۔

حدیث میں ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ اِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَيْهِ مَسْجِدًا الخ

خدا یہودیوں اور نصرانیوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا جب ان میں کوئی نیک مرد مر جاتا ہے تو اس پر قبہ بنالیتے ہیں۔

اسی طرح حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی عبادت ہونے لگے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شجرۃ الرضوان کو جڑ سے اسی لئے اکھیڑ دیا تھا کہ وہاں اس کی پوجا نہ شروع ہو جائے۔ جیسا کہ آجکل بزرگوں کی خانقاہوں میں ہو رہا ہے۔

پیروں کے حق میں

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ (پ ۱۱: یونس: ع ۳)

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـــًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۭ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (پ ۱۴: نحل: ع ۲)

جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے تو مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ پر قائم رہو۔ پھر ان میں پھوٹ ڈال دیں گے تو ان کے شریک کہیں گے کہ تم تو ہماری بندگی نہ کرتے تھے۔ سو اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان کافی شاہد ہے۔ ہمیں تو تمہاری عبادت کی خبر تک نہ تھی۔

جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں مرے ہیں کہ ان میں جان نہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو مرے ہوئے بزرگوں کو پوجتے ہیں۔

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (حوالہ مذکورہ بالا رکوع ۱۲)

جب مشرک اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب! یہی وہ ہمارے شریک ہیں جنہیں ہم تیرے سوا پکارتے تھے۔ تب وہ انہیں کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔

شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی رح نے لکھا ہے کہ جو لوگ بزرگان دین کو پوجتے ہیں وہ بزرگ بے گناہ ہیں۔ ایک شیطان وہی نام رکھ کر اپنے آپ کی پوجا کراتا ہے اسی لئے قیامت کے دن وہ کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔

ہر شہر کے لوگ اپنے ایک بزرگ کو مقرر کر کے پوجتے ہیں سو وقت آنے پر کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔"

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِن دُونِي أَوْلِيَاءَ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ○ (پ۱۶: کہف: ع ۱۲)

کیا اب کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ میرے سوا میرے بندوں کو کارساز بنالیں۔ ہم نے کافروں کی مہمانی کے لئے دوزخ تیار کی ہے۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ۚ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ○ (پ۲۲: فاطر ع ۲)

جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک چھلکے کے بھی مالک نہیں اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے۔ اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت برآری نہیں کرسکتے! ور قیامت کے دن تمہارے شریک بنانے سے منکر ہو جائینگے اور جاننے والے کی طرح تجھے کوئی بھی خبر نہ دے گا۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ○ (پ۱۵: بنی اسرائیل: ع ۶)

فرما دیجئے کہ جنہیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر لیا ہے انہیں بلاؤ۔ پس وہ تم سے تکلیف دور کرنے اور نہ ہی پھیر دینے کا اختیار رکھتے ہیں وہ لوگ جنہیں یہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی نزدیکی ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کا کون زیادہ نزدیک ہے اس کی رحمت کی امید کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ○ (پ۲۲: سبا: ع ۳)

فرما دیجئے کہ جنہیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے انہیں بلاؤ۔ وہ آسمانوں میں ایک ذرہ بھر چیز کے مالک نہیں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ہی ان کا ان دونوں میں کچھ ساجھا ہے۔ اور نہ ہی ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔

ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ ۝ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّمْ نَكُن نَّدْعُو مِن قَبْلُ شَيْئًا (پ۲۴: حم مومن: ع ۸)

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ ○ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَظَنُّوا مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ ○ (پ۲۵: حم سجدہ: ع ۶)

پھر انہیں کہا جائیگا کہ کہاں ہیں وہ معبودان باطلہ جنہیں تم اللہ کے سوا شریک بناتے تھے کہیں گے کہ ہم سے گم ہوچکے ہیں، انہیں نہیں، بلکہ ہم نے تو پہلے کبھی کسی کو پکارا ہی نہیں۔ اور جس دن کہ پکاریگا کہ میرے شریک کہاں ہیں، کہیں گے کہ ہم نے تجھے کہہ سنایا کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کا اقرار نہیں کرتا اور پہلے جنہیں پکارتے تھے وہ ان سے گم ہوگئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ انہیں کہیں خلاصی نہیں۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ○ (پ: الاحقاف ع: ۱)

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○

(پ ۲۶: الاحقاف: ع ۴)

اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ان کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی کچھ حاجت روائی نہیں کر سکتے۔ اور وہ اس کی پکار سے بے خبر ہیں جب تمام لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو وہ ان کے دشمن اور ان کی عبادت سے منکر ہو نگے پس ان کی ان معبودوں نے جنہیں کہ اللہ کے سوا بڑے درجے پانے کو معبود بنا لیا۔ مدد کیوں نہ کی۔ یہ ان کا جھوٹ ہے اور جو کچھ کہ اپنے پاس سے افترار باندھ لیتے ہیں۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ○ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ○ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ (پ: الانعام ع ۳)

جس دن کہ ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن کا تمہیں دعوے تھا۔ پھر ان کا یہی گندا جواب ہوگا کہ کہیں گے کہ اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے، ہم شریک بنانے والے نہ تھے۔ دیکھئے کیسے اپنے اوپر جھوٹ بولا۔ اور جو باتیں کہ بنایا کرتے تھے، ان سے کھوئی گئیں۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ

زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ○ (پ: الانعام: ع ۱۱)

البتہ تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے آچکے جس طرح کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور جو کچھ اسباب ہم نے تمہیں دیا تھا اسے اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ اور جن شریکوں کا تمہیں دعوے تھا کہ ان کا تم میں ساجھا ہے انہیں ہم تمہارے ساتھ نہیں دیکھتے۔ البتہ تمہارا تعلق منقطع ہو گیا اور جو دعویٰ کرتے رہے وہ تم سے جاتے رہے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ○ (پ: الاعراف: ع ۴)

حتیٰ کہ جب ہمارے بھیجے ہوئے جان لینے کو ان کے پاس آئیں گے تو کہیں گے کہ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے تھے وہ کہاں ہیں، کہیں گے کہ ہم سے گم ہو چکے ہیں اور اپنے اوپر اقرار کر لیں گے کہ وہ کافر تھے۔

قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ (پ: الاعراف: ع ۶)

بیشک ہمارے رب کے رسول سچی بات لائے۔ سو کیا اب ہمارا کوئی سفارشی ہے جو سفارش کرے یا ہم لوٹا دیئے جائیں کہ پہلے کاموں کے خلاف کام کریں انہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور جو افترار باندھتے تھے ان سے گم ہو گیا۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ○ (پ ۱۳: رعد: ع ۲)

جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔ مگر جیسے کسی نے پانی کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا دئے تاکہ اس کے منہ میں پہنچے اور وہ تو کبھی اس کے منہ میں نہ پہنچیگا اور کافروں کی پکار تو نری گمراہی ہے۔

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ (پ ۱۳: رعد: ع ۲)

فرمادیجئے! کیا تم نے اللہ کے سوا ایسے کارساز بنالئے ہیں جو اپنے نفع اور نقصان کے بھی مالک نہیں۔

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا (پ ۱۵: کہف: ع ۷)

اور جس دن کہیگا کہ میرے جن شریکوں کا تمہیں دعوے تھا، ان کو بلاؤ، پھر وہ پکاریں گے تو وہ کچھ جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی جگہ کردیں گے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۙ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝ (پ ۱۶: مریم: ع ۵)
وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ (پ ۲۵: زخرف: ع ۱)

لوگوں نے اللہ کے سوا معبود بنالئے ہیں تاکہ وہ ان کے مددگار ہوں، ہرگز نہیں وہ ان کی عبادت کرنے کا انکار کردیں گے اور ان کے مخالف ہوجائیں گے۔
انہوں نے اس کے بندوں سے خدا کی اولاد مقرر کر رکھی ہے۔

مشرک مولویوں اور پیروں کے حق میں

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ

حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝
(پ ۲: بقرہ: ع ۳۰)

جب پیروی کئے ہوئے (بد مولوی اور بد پیر) پیروی کرنے والوں سے بیزار ہو جائیں گے اور عذاب دیکھیں گے اور ان کے سب تعلقات منقطع ہوجائیں گے، پیرو کہیں گے، کیا اچھا ہوتا کہ ہمیں دنیا کی طرف لوٹ جانے کا موقع مل جاتا پھر ہم بھی ان سے ایسے بیزار ہوتے جیسے کہ یہ ہم سے بیزار ہوچکے ہیں اسی طرح اللہ حسرت دلانے کے لئے انہیں انکے اعمال دکھلائے گا اور وہ آگ سے ہرگز نہیں نکلیں گے۔

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ (پ ۸: الاعراف: ع ۴)

جب ایک گروہ داخل ہوگا تو دوسرے گروہ کو لعنت کریگا۔ حتی کہ جب سب اس میں گر چکے ہونگے تو ان کے پچھلے پہلوں کو کہیں گے، اے اللہ انہوں نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ پس تو انہیں آگ کا دونا عذاب دے۔ فرمائے گا کہ دونوں کا دوگنا ہے مگر تم نہیں جانتے اور ان کے پہلے پچھلوں سے کہیں گے پس تم کو ہم پر کچھ بڑائی نہ ہوئی پس اب اپنے اعمال مشرکانہ کے سبب جو کیا کرتے تھے عذاب چکھو

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَاۤ اَجَزِعْنَاۤ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ (پ ۱۳: ابراہیم: ع ۳)

اور سب اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو کمزور زبردستوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع تھے سو کیا تم ہمیں اللہ کے عذاب سے بچاؤ گے تمہیں گے کہ اگر خدا نے ہمیں ہدایت دی ہوتی تو ہم تمہیں راستہ دکھلاتے۔ برابر ہے ہمارے حق میں کہ بے قراری کریں یا صبر ہمیں خلاصی نہیں۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ○ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ○ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (پ ۲۲: سبا: ع ۴)

اور کبھی تو دیکھے کہ جب ظالم اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے پر بات ڈالتے ہوں گے، کمزور زبردستوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایماندار ہوتے۔ زبردست کمزوروں سے کہیں گے کہ ہدایت پہنچنے کے بعد کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا بلکہ تم خود گنہگار تھے۔ اور کمزور بڑائی کرنے والوں سے کہیں گے کہ کوئی نہیں پر رات دن کے فریب سے جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ اللہ کی نافرمانی کریں اور اس کے ساجھی بنائیں اور جب عذاب دیکھیں گے تو پریشانی ظاہر کریں گے اور ہم منکروں کی گردنوں میں طوق ڈال دینگے جو کرتے تھے وہی بدلہ پائیں گے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ○ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ○ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ○ (پ ۲۲، الاحزاب: ع ۸)

جس دن وہ آگ میں منہ کے بل ڈالے جائیں گے تو کہیں گے ہائے افسوس کیا اچھا ہوتا کہ ہم خدا اور رسول کا کہا مانتے اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا۔ پس انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے ہٹا دیا اے ہمارے رب! انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی پھٹکار کر۔

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ○ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ○ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ○ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ○ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ○ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ○ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ○ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ڰ اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ ○ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ○ فَاِنَّهُمْ يَوْمَىِٕذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ○

اکٹھا کرو مشرکوں، ان کے ساتھیوں (پیر بھائیوں) اور ان معبودانِ باطلہ کو جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے پھر انہیں دوزخ کی راہ پر چلاؤ اور انہیں کھڑا رکھو (کیونکہ) ان سے پوچھنا ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ کوئی نہیں۔ آج وہ اپنے آپ کو پکڑواتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ کہیں گے کہ تم ہی ہم پر دائیں طرف سے آتے تھے وہ بولے کوئی نہیں پر تم ہی نہ تھے یقین لانے والے اور ہمیں تم پر کچھ زور نہ تھا بلکہ تم ہی حد سے نکلنے والے ہو۔ بس ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہو گئی۔ بیشک ہمیں تو مزہ چکھنا ہے۔ جیسے ہم خود گمراہ تھے تمہیں بھی گمراہ کیا۔ سو اس دن وہ عذاب میں شریک ہوں گے۔ ہم مجرموں سے ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

وَاِذْ يَتَحَاجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا
كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ○ قَالَ
الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ○
وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا
يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ○ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ○

(پ۲۴، حم مومن: ع ۵)

اور جب آگ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور (مرید) غرور کرنے والوں (پیروں) سے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابع تھے۔ کیا تم عذاب کا کچھ حصہ ہم سے دور کرو گے، غرور کرنے والے کہیں گے ہم بھی اسی آگ میں ہیں بے شک اللہ نے اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے اور جہنم میں پڑے ہوئے لوگ دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے رب سے کہو کہ ہم سے ایک دن تھوڑا سا عذاب ہلکا کر دے تو وہ کہیں گے کیا تمہارے ہاں تمہارے رسول کھلی نشانیاں لیکر نہ آئے تھے کہیں گے کیوں نہیں۔ کہیں گے پھر پکارو۔ اور کافروں کی پکار نری گمراہی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَ
الْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ○

(پ۲۴: حم سجدہ: ع ۴)

اور کافر کہیں گے اے رب ہمارے ان دو جنوں اور انسانوں کو جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا، دکھا کہ ہم انہیں پاؤں تلے روند لیں تاکہ وہ ذلیل ہو جائیں۔

اِلٰہٌ کے معنی کی تشریح

قرآن مجید میں اِلٰہٌ کی مخصوص صفات مختلف جگہوں پر بیان کی گئی ہیں۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً
فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا
شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ○ (پ۲۰، نمل: ع ۵)

بھلا کس نے آسمان و زمین بنائے اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا پس ہم نے اس سے رونق دار باغ اگائے۔ تم تو ایک درخت بھی پیدا نہیں کر سکتے کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے۔

اس آیت میں چند امور بیان کیے گئے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کے کسی حصہ کے پیدا کرنے کی طاقت، آسمانوں سے پانی اتارنے کی طاقت، بارش سے درختوں کو پیدا کرنے کی طاقت اِلٰہ ہونے کے لئے ضروری ہے۔ اللہ جل شانہ کے بغیر کسی میں یہ تین صفتیں نہیں پائی جاتیں۔ لہٰذا اللہ کریم کے سوا کوئی بھی اِلٰہ نہیں ہو سکتا۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا
رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ
اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (حوالہ مذکورہ بالا)

بھلا کس نے زمین کو ٹھہرنے کے لائق بنایا۔ اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے ٹھہرانے کو بوجھ رکھے۔ اور دو دریاؤں میں پردہ رکھ دیا۔ کیا اب بھی کوئی شریک ہے اللہ کے ساتھ بلکہ ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے۔

اس آیت میں چار امور بیان کئے گئے ہیں۔ زمین کو پیدا کرنے کے بعد اس کو برقرار رکھنے کی طاقت۔ زمین سے پانی نکالنے کی طاقت۔ زمین پر پہاڑوں کو رکھ کر اسے برقرار رکھنے کی طاقت مختلف مزہ کے دریاؤں کو اکٹھا چلا کر درمیان میں پردہ ڈالنے کی

طاقت۔ اِلٰہ ہونے کے لئے ضروری امور ہیں۔ چونکہ یہ امور اللہ کریم کے سوا کسی دوسرے میں نہیں پائے جاتے۔ لہذا اللہ جل شانہ کے سوا دوسرا کوئی اِلٰہ نہیں سکتا

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط (حوالہ مذکورہ بالا)

بھلا بے کس کی پکار کو کون پہنچتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور کون سختی دور کرتا ہے اور تمہیں زمین پر پہلوں کا نائب بناتا ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے۔

اس آیت میں تین امور بتائے گئے۔ پریشان آدمی کی پکار سننے کی طاقت رکھتا ہو۔ برائی دور کرنے اور زمین پر خلیفہ بنانے کی طاقت رکھتا ہو۔ یہ تینوں امور اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور میں نہیں پائے جاتے۔ لہذا اس کے سوا کوئی اِلٰہ بھی نہیں بن سکتا۔

؎ وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیا سے

؎ غیر حق را ہر کہ خواند اے پسر
کیست در عالم ازو گمراہ تر۔

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط (حوالہ مذکورہ بالا)

کون ہے جو جنگل اور دریا کے اندھیروں میں تمہیں راہ دکھاتا ہے۔ اور کون ہے جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوشخبری لانے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی معبود ہے۔

اس آیت میں دو امور بیان کئے گئے ہیں۔ دریاؤں اور خشکیوں میں راستہ نہ ملنے پر رہنمائی کرنے والا۔ باران رحمت آنے سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں خوشخبری کے طور پر چلانے کی طاقت رکھنے والا صرف اللہ ہی ہے۔ لہذا اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں بن سکتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ (کما ہو معروف بین الناس موضوع ہے) جیسا کہ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے۔ کیونکہ اللہ کے سوا کوئی پکار سننے والا نہیں اور نہ ہی کوئی راستہ دکھانے میں غائبانہ امداد کر سکتا ہے۔ لہذا جنگلوں وغیرہ میں پکارنے کے لائق بندگان خدا نہیں ہو سکتے۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط (حوالہ مذکورہ بالا)

کون ہے جس نے مخلوق کو ابتداءً پیدا کیا اور پھر دوبارہ پیدا کریگا اور کون تمہیں زمین و آسمان سے روزی دیتا ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے؟

اس آیت میں تین امور بیان کئے گئے ہیں۔ تمام مخلوق کو پیدا کرنے کی طاقت دوبارہ زندہ کرنے کی طاقت۔ آسمان اور زمین سے رزق دینے کی طاقت۔ چونکہ یہ تینوں امور اللہ جل شانہ کے سوا کسی میں نہیں پائے جاتے، لہذا اس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں بن سکتا۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ

فرمادیجئے کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔

اللہ تعالےٰ کے سوا آسمانوں میں کوئی فرشتہ اور زمینوں میں کوئی ولی یا پیغمبر علیہم السلام غیب نہیں جانتے۔

قانون لفظ اِلٰہ

جہاں کہیں قرآن مجید میں اِلٰہ کا لفظ آجائے۔ اور غیر اللہ سے اِلٰہ ہونے کی نفی کی جارہی ہو، وہاں غیر اللہ سے (خواہ وہ نبی ہو یا ولی) غائبانہ حاجات میں مافوق الاسباب متصرف فی الامور ہونے کی نفی کی جائے گی اور علم غیب کی بھی نفی کی جائے گی۔ لیکن زیادہ تر متصرف فی الامور ہونے کی نفی کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس سے علم غیب

کی نفی لازم آتی ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (پ۶: مائدہ ع ۱)

کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ تینوں میں سے تیسرا ہے اور اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور جو کچھ کہتے ہیں اگر اس سے نہ رکے تو ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اللہ کے آگے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے بخشش نہیں مانگتے۔ اور وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ مسیح ابن مریم تو ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے کئی رسول گذر چکے اور اس کی ماں بہت ہی سچی تھی۔ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھ ہم ان کے لئے کیسی دلیلیں بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھ وہ کہاں الٹے جا رہے ہیں۔ فرما دیجئے کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے نفع اور نقصان کے مالک نہیں۔ اور اللہ ہی ہر شے کو سننے اور جاننے والا ہے۔

یہاں ان آیات میں عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ سے اِلٰہ ہونے کی نفی کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ دونوں محتاج ہیں اور نفع ونقصان کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ اور ہر شے کو جاننے والے بھی نہیں۔ یہاں بھی مقصد یہ ہے کہ غائبانہ حاجات میں عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ نافع اور ضار نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ڛ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝ (پ۷: الانعام ع ۱)

تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور اندھیرے اور روشنی بنائی۔ پھر کافر لوگ اپنے رب سے برابری کرتے ہیں۔ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اندازہ مقرر کیا۔ اور مقرر کردہ وقت کا علم اسی کے ہاں ہے۔ پھر بھی تم شک کرتے ہو۔ اور وہی ذات معبود برحق ہے آسمانوں اور زمینوں میں۔ تمہاری چھپی اور ظاہری باتوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے۔

اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (ایضاً)

اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر تجھے بھلائی پہنچائے تو وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ امور مذکورہ فی الآیات میں غائبانہ اور مافوق الاسباب متصرف صرف اللہ کریم ہی ہے اور ہر شے کا جاننے والا بھی وہی ہے۔ لہٰذا اگر وہ کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو کوئی دور نہیں کر سکتا اور اگر وہ نفع پہنچانا چاہے تو قادر ہے اور اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

الٓـمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ سے دعویٰ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں، اس کے بعد:-

اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ ھُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ڛ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَھُمْ عَذَابٌ

شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ؕ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ (پ۳: آلِ عمران: ع۱)

وہ ذات جو ہمیشہ زندہ اور ہر شے پر نگہبان ہے۔ اس نے اظہارِ حق کے لئے آپ پر کتاب نازل کی جو اپنے سامنے والی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس سے پہلے توراۃ اور انجیل نازل کی جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا قرآن نازل کیا۔ بیشک جنہوں نے خدا کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا ہے۔ اللہ پر کوئی چیز آسمان میں اور نہ زمین میں پوشیدہ رہتی ہے وہی ہے جس طرح چاہتا ہے رحموں میں تمہاری صورتیں بناتا ہے۔

ان آیات سے دلیل بیان کی گئی ہے جس میں دو امور غائبانہ حاجات میں ظاہری اسباب کے علاوہ بیان کئے گئے ہیں (۱) متصرف فی الامور اللہ تعالیٰ ہی ہے (۲) ہر شے کا جاننے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اس کے بعد لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ سے نتیجہ نکالا گیا ہے:-

وَرَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ وَرَبُّكَ یَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ ؗ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (پ۲۰: قصص: ع۷)

آپ کا رب ہی جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے۔ مخلوق کے ہاتھ میں کچھ اختیار نہیں۔ اللہ شریکوں سے پاک ہے اور جنہیں تم شریک کرتے ہو ان سے بہت بلند ہے۔ جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہے اور جو کچھ وہ ظاہر میں کرتے ہیں ان سب کو جانتا ہے۔ وہ اللہ ہی ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ سو دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اسی کے قبضہ میں غائبانہ حکم ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ فرما دو کہ مجھے بتاؤ کہ اگر اللہ قیامت تک رات کو تم پر ہمیشہ کے لئے کر دے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے کہ تمہارے ہاں روشنی لائے کیا تم اتنا بھی نہیں سنتے فرما دو کہ مجھے بتاؤ اگر اللہ قیامت تک دن کو تم پر ہمیشہ کیلئے کر دے تو اللہ کے سوا کونسا الٰہ ہے جو تمہارے پاس رات لاوے جس میں تم آرام کرو پھر کیا تم نہیں دیکھتے اور اس نے اپنی مہربانی سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اس کا فضل ڈھونڈو۔ اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

یہاں بھی وہی دعوے اور دلائلِ توحید ہیں اور ان دلائل میں انہی دو امور یعنی غائبانہ حاجات میں متصرف اور غیب دان اللہ تعالیٰ ہی ہے، کو خوب واضح کیا گیا ہے۔ اس آیت میں وَلَهُ الْحُكْمُ سے غائبانہ حاجات میں نفع و نقصان کا حکم مراد ہے اور ظاہری اسباب کے ماتحت حکم مراد لینے سے بہتر ہے۔

تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ؕ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی ۝ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ (پ۱۶: طٰہٰ: ع۱)

یہ اس ذات کا نازل کردہ ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔ جو کچھ زمین اور آسمانوں اور دونوں کے درمیان میں ہے اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے سب اللہ کے قبضہ میں ہے اور اگر تو اونچی بات کہے تو وہ پوشیدہ اور بہت مخفی بات کو بھی جانتا ہے اور اللہ ہی معبود ہے۔ اس کے سوا دوسرا کوئی نہیں۔

یہاں بھی ذکر مافوق الاسباب امور میں متصرف اور غیب دان ہونے کا ہے۔

سوال:۔ اگر اللہ جل شانہ کو عالم الغیب بالذات اور غائبانہ حاجات میں متصرف فی الامور بالذات تسلیم کرلیا جائے جیسا اس کے شایان شان ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اور اولیائے کرام کو عالم الغیب بالعرض یعنی بالواسطہ باعلام اللہ (عطائی) اور غائبانہ حاجات میں متصرف فی الامور بالعرض یعنی بتملیک اللہ یعنی خدا کی دی ہوئی طاقت سے تسلیم کیا جائے جیسا کہ ان کے شایان شان ہے تو کیا پھر بھی شرک ہوگا۔ شرک تو تب ہوتا کہ ان کو بھی بالذات مانا جاتا۔

جواب:۔ مشرکینِ مکہ اپنے معبودوں کو غائبانہ حاجات میں متصرف فی الامور بالذات نہیں مانتے تھے بلکہ انہیں متصرف فی الامور بالعرض بتملیک اللہ جان کر پکارتے تھے جیسا کہ مشرکین مکہ بوقت تلبیہ حج کہا کرتے تھے۔

لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِلَّا شَرِیْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ (ابن کثیر جلد چہارم ص ۴۴۵)

امام رازی نے تفسیر کبیر میں زیر آیت کریمہ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لکھا ہے۔

اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَیْسَ فِی الْعَالَمِ اَحَدٌ یُثْبِتُ لِلّٰهِ شَرِیْكًا یُسَاوِیْهِ فِی الْوُجُوْدِ وَالْقُدْرَةِ وَالْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ، هٰذَا مِمَّا لَمْ یُوْجَدْ اِلَى الْاٰنَ وَاَمَّا اتِّخَاذُ مَعْبُوْدٍ سِوَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَفِی الذَّاهِبِیْنَ اِلٰى ذٰلِكَ كَثْرَةٌ (کبیر ج ۱ ص ۳۳)

جان لے کہ دنیا بھر میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ کا ایسا شریک مانے جو وجود، قدرت، علم اور حکمت میں اس کے برابر ہو۔ یہ ان میں سے ہے جن کا وجود ابھی تک نہیں ہوا۔ اور اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنانا، تو اس کے قائل بکثرت موجود ہیں۔

سوال:۔ اگر انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام و ملائکہ عظام کو غائبانہ حاجات میں متصرف فی الامور بالعرض بھی نہ مانا جائے بلکہ اللہ جل شانہ کے دربار میں سفارشی سمجھ کر پکارا جائے تو کیا یہ بھی شرک ہے؟

جواب:۔ یہ بھی شرک ہے۔ مکہ کے مشرک اپنے معبودوں کو سفارشی سمجھ کر پکارتے تھے جیسا کہ پہلی آیت میں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (تفسیر ابن کثیر کا حوالہ اوپر بیان ہوچکا)

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (پ ۱۱: یونس ع ۲)

اور اللہ کے سوا ان معبودانِ باطلہ کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

امام رازی اور علامہ ابوالسعود نے لکھا ہے۔

اِخْتَلَفُوْا فِیْ اَنَّهُمْ كَیْفَ قَالُوْا فِی الْاَصْنَامِ اَنَّهَا شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ذَكَرُوْا فِیْهِ اَقْوَالًا۔ رَابِعُهَا اَنَّهُمْ وَضَعُوْا هٰذِهِ الْاَصْنَامَ وَالْاَوْثَانَ عَلٰى صُوَرِ اَنْبِیَآئِهِمْ وَاَكَابِرِهِمْ وَزَعَمُوْا مَتٰى اشْتَغَلُوْا بِعِبَادَةِ هٰذِهِ التَّمَاثِیْلِ فَاِنَّ اُولٰٓئِكَ الْاَكَابِرَ تَكُوْنُ شُفَعَآءَ وَلَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَظِیْرُهٗ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ اشْتِغَالُ كَثِیْرٍ مِّنَ الْخَلْقِ بِتَعْظِیْمِ قُبُوْرِ الْاَكَابِرِ عَلَى اعْتِقَادِ اَنَّهُمْ اِذَا عَظَّمُوْا قُبُوْرَهُمْ فَاِنَّهُمْ یَكُوْنُوْنَ شُفَعَآءَ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى (کبیر ج ۴ ص ۵۱۸)

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَعْقِلُوْنَ ۝ (پ ۲۴: زمر ع ۵)

علماء نے اس میں اختلاف کیا کہ انہوں نے پتھروں کے حق میں کیسے کہا کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ اور اس میں کئی قول نقل کئے ہیں جن میں سے چوتھا یہ ہے

کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں، پیروں اور فقیروں کی شکلیں ان بتوں کی سی بنا لیں اور گمان کیا کہ جب یہ ان مورتیوں کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ پیغمبر اور پیر و فقیر اللہ کے ہاں ان کے سفارشی ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں اسکی نظیر بہت سے لوگوں کا پیروں، فقیروں کی قبروں کی تعظیم میں مشغول ہونا ہے اس تصور پر کہ جب وہ انکی قبروں کی تعظیم کریں گے تو وہ اللہ کے ہاں ان کے سفارشی ہوں گے۔

کیا انہوں نے اللہ کے سوا اوروں کو سفارشی بنا لیا ہے؟ فرما دیجئے کہ وہ اگرچہ کسی چیز کے مالک بھی نہ ہوں اور نہ ہی سمجھتے ہوں، تو بھی۔

سوال: ۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ بت تھے، ان کو پکارنا اور سفارشی بنانا بیشک شرک ہے لیکن اولیائے کرام وغیرہ کو پکارنا اور سفارشی بنانا کیونکر شرک ہے؟

جواب: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مشرکین مکہ جنہیں سفارشی بناتے تھے۔ وہ انبیاء علیہم السلام، اولیائے کرام اور ملائکہ تھے۔ اور ان کی صورتوں پر بت بنا کر ان کی عبادت کرتے تھے

مشرکین مکہ بھی اپنے معبودوں کو ہر وقت اور ہر کام میں نہیں پکارتے تھے بلکہ زیادہ کٹھن کاموں میں وہ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے۔

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ (پ ۱۱: یونس: ع ۳)

وہی ہے جو تمہیں جنگل اور دریا میں پھراتا ہے حتیٰ کہ جب تم کشتیوں میں ہو اور وہ اچھی ہوا سے لوگوں کو لے کر چلیں۔ اور وہ اس سے خوش ہو جائیں تو اچانک

کشتیوں پر تند ہوا آگئی اور ان پر ہر جگہ سے موج اٹھی اور انہوں نے جان لیا کہ وہ اس سے گھیرے گئے ہیں تو پکارتے ہیں اللہ کو اسی کے لئے پکار خاص کرتے ہوئے اگر تو نے ہمیں اس سے بچا لیا تو ہم شکر گذار ہوں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا تو وہ اسی وقت زمین میں ناحق شرارت (شرک) کرنے لگے۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ (پ ۲۱: عنکبوت: ع ۷)

جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور جب اللہ انہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو وہ شرک شروع کر دیتے ہیں۔

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ (پ ۲۱: روم: ع ۴)

جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب ہی کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کو ہی پکارتے ہیں پھر جب انہیں اپنے ہاں سے رحمت چکھا دی تو ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شرک کرنا شروع کر دیتا ہے۔

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝ (پ ۲۱: لقمان: ع ۴)

جب انہیں بادلوں کی طرح موج ڈھانپ لے تو پکار کو صرف اسی کیلئے خاص کرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں پھر جب انہیں خشکی کیطرف نجات دیدیتا ہے تو بعض ان میں سے میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ اور ہماری قدرتوں کا انکار صرف بدعہد اور حق نہ ماننے والے ہی کرتے ہیں۔

ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ

عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ○ (پ۱۴: نحل: ع۷)

پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو پھر جب تم سے سختی دور کر دیتا ہے تو اس وقت تم میں سے ایک گروہ اپنے رب سے شرک شروع کر دیتا ہے۔
۶۱

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ○

(پ۷: الانعام: ع۸)

فرما دیجئے کہ تمہیں جنگل اور سمندر کے اندھیروں سے کون نجات دیتا ہے جسے تم عاجزی اور پوشیدگی میں پکارتے ہو۔ اگر ہمیں اس سے نجات دے تو ہم ضرور شکرگزار ہو جائیں گے۔ فرما دیجئے کہ اللہ ہی تمہیں ان ظلمات اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے۔ پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔

تنبیہ:۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ بھی ان مصائب کے وقت صرف اللہ تعالےٰ ہی کو پکارتے تھے اور مصائب کے دور ہو جانے کے بعد اپنے معبودوں کو پکارنا شروع کر دیتے تھے۔ لیکن پھر بھی اسلامی رُو سے مشرک تھے۔ اور آج کل کے مشرک تو ان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ ایسے مصائب کے وقت بھی اپنے ہی معبودوں کو پکارتے ہیں

لفظ الٰہ کی تحقیق

اِلٰہ بمعنی معبود ہے اور یہ عبادت سے مشتق ہے۔ لفظ عبادت کے معنی کی تحقیق آگے آئیگی۔ قرآن مجید میں عبادت کی زیادہ تر چار قسمیں آئی ہیں

(۱) غائبانہ حاجات میں پکارنا (۲) نذر و نیاز دینا (۳) سجدہ کرنا (۴) طواف کرنا۔ اگر غائبانہ حاجات میں اللہ تعالےٰ کو پکارا گیا اور اس سے ڈر کر یا اس سے امید رکھ کر اس کے سامنے سجدہ کیا گیا اور اس کے نام کی نذر و نیاز دیگئی اور اس کے گھر (بیت اللہ) کا طواف کیا گیا تو یہ سب کچھ اللہ کی عبادت ہوگی۔ اور اگر یہ امور غیر اللہ کے لئے کئے گئے۔ مثلاً کسی پیر کو غائبانہ حاجات میں پکارا گیا۔ یا اس سے ڈر کر یا امید رکھ کر اس کی قبر کے سامنے سجدہ کیا گیا۔ اس کے نام کی نذر و نیاز دی گئی یا اس کی قبر کا طواف کیا گیا تو یہ اس پیر کی عبادت ہوگی۔ ان تمام اقسام کو کماحقہ سمجھنے کے لئے عبادت کے معنیٰ سمجھنے ضروری ہیں۔

لفظ عبادت کی تشریح

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں لفظ عبادت پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ عبادت بندگی کا نام ہے۔ یعنی بندہ ہونا یہ اسی ذات کے لئے ہو سکتا ہے جس کی طرف بندہ ہر وقت ہر چیز میں محتاج ہو اور اس کے سامنے ذلیل ہو۔ عبادت کا بہترین معنی علامہ ابن قیم نے مدارج السالکین صفحہ ۴۴ جلد اول سطر ۲۰ میں لکھا ہے " العبادة عبارة عن الاعتقاد والشعور بان للمعبود سلطة غيبية (اى فى العلم والتصرف) فوق الاسباب يقدر بها على النفع والضر فكل دعاء ونداء وثناء وتعظيم ينشأ من هذا الاعتقاد فهى عبادةٌ۔

اگر یہ اعتقاد خدا تعالےٰ کے حق میں ہو کہ ہمارے حالات جاننے اور ان میں متصرف ہونے میں اللہ جل شانہ کا مافوق الاسباب غیبی قبضہ ہے اور اسی اعتقاد کے ما تحت اللہ کریم کو پکارا جائے یا کوئی صفت و ثنا کی جائے: کوئی نذر و نیاز دی

جائے یا کسی اور فعل سے تعظیم کی جائے تو یہ سب اللہ کی عبادت اور موجب ثواب ہوگی۔
لہٰذا اس اعتقاد کے ماتحت مسجد کو آنا، وضو کرنا، دو زانو بیٹھنا وغیرہ سب افعال اللہ
تعالےٰ کی عبادت میں داخل ہوں گے۔ اور اگر معاذ اللہ یہ اعتقاد کسی پیر و پیغمبر کے متعلق
ہو اور اسی اعتقاد کے ماتحت اس پیر و فقیر و پیغمبر کی طرف کی جائے۔ وہاں جاکر دو زانو
بیٹھے۔ اس پر کپڑا ڈالے۔ وہاں کچھ شیرینی تقسیم کرے۔ اس کی قبر کو بوسہ دے۔ یا گھر ہی
میں بیٹھ کر اس کے نام پر صدقہ و خیرات دے۔ اور اسی عقیدہ کے ماتحت زندہ پیر کے
ہاتھوں کو بوسہ دے۔ یا اس کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھے تو یہ سب افعال اس پیر کی عبادت
ہوں گے اور اللہ کے نزدیک موجب لعنت ہوں گے۔ اور اگر اسی اعتقاد کے ماتحت قرآن مجید
یا درود شریف پڑھے۔ یا اور اعمال صالحہ نماز روزہ وغیرہ کرے تو ان کا کچھ بھی ثواب نہ ملے
گا۔ بلکہ وہ قرآن کریم اور نماز اس پر لعنت کریگی

کما فی الحدیث۔

رُبَّ تَالِی الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُهٗ وَرُبَّ مُصَلٍّ وَالصَّلٰوۃُ تَلْعَنُهٗ
رُبَّ صَائِمٍ وَالصِّیَامُ تَلْعَنُهٗ۔

بہت سے قرآن پڑھنے والے ہیں جن پر قرآن لعنت کرتا ہے۔ بہت سے نمازی
ہیں جن پر نماز انہیں لعنت کرتی ہے بہتیرے روزہ دار ہیں کہ روزہ انہیں لعنت کرتا ہے

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَآجِّ وَعِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ
وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰہَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ
لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (پ۱۰، توبہ: ع ۳)

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر کو اس جیسا سمجھ رکھا ہے
جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہ اللہ کے ہاں
ہرگز برابر نہیں اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰہِ شٰہِدِیْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ
بِالْکُفْرِ ؕ اُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُہُمْ ۚۖ وَفِی النَّارِ ہُمْ خٰلِدُوْنَ ۝

(پ۱۰، توبہ: ع ۳)

مشرکوں کو حق نہیں کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں۔ کیونکہ وہ تو ظاہر باہر کفر کے
کام کرتے ہیں۔ ان کے نیک اعمال ضائع ہوگئے اور وہ ہمیشہ
آگ میں رہیں گے۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰہُ ہَبَآءً مَّنْثُوْرًا (پ۱۹، فرقان ع ۲)
مَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّہِمْ اَعْمَالُہُمْ کَرَمَادِ ۨاشْتَدَّتْ بِہِ الرِّیْحُ
فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ؕ ذٰلِکَ ہُوَ
الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ۝ (پ۱۳، ابراہیم: ع ۳)

ہم ان کے کئے ہوئے کام پر پہنچے تو ہم نے انہیں اڑتی ہوئی خاک کر ڈالا۔
اپنے رب کے منکروں کا حال یہ ہے کہ ان کے کام راکھ جیسے ہیں کہ اس پر
آندھی کے دن سخت ہوا چلے۔ اور اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہونگے
یہی ہے دور کی گمراہی۔

اگر اسی عقیدہ مشرکانہ کے ساتھ کوئی مر گیا، اس کے لئے صدقات و خیرات کئے
جائیں، دعائیں مانگی جائیں تو کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ ان کے لئے نہ دعا مانگنی
چاہیئے نہ خیرات و صدقات دینا چاہیئے اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے۔

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ
کَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُمْ اَنَّہُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۝

(پ۱۱، توبہ: ع ۴)

نبی اور ایمانداروں کو جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت

کریں اگرچہ وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔ جب انہیں معلوم ہو چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

(پ ۲۵: زخرف: ع ۴)

اور جو خدا کی توحید سے آنکھیں چرائے تو ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔ پس وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور وہ انہیں درست راہ سے روکتا رہتا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ صحیح راہ پر ہیں۔

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ (پ ۲۴: حم السجدہ ۴۱: ع ۳)

اور ہم نے ان کے ساتھ رہنے والے مقرر کر دیئے پس انہوں نے انکے سامنے مزین کر دیا ان اعمال کو جو آگے تھے اور جو ان کے پیچھے تھے اور ان پر عذاب کی بات ٹھیک پہنچ چکی ہے۔ جو ان سے پہلے جن اور انسان گذر چکے ہیں بیشک وہ زیاں کار تھے۔

اگر کوئی فعل تعظیم اس مشرکانہ عقیدے سے پیدا نہ ہو۔ مثلاً استاد، پیر اور والدین کے سامنے دو زانو بیٹھنا، ان کی خدمت میں تحائف لے جانا سب جائز ہے۔ ان کے مرنے کے بعد دعا وصدقات وخیرات کرنا سب افعال مسنونہ ہیں لیکن چند افعال امت محمدیہ میں بالکل حرام ہیں۔ خواہ وہ اس عقیدۂ شرکیہ سے پیدا ہوں یا نہ۔ جیسا کہ حلف بغیر اللہ۔ سجدہ لغیر اللہ۔ کسی ذی روح چیز کی صورت بنانا۔ اس قسم کی اور چیزیں بھی حرام ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ اگر یہ تمام افعال مذکورہ خدا تعالیٰ کے لئے کئے جائیں تو اللہ جل شانہ کی عبادت میں داخل ہیں اور اگر اسی عقیدہ کے ماتحت کسی پیر و فقیر کے لئے یہ افعال مذکورہ کئے جائیں تو اس پیر و فقیر کی عبادت ہوگی اور یہ سب شرک ہوگا۔ قرآن کریم میں زیادہ تر عبادت کے دو فرد بیان کئے گئے ہیں (۱) پکار۔ اور (۲) نذر و نیاز یعنی قرآن مجید میں یہ بتایا جائے گا کہ غیر اللہ کو غائبانہ حاجات میں پکارنا شرک ہے اور غیر اللہ کے نام پر کسی چیز کی نذر و نیاز دینا بھی شرک ہے۔
یہ دونوں شرک اس بات سے پیدا ہوتے ہیں کہ غیر اللہ کو عالم الغیب و متصرف فی الامور سمجھا جائے۔ اسی لئے قرآن کریم میں غیر اللہ سے عالم الغیب اور متصرف فی الامور ہونے کی نفی اکثر صراحۃً کی گئی ہے اس لحاظ سے عام طور پہ شرک کی چار قسمیں بیان ہوں گی (۱) شرک فی العلم (۲) شرک فی التصرف (۳) شرک فی الدعا اور (۴) شرک فعلی یعنی نذر و نیاز۔

قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ پانی پتی نے ارشاد الطالبین میں لکھا ہے:۔
مسئلہ:۔ دعا از اولیائے مردگاں و زندگاں وانبیاء جائز نیست۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم فرمود اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ وقرء وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ۝
آنچہ جہال می گویند یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی جائز نیست۔ شرک است۔

اقسام شرک

ہمند رجہ ذیل ہیں۔ (۱) شرک فی العلم (۲) شرک فی التصرف (۳) شرک فی الدعا۔

اور (۴) شرکِ فعلی۔

شرک فی العلم

خدا تعالیٰ کے سوا کسی پیر، فقیر، نبی وملائکہ اور جن کے لئے علم غیب ثابت کرنا۔
کسی پیر وفقیر یا پیغمبر کے لئے یہ ثابت کرنا کہ جمیع ما فی السمٰوٰت والارض یا ما فی الصدور یا ہمارے اعمال وافعال کا اسے علم ہے یا اسے ہر وقت تو نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اسے یہ طاقت دے رکھی ہے کہ جب چاہے یا جس وقت چاہے جو چیز چاہے جان لے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ طاقت دے رکھی ہے کہ آنکھیں کھولیں اور دیکھ لیں۔ نہ دیکھنا چاہیں تو آنکھیں بند کرلیں۔ اس قسم کی طاقت وقدرت کا غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا بھی کفر وشرک ہے۔ اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اس طرح کا علم پیروں فقیروں کے لئے ثابت کرنا خدا تعالیٰ کی صفت میں شریک کرنا ہے۔ جس پر آیات شاہد ہیں۔

لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آسمانوں اور زمینوں کا غیب اللہ ہی کے لئے ہے۔

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ آسمانوں اور زمین کا غیب میں ہی جانتا ہوں۔

قَالَ رَبِّیْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ز وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

فرمایا پیغمبر خدا نے کہ میرا رب ہی آسمانوں اور زمین کی باتوں کو جانتا ہے اور وہی سننے والا اور ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے۔

شرک فی التصرف

کسی پیر، فقیر یا پیغمبر علیہ السلام کے لئے یہ ثابت کرنا کہ اس کو غائبانہ مافوق الاسباب نفع وضرر دینے کی طاقت ہے۔ یہ شرک فی التصرف ہے۔

نصاریٰ نے یہی سمجھا تھا کہ عیسیٰؑ اور مریمؑ کو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اختیارات دیئے گئے ہیں یہودیوں کا بھی یہی خیال تھا کہ اللہ کریم نے عزیر علیہ السلام کو اختیارات دے رکھے ہیں۔ مشرکین مکہ کا بھی یہی خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ، حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام وغیرہم کو اختیارات دے دیئے ہیں۔

آجکل کے مشرک مولوی اور پیر بالذات اور بالعرض کا معنے یہ کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام خود بخود بلا واسطہ مستقلاً عالم الغیب اور متصرف فی الامور بالذات نہیں اور بواسطہ خدا عالم الغیب، اور متصرف فی الامور ہیں۔ یہ معنی بالذات اور بالعرض کا نہ قرآن مجید سے نہ کسی معتبر تفسیر سے اور نہ ہی کسی فقیر کی کتاب سے ملتا ہے بلکہ امام رازی رحمۃ نے لکھا ہے جیسا کہ حوالہ گذر چکا ہے کہ اس قسم کے عقیدہ کا انسان آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا۔

نیز اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعطائے الٰہی سب کچھ جانتے تو لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وغیرہ کہہ کر اللہ اور اس کا پیغمبر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

علماء اہل السنۃ کا فتوٰی

جو شخص کسی نبی یا ولی، فرشتہ اور جن یا کسی پیر وفقیر کو کارساز اور غیب دان جانتا ہے ان کو مصیبتوں میں پکارتا ہے۔ حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتا ہے اور

یہ اعتقاد رکھتا ہی کہ وہ ہماری تمام پکاروں کو سنتے جانتے ہیں اور ہمارے کام کروا
لیتے ہیں وہ کافر و مشرک ہے

فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص۱۵ میں ہے کہ غیر اللہ کو دور سے ندا دینا اور یہ سمجھنا
کہ جن کو پکارتا ہوں وہ سن رہے ہیں تو اس سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے

بحر الرائق ص۱۶ جلد پنجم مطبوعہ مصر۔ عینی شرح بخاری جلد یازدہم ص۸۳۰
فتح الباری مطبوعہ مصر ص۳۸ جلد اول ص۱۱۵ وجلد ۸ ص۳۹۵ وجلد ۳ ص۳۸۱
فتاویٰ مولوی عبدالحی جلد دوم ص۳۹۰۔ خلاصۃ الفتاویٰ جلد چہارم
ص۳۵۴۔ فتاویٰ عالمگیریہ مطبوعہ نولکشور ص۲۱۴ قاضی خان جلد چہارم
ص۱۶۸ مطبوعہ مصطفائی۔ شرح فقہ اکبر ص۱۳۶ تفسیر خازن فی آخر
سورہ لقمان ص۴۴۲۔ رد المحتار جلد ۳ ص۳۰۶ جلد ۳ ص۲۹۷

سجدہ لغیر اللہ حرام ہے

قرآن وحدیث کا فیصلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ لا سیما علی خاتم الانبیاء و آلہ واصحابہ الاتقیاء اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ. حٰمٓ سجدہ ع ۵

سجدہ کے دو معنی ہیں۔ اوّل لغوی یعنی کسی کے لیے سر نیچا کرنا عجز کی خاطر۔ چنانچہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ماخذ علہ: والسجود فی الاصل تذلل مع تطامن۔ (بیضاوی ص ۴۵ ج ۱)

ترجمہ: اور سجود لغت میں اظہار عجز ہے سر نیچا کرنے کے ساتھ

دوم شرعی: یعنی زمین پر ماتھا رکھنا۔ چنانچہ علامہ رازی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:۔

ماخذ علہ: لان السجود لا شك انه فی عرف الشرع عبارة عن وضع الجبهة على الارض۔ (تفسیر کبیر ص ۲۱۳ ج ۲)

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ عرف شرع میں سجود عبارت ہے زمین پر ماتھا رکھنے سے۔

پھر دونوں دو قسم ہیں۔ اوّل سجدہ عبادت و تعظیمیہ دوم سجدہ تحیہ و تکریمیہ۔

تعریف سجدۂ عبادت: کسی مخلوق کو (خواہ نوری ہو یا ناری ہو یا خاکی ہو، زندہ ہو یا مردہ، غائب ہو یا موجود، حیوان ہو یا جماد، تعزیہ ہو یا قبر وغیرہا) کو مافوق الاسباب ذاتی یا عطائی طور پر غیب دان اور نفع و نقصان کا مالک و مختار یا شفیع قہری مان کر رکوع یا سجدہ لغوی یا شرعی کرے، محض اس کی خوشنودی اور تقرب حاصل کرنے کے لیے بایں خیال کہ میرا مسجود چونکہ میرے اس سجدہ کو جان رہا ہے اور دیکھ رہا ہے اس لیے مجھ سے خوش ہو کر میری جان و مال میں برکتیں اور منافع ڈال دیگا اگر میرے کوئی منافع اس کے حدود اختیار سے باہر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ سے شفاعت کے ذریعہ منوا کر منافع دلوا دے گا

اور اگر میں نے اس کے سجدے سے بے رُخی کی تو وہ مجھ سے ناراض ہو کر مجھے نقصان پہنچائے گا یا شفاعت کے ذریعہ پہنچوائے گا۔

مِلل سماویہ اور سجدۂ عبادت

اِس قسم کا رکوع و سجود کسی دین سماوی اور مذہب حقہ میں کسی مخلوق کے لیے آنکھ جھپکنے جتنی دیر کے لیے بھی جائز نہیں ہُوا بلکہ ہمیشہ ہر ماسوا اللہ تعالیٰ کے لیے حرام قطعی رہا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ تمام مذہب حقہ و کتب سماویہ کا اجماعی اور قطعی عقیدہ رہا ہے کہ اس قسم کا رکوع اور سجود خاصہ تعظیمیہ باری تعالیٰ ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں:

فہم سلف علہ: یکے آنکہ برائے ادائے حق عبودیت باشد و ایں قسم در جمیع ادیان و جمیع ملل برائے غیر خدا حرام و ممنوع است و ہیچ گاہ جائز نشدہ۔ (تفسیر عزیزی ص ۱۳۳)

ترجمہ: ایک قسم سجدہ کا یہ ہے کہ حق عبودیت کے ادا کرنے کے لیے کیا جائے اور اس قسم کا سجدہ تمام دینوں اور تمام مذہبوں میں غیر اللہ تعالیٰ کے لیے حرام اور ممنوع ہے اور کسی وقت جائز نہیں ہُوا۔

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

فہم سلف علہ: ان السجود الشرعی عبادة وعبادة غیره سبحانه شرك محرم فی جمیع الادیان والازمان ولا اراها حلت فی عصر من الاعصار۔ (روح المعانی ص ۲۲۹ ج ۱)

ترجمہ: سجود شرعی عبادت ہے اور غیر اللہ تعالیٰ کی عبادت تمام مذہبوں اور تمام زمانوں میں شرک اور حرام رہی ہے اور میں نہیں جانتا کہ وہ کسی زمانہ میں جائز ہوئی ہو۔

مذہبِ اسلام میں حکم رکوع و سجدۂ عبادت

اس قسم کا رکوع اور سجدہ کسی مخلوق کو کرنا اس کو اِلٰہ و معبود بنانا اور اس کی عبادت کرنا ہے اگرچہ زبان سے یہ ساجد اپنے اس سجدہ کو عبادت اور اپنے مسجود کو اِلٰہ نہ کہے اور یہ سجدہ کرنے والا حقیقی کافر اور اصلی مشرک ہو جائے گا اور احکام کفر و ارتداد اس پر جاری ہو جائیں گے حتیٰ کہ نکاح بھی ٹوٹ جائے گا۔

ماخذ علہ: وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَ

يُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (پ۲ البقرہ ع ۲۷)

ترجمہ: اور مشرک عورتیں جب تک ایمان نہ لائیں اُن سے نکاح نہ کرو، اور مشرک عورتوں سے تو ایمان دار لونڈی بہتر ہے، گو وہ تمہیں بھلی معلوم ہو اور مشرک مردوں سے نکاح نہ کر دو یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں اور البتہ مومن غلام مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں اچھا ہی لگے۔ یہ لوگ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے اور لوگوں کے لیے اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

فہم سلف ع۱: پہلے کافر اور مسلمان میں نسبت ناتا جاری تھا، اس آیت سے حرام ٹھہرا اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا ان کا نکاح ٹوٹ گیا، شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر ایک بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے یا ہمارا بھلا بُرا کرنا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم اور پر خرچ کرے مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اس سے حاجت مانگے اس کو مختار جانے

(موضح القرآن پ۲ بقرہ ع ۲۷)

علماء دیوبند اور سجدۂ عبادت

ماخذ ع۲: امت مسلمہ کا قرناً بعد قرن اس بات پر

اتفاق رہا اور ہے کہ خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا خواہ وہ انسان زندہ ہو یا مردہ ہو خواہ وہ از قبیل جمادات ہو یا حیوانات الغرض کوئی بھی خدا تعالیٰ کے سوا ہو اس کو سجدۂ عبادت و بندگی کی نیت و ارادہ سے کیا جاوے اور اس کو معبود قرار دے کر سجدہ کریں تو یہ سجدہ صریح کفر اور خروج عن الایمان ہوگا اور اس کا مرتکب یقیناً کافر اور مرتد ہو جائے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۱۲۶ ج ۵ - ۶)

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ع۳: حتیٰ لو سجد الکعبة نفسها کفر

(در مختار ص ۲۹۹/۱)

ترجمہ: حتیٰ کہ اگر کعبہ کی ذات کو سجدہ کرتا ہے تو کافر ہو جائے گا۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ع۴: لان سجود العبادة لغیر اللہ تعالیٰ کفر۔ (تفسیر کبیر ص ۲۱۲/۲)

ترجمہ: سجود عبادت کا غیر اللہ تعالیٰ کے لیے کفر ہے۔

علامہ حلبی حنفیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ع۵: لو سجد لغیر اللہ تعالیٰ یکفر (کبیری ص)

ترجمہ: اگر کسی غیر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے تو کافر ہو جائے گا۔

مذہبِ مشرکین دربارہ سجدۂ عبادت

مذہب اسلام کے خلاف مشرکین کا یہ مذہب رہا ہے اور اب بھی ہے کہ یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہمارے معبودوں کے لیے بھی جائز ہے اس لیے قرآن پاک نے قاعدہ کلیہ کے طور پر یہ اعلان فرما دیا ہے کہ سجدہ صرف خالق کا حق ہے کسی مخلوق کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔

ماخذ ۱: وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۔ (پ ۱۹ نمل ع ۲)

ترجمہ:- میں نے پایا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتی ہے اور شیطان نے ان کے اعمال کو انہیں آراستہ کر دکھایا ہے اور انہیں راستہ سے روک دیا ہے سو وہ راہ پر نہیں چلتے۔ اللہ ہی کو کیوں نہ سجدہ کریں جو کہ آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے اور جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے،

اللہ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

ماخذ ۲: لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (پ ۲۴ ۔ حٰمٓ السجدہ ع ۵)

ترجمہ:- سورج کو سجدہ نہ کرو اور نہ چاند کو، اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

علامہ خازن رح واللفظ لہ اور علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں:-

شانِ نزول: یعنی ان ناسا کانوا یسجدون للشمس والقمر والکواکب ویزعمون ان سجودھم لھذہ الکواکب ھو سجود للہ عزوجل فنھوا عن السجود لھذہ الوسائط وامروا بالسجود للہ الذی خلق ھذہ الاشیاء کلھا۔ (خازن ص ۹۴ ج ۶)۔ (روح المعانی ص ۱۲۶ ج ۲۴)

ترجمہ: لوگ چونکہ سورج اور چاند اور ستاروں کو سجدہ کرتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ ہمارا ان ستاروں کو سجدہ کرنا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا ہے پس ان کو ان واسطوں کے سجدہ سے روک دیا گیا اور حکم کئے گئے کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو کرو جو ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

فهم سلف عنه: فمنها انهم كانوا يسجدون للاصنام والنجوم فجاء النهى عن السجدة لغير الله تعالىٰ.

(حجة الله البالغه ص ۱۲۶/۱)

ترجمہ منجملہ ان کے یہ ہے کہ مشرکین اصنام اور ستاروں کو سجدہ کیا کرتے تھے اسی لیے شریعت نے غیر اللہ تعالیٰ کے سجدہ سے منع فرمایا۔

حکم سجدۂ تحیۃ: اب شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اس کی دو صورتیں ہیں:

صورتِ اولیٰ یہ ہے کہ یہ سجدہ تحیہ ایسی چیزوں کو کرتا ہے جن کا سجدہ کرنا کافروں کا شعار اور ان کی خاص علامت ہو چکی ہے جیسا کہ بُت یا ستارے وغیرہ، تو یہ سجدہ تحیہ بھی باجماع اُمت سجدۂ عبادت کی طرح کفر اور ارتداد اور حقیقی شرک ہے اگرچہ سجدہ کرنے والے کی نیت عبادت کی نہ ہو بلکہ محض ظاہری تکریم سلام کی طرح مقصود ہو کیونکہ یہ سجدہ بوجہ شرکیہ عقیدہ و شرکیہ تعظیم سے خالی ہونے کے اگرچہ حقیقۃً عبادت نہیں لیکن صورت عبادت کی ضرور ہے اور احکام شرعیہ ایسے مقام

میں نیت پر مبنی نہیں ہوتے بلکہ صورت اور ظاہر پر وارد ہوتے ہیں

فتوےٰ از علمائے دیوبند

البتہ سجدۂ تعظیم یعنی حق تعالیٰ کے غیر کو سجدہ بندگی و عبادت کے مقصد سے تو نہ کریں بلکہ محض ادب و تعظیم کے طور پر جیسے قیام تعظیم کیا جاتا ہے اسی طرح سجدۂ تعظیمی کیا جاوے تو اس کے حکم میں تفصیل ہے۔ اگر یہ سجدۂ تعظیم ان چیزوں کو کیا جاوے جن کو سجدہ کرنا خاص کفر کی علامت اور کفار کا شعار ہے جیسے بُت یا پیپل کا درخت یا گنگا یا جمنا یا چاند، سورج وغیرہ، تو یہ سجدۂ تعظیم بھی باجماعِ امت اور باتفاق عُلماء کفر و شرک ہے اس کا کرنے والا کافر مرتد ہے، اگرچہ اس کا مرتکب نیت عبادت کی نہ رکھتا ہو، کیونکہ احکامِ شریعت ظاہر عقل سے متعلق ہیں نہ نیات سے۔

احکام دُنیا کے لحاظ سے اس کا مرتکب کافر

شمار ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۱۲۰ ج ۵، ۶)

صورت ثانیہ: ایں کہ یہ سجدہ تحیہ عقیدہ شرکیہ سے
بھی خالی ہو ورنہ حقیقۃً عبادت بن جائے گا۔ اور ایسی چیزوں
کو بھی سجدہ نہ ہو جن کا سجدہ کافروں کا شعار اور علامت
بن چکی ہیں ورنہ یہ سجدہ صورۃً عبادت بن جائے گا۔ اس کی مثال
جیساکہ بادشاہوں اور رئیسوں کا سجدہ یا آباؤ اجداد، اساتذہ،
اور مشائخین کا سجدہ، تو اس میں حنفیہ علماء کے دو قول ہیں۔

قول اوّل یہ ہے کہ یہ سجدہ بھی بتوں کے سجدہ کی طرح
مطلقاً کفر ہے بہ نیت عبادت ہو یا تحیہ ہو، **اوّلاً** اس
واسطے کہ اس سجدہ پر ہر صورت میں عبادت کی تعریف
سچی آتی ہے کیونکہ عبادت نام ہے انتہائی عاجزی کا اور
سجدہ سے بڑھ کر کونسی انتہائی عاجزی ہوسکتی ہے۔ **ثانیاً**
ایں کہ اسی سجدہ تحیہ پر قرآن پاک میں کفر کا اطلاق کیا گیا ہے،
جس طرح آگے مفصل آرہا ہے۔

فتویٰ از علمائے دیوبند

ماخذ ۱: دُوسرا سجدہ تحیۃ وہ ہے کہ اس میں
قصد غیر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا نہ ہو اور سجدہ بھی ان اشیاء
کی طرف ہو جن کو کفار سجدہ کرتے ہیں اور جن کی طرف سجدہ
کرنا شعار کافروں کا سمجھا جاتا ہے، اس میں علماء کے مختلف
اقوال ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ بھی کفر ہے اور بعض نے اس کا
انکار کیا۔ لیکن اس پر اتفاق ہے کہ یہ حرام قطعی اور گناہ کبیرہ
ہے اور اس کا مرتکب قریب بالکفر ہوجاتا ہے۔۔۔۔ جو لوگ
کہ سجدہ غیر اللہ کو مطلقاً کفر کہتے ہیں تو اس میں ایک جماعت
کا مذہب یہ ہے کہ جیسے سجدہ آفتاب اور بُت وغیرہ کو کرنا
کفر ہے، اسی طرح اپنے آباء و مشایخ کو مخلوقات میں سے
(اور اولیاء اللہ کے مزارات کو) سجدہ کرنا بھی کفر ہے (خواہ
کسی نیت و ارادہ سے ہو)۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۱۲۹ ج ۵، ۶)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ماخذ ۲: قال القهستاني وفي الظهرية يكفر

بالسجدة مطلقا۔ (شامی ص۲۴۶ ج۵)

ترجمہ:۔ قہستانی فرماتے ہیں کہ ظہیریہ میں ہے کہ مطلق سجدہ سے کافر ہو جائے گا۔ یعنی غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے خواہ نیت عبادت سے ہو یا تحیہ سے ہو یہی مراد ہے کلمہ مطلقاً سے۔

ماخذ ۳:۔ قال الفقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ وان سجد للسلطان بنیۃ العبادۃ اولم تحضرہ النیۃ فقد کفر کذا فی جواھر الاخلاطی۔ (فتاویٰ عالمگیری ص۳۶۸ ج۵)

ترجمہ: فقیہ ابوجعفرؒ فرماتے ہیں اگر بادشاہ کو سجدہ کرتا ہے نیت عبادت سے یا اس کو کوئی نیت حاضر نہیں ہے پس تحقیق وہ کافر ہوا جواہر اخلاطی میں اسی طرح ہے۔

علامہ کردری حنفیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۴:۔ والسجدۃ لھؤلاء الجبابرۃ کفر لقولہ تعالیٰ مخاطبا للصحابۃ رضی اللہ عنھم ایأمرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون نزلت حین استأذنوا فی السجود لہ علیہ الصلوۃ والسلام ولا یخفی ان الاستئذان لسجود التحیۃ بدلالۃ بعد اذ انتم مسلمون مع اعتقاد جواز سجدۃ العبادۃ لا یکون مسلما فکیف یطلق علیھم بعد اذ انتم مسلمون ...... قیل لمسلم اسجد للملک و الا

قتلناک الافضل ان لا یسجد لانہ کفر فلا یأتی بما ھو کفر ضرورۃ کما فی الاکراہ علی اجراء کلمۃ الکفر وبھذا اعلم ان ما یفعلہ الجھلۃ لطواغیتھم ویسمونہ بابکاہ کفر عند بعض المشایخ وکبیرۃ عند الکل۔ (فتاویٰ بزازیہ ص۳۴۳ ج۳ علی ھامش العالمگیریہ ج۶)

ترجمہ: اور سجدہ کرنا ان جبابرہ کو کفر ہے بوجہ فرمانِ الٰہی کے صحابہ کرام کو خطاب کرتے ہوئے کہ آیا حکم کرتا ہے تم کو کفر کا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو، یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ صحابہؓ نے آپؐ کو سجدہ کرنے کی آپؐ سے اجازت مانگی تھی اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ صحابہؓ کا اجازت مانگنا سجدۂ تحیہ کے لیے تھا جس پر بعد اذ انتم مسلمون صاف دلالت کر رہا ہے ورنہ اگر وہ سجدہ عبادت کے جواز کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں عقیدہ رکھتے ہوتے تو وہ مسلمان ہی نہ ہوتے پھر ان پر بعد اذ انتم مسلمون کیسے اطلاق کیا جاتا۔ مسلمان کو اگر کہا جاوے کہ تو بادشاہ کو سجدہ کر ورنہ تجھے قتل کر دیں گے تو افضل یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے اس لیے کہ یہ سجدہ کفر ہے پس اس مجبوری میں ایسا کام نہ کرے جو کفر ہے جس طرح کلمہ کفر کے جاری کرنے پر اکراہ والے مسئلہ کا یہی حکم ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ جاہل لوگ جو اپنے

طاغوتوں کے لیے سجدہ کرتے ہیں اور اس کو بابکاہ کہتے ہیں، وہ بعض مشائخ حنفیہ کے نزدیک کفر ہے لیکن گناہِ کبیرہ تمام مشائخین کے نزدیک ہے۔

علامہ کردریؒ کی عبارت کی قدرے تشریح

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس آیت کا شانِ نزول یوں نقل فرماتے ہیں:-

شان نزول: اخرج عبد بن حمید عن الحسن قال بلغنی ان رجلا قال یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نسلم علیک کما یسلم بعضنا علی بعض افلا نسجدلک قال لا ولکن اکرموا نبیکم واعرفوا الحق لاھلہ فانہ لاینبغی ان یسجد لاحد من دون اللہ تعالیٰ فنزلت۔ (روح المعانی ص ۲۰/۳) علامہ مراغیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ: اخرج عبد الرزاق عن الحسن البصری۔ الخ (مراغی ص ۱۹۶/۳)

ترجمہ: عبد بن حمید اور عبد الرزاق نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت نقل کی ہے، آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک جوان نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، ہم آپ پر ایسے سلام پڑھتے ہیں جس طرح بعض ہمارا بعض پر سلام پڑھتا ہے آیا ہم آپ کے لیے سجدہ نہ کریں؟ فرمایا نہ! لیکن احترام کرو اپنے نبی کا، اور

پہچانو حق اس کے اہل کے لیے، بیشک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ایک کے لیے بھی سجدہ نہ کیا جائے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔

طرزِ استدلال: اس شانِ نزول سے صاف معلوم ہوا کہ یہ آیت ان صحابہ کرامؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے آپؐ سے سجدۂ تحیہ کی اجازت مانگی تھی کیونکہ اگر وہ سجدۂ عبادت کی اجازت مانگتے تو وہ کفر کا ارتکاب کرتے کیونکہ عبادت غیر اللہ تعالیٰ کی یقیناً کفر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ کا خطاب فرما کر ان کو مسلمانوں میں کیوں شمار کرتے۔ بہر حال صحابہ کرام کے اس سجدۂ تحیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ میں کفر فرمایا ہے تو معلوم ہوا کہ سجدہ مطلقاً کفر ہے خواہ عبادت کا ہو یا تحیہ کا ہو۔

علامہ عمادیؒ واللفظ لہٗ اور قاضی بیضاویؒ اور علامہ زمخشریؒ اور خطیب شربینیؒ اور علامہ اندلسیؒ اور علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ علہ:- وقولہ تعالیٰ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ یدل علی ان الخطاب للمسلمین وھم المستأذنون للسجود لہ علیہ السلام۔ (ابوالسعود ص ۳۸/۱۔ بیضاوی ص ۱۳۵/۱۔ کشاف ص ۳۷۸/۱۔ سراج منیر ص ۲۲۳/۱۔ بحر المحیط ص ۵۰۷/۲۔ مدارک ص ۱)

ترجمہ: فرمانِ الٰہی بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ دلالت کررہاہے کہ آیت میں خطاب مسلمانوں کو ہے اور وہ وہی ہیں جو اجازت مانگنے والے تھے آپ سے آپؐ کو سجدہ کرنے کی۔

سوال: آیت کا شانِ نزول مفسرین حضرات نے یہود ونصاریٰ کو بنایا ہے تو پھر اس آیت میں نہ خطاب مسلمانوں کو ہوگا اور نہ سجدہ تحیہ کا بنے گا بلکہ یہ سجدہ عبادت کا ہوگا جس پر کفر کا اطلاق ہورہاہے تو آپ کا استدلال سجدہ تحیہ کے کفر ہونے پر اس آیت سے کیسے صحیح بنے گا۔

الجواب: کتب تفسیر میں یقیناً یہ شانِ نزول منقول ہے لیکن پہلے شانِ نزول کو مفسرین حضرات نے اس لیے ترجیح دی ہے کہ آیت میں فرمانِ الٰہی بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ اگر بغیر کسی تاویل کے منطبق ہوسکتاہے تو صرف صحابہ کرامؓ پر، نہ یہود ونصاریٰ پر کیونکہ وہ تو نزولِ آیت سے پہلے موافق نص قرآنی کے کافر تھے، مسلمان کہاں تھے کہ ان پر بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ سچا آوے۔ ہاں تاویل کے ذریعہ آیت کا انطباق اگرچہ ان پر ممکن ہے لیکن ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے راجح نہیں ہے کیونکہ بغیر قرینہ مسلمون کا اصطلاحی اور شرعی معنیٰ ترک کرکے لغوی معنیٰ مراد لینا خلاف تبادر ہے۔

علامہ خفاجیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ علہ: یعنی هذه الفاصلة ترجیح القول بانها نزلت فی المسلمین القائلین افلا نسجد لك لا فی ابی رافع والسید بناء علی الظاهر وان جاز ان یقال للنصاریٰ انا امرکم بالکفر، بعد اذ انتم مسلمون، ای منقادون مستعدون لقبول الدین الحق ارخاء للعنان واستدراجًا

(عنایۃ القاضی ص ۳۱ ج ۳)

ترجمہ: یعنی یہ فاصلہ ترجیح دیتاہے اس قول کو کہ یہ آیت ان مسلمانوں میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے کہا تھا کہ حضرت ہم آپؐ کو سجدہ نہ کریں، نہ ابو رافع اور سید کے حق میں ظاہر پر بنا کرتے ہوئے یہی مطلب ہے۔ اگرچہ ممکن ہے کہ نصاریٰ کو بطور ارخاء عنان اور استدراج کے کہا جاوے کہ ہم تم کو کفر کا حکم کرتے ہیں بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو یعنی منقاد اور مستعد ہو، دینِ حق کے قبول کرنے کے لیے۔

قولِ ثانی جو مختار ہے وہ یہ ہے کہ سجدہ تحیہ کی یہ دوسری صورت شرک وکفر نہیں ہے کیونکہ سجدہ تحیہ کا جواز مخلوقات کے درمیان پہلی شریعتوں میں ملتا ہے بالخصوص برادرانِ یوسف علیہ السلام کا سجدہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اور ملائکہ مقربین کا سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کو تو خود قرآن مجید سے ثابت ہے اور یہ سجدہ عبادت کا

تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ عبادت غیر اللہ تعالیٰ جیسا سنگین شرک کسی
دین سماوی میں ایک لحظہ کے لیے بھی جائز نہیں ہوا۔ بہر حال یہ
سجدہ تحیہ کا بنے گا تو اگر سجدہ مطلقاً کفر ہوتا تو نعوذ باللہ کیا
اللہ تعالیٰ نے مذاہب حقہ میں کفر کو جائز قرار دیا تھا اور یہ مقربین
کفر کرتے تھے۔ حاصل یہ کہ سجدہ کی اس صورت کے کفر اور عدم
کفر میں اگرچہ علماء کا اختلاف ہے لیکن اس میں سب علماء کا
اتفاق ہے کہ یہ سجدہ تحیہ مذہب اسلام میں منسوخ اور حرام
قطعی اور گناہ کبیرہ اور اس کی منسوخیت اور حرمت پر امت محمدیہ
علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اجماع ہے اور اس کو جائز ماننا اور مباح
سمجھنا کفر ہے۔

حجۃ الاسلام جصاص رازی حنفیؒ واللفظ لہٗ اور علامہ نسفی رحمہ اللہ
لکھتے ہیں:

ماخذ ۱: ان السجود لغیر اللہ تعالیٰ علی وجہ
التکرمۃ و التحیۃ منسوخ۔ احکام القرآن ص۳۵ ج۱ مدارک ص۳۳ ج۱

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے ماسوا کو سجدہ کرنا اکرام
اور سلام کے طور پر منسوخ ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۲: فحرم ھذا فی ھذہ الملۃ وجعل السجود
مختصا بجناب الرب سبحانہ ھذا مضمون قول قتادہ وغیرہ
ابن کثیر ص۴۹۱ ج۲

ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی اور کے لیے سوائے اپنی
ذات پاک کے سجدے کو مطلقاً حرام کر دیا اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے
اسے اپنے لیے ہی مخصوص کر لیا۔ حضرت قتادہ وغیرہ کے قول کا حاصل
اور مضمون یہی ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز حنفیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۳: دوم اینکہ برائے تکریم و تحیہ باشد مانند
سلام و سرخم کردن و ایں معنیٰ باختلاف رسوم و عادات و تبدل
ازمنہ و اوقات مختلف است گاہے جائز است و گاہے حرام
در امت ہائے سابقہ جائز بود۔ چنانچہ در قصہ حضرت یوسف
علیہ السلام و اخوان ایشان واقع شد کہ خروا لہ سجدا و در
شریعت ما ایں طریق ہم فیما بین مخلوقات حرام و ممنوع است
بدلیل احادیث متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ۔ تفسیر عزیزی ص۱۷۷ ج۱

ترجمہ: دوسری صورت یہ ہے کہ سجدہ سے مراد سلام
اور سر نیچا کرنے کی طرح فقط احترام اور تحیہ مقصود ہو اور یہ طریق
بوجہ اختلاف رسوم و عادات کے اور تبدل زمان اور اوقات کے
مختلف رہا ہے۔ کبھی جائز رہا ہے اور کبھی حرام اور امم سابقہ میں
جائز رہا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں
کے قصہ میں واقع ہے کہ گرے اس کے لیے سجدہ کرنے والے"
اور ہماری شریعت میں یہ طریق بھی مخلوقات کے درمیان حرام اور

ممنوع ہے بوجہ احادیثِ متواترہ کے کہ اس باب میں وارد ہیں۔

نیز شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۴ؔ: وجواب ایں شبہ آنست کہ دریں تقریر سراسر غفلت از اجماع قطعی است۔ بر تحریم سجدہ و ذہول عن ذکر الناسخ فتاویٰ عزیزی ص۱۰۱ ج ۱۔

ترجمہ: جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ اس سائل کی تقریر میں سراسر غفلت ہے۔ اس اجماع قطعی سے جو اس سجدۂ تحیہ کی حرمت پر منعقد ہو چکا ہے اس طرح پوری غفلت ہے اس کے ناسخ کے ذکر کرنے سے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۵ؔ: وکذا ما یفعلونه من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی به آثمان لانه یشبه عبادة الوثن وهل یکفر ان علی وجه العبادة والتعظیم کفر وان علی وجه التحیة لا وصار آثما مرتکبا لکبیرة - در مختار ص۲۳۶ ج ۵۔

ترجمہ: اور اسی طرح علماء اور نبیوں کے سامنے زمین کو بوسہ دینے والا کام جو جاہل کرتے ہیں وہ حرام ہے۔ کرنے والا اور اس کے ساتھ راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہیں اس لیے کہ یہ بُت کی عبادت کے مشابہ ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ آیا اس کے ساتھ انسان کافر

ہوگا تو اس کے متعلق قانون یہ ہے کہ یہ کام اگر عبادت اور تعظیم کے طور پر کرتا ہے تو کفر ہے اور اگر تحیہ کے طور پر ہے تو کفر نہیں ہے لیکن گنہگار اور مرتکب کبیرہ کا ضرور ہوگا۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۶ؔ: وظاهر کلامهم اطلاق السجود علی هذا التقبیل (شامی ص۲۳۶ ج ۵)

ترجمہ: فقہا کی ظاہر کلام یہ ہے کہ اس تقبیل (بوسہ دینا) پر سجود کا اطلاق کرتے ہیں۔

ماخذ ۷ؔ: من سجد للسلطان علی وجه التحیة او قبل الارض بین یدیه لا یکفر ولکن یاثم لارتکابه الکبیرة، هو المختار (فتاوی عالمگیریہ ص۳۶۸ ج ۵)

ترجمہ: جو شخص بادشاہ کو سلام کے طور پر سجدہ کرتا ہے یا اس کے سامنے زمین چومتا ہے کافر تو نہ ہوگا لیکن گنہگار ضرور ہوگا بوجہ مرتکب ہونے گناہ کبیرہ کے۔ یہی قول مختار رہے۔

علامہ کردریؒ حنفی لکھتے ہیں:

ماخذ ۸ؔ: وبهذا اعلم ان ما یفعله الجهلة لطواغیتهم ویسمونه بابکاه کفر عند بعض المشایخ وکبیرة عند الکل فلو اعتقدها مباحة لشیخه فهو کافر وان امر شیخه به ورضی به مستحسنا له فالشیخ

النجدی ایضا کافر ان کان قد اسلم فی عمرہ۔ فتاوی بزازیہ علی ہامش الهندیہ ص۳۴۳ ج ۶۔

ترجمہ: اس سے معلوم ہوا کہ جہال اپنے طاغوتوں کے لیے جو کچھ کرتے ہیں اور ان کو بابکاۃ کہتے ہیں وہ بعض مشائخ حنفیہ کے نزدیک تو کفر ہے اور گناہِ کبیرہ ساروں کے نزدیک ہے۔ پس اگر اس نے اس سجدہ تحیہ کا اپنے شیخ کے لیے جواز کا عقیدہ رکھا پس وہ کافر ہے اور اگر اس کے شیخ نے اس کو اس سجدہ کا حکم دیا اور اس کو اچھا جان کر اس پر راضی ہوا پس یہ شیخ نجدی بھی کافر ہے اگر اس کو ساری عمر میں کبھی اسلام نصیب ہوا ہو تو۔

مسئلہ

سر نیچا کرنا بادشاہ کے سامنے یا کسی اور کے سامنے سلام کے طور پر مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۱: وفی المحیط انہ یکرہ الانحناء للسلطان وغیرہ۔ شامی ص۲۴۶ ج ۵

ترجمہ: محیط میں ہے کہ بادشاہ وغیرہ کے لیے سر نیچا کرنا مکروہ ہے۔

ماخذ ۲: لانہ یشبہ فعل المجوس کذا فی جواہر

الاخلاطی ویکرہ الانحناء عند التحیہ وبہ ورد النھی کذا فی التمرتاشی۔ عالمگیریہ ص۳۶۹ ج ۵

ترجمہ: اس لیے کہ یہ فعل مجوس کے مشابہ ہے جس طرح جواہر اخلاطی میں ہے اور تمرتاشی میں ہے کہ سلام کے وقت سر نیچا کرنا مکروہ ہے بوجہ اس پر نہی وارد ہونے کے۔

محدث کشمیریؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۳: ثم الانحناء ایضا جعل مکروھا تحریما فی شریعتنا۔ فیض الباری ص۲۳ ج ۱۔

ترجمہ: سر نیچا کرنا بھی ہماری شریعت میں مکروہ تحریمی قرار دیا گیا ہے۔

بیان قرآن

آیت ۱ کی اعلان: وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ

اللہِ اَحَدًا۔ پ ۲۹۔ جن۔ ۲۴

ترجمہ: اور بے شک مسجدیں اللہ کے لیے ہیں پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

فائدہ: کلمہ "مساجد" کی تفسیر میں اگرچہ مفسرینؒ کے اقوال تفسیریہ تین ہیں لیکن مقصد ان ساروں کا نقطہ ایک ہے، اور وہ یہ کہ مذہب اسلام میں تمام سجدے خواہ عبادت کے ہوں، یا تحیہ کے ہوں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، اس کے سوا ہر قسم کی مخلوق کے لیے ہر قسم کا سجدہ ممنوع ہے۔

قول اوّل: "مساجد" سے مراد سجدہ کرنے کی جگہیں ہیں اور مذہب اسلام میں وہ ساری رُوئے زمین ہے، جس طرح حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے لیے ساری زمین کو مسجد بنادیا گیا ہے۔ اب مطلب آیت کا یہ بنے گا کہ جب ساری زمین صرف میری پیدا کردہ ہے اور خالص میری مخلوق ہے اور میرے سوا کسی قسم کی مخلوق کو اس کے پیدا کرنے میں کسی قسم کا دخل بھی نہیں ہے تو اس میری پیدا کردہ زمین پر ہر قسم کے سجدے بھی صرف میرے لیے کیا کرو اور میرے سوا کسی غیر اللہ تعالیٰ کے لیے اس زمین پر کسی قسم کا سجدہ نہ کیا کرو، نہ عبادت کا، نہ تحیہ کا۔

خلاصہ یہ کہ اس زمین پر سارے سجدے صرف خالقِ زمین کے لیے ہیں، نہ مخلوق کے لیے۔

حضرت امام رازیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ علیہ: قال الحسن اراد بالمسجد البقاع کلھا قال علیہ الصلوٰۃ والسلام جعلت لی الارض مسجدا کانہ تعالیٰ قال الارض کلھا مخلوقۃ للہ تعالیٰ فلا تسجدوا علیھا لغیر خالقھا۔ تفسیر کبیر ص ۱۶۲ ج ۳۰

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مساجد سے مراد ساری جگہیں ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میرے لیے ساری زمین مسجد بنادی گئی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تمامی زمین صرف اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے تو اس پر اس زمین کے خالق کے بغیر کسی کے لیے سجدہ نہ کیا کرو۔

قول دوم: "مساجد" سے مراد وہ اعضاء ہیں جن سے سجدہ ادا کیا جاتا ہے۔ یعنی منہ اور دو ہاتھ اور دو گھٹنے اور دو قدم تو مطلب آیت کا یہ بنے گا کہ جب یہ اعضاء بلا شرکتِ غیرے صرف اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور ان کے پیدا کرنے میں کسی غیر اللہ تعالیٰ کا کسی قسم کا ذرہ بھر بھی دخل نہیں ہے تو پھر ان اعضاء کے ساتھ تمام قسم کے سجدے بھی صرف ان اعضاء کے خالق کے لیے کیا کرو۔ اور اس کے ماسوا کسی مخلوق کے لیے کسی قسم کا سجدہ ان اعضاء کے ساتھ نہ کیا کرو۔

خلاصہ یہ کہ ان اعضاء کا سجدہ صرف خالقِ اعضاء

کے لیے ہے، نہ مخلوق کے لیے۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۱: وقال سعید بن المسیب وطلق بن حبیب اراد بالمساجد الاعضاء التی یسجد علیها العبد وهی القدمان والرکبتان والیدان والوجه، یقول هذه الاعضاء انعم الله بها علیك فلا تسجد لغیره بها فتجحد نعمة الله قال عطاء مساجدك اعضاءك التی امرت ان تسجد علیها لا تذللها لغیر خالقها - قرطبی ص۲۰ ج ۱۹

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیبؒ اور طلق بن حبیبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کی مراد مساجد سے وہ اعضاء ہیں جن کے ذریعہ بندہ سجدہ کرتا ہے اور یہ دو قدم اور دو گھٹنے، اور دو ہاتھ اور منہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اعضاء صرف اللہ تعالیٰ ہی نے تجھ پر انعام فرمائے ہیں۔ لہٰذا ان اعضاء کے ساتھ کسی غیر اللہ تعالیٰ کو کوئی سجدہ نہ کر، ورنہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا منکر ہو جائے گا۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ مساجد تیرے وہی اعضاء ہیں جن کے ذریعہ سجدہ کرنے کا تجھے حکم کیا گیا ہے۔ لہٰذا ان کے خالق کے علاوہ کسی مخلوق کے لیے ان اعضاء سے سجدہ نہ کر۔

علامہ مظہریؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۱: یعنی انها مخلوقة لله تعالیٰ

فلا تسجدوا علیها غیره - مظہری ص۹۳ ج ۱۰

ترجمہ: یعنی یہ اعضاء صرف اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں، لہٰذا ان پر کسی غیر اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کرو۔

علامہ ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۳: والثانی الاعضاء التی یسجد علیها العبد، قاله سعید بن جبیر، وابن الانباری وذکره الفراء فیکون المعنیٰ، لا تسجدوا علیها لغیره - زاد المسیر ص۳۸۲ ج ۸۔

ترجمہ: دوسرا قول یہ ہے کہ مساجد سے مراد وہ اعضاء ہیں جن پر بندہ سجدہ کرتا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر اور ابن الانباریؒ کا قول یہی ہے اور فراء نے بھی اسی کو ذکر کیا ہے تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ان اعضاء پر کسی غیر اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ نہ کیا کرو۔

قول سوم: مساجد سے مراد سجدے ہیں، مطلب آیت کا یہ بنے گا کہ تمامی سجدے خواہ تحیہ کے ہوں یا عبادت کے سب کے سب صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کو کسی قسم کا سجدہ جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۱: والرابع، ان المساجد، السجود فانه

جمع مسجد یقال سجدت سجوداً و مسجداً کما یقال ضربت فی الارض ضرباً و مضرباً ثم یجمع فیقال المساجد والمضارب قال ابن قتیبۃ فعلی ھذا یکون واحدھا مسجداً بفتح الجیم، والمعنیٰ اخلصوا لہ، ولا تسجدوا لغیرہ - زاد المسیر ص۳۸۳ ج ۸

ترجمہ: چوتھا قول یہ ہے کہ مساجد سے مراد سجود ہیں کیونکہ یہ مسجد کی جمع ہے - کہا جاتا ہے سجدت سجوداً و مسجداً جس طرح کہا جاتا ہے ضربت فی الارض ضرباً و مضرباً پھر ان کی جمع کی جاتی ہے مساجد اور مضارب پر - ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اس کا مفرد مسجد بنے گا جیم کی فتح کے ساتھ اور معنیٰ آیت کا یہ ہے کہ سجدوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کردو اور اس کے غیر کے لیے سجدے نہ کرو -

علامہ نیشاپوریؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۲: وعن الحسن ایضاً ان المساجد جمع مسجد بالفتح فیکون مصدراً بمعنی السجود - تفسیر نیشاپوری ص۶۳ ج ۲۹

ترجمہ: اور حضرت حسن بصریؒ سے بھی روایت ہے کہ مساجد جمع ہے مسجد کی جیم کی فتح کیساتھ تو یہ مصدر میمی بنے گی اور اس کا معنیٰ سجود ہوگا۔

سوال: جب مساجد مصدر میمی ہے تو اس کو جمع کیوں لایا گیا ہے حالانکہ مصدر کو تثنیہ جمع نہیں کیا جاتا۔

الجواب: چونکہ سجدہ کے بہت اقسام اور انواع تھے مثلاً سجدۂ تحیہ اور سجدۂ عبادت اور سجدۂ عبادت صلوتیہ اور سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر - تو یہ جمع لانا سجدہ کے ان تمام اقسام اور انواع کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے کہ تمام قسم کے سجدے خواہ تحیہ کے ہوں یا عبادت کے ہوں، سب کے سب اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں اور کوئی سجدہ بھی کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جمع لانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ آیت میں مخلوق سے ہر قسم کے سجدہ کی ممانعت ہو جائے۔

علامہ شیخ زادہؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۱: والمساجد علیٰ تقدیر کونہ جمع مسجد بمعنی السجود جمع مع ان الاصل فی المصدر ان لا یثنیٰ ولا یجمع لقصد الانواع فان انواع السجود مختلفۃ باختلاف اوقات الصلوٰت الخمس و تلاوت آیات السجود - شیخ زادہ ص۵۵۹ ج ۳

ترجمہ: مساجد جب بمعنی سجود کی جمع ہے تو باوجودیکہ اصل مصدر میں یہ ہے کہ اس کو تثنیہ اور جمع نہیں لایا جاتا لیکن اسکو جمع لایا گیا ہے - انواع کے ارادہ کی خاطر کیونکہ انواع سجود کے مختلف ہیں

بوجہ اختلاف پانچ نمازوں کے اوقات کے اور تلاوت آیاتِ سجود کے۔

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۲: اور ان وحی شدہ مضامین میں سے ایک یہ ہے کہ جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں یعنی یہ جائز نہیں کہ کوئی سجدہ اللہ کو کیا جاوے اور کوئی سجدہ غیر اللہ کو جیسا مشرکین کرتے تھے۔ بیان القرآن ص۴۹ ج ۲

سوال: کیا سلفؒ میں سے کسی عالمِ دین نے اس آیت کو سجدۂ تحیہ کے جواز کے لیے ناسخ مانا ہے۔

الجواب: یقیناً مانا ہے۔ چنانچہ امام بزازی کردری حنفیؒ نے سجدۂ تحیہ کے مرتکب کے حق میں فقہاءِ حنفیہ کے دو قول نقل کیے ہیں، ایک کفر کا دوسرا گناہ کا، اس کے بعد لکھتے ہیں:

ماخذ ۱: والقائل الاول یدعی نسخہ بتلک الآیۃ وبقولہ تعالیٰ فلا تدعوا مع اللہ احدا۔ فتاویٰ بزازیہ ص۲۴۳ ج۶

ترجمہ: اور قائل پہلا (یعنی کفر کا فتویٰ دینے والا) اس کے نسخ کا دعویٰ کرتا ہے اس آیت کے ساتھ اور اس فرمانِ الٰہی کے ساتھ کہ بیشک تمامی سجدے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، پس نہ پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایک کو۔

حضرت شاہ عبدالقادر حنفیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ۲: پہلے وقت میں سجدۂ تعظیم تھے آپس کے فرشتوں

نے حضرت آدم علیہ السلام کو کیا ہے، اس وقت اللہ نے وہ رواج موقوف کیا وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ. الآیۃ اس وقت پہلے رواج پر چلنا ویسا ہے کہ کوئی بہن سے نکاح کرے کہ حضرت آدم کے وقت ہوا۔ موضح القرآن۔ پ۱۳۔ یوسف۔ حاشیہ آیت نمبر ۱۰۰۔

علامہ محدث کبیر حضرت انور شاہ صاحب حنفیؒ لکھتے ہیں۔

ماخذ ۳: ذکر فی الموضح ان ناسخ السجدۃ التعظیمیۃ لغیر اللہ ھو قولہ تعالیٰ وان المساجد للہ۔ الآیہ۔ مشکلات القرآن ص۲۰۳

ترجمہ: موضح القرآن میں ذکر کیا ہے کہ سجدہ تحیہ ہر ماسوی اللہ تعالیٰ کے لیے منسوخ کرنے والا یہ فرمانِ الٰہی ہے وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ الآیۃ

آیت دوم: قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ۔ پ۸۔ اعراف۔ ع ۳

ترجمہ: کہدو کہ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور ہر نماز کے وقت اپنے منہ سیدھے کرو، اور اسی کے خالص فرمانبردار ہو کر اُسے پکارو، جس طرح تمہیں پہلے پیدا کیا ہے اسی طرح دوبارہ پیدا ہو گے۔

علامہ ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں

ماخذ ۱: والثالث اجعلوا سجودکم خالصا للہ تعالیٰ دون غیرہ۔ قالہ الربیع بن انس۔ زاد المسیر ص۱۸۵ ج۳۔

ترجمہ: تیسرا قول یہ ہے کہ اپنے تمامی سجدوں کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کیا کرو، نہ اس کے غیر کے لیے۔ ربیع بن انس کا یہی قول ہے۔

امام ابن جریرؒ لکھتے ہیں:

ماخذ ع۲: وقال آخرون بل عنى بذلك واجعلوا سجودكم لله خالصا دون ماسواه من الآلهة والانداد

ابن جریر ص۱۵۵ ج ۸

ترجمہ: دوسرے مفسرین فرماتے ہیں بلکہ مراد خداوندی اس آیت سے یہ ہے کہ اپنے سجدوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر دو نہ ان معبودوں اور شریکوں کے لیے جو اس کے سوا ہیں۔

امام طبریؒ اس معنیٰ کو حضرت ربیع بن انسؓ سے اپنی سند کے ساتھ نقل کر کے یوں محاکمہ لکھتے ہیں:

ماخذ ع۳: واولى هذين التاويلين بتاويل الآية ماقاله الربيع. ابن جرير ص۱۵۶ ج ۸.

ترجمہ: آیت کی ان تاویلوں سے بہتر تاویل وہی ہے جو حضرت ربیع نے فرمائی ہے۔

آیت سوم: مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ - پ۳ - آل عمران - ع ۸ .

ترجمہ: کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ اُسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ لیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ اس لیے کہ تم اللہ کی کتاب سکھاتے ہو اور اس واسطے کہ تم پڑھتے ہو۔

بعض صحابہؓ نے آپؐ سے آپؐ کے لیے سجدہ تحیہ کی اجازت مانگی تو اس سے اوّلاً خود حضور علیہ السلام نے منع فرمایا اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اسی آیت کو نازل فرما کر سجدہ تحیہ نبویہ صلعم سے منع فرما دیا۔

سوال ع۱: ممکن ہے کہ صحابہؓ نے آپؐ سے آپؐ کے لیے سجدۂ عبادت کی اجازت مانگی ہو اور آیت میں اسی کی ممانعت نازل ہوئی ہو؟

الجواب: یہ بالکل باطل اور مردود ہے اس لیے کہ سجدۂ عبادت ہر دین میں غیر اللہ تعالیٰ کے لیے شرک ہے اور صحابہؓ شرک سے تائب ہونے کے بعد شرک کی اجازت کیسے مانگ سکتے تھے جبکہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی نفی میں سجدۂ عبادت کی نفی معلوم کر چکے تھے۔

خلاصہ یہ کہ وہ حضرات سجدۂ تحیہ کی اجازت مانگ رہے تھے، نہ سجدۂ عبادت کی۔

بیانِ حدیث

اجمال: ہر ماسوی اللہ تعالیٰ کے لیے سجدۂ تحیہ کی حرمت پر شریعت مقدسہ میں احادیث متواترہ آچکی ہیں۔ چنانچہ شاہ عبد العزیز لکھتے ہیں:

ماخذ علہ: و در شریعت ما ایں طریق ہم فیما بین مخلوقات حرام و ممنوع است بدلیل احادیثِ متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ۔ تفسیر عزیزی ص۱۷۷ ج ۱۔

ترجمہ: اور ہماری شریعت میں یہ طریق (سجدہ تحیہ والا) بھی مخلوقات کے درمیان حرام اور ممنوع ہے۔ اس حُرمت کی دلیل وہ احادیث متواترہ ہیں جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں۔

فائدہ: مُحدّثِ وقت حضرت شاہ صاحبؒ کے کلام سے اجمالاً ثابت ہوا کہ سجدہ تحیہ کی حرمت پر احادیثِ متواترہ ثابت ہیں لیکن اس کی قدرے تفصیل عرض کی جاتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ تاکہ کسی غبی یا غوی کو رخنہ اندازی کا موقع نہ ملے۔

اوّلاً وہ احادیث ہوں گی جو ہر ماسوی اللہ کے لیے سجدہ کی

ممانعت پر دلالت کرتی ہیں۔

ثانیاً وہ احادیث جو صرف قبور کے سجدہ کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں۔

۸

قدرے تفصیل، احادیثِ عامہ

امام ترمذی لکھتے ہیں:

ماخذ علہ: عن ابی ھریرة[1] عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو کنت آمر احدا ان یسجد لاحد لامرت المرءة ان تسجد لزوجها وفی الباب عن معاذ[2] بن جبل وسراقة[3] بن مالک بن جعشم وعائشة[4] وابن عباس[5] وعبد[6] اللہ ابن ابی اوفی و طلق[7] بن علی وام سلمة[8] و انس[9] و ابن عمر[10]، حدیث ابی ھریرة حدیث حسن۔ ترمذی ص۱۳۸ ج ۱۔

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں (خدا کے علاوہ) کسی کو کسی اور کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اس باب میں معاذ بن جبل، سراقہ بن مالک بن جعشم، عائشہ، ابن عباس، عبد اللہ بن اوفی، طلق بن علی، ام سلمہ، انس اور ابنِ عمر سے روایات مذکور ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) حدیث ابی ہریرہؓ حسن ہے۔

راوی نمبر ۱۱ ثعلبہ بن ابی مالک۔ مخرج ابو نعیم نقل از خصائص کبریٰ ص۵۷ ج ۲

راوی نمبر ۱۲ یعلی بن مرۃ مخرج ابونعیم وطبرانی نقل از خصائص کبری ص ۵۷/۲

" ۱۳ قیس بن سعد " ابوداؤد ص ۲۹۱/۱

" ۱۴ عصمۃ " طبرانی نقل از نیل الاوطار شوکانی ص ۲۲۱/۱

" ۱۵ بریدہ " مستدرک حاکم " کنز العمال ص ۲۳۶/۲۱

" ۱۶ جابر بن عبداللہ " صحیح عبد بن حمید " " ص ۲۴۰/۲۱

" ۱۷ زید بن ارقم " طبرانی " " "

" ۱۸ عبداللہ بن مسعود " طبرانی اوسط والکبیر، مجمع الزوائد ص ۹/۹

" ۱۹ صہیب " طبرانی " نوادر النوادر ص ۲۰۸/۱

" ۲۰ عقبہ بن مالک " " " "

" ۲۱ غیلان بن سلمہ " " " "

خلاصہ یہ کہ ہماری ناقص تلاش کے موافق یہ حدیث اکیس صحابہؓ سے مروی ہے۔

فائدہ: اب صرف وہ حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جو بالخصوص قبر کے سجدہ کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں خواہ سجدہ عبادت کا ہو یا تحیہ کا سجدہ، قبر کو ہو یا قبر کی طرف ہو۔

احادیثِ خاصہ: یہ دو قسم ہیں۔ قسم اول وہ جو صرف بزرگوں کے مزارات کے سجدہ کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں۔

حدیث علہ: عن علی بن ابی طالب قال قال لی

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی مات فیہ ائذن للناس علی فأذنت قال لعن اللہ قوما اتخذوا قبور انبیاءھم مسجدا ثم اغمی علیہ فلما افاق قال یا علی ائذن للناس علی فاذنت للناس علیہ فقال لعن اللہ قوما اتخذوا قبور انبیاءھم مسجدا ثم اغمی علیہ فلما افاق قال یا علی ائذن للناس فاذنت لھم فقال لعن اللہ قوما اتخذوا قبور انبیاءھم مسجدا ثم اغمی علیہ فلما افاق قال یا علی ائذن للناس فاذنت لھم فقال لعن اللہ قوما اتخذوا قبور انبیاءھم مسجدا ثلاثا فی مرض موتہ۔ رواہ البزار۔ مجمع الزوائد ص ۲۸ ج ۲۔

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے مرض میں مجھ سے فرمایا کہ لوگوں کو ہمارے پاس حاضر ہونے کا حکم دو۔ میں نے حکم دیا۔ جب لوگ حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ہر اس قوم پر جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا۔ پھر حضورؐ پر غشی طاری ہوئی جب افاقہ ہوا تو فرمایا اے علیؓ لوگوں کو اذن دو، میں نے اذن دیا فرمایا اللہ کی لعنت ہے اس قوم پر جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔ یہ تین بار ایسا ہی ہوا۔

حدیث ۲ : وعن عبد اللہ یعنی ابن مسعود قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من شرار الناس من تدرکھم الساعۃ وھم احیاء و من یتخذ القبور مساجد ۔ رواہ طبرانی فی الکبیر و اسنادہٗ حسن ۔ مجمع الزوائد ص۲۷ ج ۲ ۔

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ سنا میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے سب لوگوں سے بدتر وہ لوگ ہیں جن کے جیتے جی قیامت قائم ہوگی اور وہ لوگ کہ قبروں کو سجدہ گاہیں بناتے ہیں۔

حدیث ۳ : عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد متفق علیہ ۔ مشکوٰۃ ص۶۹ ج ۱ ۔ قالت فلولا ذلک ابرز قبرہ غیر انہ خشی ان یتخذ مسجدا ۔ مسلم ص۲۰۱ ج ۱ ۔

ترجمہ :۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں فرمایا جس سے اٹھے نہیں تھے کہ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

حدیث ۴ : وعن جندب قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یموت بخمس وھو یقول الا و ان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیاءھم و صالحیھم مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد انی انھاکم عن ذلک ۔ مسلم شریف ص۲۰۱ ج ۱ ۔

ترجمہ : حضرت جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے پانچ روز قبل سنا آپؐ نے فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ کہ تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجد (اور سجدہ گاہ) بنالیتے تھے ۔ خبردار! تم قبروں کو مسجد نہ بنانا! میں تم کو اس سے روکتا ہوں ۔

حدیث ۵ : عن ابن عباس قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج ۔ حدیث حسن ۔ ترمذی ص۴۳ ج ۱

ترجمہ : حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور اُن پر جو قبروں پر مسجد بناتے ہیں اور چراغ جلا کر بیٹھتے ہیں۔

راوی نمبر ۶ اسامۃ بن زیدؓ مخرج احمد و الطبرانی فی الکبیر نقل از مجمع الزوائد ص۲۸ ج ۲

راوی نمبر ۷ زید بن ثابتؓ مخرج طبرانی کبیر رجالہ موثقون

نقل از مجمع الزوائد صـ۲۸ ج ۲۔

راوی نمبر ۸ ابی عبیدۃ بن الجراحؓ مخرج بزار رجالہٗ موثقون نقل از مجمع الزوائد صـ۲۹ ج ۲

راوی نمبر ۹ ابی سعید الخدریؓ مخرج بزار نقل از مجمع الزوائد صـ۲۹ ج ۲

راوی نمبر ۱۰ جابر بن عبد اللہؓ مخرج ابن عدی نقل از نیل الاوطار صـ۱۴۰ ج ۲

راوی نمبر ۱۱ ابوہریرہؓ مخرج مسلم صـ۲۰۱ ج ۱

حدیث ۶ : عن عائشة ان ام حبيبة[12] وام سلمة[13] ذكرتا كنيسة رأينها بالحبشة فيها تصاوير لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اولئك اذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجدا وصوروا فيه تلك الصور اولئك شرار الخلق عند الله عزوجل الى يوم القيامة۔ مسلم صـ۲۰۱

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ وام سلمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس گرجا کا ذکر کیا جو حبشہ میں دیکھ کر آئی تھیں اور اس میں نبی کی تصویریں تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں میں جب کوئی صالح بندہ مرجاتا تھا تو اس کی قبر کے پاس سجدہ گاہ بنا کر اس میں یہ تصویریں بنادیتے تھے ایسے ہی لوگ تاقیامت عند اللہ تمام مخلوق سے زیادہ برے ہیں۔

حدیث ۷ : عن ابی مرثد[14] الغنوی قال قال رسول

الله صلى الله عليه وسلم لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا اليها۔ مسلم صـ۳۱۲ ج ۱۔

ترجمہ : حضرت ابی مرثد غنویؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو۔

حدیث ۸ : عن انس بن مالك قال رآنی عمر بن الخطاب وانا اصلی عند قبر فجعل يقول القبر قال فحسبته يقول القمر قال فجعلت ارفع رأسی الى السماء فأنظر فقال انما اقول القبر لا تصل اليه قال ثابت فكان انس بن مالك يأخذ بيدی اذا اراد ان يصلی فيتنحى عن القبور۔ مصنف عبد الرزاق صـ۴۰۴ ج ۱

ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے مجھے قبر کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو بولے قبر قبر، میں سمجھا کہ قمر قمر کہہ رہے ہیں تو میں نے آسمان کی منہ اٹھا کر دیکھا تو فرمانے لگے، ارے میں تو قبر کہہ رہا ہوں۔ قبر کی طرف منہ کرکے نماز نہ پڑھو۔ حضرت ثابت کا بیان ہے کہ حضرت انس جب نماز پڑھنے لگتے تھے تو میرا ہاتھ پکڑ کر قبروں سے ایک طرف ہوجاتے تھے۔

حدیث ۹ : عن انس[15] بن مالك ان النبی صلى الله عليه وسلم نهى ان يصلى بين القبور۔ صحيح ابن حبان صـ۱۵۴ ج ۳

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے درمیان نماز پڑھنے سے روک دیا۔

خلاصہ: یہ کہ یہ روایت ۱۵ صحابہؓ سے مروی ہے۔

احادیث خاصہ قسم دوم جو مطلقاً قبروں کے سجدہ کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں۔

حدیث علہ: وعن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال الارض کلها مسجد الا المقبرة والحمام رواه الخمسة الا النسائی۔ نیل الاوطار ص۱۳۷ ج ۲

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین ساری مسجد ہے سوا قبرستان اور حمام کے۔

علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں۔

ماخذ علہ: والحدیث صححه الحاکم فی المستدرک وابن حزم الظاهری واشار ابن دقیق العید فی الامام الی صحته نیل الاوطار ص۱۳۷ ج ۲

ترجمہ: اور اس حدیث کو حاکمؒ نے مستدرک میں صحیح کہا ہے اور ابن حزم ظاہری نے صحیح کہا ہے اور ابن دقیق العید نے امام میں اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

راوی نمبر ۲ حضرت جابرؓ۔

" ۳ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ۔

راوی نمبر ۴ حضرت عمران بن الحصینؓ

" ۵ حضرت معقل بن یسارؓ

" ۶ حضرت انس بن مالکؓ۔

مخرج ابن عدی فی الکامل۔ نقل از نیل الاوطار ص۱۳۷ ج ۳

راوی نمبر ۷ حضرت علیؓ مخرج ابوداؤد ص۷۰ ج ۱

" ۸ حضرت ابوسعید خدریؓ مخرج ابن ماجہ ص۵۴

" ۹ حضرت عبداللہ بن عمرؓ " " "

" ۱۰ حضرت عمر بن الخطابؓ " " "

خلاصہ یہ کہ یہ روایت دس صحابہ سے مروی ہے۔

علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ علہ: قال ابن حزم احادیث النهی عن الصلوٰة الی القبور والصلوٰة فی المقبرة احادیث متواترة لا یسع احدا ترکها۔ نیل الاوطار ص۱۳۷ ج ۲

ترجمہ: حافظ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ قبروں کی طرف نماز پڑھنی اور قبرستان میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی احادیث تو متواترہ ہیں، کسی شخص کو اس کا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اگر احادیث عامہ اور خاصہ دونوں کو ملایا جائے تو کل تعداد ۴۶ چھیالیس بنتی ہے۔ اگر علیحدہ علیحدہ شمار کرو تو عامہ کی تعداد ۲۱، اور خاصہ قسم اول کی ۱۵، اور خاصہ قسم دوم کی ۱۰ بنیں گی۔

محدثین رحؒ کے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ جو حدیث دس صحابہؓ سے مروی ہو وہ متواتر ہے ۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

ماخذ علہ: قال الاصطخری اقله عشرة وهو المختار ۔ تدریب الراوی ص۳۷۱

ترجمہ: علامہ اصطخریؒ فرماتے ہیں کہ اقل درجہ اس کا دس راوی ہیں اور یہی قول مختار ہے۔

تو بناءً علیہ یہ حدیث بلاریب متواتر بنے گی کیونکہ یہ تو ۴۶ چھیالیس صحابہؓ سے منقول ہے۔

سجدہ تعظیمی کفر ہے

مولوی احمد رضا کا فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرمت سجدہ تعظیم

مصنفہ

اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ

نوری بک ڈپو لاہور

قرآن کریم نے ثابت فرمایا کہ سجدۂ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی۔ صحابہ کرام نے حضور سے سجدۂ تحیت کی اجازت چاہی، اس پر ارشاد ہوا کیا تمہیں کفر کا حکم دیں؛ معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسی قبیح چیز ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا؛ جب خود حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے لئے سجدۂ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا ذکر ہی کیا وَاللّٰہُ الْہَادِیْ ۔

فصل دوم چالیس حدیثوں سے تحریم سجدۂ تحیۃ کا ثبوت

حدیث میں چہل حدیث کی بہت فضیلت آئی ہے؛ ائمہ و علماء نے رنگ رنگ کی چہل حدیثیں لکھی ہیں، ہم بتوفیقہ تعالے یہاں غیر خدا کو سجدہ حرام ہونے کی چہل حدیث لکھتے ہیں، یہ حدیثیں دو نوع ہیں:-

نوعِ اوّل، سجدۂ غیر کی مطلقاً ممانعت ۔

حدیث اوّل، جامع ترمذی و صحیح ابن حبان و صحیح مستدرک و مسند بزار و سنن بیہقی میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے ہے قَالَ جَاءَتْ اِمْرَأَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَی الزَّوْجَۃِ؟ قَالَ لَوْ کَانَ یَنْبَغِیْ لِبَشَرٍ اَنْ یَّسْجُدَ لِبَشَرٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِہَا اِذَا دَخَلَ عَلَیْہَا لِمَا فَضَّلَہُ اللّٰہُ عَلَیْہَا ھٰذَا لَفْظُ الْبَزَّارِ وَالْحَاکِمِ وَالْبَیْہَقِیِّ وَعِنْدَ التِّرْمِذِیِّ الْمَرْفُوْعُ مِنْہُ بِلَفْظِ لَوْ کُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِہَا؛ ایک عورت نے بارگاہِ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ شوہر کا عورت پر کیا حق ہے؟ فرمایا اگر کسی بشر کو لائق ہوتا کہ دوسرے بشر کو سجدہ کرے، تو میں عورت کو فرماتا کہ جب شوہر گھر میں آئے تو اُسے سجدہ کرے ص۱۴۱۵

حدیث چہار دہم: حاکم صحیح و مستدرک میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالے عنہ راوی اِنَّہٗ اَتَی الشَّامَ فَرَاَی النَّصَارٰی یَسْجُدُوْنَ لِاَسَاقِفَتِہِمْ وَرُہْبَانِہِمْ وَرَاَی الْیَہُوْدَ یَسْجُدُوْنَ لِاَحْبَارِہِمْ وَرَبَّانِیِّہِمْ فَقَالَ لِاَیِّ شَیْءٍ تَفْعَلُوْنَ ھٰذَا؟ قَالُوْا تَحِیَّۃٌ لِاَنْبِیَائِہِمْ قُلْتُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَصْنَعَ بِنَبِیِّنَا۔ فَقَالَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہُمْ کَذَبُوْا عَلٰی اَنْبِیَائِہِمْ کَمَا حَرَّفُوْا کِتَابَہُمْ۔ لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِہَا مِنْ عُظْمِ حَقِّہٖ عَلَیْہَا ۔ وہ شام کو گئے، دیکھا کہ نصاریٰ اپنے پادریوں اور فقیروں کو سجدہ کرتے ہیں اور یہود اپنے عالموں اور عابدوں کو، اُن سے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو؟ تو بولے یہ انبیاء کی تحیت ہے، معاذ فرماتے ہیں میں نے کہا تو ہمیں زیادہ سزاوار ہے کہ ہم اپنے نبی کو سجدہ کریں، رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنے انبیاء پر بہتان کرتے ہیں جیسے انہوں نے اپنی کتاب بدل دی ہے، میں اگر کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم فرماتا تو شوہر کے عظیم حق کے سبب عورت کو سجدہ کرنے کا حکم فرماتا، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے ۔

حدیث پانز دہم: امام احمد مسند میں اور ابو بکر بن ابی شیبہ مصنف اور طبرانی کبیر، معاذ رضی اللہ تعالے عنہ راوی اَنَّہٗ لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْیَمَنِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ: رَاَیْتُ رِجَالًا بِالْیَمَنِ یَسْجُدُ بَعْضُہُمْ لِبَعْضٍ اَفَلَا نَسْجُدُ لَکَ۔ قَالَ لَوْ کُنْتُ اٰمِرًا بَشَرًا یَسْجُدُ لِبَشَرٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِہَا؛ وہ جب یمن سے واپس آئے تو عرض کی یا رسول اللہ: میں نے یمن میں لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے کو وہ سجدہ کرتے ہیں، تو کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں؟ فرمایا اگر میں کسی بشر کو بشر کے لئے سجدے کا حکم دیتا، تو عورت کو سجدۂ شوہر کا

حدیث سی و چہارم: امام احمد و طبرانی بسند جید عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ

وسلم نے فرمایا اِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِکُھُمُ السَّاعَۃُ وَ ھُمْ اَحْیَاءٌ وَ مَنْ یَّتَّخِذُ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ؛ بے شک سب لوگوں سے بدتروں میں وہ لوگ ہیں جن کے جیتے جی قیامت قائم ہوگی اور وہ لوگ کہ قبروں کو جائے سجود ٹھہراتے ہیں ۔ صـ۲۶، ۲۷

(نوع دوم) قبر کی طرف سجدہ کرنے کی ممانعت :۔

حدیث بست و چہارم: امام احمد و امام مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و امام طحاوی ابو مرثد غنوی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا تُصَلُّوْا اِلَی الْقُبُوْرِ وَ لَا تَجْلِسُوْا عَلَیْھَا؛ قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو ۔

حدیث بست و پنجم: طبرانی معجم کبیر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُصَلُّوْا اِلٰی قَبْرٍ وَ لَا تُصَلُّوْا عَلٰی قَبْرٍ؛ نہ قبر کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو اور نہ قبر پر نماز پڑھو، تیسیر میں ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے ۔

حدیث بست و ششم: صحیح ابن حبان میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوۃِ اِلَی الْقُبُوْرِ، قبروں کی طرف (منہ کرکے) نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے منع فرمایا، علامہ مناوی نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے ۔

حدیث بست و ہفتم: ابو الفرج کتاب العلل میں بطریق رشدین بن کریب عن ابیہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا اَلَا لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدٌ اِلٰی اَحَدٍ وَ لَا اِلٰی قَبْرٍ؛ خبردار ہرگز نہ کوئی کسی آدمی کی طرف نماز میں منہ کرے اور نہ کسی قبر کی طرف ۔

حدیث بست و نہم: احمد بخاری مسلم نسائی ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے راوی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ اُدْخُلُوْا عَلَیَّ اَصْحَابِیْ فَدَخَلُوْا عَلَیْہِ وَ ھُوَ مُتَقَنِّعٌ بِبُرْدٍ مَعَافِرِیٍّ فَکَشَفَ الْقِنَاعَ ثُمَّ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مرض وفات شریف میں فرمایا کہ میرے اصحاب کو میرے حضور لاؤ، حاضر ہوئے، حضور نے روئے انور سے کپڑا ہٹاکر فرمایا یہود و نصارٰے پر اللہ تعالٰے کی لعنت، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبریں محل سجدہ قرار دے لیں ۔ صـ۳۰، ۳۱

فصل سوم

ڈیڑھ سو نصوص فقہ سے سجدۂ تحیت حرام ہونے کا ثبوت

(۴) فتح المعین للعلامۃ السید ابی السعود الازہری جلد اول صـ۲۹۰
اَلتَّوَاضُعُ نِھَایَۃٌ تُوْجَدُ فِی السُّجُوْدِ وَ لِھٰذَا لَوْ سَجَدَ لِغَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی یَکْفُرُ: تواضع کا ختم سجدے پر ہے، اس لئے غیر خدا کو سجدہ کفر ہے ۔

نص (۵) کفایہ شعبی سے اِذَا سَجَدَ لِغَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی یَکْفُرُ لِاَنَّ وَضْعَ الْجَبْھَۃِ عَلَی الْاَرْضِ لَا یَجُوْزُ اِلَّا لِلّٰہِ تَعَالٰی: غیر خدا کو سجدہ کرے تو کافر ہے، کہ زمین پر پیشانی رکھنا دوسرے کے لئے جائز نہیں ۔

نص (۶) مبسوط امام جلیل شمس الائمہ سرخسی ۔

نص (۷) اس سے جامع الرموز صـ۵۳۵ مَنْ سَجَدَ لِغَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی وَجْہِ التَّعْظِیْمِ کَفَرَ، غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی کرنے والا کافر ہے ۔

نص (۸) منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر ص۲۳۷ ۔

اقول: وَضْعُ الْجَبِیْنِ اَقْبَحُ مِنْ وَضْعِ الْخَدِّ فَیَنْبَغِیْ اَنْ لَّا یَکْفُرَ اِلَّا بِوَضْعِ الْجَبِیْنِ دُوْنَ غَیْرِہٖ لِاَنَّ ہٰذِہٖ سَجْدَۃٌ مُخْتَصَّۃٌ لِلّٰہِ تَعَالٰی: میں کہتا ہوں کہ زمین پر ماتھا رکھنا رخسارہ رکھنے سے بھی بدتر ہے تو چاہئے کہ اسی میں کفر ہو۔ نہ اور میں کہ یہ سجدہ ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے

نص (۱۰) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد ۲ ص۳۲۰ ، دونوں فتاوے ظہیریہ سے
نص (۱۱) رد المحتار علامہ شامی جلد ۵ ص۳۰۸ جامع الرموز سے یَکْفُرُ بِالسَّجْدَۃِ مُطْلَقًا: غیر خدا کو سجدے سے مطلقاً کافر ہو جائیگا ۔
نص (۱۲) غایۃ البیان علامہ اتقانی قلمی کتاب الکراہیۃ قبیل فصل من البیع اَمَّا السُّجُوْدُ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَھُوَ کُفْرٌ اِذَا کَانَ مِنْ غَیْرِ اِکْرَاہٍ
غیر خدا کو بلا اکراہ سجدہ کفر ہے ۔
نص (۱۳) منح الروض ص۲۳۵ وَلَوْ سَجَدَ بِغَیْرِ الْاِکْرَاہِ یَکْفُرُ عِنْدَھُمْ بِلَا خِلَافٍ: اگر بلا اکراہ سجدہ کیا تو باتفاق علماء کافر ہو جائیگا

ص۳۵

اقول: ان دس عبارات نے روشن کیا کہ غیر خدا کو سجدۂ تحیت شراب پینے اور سور کھانے سے بدتر ہے۔

نص (۵۹) علمگیریہ جلد ۵ ص۳۶۹ ۔ نص (۶۰) فتاوی غرائب سے لَا یَجُوْزُ السُّجُوْدُ اِلَّا لِلّٰہِ تَعَالٰی، سجدہ غیر خدا کے لئے جائز نہیں ۔
نص (۶۱) اکلیل امام جلیل خاتم الحفاظ سے فصل اول میں گزرا

فِیْہِ تَحْرِیْمُ السُّجُوْدِ لِغَیْرِ اللہِ تَعَالٰی: اس آیت سے ثابت ہوا، کہ غیر خدا کے لئے سجدہ حرام ہے ۔ نص (۶۲) نصاب الاحتساب باب ۴۹ ۔ نص (۶۳) ایک تابعی جلیل سے کہ اکابر تابعین طبقہ اولے خلافت فاروقی کے مجاہدین سے تھے اِنَّ السُّجُوْدَ فِیْ دِیْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ اِلَّا لِلّٰہِ تَعَالٰی: بے شک محمد صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے دین میں اللہ عزوجل کے سواء

سجدہ کسی کے لئے حلال نہیں ۔ نص (۶۴) طریقہ محمدیہ قلمی نوع سیزدہم آفات قلب میں تذلل کو حرام بتا کر فرمایا وَمِنْہُ السُّجُوْدُ وَالرُّکُوْعُ وَالْاِنْحِنَاءُ لِلْکُبَرَاءِ عِنْدَ الْمُلَاقَاتِ وَالسَّلَامِ وَرَدِّہٖ: اسی حرام فروتنی سے ہے، بزرگوں کو ملتے اور انہیں سلام کرتے یا جواب دیتے وقت انہیں سجدہ یا ان کے لئے رکوع کرنا یا قریب رکوع تک جھکنا ۔ نص (۶۵) منح الروض ص۲۲۷ اَلسَّجْدَۃُ حَرَامٌ لِغَیْرِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی: غیر خدائے سبحانہٗ و تعالے سجدہ حرام ہے ۔
نص (۶۶) روضہ امام اجل ابو زکریا نووی ۔ نص (۶۷) پھر امام ابن حجر مکی کی اعلام بقواطع الاسلام ص۱۳ مَا یَفْعَلُہٗ کَثِیْرُوْنَ مِنَ الْجَہَلَۃِ الظَّالِمِیْنَ مِنَ السُّجُوْدِ بَیْنَ یَدَیِ الْمَشَائِخِ فَاِنَّ ذٰلِکَ حَرَامٌ قَطْعًا بِکُلِّ حَالٍ سَوَاءٌ کَانَ لِلْقِبْلَۃِ اَوْ لِغَیْرِھَا وَسَوَاءٌ قَصَدَ السُّجُوْدَ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَوْ غَفَلَ وَفِیْ بَعْضِ صُوَرِہٖ مَا یَقْتَضِی الْکُفْرَ عَافَانَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ ذٰلِکَ: وہ جو بہت ظالم جاہل پیروں کو سجدہ کرتے ہیں، یہ ہر حال میں حرام قطعی ہے، چاہے قبلہ کی جانب ہو یا اور طرف، اور چاہے خدا کو سجدہ کی نیت کرے یا اس نیت سے غافل ہو، پھر اس کی بعض صورتیں تو مقتضی کفر ہیں، اللہ تعالے ہمیں اس سے پناہ دے۔ آمین ۔ ص۴۴، ۴۵

(۱۴۲) اب شرائع سابقہ اور نسخ اور قطعی و ظنی کا سب جھگڑا خود ہی چکا دیا، اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرما چکا اَیْنَمَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ: تم جہاں کہیں ہو کعبہ ہی کو منہ کرو، تو جس طرح اس آیت سے بیت المقدس کا قبلہ منسوخ ہو گیا، اور جو اس طرف نماز کا قصد کرے، مستحق جہنم ہے؛ یوں ہی آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کے یہاں جو معظمین دین کو سمت بنانا تھا وہ بھی بعینہٖ اسی آیت سے منسوخ ہو گیا، اور مشائخ و مزارات کو سمت بنانے والا حکم الٰہی کا مخالف و مستحق نار ہو گیا، جیسے

کوئی بہن سے نکاح کرے، اس سند سے کہ شریعت آدم علیہ الصلوٰۃ و السلام میں جائز تھا، واقعی علےٰ نفسھا تجنی براقش ۔
(۱۴۳) اب وہ بیہودہ قیاس کہ "کیا پتھروں کا بنا ہوا کعبہ الخ" خود ہی مردود ہو گیا، نص قطعی کے مقابل قیاس کار ابلیس ہے، کہ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ ۔

غرض اول تا آخر تحریر بکر شاہد، اور خود ہر شخص آگاہ کہ غیر خدا کو سجدہ کرنے میں کلام ہے، نہ کہ غیر کی طرف: کعبہ کی طرف ہر مسلمان سجدہ کرتا ہے، اور کعبہ کو سجدہ کرے تو کافر ۔ صلحا

نص (۶۹) غایۃ البیان قلمی شرح ہدایہ للعلامۃ الاتقانی محل مذکور بحث سجدہ میں ہے: وَ مَا یَفْعَلُہٗ بَعْضُ الْجُھَّالِ مِنَ الصُّوْفِیَّۃِ بَیْنَ یَدَیْ شُیُوْخِھِمْ حَرَامٌ مَحْضٌ اَقْبَحُ الْبِدَعِ فَیُنْھَوْنَ عَنْ ذٰلِکَ لَا مَحَالَۃَ: سجدہ کہ بعض جاہل صوفی اپنے پیر کے سامنے کرتے ہیں نرا حرام ہے اور سب سے بدتر بدعت ہے۔ وہ جبراً اس سے باز رکھے جائیں ۔
نص (۷۰) وجیز امام حافظ الدین محمد بن محمد کردری جلد ۲ ص ۳۴۳
وَ بِھٰذَا عُلِمَ اَنَّ مَا یَفْعَلُہُ الْجَھَلَۃُ بِطَوَاغِیْتِھِمْ وَ یُسَمُّوْنَہٗ پائے گاہ کُفْرٌ عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَائِخِ وَ کَبِیْرَۃٌ عِنْدَ الْکُلِّ فَلَوِ اعْتَقَدَھَا مُبَاحَۃً لِشَیْخِہٖ فَھُوَ کَافِرٌ۔ وَ اِنْ اَمَرَہٗ شَیْخُہٗ بِہٖ وَ رَضِیَ بِہٖ مُسْتَحْسِنًا لَہٗ فَالشَّیْخُ النَّجْدِیُّ اَیْضًا کَافِرٌ اِنْ کَانَ قَدْ اَسْلَمَ فِیْ عُمْرِہٖ: یہاں سے معلوم ہوا کہ سجدہ کہ جہال اپنے سرکش پیروں کو کرتے ہیں اور اسے پائے گاہ کہتے ہیں، بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے۔ اور گناہ کبیرہ تو بالاجماع ہے، پس اگر اسے اپنے پیر کے لئے جائز جانے تو کافر ہے۔ اور اگر اس کے پیر نے اسے سجدہ کا حکم کیا۔ اور اسے پسند کرکے اس پر راضی ہوا، تو وہ شیخ نجدی خود بھی کافر ہوا۔ اگر کبھی وہ مسلمان تھا بھی ۔

اقولُ، یعنے ایسے متکبر خدا فراموش خود پسند اپنے لئے سجدے کے خواہشمند غالباً شرع سے آزاد بے قید و بند ہوتے ہیں، یوں تو آپ ہی کافر ہیں، اور اگر کبھی ایسے نہ بھی تھے۔ تو حرام قطعی یقینی اجماعی کو اچھا جان کر اب ہوئے۔ وَ الْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی ؛
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، یہ نفس سجدۂ تحیت کے حکم میں ستر نص ہیں، کہ سجدہ اَللّٰہُ واحد قہار ہی کے لئے ہے، اور اس کے غیر کے لئے مطلقاً کسی نیت سے ہو، حرام حرام حرام۔ کبیرہ کبیرہ کبیرہ، وَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَ بَارَکَ وَ سَلَّمَ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا وَ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ تَعْزِیْزًا وَ تَعْزِیْزًا اٰمِیْن ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا
صفتِ باری تعالیٰ ہے
غیر کو شریک کرنیوالا خارج از اسلام ہے

قرآن وحدیث کا فیصلہ

لوازم و صفات الوہیت

حاضر و ناظر - علم غیب - قدرت واختیار

الوہیت کے لوازم وخصائص اور عبادت کے اصول وقواعد تین ہیں، تین بنیادوں یا ستونوں پر عبادت کی پوری عمارت قائم ہے، چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں اپنے استحقاقِ عبادت کو بیان فرمایا ہے تو انہی صفات کا اثبات فرماکر، اور غیر اللہ کی عبادت، دعا، پکار سے منع فرمایا ہے تو ان سے انہی صفات کی نفی فرماکر، جس میں ان صفات ثلاثہ کا فقدان ہے۔ اس میں عبادت کی صلاحیت کہاں؟ علیٰ ہذا کوئی مشرک کسی کے ساتھ شرک کرتا ہے اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرتا ہے تو اس اعتقاد وشعور اور ایمان ویقین کے ساتھ کہ۔

۱- وہ معبود ہر جگہ حاضر وناظر ہے، جہاں بھی میں اسے پکاروں وہ میری پکار کو سنتا ہے، میری تکلیف کو دیکھتا ہے، اور موقع پر میری مشکل کو حل اور میری حاجت روا کر دیتا ہے، میری ڈوبتی ہوئی کشتی کو کندھا دے کر کنارے لگا دیتا ہے۔

۲- وہ معبود عالم الغیب ہے، یعنی میرے دکھ درد کو جانتا ہے۔ اسے میری مصیبت اور تکلیف کا ——— خواہ وہ کہیں ہے اور میں کہیں ——— خوب علم ہے۔ اسی طرح جو بھی اسے پکارے اس کے حالات ومصائب سے وہ باخبر ہے۔ یعنی کائنات کا ذرہ ذرہ اس پر منکشف ہے۔ اور دنیا کی کوئی بات، جہان کا کوئی راز اس سے مخفی وپوشیدہ نہیں۔ زمین وآسمان کی مخلوقات کے ظاہر وباطن سے وہ بخوبی آگاہ ہے۔

۳- وہ معبود قدرت واختیار رکھتا ہے۔ مالک ومختار اور متصرف فی الامور ہے۔ نفع نقصان کا مالک ہے، میری تکلیف میرا دکھ درد دور کرنے پر قادر ہے۔ اقتدار اعلیٰ کا مالک ہے۔

ہر مشرک بنیادی طور پر یہ تین احساسات وعقائد رکھتا ہے۔

۱- مشرکین سابقین کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رقمطراز ہیں:-

وَقَالُوْا۔ هٰؤُلَاءِ يَسْمَعُوْنَ وَيُبْصِرُوْنَ وَيَشْفَعُوْنَ لِعِبَادِهِمْ وَيُدَبِّرُوْنَ اُمُوْرَهُمْ وَيَنْصُرُوْنَهُمْ

مشرکین کہتے ہیں کہ یہ معبود سنتے ہیں، دیکھتے ہیں۔ اپنے پجاریوں کی سفارش کرتے ہیں۔ ان کے کاموں کا انتظام کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں۔ (ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ، جلد اوّل ص ۱۰۰)

۲- خاتم المفسرین حضرت علامہ آلوسی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:-

وَلَا اَرٰی اَحَدًا مِمَّنْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ اِلَّا وَهُوَ يَعْتَقِدُ اَنَّ الْمَدْعُوَّ الْحَيَّ الْغَائِبَ الْمَيِّتَ الْمَغِيْبَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ اَوْ يَسْمَعُ النِّدَاءَ وَيَقْدِرُ بِالذَّاتِ اَوْ بِالْغَيْرِ عَلٰى جَلْبِ الْخَيْرِ وَدَفْعِ الْاَذٰى اِلَّا لَمَا دَعَاهُ وَلَا فَتَحَ فَاهُ۔

غیر اللہ حضرات اولیاء کو پکارنے والوں میں سے کسی ایک کو بھی میں نے نہیں دیکھا مگر یہ کہ وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ جس کو وہ پکار رہا ہے خواہ وہ زندہ ہے مگر ناموجود یا وفات یافتہ ہے کہیں (دور) غائب وہ غیب کا علم رکھتا ہے یا پکار کو سنتا ہے اور نفع پہنچانے اور (نقصان) یا تکلیف سے بچانے کی طاقت وقدرت رکھتا ہے خواہ ذاتی طور پر اور خواہ عطائی طور پر ——— اگر اس کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو نہ تو یہ اسے پکارتا اور نہ منہ کھولتا۔

۳- خاتم المحدثین حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ) عقائد باطلہ شرکیہ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

وانبیاء و مرسلین علیہم السّلام را لوازم الوہیت از علم غیب وشنیدن فریاد ہر کس در ہر جا وقدرت بر جمیع مقدورات ثابت کند (تفسیر عزیزی پارہ اول)

حضرات انبیاء ومرسلین علیہم السّلام کے لئے لوازم الوہیت ثابت کرے علم غیب اور ہر شخص کی ہر جگہ فریاد سننا اور تمام مقدورات پر قدرت واختیار رکھنا۔

بہر حال الوہیت کے لوازم اور عبادت کے اصول یہی تین ہیں حضور وشہود یعنی ہمہ وقت ہر جگہ حاضر وناظر ہونا، علم غیب اور قدرت واختیار۔

گو اللہ تعالیٰ کے معروف ننانوے ۹۹ اسماء الحسنیٰ میں حاضر اور ناظر دونوں نہیں ہیں لیکن اسماء حسنیٰ میں سے شہید اور بصیر اللہ رب العزت کے دو پاک نام ہیں شہید کے معنیٰ ہیں حاضر اور بصیر کے معنیٰ ہیں ناظر یعنی دیکھنے والا[1]۔

اللہ رب العزت کے لئے ناظر کا لفظ خود لسانِ نبوت سے ثابت ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۔ رواہ الترمذی[2]	دنیا بڑی لذیذ اور سرسبز (دلکش) ہے اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں خلیفہ بنانے والا ہے اور دیکھنے والا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

یہ روایت ترمذی کے علاوہ ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں بھی ہے۔

حیرت ہے کہ اس کے باوجود پاکستان کے "ایک بزرگ" یوں دادِ تحقیق دیتے ہیں۔

"قرآن و حدیث میں کسی جگہ حاضر و ناظر کا لفظ ذات باری تعالیٰ کے لئے وارد نہیں ہوا۔ نہ سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا۔ کوئی شخص قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا کہ صحابہ کرام یا تابعین یا ائمہ مجتہدین نے کبھی اللہ تعالیٰ کے لئے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کیا ہو[3]" ایک اور "محقق عصر" نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور لکھا کہ:۔ "ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے ہر جگہ میں ہونا تو رسولِ خدا ہی کی شان ہے[4]" ایک مقام شرک تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسولِ خدا یا کسی اور کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانا جائے۔ اس مقام پر عہد حاضر کے بعض "بزرگوں" کو قرار نہ آیا تو وہ ایک اور جست لگا کر اس مقام بالا

[1] الشہید، حاضر والبصیر، والبصیر (المنجد) مفردات میں بھی یہی معنیٰ ہیں "لغات القرآن" میں ہے بصیر دیکھنے والا جاننے والا (جلد دوم لفظ بصیر) [2] مشکوٰۃ المصابیح باب الامر بالمعروف۔
[3] تسکین الخواطر صـ۲۔ [4] مجادلۃ الحق وزہوق الباطل، صـ ۱۵۳۔

تک پہنچ گئے کہ خدا حاضر ناظر نہیں۔ خدا کو ہر جگہ حاضر و موجود ماننا بے دینی ہے۔ دین و ایمان کی بات تو یہ ہے کہ حاضر و ناظر اور ہر جگہ ہونا رسولِ خدا ہی کی شان ہے، معاذ اللہ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ!!۔

آیئے! کتاب اللہ میں دیکھیں کہ اللہ رب العزت ہر جگہ حاضر و موجود اور ناظر و بصیر ہیں یا نہیں۔

انداز ۱

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر و موجود ہیں

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ

(بیشک اللہ ہر چیز پر حاضر ہے)

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر ہیں۔
(پارہ ۵ نساء رکوع ۵) (پارہ ۲۲، احزاب ع ۷) ۲ بار

۲۔ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔ (پارہ ۷، آخر مائدہ) ۱ "

۳۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (پارہ ۱۷، حج۔ ع ۲۔ سبا، آخری رکوع[1]) ۵ "

۴۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا (پارہ ۲۲۔ احزاب، رکوع ۶) ۱ "

۵۔ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ (پارہ ۱۱، یونس، ع ۷)	اور آپ (خواہ) کسی حال میں ہوں اور آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور تم جو بھی کام کرتے ہو ہم تمہارے پاس حاضر ہوتے ہیں جب تم اس کام میں معروف ہوتے ہو۔ ۱ بار

یعنی جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم پڑھتے پڑھاتے ہوں یا اس خصوصی و امتیازی صفت و شان کے علاوہ کسی حال میں ہوں یا کوئی شخص کسی کام کو شروع کرے اور اس میں معروف و مشغول ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ علم کے اعتبار

[1] آخر حم السجدہ، و مجادلہ رکوع اول و سورہ بروج باد فی تغیر۔
[2] رقیب نگہبان خبر رکھنے والا۔ نگرانی کرنے والا (لغات القرآن جلد سوم لفظ رقیب)

سے وہاں حاضر و موجود ہوتے ہیں۔

۶۔ وَاللّٰهُ شَهِيدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُونَ (آل عمران ع ۱۰) ۱ بار

۷۔ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُونَ (۱۱ یونس ع ۵) ۱ ″

میزان - ۱۳ بار

انداز ۲

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ

(اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر کسی کے ساتھ ہے)

۱۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (پارہ ۲۷، حدید، رکوع اول) — تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ ۱ بار

۲۔ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (پارہ ۲۸، مجادلہ رکوع ۲) — تین شخصوں کی کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جہاں وہ ان میں چوتھا نہیں ہوتا اور نہ پانچ کی جہاں وہ ان میں چھٹا نہیں ہوتا اور نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ، مگر وہ (ہر حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ لوگ جہاں کہیں ہوں پھر ان کو قیامت کے دن ان کا کیا ان کو بتلائے گا بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

۳۔ يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ (سورہ نساء رکوع ۱۶) — لوگوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپ سکتے، اور وہ ان کے ساتھ ہیں جبکہ وہ رات کو خلاف مرضی الٰہی بات کا مشورہ کرتے ہیں۔ ۱ بار

میزان - ۳ بار

کوئی خفیہ سے خفیہ مجلس و مشورہ ہو، سرگوشی ہو، دن کو ہو یا رات کو اللہ تعالیٰ اپنے علم محیط کے اعتبار سے وہاں موجود ہوتے ہیں۔ اگر تین آدمی خفیہ سرگوشی کرتے ہیں تو چوتھا خدا وہاں موجود ہوتا ہے اگر پانچ آدمی چھپ کر کوئی مشورہ کر رہے ہیں تو ان کے ساتھ چھٹا خدا موجود ہوتا ہے، پھر خواہ تین سے کم، ایک یا دو ہوں یا پانچ سے زیادہ چھ، سات، یا دس، بیس جتنے بھی ہوں۔ اور جہاں کہیں ہوں اور جس حال

میں ہوں اللہ تعالیٰ اپنی صفت علم سے ان کے ساتھ ہے وہ اللہ سے نہیں چھپ سکتے۔

اللہ ناظر و بصیر ہے — انداز ۳

وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ

۱۔ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ۔ — اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والے ہیں (آل عمران ع ۲ و ع ۲، مومن ع ۵)[1] ۳ بار

۲۔ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا۔ (بنی اسرائیل ع ۳ فرقان ع ۲، خاتمۂ فاطر اور فتح ع ۳)[2] ۴ ″

۳۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ[3] پورے قرآن میں ۵ ″

۴۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ[4] ″ ″ ″ ۹ ″

۵۔ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ[5] ″ ″ ۴ ″

۶۔ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ۔ (سورہ ملک آخری رکوع) ۱ ″

۷۔ اَلَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝ (آخر شعراء) ۱ ″

میزان = ۲۷ بار

اللہ سمیع و بصیر ہے

انداز ۴

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا — بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا دیکھنے والا ہے (سورہ نساء ع ۸ و ع ۹)[6] ۲ بار

---

[1] واللہ کی بجائے اِنَّ اللہ ہے۔ [2] الفاظ میں فرق ہے۔

[3] بقرہ رکوع ۱۲ و ۱۳ و ۳۰، حدید ع ۱، حٰم السجدہ ع ۵ بادنیٰ تغیر۔

[4] بقرہ ع ۳۰، ۳۶، آل عمران ع ۱۷، انفال آخری رکوع، حدید رکوع اول، ممتحنہ رکوع اول، تغابن رکوع اول، آخر حجرات، احزاب رکوع ۲ اور سبا ع ۲ ایک دو لفظوں میں فرق ہے۔

[5] بقرہ ع ۱۱، آل عمران ع ۱۷، مائدہ ع ۱۰، انفال ع ۵ بادنیٰ تغیر [6] بادنیٰ تغیر الفاظ۔

۲- اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ۝ (حج ع ۱۰، لقمان ع ۳، مجادلہ ع ۱)[ب] ۴ بار

۳- اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ (مومن ع ۲)[ج] ۴ ″

میزان = ۱۰ بار

اللہ سمیع و قریب ہے بلکہ اقرب ہے

انداز ۔ ۵

اِنَّہٗ سَمِیۡعٌ قَرِیۡبٌ

۱- اِنَّہٗ سَمِیۡعٌ قَرِیۡبٌ ۝ (سبا ع ۶) بیشک وہ سب کچھ سننے والا ہے نزدیک ہے[د] ۱ بار

۲- وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ (۲۶- ق ع ۲)[ہ] ۱ ″

میزان = ۲ بار

اللہ تعالیٰ سمیع و علیم ہیں — انداز ۔ ۶

اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ

۱- اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۝ (بقرہ ع ۱۵، آل عمران ع ۴) ۲ بار

۲- وَ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۝ (بقرہ ع ۱۶، انعام ع ۲، عنکبوت ع ۱ و ع ۶) ۴ ″

۳- اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (بقرہ ع ۲۲، حجرات ع ۱ و بقرہ ع ۲۸[و] و بقرہ ع ۳۲[ز] و اعراف ع ۲۳[ح]) ۵ ″

۴- وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (بقرہ ع ۸، ۲ بقرہ ع ۳۳ آل عمران ع ۴ و ع ۱۲، توبہ ع ۱۲ و ع ۱۳، نور ع ۳ و ۸) ۸ ″

۵- اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ (یوسف ع ۴، شعراء ع ۱۱ دخان ع اول حم السجدہ ع ۵، اور یونس ع ۷[ط] اور مائدہ ع ۱۰)[ی] ۶ ″

۶- وَ کَانَ اللّٰہُ سَمِیۡعًا عَلِیۡمًا ۝ (نساء ع ۲۱) ۱ ″

میزان = ۲۶ بار

[ا] و حج ع ۸ اِنَّ کی جگہ وَ اِنَّ ہے۔ [ب] و بنی اسرائیل ع اول، و مومن ع ۲ و شوریٰ ع ۲ بادنیٰ تغیر۔ [ج] اور ہم انسان کے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ [د] اِنَّ کی جگہ فَاِنَّ ہے۔ [ہ] زبر زیر کا فرق ہے۔ [و] اِنَّ اللّٰہَ کی جگہ اِنَّہٗ ہے۔ [ز] اِنَّہٗ نہیں ہے۔ [ح] اِنَّہٗ کی جگہ واللہ ہے۔

یاد رکھیئے! اور کبھی نہ بھولئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا شہید و بصیر ہونا ہر وقت ہر کسی کے ساتھ ہونا، سمیع و قریب ہونا یہ سب صفتِ علم کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ ذاتِ الٰہی تو جسم و تجسّم سے پاک ہے۔ ذات پاک رب العزت کا تو ادراک ہی انسانی عقل و فہم سے وراء الوراء ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی صفات ہی کے ذریعہ ہے اور اللہ کا ہر جگہ حاضر و موجود ہونا ہر وقت ہر کسی کے ساتھ ہونا ہر کسی کو دیکھنا ہر ایک کی سننا یہ سب صفتِ علم کی بناء پر ہے۔ چنانچہ عموماً ایسی آیات کے ساتھ صفتِ علم مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کی دعا سنتے اور قبول کرتے ہیں

انداز ۔ ۷

اِنَّ رَبِّیۡ قَرِیۡبٌ مُّجِیۡبٌ

۱- وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (سورۂ بقرہ رکوع ۲۳)	اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں۔ تو بیشک میں قریب ہوں، (ہر) پکارنے والے کی پکار کا

جواب دیتا ہوں۔ جبکہ وہ مجھے پکارے۔ ۱ بار

۲- اِنَّ رَبِّیۡ قَرِیۡبٌ مُّجِیۡبٌ ۝ (ہود۔ ع ۶)	بے شک میرا رب قریب ہے، دعا قبول کرنے والا۔ ۱ بار
۳- اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ۝ (آل عمران ع ۴۔ ابراہیم ع ۶[ل])	درحقیقت میرا رب دعا سننے والا ہے۔ ۲ بار

میزان = ۴ بار

خلاصہ قرآن کریم میں ساٹھ اسلوب و انداز کے ساتھ ۹۴[م] بار اللہ تعالیٰ کے حاضر و موجود، ناظر و بصیر، سمیع و بصیر، سمیع و قریب اور قریب و مجیب ہونے کا اثبات فرمایا گیا ہے۔ اور اس انداز و الفاظ میں کسی غیر اللہ کے لئے حاضر و ناظر یا بصیر و قریب اور ہر جگہ ہر وقت ہر کسی کے ساتھ ہونے کا پورے قرآن میں

[ل] اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ہے۔ [م] ۹۴ بار پر حصر نہیں ہے۔ نہ حصر مقصود ہے۔

ایک بار بھی ذکر نہیں ہے۔

سنّتِ رسول | کتاب اللہ کے بعد سنّتِ رسول سے بھی یہی مضمون ثابت اور یہی حقیقت واضح ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہر کسی کے ساتھ اور قریب و اقرب ہیں

۱۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، لوگ زور کی آواز سے تکبیریں کہنے لگے آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

اے لوگو! تم اس کو نہیں پکارتے جو بہرہ اور غائب ہو۔

اَنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا وَّھُوَ مَعَکُمْ وَالَّذِیْ تَدْعُوْنَہٗ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِہٖ۔ [۱] | تم تو اس خدا کو پکارتے ہو جو سُننے والا دیکھنے والا ہے، اور جو تمہارے ساتھ ہے اور تم سے تمہارے اونٹ کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔

سبحان اللہ! اور جنوں آیات قرآنی میں جن صفات ربانی کو واضح فرمایا گیا ہے۔ ایک ہی ارشاد نبویؐ میں ان تمام صفات کو اجمالی طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر کسی کے ساتھ حاضر و موجود ہے (وَھُوَ مَعَکُمْ) قریب و اقرب ہے، اور سوار کے نزدیک و قریب سب چیزوں سے زیادہ اقرب اونٹ گھوڑے وغیرہ سواری کی گردن ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اس سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اور پھر سَمِیْعًا بَصِیْرًا بھی ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر کسی کے ساتھ ہے خواہ کوئی کہیں ہو

۲۔ حضرت عبداللہؓ بن معاویہ عامری روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:۔

فَمَا تَزْکِیَۃُ الْمَرْءِ نَفْسَہٗ یَا رَسُوْلَ اللہِ قَالَ اَنْ یَّعْلَمَ اَنَّ اللہَ مَعَہٗ حَیْثُمَا کَانَ۔ رواہ البزار فی سندہ۔ [۲] | یارسول اللہ! کسی شخص کا اپنے نفس کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا:۔ اس بات کا یقین ہو کہ انسان جس جگہ بھی ہو اللہ اس کے ساتھ ہے

[۱] صحیح بخاری، صحیح مسلم (مشکوٰۃ المصابیح باب ثواب التسبیح) [۲] ترجمان السنۃ جلد دوم حدیث نمبر ۱۰۰

۳۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اَفْضَلَ الْاِیْمَانِ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ اللہَ مَعَکَ حَیْثُمَا کُنْتَ۔ رواہ الطبرانی۔ [۱] | سب سے افضل ایمان یہ ہے کہ تو اس بات کا یقین رکھے کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ہے۔ تو جہاں بھی ہو۔

انسان کے ایمان کا درجۂ کمال اور اس کے تزکیۂ نفس کا انتہا یہ ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ حاضر و موجود یقین کرے۔

اور یہ حضور و شہود کی صفت خاص اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ اور کسی کی نہ یہ صفت ہے نہ شان۔ اور تو اور! محبوب رب العالمین سید المرسلینؐ خود اپنی ذات اقدس کیلئے بھی اس ہر جگہ حاضر و موجود ہونے کی نفی فرما رہے ہیں اور یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص فرما رہے ہیں:۔

۴۔ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کو تشریف لیجاتے وقت فرمایا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ۔ [۲] | اے اللہ تو سفر میں میرا ساتھی ہے اور اہل (وعیال) کا محافظ ہے)

خلاصہ | قرآن کریم کی ۴۰ نصوص کے بعد نصف درجن کے قریب ارشادات رسولؐ ہیں گویا کتاب وسنّت کی کل تو ۴۶ نصوص قطعیہ سے ذات پاک ربّ العزّت کا حاضر و ناظر، سمیع و بصیر ہر جگہ ہر کسی کے ساتھ موجود اور قریب و اقرب ہونے کا اثبات ہے۔

ہر جگہ حاضر و ناظر، سمیع و بصیر اور عالم کل ہونے کی وجہ وعلّت!

سوال یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت جو اس طرح ہر جگہ حاضر و موجود اور ناظر و بصیر

[۱] ترجمان السنۃ، جلد دوم حدیث ۵۰۸
[۲] صحیح مسلم (مشکوٰۃ المصابیح، باب الدعوات فی الاوقات)

یا عالم وخبیر ہیں تو کس لئے؟ اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اپنے حاضر و ناظر اور موجود ہونے یا ہر کسی کے ہر عمل وحرکت پر نگاہ رکھنے ہر مخفی راز، پوشیدہ بھید بلکہ دل کی بات تک سے باعلم وباخبر ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ قیامت کے دن ہم نے حساب جو لینا ہے تو ہم ہر مجرم کو اس کے اعمال کی خبر دیں گے۔ اسے جتلائیں گے کہ تو نے فلاں جگہ فلاں وقت خلوت یا جلوت میں یہ کام کیا تھا۔ یا یہ باہم خفیہ مشورہ کیا تھا۔ یا اپنے دل ودماغ میں یہ منصوبہ تیار کیا تھا۔ تو چونکہ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ۝ (سورۂ نساء رکوع ۱۱) ... (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے) اس لئے اس کا علم کامل اور بسیط ومحیط ہے اور وہ اپنی اسی صفت علم کے اقتدار سے ہر وقت ہر جگہ ہر کسی کے ساتھ موجود وحاضر ہے۔ اس کی تمام حرکات وسکنات اور اس کے تمام افعال واعمال کا ناظر ہے۔ اور قیامت میں اپنے اس وسیع وغیر محدود علم اور اپنے حضور وشہود کی بناء پر ہر شخص سے حساب لے گا۔ اور اسے جزا یا سزا دے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ مقامات پر اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے مثلاً

۱۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِیْنَ وَالنَّصٰرٰی وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اِنَّ اللّٰہَ یَفْصِلُ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ ۝ (حج ع ۲)

بیشک مسلمان اور یہود اور صابئین اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سب کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر حاضر ہے۔

تمام مذاہب اور سب فرقوں کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا، سب کے حالات واعمال وعقائد اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بخوبی واقف وآگاہ ہیں۔ اس لئے وہ سب کو ان کے کردار کے مطابق مناسب ٹھکانے پر پہنچا دیں گے۔

۲۔ عَالِمِ الْغَیْبِ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِکَ وَلَا اَکْبَرُ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝

عالم الغیب اس کے علم سے ذرہ برابر بھی غائب نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر یہ سب کتاب مبین میں

لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ۝ وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۝ (پارہ ۲۲، شروع سبا ع)

موجود ہے، تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انہیں (اچھا) بدلہ دے، ان کے لئے مغفرت اور (جنت میں) عزت کی روزی ہے، اور جنہوں نے ہماری آیتوں کے متعلق ہرانے کی کوشش کی تھی، ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہوگا۔

تو اللہ رب العزت کا علم غیب یا علم کلی بسیط ومحیط اس لئے ہے تاکہ مومنین کو جزائے خیر دے، انہیں جنت عطا فرمائے اور کفار ومشرکین کو سخت سزا دے انہیں جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا کرے۔

علیٰ ہذا قرآن کریم میں بیسیوں مقامات پر بار بار فرمایا۔ مثلاً سورہ انعام میں

۳۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ ۔ سے اپنے لئے علم کلی اور علم بسیط وعلم محیط کا اثبات فرما کر ارشاد فرماتے ہیں ۔

ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُکُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پارہ، انعام ع ۷)

پھر کسی طرف تم کو جانا ہے پھر تم کو بتلا دے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

سورہ توبہ میں فرمایا۔ اور سورہ جمعہ میں بھی!

۴۔ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (پارہ ۱۱، شروع ع)

پھر اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتلا دیگا جو جو کچھ تم کرتے تھے

سورہ توبہ میں پھر فرمایا۔

۵۔ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (توبہ ع)

۶۔ قَدْ یَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ؕ وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُھُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ (پارہ ۱۸۔ خاتمہ۔ سورۂ نور)

بالیقین اللہ تعالیٰ اس حالت کو جانتا ہے جس پر تم ہو، اور جس دن اس کی طرف پھیرے جائیں گے۔ تو وہ ان کو بتلا دیگا جو جو کچھ انہوں نے کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

۷- اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (لقمٰن)

ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (پارہ ۲۳- سورہ زمر- رکوع اول)

۹- یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ (پارہ ۲۸- سورہ مجادلہ- رکوع اول)

خلاصہ

غیب کی کنجیاں اللہ کے پاس ہونے، اس کے عالم الغیب والشہادۃ ہونے بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ہونے، عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہونے اور عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ہونے خلاصہ یہ کہ اس کے عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و موجود ہونے کی اصل یہ ہے کہ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تو اللہ رب العزت کے علم غیب، علم کل، علم بسیط و محیط، علم غیر محدود و غیر متناہی اور حاضر ناظر ہونے کی ایک اصل و بنیاد اور وجہ و علت یہ ہے کہ اللہ رب العزت بندوں کے اعمال و افعال کی تفصیلات و جزئیات سے باخبر ہو کر قیامت کے دن حساب کے وقت انہیں بتلا سکیں۔ کہ تم نے فلاں مقام پر فلاں وقت فلاں کام کیا تھا۔

مقامِ رسولؐ:- اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہر جگہ حاضر و موجود ہیں تو کس لئے؟ آخر آپ کے حاضر ناظر ہونے کی وجہ و ضرورت کیا ہے؟

ظاہر ہے کہ رسول کا منصب حساب لینا نہیں ہے[1] اور رسول کا مقام انذار و تبشیر اور ابلاغ و تبلیغ ہے[2]۔

---

[1] سورہ انعام ع ۳ و ع ۲۰، مائدہ ع ۴، یونس ع ۴، لقمان ع ۲ وغیرہا آیات میں یہی مضمون ہے۔

[2] فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ (پارہ ۲- بقرہ) فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ (آل عمران) مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ (مائدہ) اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (مائدہ) وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ (انعام کہف) فَهَلْ عَلَی الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (نحل) فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (نحل) وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (نور، عنکبوت) وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (یٰس) اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلٰغُ (شوریٰ) فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (تغابن) وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (سورۃ احقاف)

جب حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام کا منصب و مقام لوگوں تک آیات و احکام الٰہی صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ اور جو بھی نبی یا رسول اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجا اللہ کے بندوں کو ڈرانے کے لئے بھیجا یا اہل ایمان کو خوشخبری سنانے کے لئے بھیجا امام الانبیاء و سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ بھی صاف صاف ابلاغ و تبلیغ اور واضح طور پر انذار و تبشیر ہے۔ تو سوال یہ ہے اس منصب و مقام کے پیش نظر آپ کو علم غیب کی کیا ضرورت ہے اور لوگوں تک دین پہنچانے اور انہیں ڈرانے کے لئے عالم الغیب ہونے یا ہر جگہ حاضر ناظر ہونے کی آخر ضرورت کیا ہے؟

ایک مسلمہ اصول

منصب و مقام اور حاجت و ضرورت کے مطابق سامان، اسباب، وسائل، استعداد و اہلیت اور صلاحیت و قابلیت ودیعت کی جاتی ہے۔ ایک سپاہی یا تھانیدار کو گھوڑا یا سائیکل اور رائفل مہیا کی جائے گی، کیونکہ اس نے نظم و امن قائم کرنا اور چوروں، ڈاکوؤں وغیرہ امن دشمن عناصر کا تعاقب کرنا ہے۔ بخلاف اس کے ایک مدرس کو کتاب، قلم، اور تختہ سیاہ فراہم کیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے بچوں کو پڑھانا ہے۔ ایک وکیل کو قانون کی ضخیم کتابوں سے بھرپور ایک عظیم لائبریری کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس نے عدالت کے سامنے ان کی روشنی میں دلائل دینا اور بحث کرنا ہے۔ بخلاف اس کے ایک ڈاکٹر کے ہسپتال میں آلات کے علاوہ ادویہ کی ضرورت ہے کیونکہ اس نے مریضوں کا معائنہ اور علاج معالجہ کرنا ہے۔

ایک زمیندار اور کسان کے کنوئیں اور قطعے پر آپ بیل ہل اور آلاتِ کشاورزی یا آج ٹیوب ویل اور ٹریکٹر موجود پائیں گے کیونکہ اسے اپنی اراضی پر کاشت کاری کے لئے ان کی ضرورت ہے، بخلاف اس کے ایک صنعت کار کی مل میں آپ چاروں طرف مشینوں کی گھن گرج ہزاروں مزدوروں کی کھیپ اور بجلی کی کارفرمائی دیکھیں گے کیونکہ وہاں سوت، کپڑا یا کھانڈ وغیرہ تیار کرنے کے لئے یہ چیزیں لابدی ہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ سکول کے کمرہ میں گھوڑا باندھا اور رائفل رکھی جائے۔ یا وکیل صاحب کے ہاتھ میں نشتر اور مرہم پٹی ہونی چاہیئے۔ یا مثلاً زمیندار کی زمین پر ہزاروں مزدور اور ڈھیروں خام مال ہونا چاہیئے یا کارخانہ اور مل کے اندر ہل اور بیل

مزدور موجود ہوں، تو لازمی طور پر یہ سوال پیدا ہوگا کہ آخر ماسٹر صاحب کو گھوڑے اور رائفل کی، یا وکیل صاحب کو نشتر اور مرہم پٹی کی یا کسان کو ہزاروں مزدوروں یا ڈھیروں خام مال کی اور کارخانہ دار کو بیلوں، ہلوں یا ٹریکٹروں کی آخر ضرورت کیا ہے؟

کتاب وسنّت میں اس اصول کی رعایت

کتاب اللہ، سنّتِ رسولؐ اور شریعت مطہرہ میں بھی اس اصول کی رعایت کی گئی ہے۔ مثلاً:۔

۱۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے قیامت کے متعلق سوال کیا گیا تو ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا:۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ۝ (پارہ ۳۰۔ نازعات)

لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق؟ اس (کے علم کی تعیین) کا مدار صرف آپ کے رب کی طرف ہے۔ اور آپؐ تو صرف ایسے شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو۔

قیامت کب ہوگی، یہ صرف خدا جانتا ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کام تو صرف قیامت کی خبر سنا کر لوگوں کو ڈرانا ہے۔ جب آپ کا کام صرف ڈرانا ہے تو اس کے وقوع کے وقت کے بیان سے آپ کا کیا تعلق؟ یہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا ترجمہ ہے اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ ترجمہ کرتے ہیں، "تجھ کو کیا کام اس کے ذکر سے"۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:۔

۲۔ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (پارہ ۲۹۔ الملک)

اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (قیامت) کب ہوگا؟ اگر تم سچے ہو، آپ کہہ دیجئے کہ یہ علم تو خدا ہی کو ہے اور میں تو محض صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

اور ڈرانے والے کو قیامت کے وقوع کے وقت سے کیا بحث؟

ایک اور مقام پر اس اصول کی رعایت ملاحظہ ہو۔ فرمایا:۔

۳۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ سورت یٰس (رکوع ۵)

اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور یہ آپ کے لائق نہیں، یہ تو محض نصیحت ہے اور قرآن ہے صاف تاکہ اس شخص کو ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر الزام ثابت ہو۔

اللہ ربّ العزّت نے اپنے محبوب رسولؐ کو شعر وشاعری کا علم نہیں دیا، کیونکہ شعر وشاعری آپؐ کے منصبِ جلیل کے لائق نہ تھی، آپ کو قرآن دیا جو نصیحت سے بھرپور ہے اور نورانی تعلیمات سے معمور، تاکہ حضرتؐ کے قرآن پڑھ کر ڈرانے سے وہ لوگ جن کے دل ودماغ میں ابھی زندگی کی رمق باقی ہے وہ اللہ سے ڈریں اور کافروں منکروں پر حجّت تمام ہو جائے ...... تو نبیؐ کے منصب جلیل ومقام عظیم کے شایان قرآن ہے نہ کہ شعر، اس لئے آپ کو شعر نہیں سکھایا، قرآن دیا۔

۴۔ اسی طرح جب مشرکین مکہ نے فضول فرمائشیں کیں۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ....

اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے لئے سرزمین (مکہ) سے ایک چشمہ جاری کر دیں۔

تو آپ کو حکم ہوا، قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ (پارہ ۱۵۔ ر بنی اسرائیل ع ۱۰)

آپ کہہ دیجئے، سبحان اللہ! میں بجز اس کے کہ ایک آدمی ہوں۔ پیغام پہنچانے والا۔ اور کیا ہوں!

یعنی میں تو ایک آدمی ہوں پیغمبر، پیغمبر کو کسی فرمائش پوری کرنے کا اختیار کہاں؟ میرا کام تو اللہ کا پیغام پہنچانا ہے۔ تمہاری یہ فرمائشیں پوری کرنا میرا کام نہیں۔

نبی کریمؐ کے لئے علمِ غیب، یا حاضر ناظر ہونے کی ضرورت کیا ہے؟

اس اصول کی روشنی میں جبکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا منصب ومقام ابلاغ وانذار ہے کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ آپ کے لئے علم غیب، ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کی کیا

ضرورت ہے؟ اللہ رب العزت تو عالم الغیب، عالم الکل اور ہر جگہ حاضر و شہید ناظر و بصیر اور ہر جگہ ہر وقت ہر کسی کے ساتھ تو اس لئے ہیں کہ انہوں نے کل اپنے بندوں کا حساب لینا ہے اور انہیں ان کے کرتوتوں سے آگاہ کرنا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو حساب سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا علم بسیط و محیط اور حاضر ناظر ہونے سے آپ کا کیا کام؟

اللہ کی شان اور نبی کا مقام

اللہ رب العزت نے جہاں اپنی صفات قدرت علم اور شہود و حضور کو پورے قرآن میں بیسیوں جگہ بیان فرمایا ہے اور اپنے رسولوں کا منصب و مقام بھی متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا ہے۔ وہاں چند مواقع پر اپنی شان اور اپنے رسول مقبول کا مقام و منصب ایک ساتھ بھی بیان فرما دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:۔

۱۔ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ۔ (پارہ ۱۳۔ سورہ رعد)

پس آپ کے ذمہ تو صرف (احکام کا) پہنچا دینا ہے اور حساب لینا تو ہمارا کام ہے

اسی طرح ارشاد فرمایا:۔

۲۔ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ إِلَّا مَنْ تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۝ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝ (پارہ ۳۰ الغاشیہ)

پس آپ نصیحت کر دیجئے۔ آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر نگران نہیں ہیں، ہاں جس نے منہ موڑا اور کفر کیا۔ تو خدا اسے بڑا عذاب دیگا بیشک ہمارے پاس ان کو پھر آنا ہے پھر ان سے حساب لینا ہمارا کام ہے۔

تو اللہ کے رسول تو صرف مذکر و مبلغ ہیں۔ تذکیر و تبلیغ اور بلاغ و نصیحت کے بعد آپ کی ذمہ داری ختم ہے۔ آگے اگر کوئی ہدایت قبول نہیں کرے گا۔ اعراض و روگردانی اور کفر و انکار کرے گا تو اسے مآل کار بارگاہ رب العزت میں پیش ہونا ہے اور اس سے حساب لینا اور اسے اس کے اعمال کے مطابق جزا سزا دینا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ تو رسول خدا کو اپنے منصب کے پیش نظر علم غیب یا حاضر ناظر ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہر جگہ حاضر و موجود ہونا (باعتبار صفت علم) یہ اللہ کی صفت

ہے تاکہ لوگوں کو قیامت کے دن اُن کے کرتوتوں سے آگاہ کر سکیں۔ اور حساب کے وقت انہیں بتلا اور جتلا سکیں کہ فلاں جگہ فلاں وقت تم نے یہ کام کیا تھا یا یہ بات کی تھی، یا دل میں یہ منصوبہ باندھا تھا۔

ایک اور مقام پر اس حقیقت کو نہایت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اور اپنی شان علم کل اور مقام فصل و حساب کے ساتھ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا منصب انذار و بلاغ ارشاد فرمایا ہے۔ فرمایا:۔

۳۔ يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ ۚ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ ۚ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۝ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۝ وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ (پ ۲۴ مومن ع ۲)

جس دن سب لوگ (خدا کے سامنے) ظاہر ہوں گے۔ اللہ پر ان کی کوئی بات چھپی نہ رہے گی۔ اس دن کس کی بادشاہی ہوگی؟ بس اللہ ہی کی ہوگی جو اکیلا ہے غالب۔ آج ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ ملے گا۔ آج (کسی پر) ظلم نہ ہوگا بیشک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے اور آپ ان لوگوں کو قریب آنے والے دن (قیامت) سے ڈرایئے، جس وقت کلیجے منہ کو آ جائیں گے، غم سے گھٹ گھٹ جائیں گے، (اس دن) ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کا کہا مانا جائے اللہ تعالیٰ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے (بلکہ) ان باتوں کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ انصاف سے فیصلہ کرے گا۔ اور اللہ کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے، (کیونکہ) اللہ ہی سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

رسول کا منصب انذار ہے۔ اللہ کے رسول کا کام لوگوں کو قیامت کے ہولناک دن سے ڈرانا ہے۔ باقی اس دن حکومت و بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی۔ حساب اللہ تعالیٰ لیں گے، وہ پورے انصاف اور حق و عدل کے ساتھ فیصلہ کریں گے۔ کیونکہ آنکھوں

کی خیانت اور دلوں کے پوشیدہ راز تک کو جانتے ہیں۔ لہٰذا کسی پر ظلم نہیں ہوگا حق کے ساتھ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے، کیونکہ وہ سب کچھ سننے والے اور دیکھنے والے ہیں۔ اور صحیح فیصلہ وہی کر سکتا ہے جو حقیقت حال کو جاننے والا ہو۔

اللہ رب العزت جو عالم الغیب، عالم الکل اور سمیع و بصیر اور علیم بذات الصدور اور بدنظری تک کو جاننے والے ہیں۔ تو اس لئے کہ وہ سریع الحساب ہیں اور قیامت کے دن اپنے علم و سمع و بصر کی بناء پر حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والے ہیں باقی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کا کام صرف لوگوں کو قیامت سے ڈرانا اور اللہ کا دین اور حکم پہنچانا ہے۔ آپ کو علم غیب یا علم کل یا سمیع و بصیر ہونے یا حاضر و ناظر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ جو ارشاد فرمایا۔

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ ۝ (پارہ ۸۔ اعراف، رکوع اول)

سو ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے، اور ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے، پھر ہم ان کو اپنے علم سے (ان کے گناہ) بیان کریں گے اور ہم غائب نہیں تھے۔

اللہ تعالیٰ سے کسی کا اچھا برا، قلیل و کثیر عمل مخفی نہیں، وہ اپنے علم محیط کی بناء پر ذرہ ذرہ سے خبردار ہیں، وہ چونکہ باعتبار اپنے علم کے ہر جگہ ہر آن حاضر ہیں، کہیں سے بھی کبھی غائب نہیں، لہٰذا سب کے ظاہری باطنی احوال اور بھلے برے اعمال انہیں قیامت میں بتلا کر ان کا فیصلہ کریں گے۔

تو علم کل، علم غیب، علم محیط اور ہر جگہ حاضر ناظر ہونا یہ وہ صفتیں اللہ رب العزت کی ہیں، جن کے موافق قیامت میں وہ اپنے بندوں کا فیصلہ کریں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے کردار و اعمال سے نبی کریم کو کوئی سروکار نہیں، ان کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہے وہ قیامت میں ان سے خود بات کریں گے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ؕ اِنَّمَآ

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور بہت سے فرقے ہوگئے

اَمْرُهُمْ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝ (پارہ ۸۔ انعام، آخری رکوع)

آپ کو ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا کام اللہ کے حوالے ہے، پھر وہ ان کو جتلا دیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

شان خلاقی و رزاقی

آخرت اور حساب سے قطع نظر خالق اور رازق ہونے کی صفت کے تقاضے سے بھی اللہ رب العزت کو اپنی مخلوق کا علم کل ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں :۔

۱۔ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ (پارہ ۷۔ انعام ع ۱۳)

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

۲۔ دوسری جگہ فرمایا :۔

وَهُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ ۝ (پ ۲۳ آخر یس)

ایک کھدی والا جانتا ہے کہ میں نے آج اتنے گز کپڑا بنتا ہے۔ ایک کمہار جانتا ہے کہ میں نے اتنے گھڑے اور اتنے لوٹے تیار کئے ہیں۔ میرے بھٹے میں اتنے برتن ہیں۔ ایک لوہار جانتا ہے کہ میں نے کل اتنے توے بنائے تھے اور آج اتنی کلہاڑیاں تیار کی ہیں، ترکھان جانتا ہے کہ میں نے اتنے پلنگ بنائے ہیں اور اتنی کرسیاں تیار کی ہیں۔ تو خلاق العلیم کو کیسے ہر چیز کا علم کل نہ ہو۔ جس نے ہر چیز کی تخلیق فرمائی ہے۔

۳۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ (پ ۲۶۔ ق)

اور بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں جو خیالات آتے ہیں ہم وہ جانتے ہیں۔

۴۔ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (پ ۲۹۔ ملک)

کیا جس نے پیدا کیا وہ نہ جانے گا۔ اور وہ باریک بین اور باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک تو خالق، پھر باریک بین اور پورے خبردار، پھر وہ نہ اپنی مخلوق کے حالات جانیں تو اور کون جانے؟

۵۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا

اور کوئی جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ

وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ	نہ ہو۔ اور وہ ہر ایک کی قرارگاہ اور چند روز رہنے کی جگہ کو جانتا ہے سب

(آغاز پارہ ۱۲)

چیزیں کتاب مبین میں ہیں۔

جب ٹھیکیدار نے فوج کو راشن وغیرہ مہیا کرنا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ آج فوج کا پڑاؤ کہاں ہے؟ صبح کس جگہ قیام ہے؟ اور یہاں سے کوچ کرنے کے بعد پچھلے پہر کی چائے کہاں پہنچنی ہے اور رات کا کھانا کہاں کھانا ہے۔

تو اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق کو جو رزق دینا ہے۔ تو اسے اپنی مخلوق کے متعلق بسیط و کلی علم کیسے نہ ہو کہ۔ فوق الافلاک ہے۔ یا تحت الارض؟ یا ان کے درمیان، پھر پانی میں ہے یا ہوا میں؟ پتھر کے اندر ہے یا آگ میں، جہاں بھی جو مخلوق ہے۔ اس کا علم رازق کو ہے وہیں اس کا رزق پہنچاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ خالق اور رازق ایک اللہ کی ذات پاک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو کسی کے خالق ہیں نہ رازق۔ بلکہ خود اللہ کے مخلوق و مرزوق ہیں۔ جب آپ کسی چیز کے خالق و رازق نہیں تو آپ کے لئے علم غیب و علم کل کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کا منصب ابلاغ و تبلیغ اور انذار و تبشیر ہے اور اس کے لئے نہ علم غیب کی ضرورت ہے نہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی!

غیر رسولؐ کے متعلق

جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کیلئے علم غیب، علم کل اور ہر جگہ حاضر و موجود ہونے کی کوئی وجہ و ضرورت نہیں اور آپ نے خود اپنی ذات سے ان صفات کی صاف نفی فرمادی تو غیر رسولؐ کے لئے اس کی بدرجۂ اولیٰ کوئی وجہ اور ضرورت نہ ہوگی مگر حیرت و استعجاب کا مقام ہے کہ عہد حاضر کے بعض "شرفا" اولیاء کرام رحمہم اللہ کے لئے ہر جگہ حاضر و موجود ہونے کا اثبات کرتے ہیں۔ اور ہر آن!

چنانچہ خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

"انہی سیدی احمد سلجماسی کے دو بیویاں تھیں۔ سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری سے ہمبستری کی یہ نہیں چاہیئے۔ عرض کیا حضور وہ اس وقت سوتی تھی۔ فرمایا سوتی تھی۔ سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا؟ فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا۔ عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا، فرمایا اس پر میں تھا۔ تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے"[1]

تو یہ صرف حضرت دباغ رحمہ اللہ کی خاص صفت نہیں بلکہ "ہر شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے" اور یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ ان لوگوں میں قریباً سبھی "شیخ" ہیں۔ تو مرید بے چاروں کو، میاں بیوی کو اپنے علاوہ ایک خالی پلنگ کا انتظام بھی بہر حال کرنا پڑے گا کیونکہ کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں، ہر آن ساتھ ہے ٹھیک ہے مگر یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ جب مریدین ماشاء اللہ بیشمار ہیں، تو حضرت شیخ کو رات کی خلوت و تنہائی اور اندھیرے میں سینکڑوں ہزاروں جگہ وقت "بے وقت" تکلیف فرما کر مرید کے ساتھ ہونے کی آخر ضرورت کیا ہے؟

ایک اور "بزرگ" ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہیں، لکھتے ہیں:

لَا تَسْتَقِرُّ نُطْفَةٌ فِي فَرْجِ أُنْثَىٰ إِلَّا يَنْظُرُهُ ذٰلِكَ الرَّجُلُ الْكَامِلُ	کسی مادہ کی شرمگاہ میں کوئی نطفہ قرار نہیں پکڑتا مگر وہ کامل اس کو دیکھتا ہے۔

سچ فرمایا کون انکار کرے۔ مگر اتنا تو فرمادیجئے کہ آخر وہ "رجل کامل"، یہ تکلیف کس وجہ سے فرماتے ہیں؟

فقہاء اسلام کی طرف سے حضرات انبیاءؑ و اولیاءؒ کو حاضر ناظر ماننے والوں کی تکفیر

عہد حاضر کے "فقہاء شہر" کے "ارشادات عالیہ" تو آپ نے سن لئے اب شریعت محمدیؐ کا فیصلہ اور حضرات فقہاء امت کا حکم ملاحظہ ہو۔

خاتم الفقہاء امام وقت حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ (م ۱۳۰۴ھ)

---

[1] "ملفوظات" حصہ دوم ص۴۹۔ [2] بقول رضا خانی۔

[3] تحریر الرحمٰن بحوالہ اشفقۃ الرحمٰن ص۵

رحمۃ اللہ رقمطراز ہیں:۔

ہمچو اعتقاد کہ حضرات انبیاء و اولیاء ہر وقت حاضر و ناظر اند و بہمہ حال برندا و ما مُطلع میشوند اگرچہ از بعید باشد شرک است، چہ ایں صفت از مختصات حق جل جلالہٗ است کسے را دراں شرکت نیست، و در فتاویٰ بزازیہ مے نویسد تزوج بلاشہود وقال خدائے و رسولِ خدا و فرشتگاں را گواہ کردیم یکفر لِاَنَّہٗ اِعْتَقَدَ اَنَّ الرسول و الملك يعلمان الغيب انتہیٰ و نیز در بزازیہ است و عن هذا قَالَ عُلَمَاؤُنَا مَنْ قَالَ اَنَّ اَرْوَاحَ الْمَشَائِخِ حَاضِرَۃٌ تَعْلَمُ يكفر۔ انتہیٰ ...... [1]

اس قسم کا اعتقاد کہ حضرات انبیاء و اولیاء ہر وقت حاضر و ناظر ہیں اور ہر حال میں ہماری پکار سنتے ہیں گو دور سے ہی پکاریں شرک ہے کیوں کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی خصوصیات سے ہے۔ اس میں کسی دوسرے کا حصہ نہیں۔ فتاویٰ بزازیہ میں لکھتے ہیں گواہوں کے بغیر نکاح کیا اور کہا خدا و رسولِ خدا اور فرشتے گواہ ہیں، یہ کافر ہوگیا کیونکہ اس کا اعتقاد ہے کہ رسول اور فرشتے غیب جانتے ہیں" نیز بزازیہ میں ہے کہ اسی لئے ہمارے علماء نے کہا ہے کہ جس نے کہا بزرگوں کی ارواح حاضر ہیں، اور وہ جانتی ہیں، یہ کافر ہوگیا"

فتاویٰ بزازیہ کے علاوہ فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ کا یہ قول بحر الرائق مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۲۴ پر بھی ہے۔

شریعت محمدیؐ و دین اسلام کی مجبوری و مظلومی ملاحظہ ہو کہ فقہاء امت، ائمہ اعلام دین کے فتاویٰ و احکام بلکہ خود کتاب و سنت کے برعکس و برخلاف آج جاہل و بے دین لوگ مفتی و مجتہد بن کر فتویٰ صادر کرتے ہیں کہ جو اولیاء اللہ اور خصوصاً امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر نہ جانے وہ کافر ہے؟ کہاں علماء امت کا یہ فرمان کہ جو ارواح مشائخ کو حاضر سمجھے وہ کافر ہے اور کہاں آج الٹا یہ جھوٹ کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے شیخ و مرشد کو ہر وقت حاضر ناظر نہ سمجھے وہ کافر ہے۔ انا للہ۔

[1] مجموعۃ الفتاویٰ ج۲ از حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ مطبوعہ ۱۳۱۲ھ۔

عُلمائے بریلویہ کا فتویٰ

حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر کہنے والا کافر ہے،

مفتی احمد رضا خان بریلوی، مفتی نعیم الدین، مفتی سردار احمد، مفتی نظام الدین کا فتویٰ

حوالہ ۱: سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب ہمارے علاقہ میں تقریر کرتا ہے۔ پھرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ نبی علیہ السلام کی ذات والا صفات کو ہر آن و ہر وقت حاضر و ناظر سمجھنا چاہیے۔ اور مسلمانوں کے ہر گھر میں موجود رہتے ہیں۔ پس یہ کہنا مولوی مذکور کا شرعاً کہاں تک صحیح اور درست ہے۔

الجواب: ہر آن و ہر وقت حاضر و ناظر خداوند کریم لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ۔ کا خاصہ ہے۔ اور وہ ذات لا یزال لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ہے اور اس کی صفات بھی لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ہیں۔ اور اسی طرح کے صفات ذاتیہ ہیں۔ کسی انبیاء کرام و اولیاء عظام کو شریک کرنا ویسا ہی سمجھنا اور اس پر اعتقاد رکھنا صریح کفر ہے۔ جامع الفتاویٰ المعروف انوار شریعت ص۳۴ ج۲،

دلیل ۲: سوال امامت اہل حق دین کا ہے۔ یا جاہلوں کا۔

جواب: امامت اہل حق حضور انور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ کہ نبی اپنی اُمت کا امام ہوتا ہے قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء اور امام الانبیاء ہیں اور ہر خاتم جانتا ہے۔ کہ جہاں اصل تشریف فرما نہ ہو وہاں اس کا نائب ہی قائم مقام ہوگا۔ اور مسلمان آگاہ ہیں کہ علماء دین ہی نائبان حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نہ کہ جہال۔ عرفان شریعت ص۹۰۔ مصنفہ مولوی احمد رضا خان۔

دلیل ۳: سوال جو لوگ عالم دین صالح جامع جملہ شرائط امامت کے ہوتے ہوئے۔ جاہلوں کو امام بنائے یا بنانا چاہیں یا اس میں کوشش کریں۔ ان پر شرعاً الزام ہے یا نہیں۔

الجواب: بے شک جو عالم دین کے مقابل جاہلوں کو امام بنانے میں کوشش کرے وہ شریعت مطہرہ کا مخالف اور اللہ و رسولؐ اور مسلمانوں سب کا خائن ہے۔

دلیل ۴: خطیب بغدادی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنِ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنْ عِصَابَةٍ وَفِيهِمْ مَنْ هُوَ اَرْضَى لِلّٰهِ مِنْهُ فَقَدْ خَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

جو کسی کو جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کرے ۔ اور ان میں وہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسندیدہ ہے ۔ بے شک اس نے اللہ اور رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی ۔ عرفان شریعت ص ۹۱ ج ۳ ۔

دلیل ۔ صحابہ کرام نے عین نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کیا ۔ صدیق اکبرؓ نماز پڑھا رہے ہیں ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ۔ مقتدیوں نے نماز میں تالی بجا کر حضرت صدیق اکبرؓ کو تشریف آوری کی اطلاع دی ۔ اسی وقت صدیق اکبرؓ مقتدی ہو کر صف میں تشریف لے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم درمیان نماز سے امام ہو گئے ۔ رسائل نعیمیہ ص ۳۳۹

دلیل ۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے عین نماز کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کیا ۔ کہ نماز پڑھا رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ۔ فوراً مقتدی ہو کر پیچھے ہٹ آئے ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سے امام ہوئے ۔ رسائل نعیمیہ ص ۳۱

دلیل ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت مقدسہ کے ساتھ ہرگز حاضر و ناظر تسلیم نہیں کرتے تسکین الخواطر ۱۳۰

دلیل ۔ آیات قرآنیہ کا مقصود یہ ہے ۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی جسمانیت کے ساتھ ان مقامات پر موجود نہ تھے ۔ تسکین الخواطر ص ۱۳۴ ۔

دلیل ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری اور جسمانی طور موجود نہیں ۔ تسکین الخواطر ص ۱۳۵

دلیل ۔ ہم جسمانیت اور بشریت کے ساتھ حضور صلعم کی حاضر و ناظر ہونے کے قائل نہیں تسکین الخواطر ص ۱۳۵

دلیل ۔ قبر شریف میں حضور علیہ السلام اپنی بشریت مطہرہ کے ساتھ افروز ہیں ۔ تسکین الخواطر ص ۱۳۵

دلیل ۔ میں اپنی جسمانی مقدسہ کے ساتھ قبر انور میں زندہ رونق افروز ہوں ۔ جس طرح میری حیات ظاہری میں میری بارگاہ میں حاضر ہونے والا کبھی محروم نہیں ہوا بالکل اسی طرح بعد الوصال بھی میرا فائز جاری ہے ۔ تسکین الخواطر ص ۱۳۶ ۔

دلیل ۔ سورج آسمان پر ہی ہوتا ہے ۔ مگر اس کی شعاعیں ہر خطے کو روشن کرتی ہیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبہ خضری ہی میں ہیں ۔ لیکن اپنے انوار سے زمین و آسمان کو منور فرما رہے ہیں تسکین الخواطر ص ۱۳۶

دلیل ۔ حدیث صحیح ہے ۔ کہ جبرائیل ؑ کل کسی وقت حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے ۔ دوسرے دن انتظار رہا ۔ مگر وعدہ میں دیر ہو گئی اور جبرائیل حاضر نہ ہوئے ۔ سرکار دو عالم ؐ باہر تشریف لے آئے

ملاحظہ فرمایا ۔ کہ جبرائیل درِ دولت پر حاضر ہیں ۔ فرمایا کیوں ۔ عرض کیا ۔ اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ وَّ لَا صُوْرَةٌ رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے ۔ جس میں کتا ہو اور یا تصویر ہو ۔ اندر تشریف لائے سب طرف تلاش کیا ۔ کچھ نہ تھا ۔ پلنگ کے

نیچے پلا نکلا اسے نکالا تو حاضر ہوئے ۔ ملفوظات احمد رضا بریلوی ص ۷۶ ۔

دلیل ۔ سوال ۔ اگر اعتقاد دارد کہ ارواح مشائخ حاضر اند ۔ و ہر چیز میدانند حق او چہ حکم است ۔ جواب او کافر است ۔ فتویٰ فی البزازیہ مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَۃٌ یَعْلَمُوْنَ یَکْفُرُ ۔ (انوار شریعت ص ۱۳۵ ج ۲)

دلیل ۔ حدیث میں وارد ہے ۔ کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو شخص میری قبر کے نزدیک آ کر درود شریف پڑھتا ہے ۔ میں اس کو خود سنتا ہوں ۔ اور جو شخص دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے ۔ تو اس کو فرشتے مجھے پہنچا دیتے ہیں ۔ انوار شریعت ص ۲۵ ۔

دلیل ۔ ایک حدیث میں وارد ہے ۔ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی زمین پر پھرتے ہیں ۔ اور جو شخص میری امت میں سے جو مجھ پر درود پڑھتا ہے ۔ وہ فوراً مجھ پر پہنچا دیتے ہیں ۔ حدیث اس بات پر شاہد ہے ۔ کہ جہاں کوئی شخص ہو اور وہ مجھ پر درود شریف پڑھے ۔ تو اس کا درود شریف میرے پاس پہنچایا جاتا ہے ۔ انوار شریعت ص ۲۵ ج ۲ ۔

دلیل ۔ حاضر و ناظر ہر وقت ہر آن وہی ذات لایزال ہے ۔ اور اس کی ذات کے سوا دوسرے کو حاضر و ناظر ۔ خداوند کریم کی طرح سمجھنا اور اس پر اعتقاد رکھنا ۔ اور آقا نے نامدار احمد کبریا محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم غیب استقلالی ماننا یا سمجھنا صریح کفر ہے ۔ اور ڈبل کفر بے ایمانی ہے ۔ العیاذ باللہ انوار شریعت ص ۱۵۱ ۔

دلیل ۔ رسولوں کی بعثت کا مقصود رسالت کی تبلیغ اور حجت کا لازم کر دینا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود رہنا ۔ تفسیر کنز الایمان ۔ ف ۲۵۶ ص ۱۰۰ ۔

دلیل ۔ یہ خبریں غائب کی ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں ۔ اور تم ان کے پاس نہ تھے ۔ جب وہ اپنی قلموں سے قرار ڈالتے تھے ۔ کہ مریم کس کی پرورش میں رہے ۔ اور تم ان کے پاس نہیں تھے ۔ جب وہ جھگڑ رہے تھے ۔ تفسیر کنز الایمان ص ۹۱ سورہ آل عمران آیت ۴۴ ۔

دلیل ۔ تم طور کی جانب مغرب میں نہ تھے ۔ جبکہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو رسالت کا حکم بھیجا ۔ اور اس وقت تم حاضر نہ تھے ۔

دلیل ۔ اور نہ تم طور کے کنارے تھے ۔ جب ہم نے فرمائی ف ۱۱۲ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمانے کے وقت ۔ مَا کُنْتَ سے مراد سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ تفسیر کنز الایمان ص ۵۶۵ ف ۱۱۱ ۔

دلیل ۔ جس وقت منکر نکیر سوال کرتے ہیں ۔ مَنْ رَّبُّكَ پھر سوال کرتے ہیں ۔ مَا دِیْنُكَ ؟ اس کے بعد سوال کرتے ہیں ۔ مَا تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ ۔ ان کے بارے کیا کہتا ہے ۔ اب ۔

معلوم کر سرکار خود تشریف لاتے ہیں۔ یا روضہ مقدسہ سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے۔ شریعت نے کچھ تفصیل نہیں بتائی۔ ملفوظات مولوی احمد رضا خان بریلوی ص۸۶ ج ۴۔

دلیل ۵۔ قیل یکشف للمیت حتی یری النبی علیہ السلام وھی بشریٰ عظیمۃ کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے

جاء الحق ص۱۳۵ ج ۱

دلیل ۶۔ ان آیات میں فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بایں جسم پاک وہاں موجود نہ تھے۔ جاء الحق ص۱۴۳ ج ۱

دلیل ۷۔ ایں جسد عنصری آپ اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھے۔ جاء الحق ص۱۴۳ ج ۱

دلیل ۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام میں جلوہ گر ہیں۔ اور بغیر اس کے کہ اپنے مقام شریف سے تجاوز فرمائیں۔ یا کہیں منتقل ہوں۔ حیات النبی مولوی سعید احمد کاظمی ص۱۰۶

دلیل ۹۔ پہلے پہلے مزار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے۔ مقام رسول منظور نعیمی ص۴۹۰ ج ۲

دلیل ۱۰۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنّی لا اَدْرِی مَا بَقَائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابوبکرؓ و عمرؓ۔ میں نہیں جانتا میرا رہنا تم میں کب تک ہو۔ لہٰذا میں تمہیں حکم فرماتا ہوں۔ کہ میرے ان دو صحابیوں کی پیروی کرو جو میرے بعد ہونگے۔ یعنی۔ ابوبکرؓ و عمرؓ۔ غایۃ التحقیق فی امامۃ العلیؓ والصدیقؓ ص۱۲۔

دلیل ۱۱۔ یقین دائم دریں عالم کہ لا معبود الا ھو۔ ولا موجود فی الکونین ولا مقصود الا ھو۔
حال یقین مکمل کامل ایہ گل ثابت ہوئی۔ دوئیں جہانیں حاضر ناظر اللہ باجھ نہ کوئی۔
دیوان حضرت سلطان باھوؒ

وما علینا الا البلاغ المبین

11

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عالم الغیب صرف ذات خدا ہے

قرآن و حدیث کا فیصلہ

علم غیب [1] !

علم غیب، علم کل، علم محیط و علم بسیط خاصۂ خدا ہے۔ اللہ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کے سوا کسی کو علم غیب ہے نہ علم کل، ہر کسی کا علم محدود ہے، غیر محدود و محیط علم ایک اللہ رب العزت کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم قرآن حکیم میں اپنے علم کی وسعت و ہمہ گیری اور کلیت و ہمہ گیری سے متعلق نہایت بسط و تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور بار بار متعدد اسلوب و انداز سے اپنی ذاتِ واحد کے لئے علم غیب و علم کل کا جو اثبات فرمایا ہے اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

انداز ۱

علم غیب

۱۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ	پورے قرآن میں	۱۰ بار [2] آیا ہے
۲۔ عَلَّامُ الْغُيُوبِ۔	〃	۴ [3] 〃
۳۔ عَالِمُ الْغَيْبِ۔	〃	۲ [4] 〃
۴۔ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	〃	۱۹ [5] 〃

[1] الغیب ہر وہ چیز جو انسان کے علم اور حواس سے پوشیدہ ہو، اس پر غیب کا لفظ بولا جاتا ہے یعنی غیب بمعنی غائب ہے اور کسی چیز کو غیب یا غائب لوگوں کے لحاظ سے کہا جاتا ہے، ورنہ باری تعالیٰ سے تو کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ (مفردات القرآن امام راغب اصفہانی لفظ الغیب)

[2] سورہ انعام ع ۹، توبہ ع ۱۲/۱۴، رعد ع ۲، مومنون ع ۵، زمر ع ۵، سجدہ ع ۱، آخر حشر، خاتمہ تغابن صرف اعراب میں فرق ہے۔

[3] سورہ مائدہ ع ۱۵، ۱۶، توبہ ع ۱۰، سبا آخری رکوع۔

[4] آخر جن اور سبا ع اول اعراب میں فرق ہے۔

[5] سورہ بقرہ ع ۴، نحل ع ۱۱، کہف ع ۴، فاطر ع ۵ اور حجرات میں الفاظ کے تغیر کے ساتھ۔

۵۔ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ۔	(یونس ع ۲)	۱ بار آیا ہے
۶۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ		۱ 〃 (نمل ع ۵)
۷۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ۔ (انعام ع ۷)		۱ 〃 آیا ہے
میزان =		۲۵ بار 〃

انداز ۲

علم کل

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝	پورے قرآن میں	۱۶ بار آیا ہے [1]
۲۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔	〃	۴ [2] 〃 〃
۳۔ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝	(یٰسین ع ۵)	۱ 〃 〃
۴۔ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَالِمِيْنَ ۝	(انبیاء ع ۶)	۱ 〃 〃
۵۔ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا۔	(آخر جن، یٰسین ع اول)	۳ 〃 بار آیا [3]
میزان = ۲۵ بار		

انداز ۳

علم محیط [4]

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ۔	(آل عمران ع ۱۲) (نساء ع ۱۶)	۳ بار [5]
۲۔ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ	(ہود ع ۸)	۱ 〃
۳۔ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔	(آخر طلاق)	۱ 〃
۴۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا۔	(نساء ع ۱۸)	۱ 〃
۵۔ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ۔	(آخر سورہ جن)	۱ 〃
میزان =		۷ بار

[1] بقرہ ع ۲۳، ۲۹، ۳۹، خاتمہ نساء، خاتمہ انفال، توبہ ع ۴، ۱۴، مائدہ ع ۱۳، انعام ع ۱۲، عنکبوت ع ۶، شوریٰ ع ۲، نور ع ۵، خاتمہ نور، حجرات ع ۲، حدید ع اول اور مجادلہ ع ۲ ادنیٰ تغیر الفاظ کے ساتھ۔

[2] نساء ع ۵، احزاب ع ۵، ۷، فتح ع ۳ ادنیٰ تغیر کے ساتھ۔ [3] الفاظ میں فرق ہے۔

[4] محیط ہر طرف سے گھیر لینے والا، احاطہ میں لینے والا یعنی ہر چیز کا کامل علم۔ [5] بادنیٰ تغیر الفاظ۔

انداز ۴

علم وسیع وبسیط

۱۔ رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا (مومن، رکوع اوّل) ۱ بار

۲۔ وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ (انعام ع ۹ و طٰہٰ ع ۵ و اعراف ع ۱۱) ۳ بار

۳۔ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ (پ ۷ انعام ع ۸)

اور وہ بر و بحر کی تمام چیزوں کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے۔ اور کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر یہ سب کتاب مبین (لوح محفوظ) میں ہے۔ ۱ بار

یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علمی میں ہے، خشکی تری، زمین آسمان کی کوئی چیز بھی اس کے علم محیط وبسیط سے باہر نہیں۔

۴۔ اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ سَوَآءٌ مِّنْکُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّیْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ۔ (پارہ ۱۳۔ رعد۔ ع ۲)

اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل ہوتا ہے۔ اور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک خاص انداز سے پر ہے۔ وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا اور عالی قدر ہے، تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کرے یا جو پکار کر کہے اور جو شخص رات کو کہیں چھپ جائے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب (خدا کے علم میں) برابر ہیں۔ ۱ بار

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

۵۔ یٰبُنَیَّ اِنَّهَا اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ۔ (لقمان ع ۲)

اے میرے بیٹے! اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو۔ پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو، یا آسمان کے اندر ہو یا زمین کے اندر، (تب بھی) اس کو اللہ تعالیٰ حاضر کردے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین، باخبر ہے۔ ۱ بار

۶۔ وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّکَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْبَرَ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔

اور آپ کے رب (کے علم) سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمانوں میں، اور نہ کوئی اس (ذرہ) سے چھوٹی اور نہ بڑی، مگر یہ سب (بوجہ احاطہ علم الٰہی) کتاب مبین میں ہے، (یعنی لوح محفوظ میں ہے)۔

(پارہ ۱۱، یونس، ع ۷، و پارہ ۲۲، شروع سباء) ۲ بار

۷۔ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (پارہ ۲۰ نمل ع ۶)

اور آسمان و زمین میں ایسی کوئی چیز مخفی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔ ۱ بار

۸۔ اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَکْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ

قیامت کا علم خدا ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے اور کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں نکلتا اور کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی، اور نہ وہ بچہ جنتی ہے، مگر یہ سب اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔ ۲ بار

(پارہ ۲۵ شروع و پارہ ۲۲۔ فاطر، ع ۲)

میزان = ۱۲ بار

انداز ۵

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ سب جانتا ہے!

۱۔ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (عنکبوت ع ۶ تغابن رکوع اوّل)[1] ۵ بار

۲۔ وَرَبُّکَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (بنی اسرائیل ع ۶) ۱ بار

۳۔ قَالَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ (انبیاء ع ۱) ۱ بار

۴۔ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ (ابراہیم ع ۶ و آل عمران ع ۲)[2] ۲ بار

۵۔ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (فرقان رکوع اوّل) ۱ بار

[1] باد نی تغیر الفاظ۔ [2] آل عمران ع ۲، مائدہ ع ۱۲ اور حج ع ۹ میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ

٦ - یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ط
(سبا رکوع اول، حدید رکوع اول)

جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً بارش، پانی) اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات، معدنیات) اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے، یہ سب کچھ اللہ جانتا ہے۔ ٢ بار

میزان = ١٢ بار

انداز ۶

متقین وظالمین، مصلحین ومفسدین، مہتدین ومضلین اور شاکرین ومعتدین اللہ سب کو جانتے ہیں!

١ - وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالْمُتَّقِیْنَ ۔	(آل عمران ع ١٢ توبہ ع ٧)	٢	بار
٢ - هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی	(نجم ع ٢)	١	″
٣ - وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ ۔	(بقرہ ع ١١ ع ٣٢، توبہ ع ٧، جمعہ اور انعام)	٥	″
٤ - فَاِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِالْمُفْسِدِیْنَ	(آل عمران ع ٦، یونس ع ٤)	٢	″
٥ - اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ	(انعام ع ١٤، نحل ع ١٦، قلم ع اول، قصص ع ٦، ونجم ع ٢)	٥	″
٦ - اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِیْنَ ۔	(انعام ع ١٤)	١	″
٧ - (انعام ع ٦، بقرہ ع ٢٧، اور بنی اسرائیل ع ٩ میں شاکرین وغیرہ کے متعلق یہی مضمون ہے)		٣	″

میزان = ١٩ بار

انداز ۷

رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِکُمْ

(تمہارا پروردگار تم سب کا حال خوب جانتا ہے)

اللہ ہر شخص کو اور اس کی ہر حالت وکیفیت کو جانتا ہے

١ - رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِکُمْ ۔	(بنی اسرائیل ع ٦)	١	بار
٢ - قَدْ یَعْلَمُ مَا اَنْتُمْ عَلَیْهِ ۔	(نور آخر سورہ)	١	″

له علم کی جگہ اعلم ہے۔ ٢ بار فی تغیر الفاظ ٣ ۔ مَنْ یَّضِلُّ کی جگہ بِمَنْ ضَلَّ ہے ۔ ٤ آیت کا صرف

٣ - وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِکُمْ	(نساء ع ٤، ممتحنہ ع ٢)	٢	بار
٤ - وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِکُمْ	(نساء ع ٧)	١	″
٥ - اِنَّ رَبِّیْ بِکَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ	(یوسف ع ٧)	١	″
٦ - وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَکُمْ وَمَثْوٰکُمْ ۔	(سورہ محمد ع ٢)	١	″
٧ - وَکَانَ اللّٰہُ بِهِمْ عَلِیْمًا ۔	(نساء ع ٦)	١	″
٨ - سورہ توبہ ع ٦، نور ع ٩ عنکبوت ع ٤ احزاب ع ٢ شوریٰ ع ٤ اور خاتمہ ق میں بھی یہی مضمون ہے۔		٦	″

میزان = ١٤ بار

انداز ۸ اللہ دلوں کے راز جانتا ہے!

١ - وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔	پورے قرآن میں	١٢	بار آیا ہے
٢ - یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ	(مومن ع ٢)	١	″
٣ - وَرَبُّكَ یَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۔		٢	″
٤ - وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ ۔	(احزاب ع ٧، نساء ع ٩)	٢	″
٥ - اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ اَنْفُسِهِمْ ۔	(ہود ع ٣ بنی اسرائیل ع ٣)	٣	″
٦ - بقرہ ع ٣٠ فتح ع ٣ اور ق ع ٢ میں بھی یہی مضمون ہے ۔		٣	″

میزان ٢٣ بار

انداز ۹

اللہ ظاہر وباطن، خفی وجلی، اور عیاں ونہاں سب جانتا ہے

١ - اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۔		٤	بار
٢ - وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۔		٣	″

له ایک لفظ میں فرق ہے۔ ٢ آل عمران ع ١٤، حدید رکوع اول تغابن رکوع اول، آل عمران ع ١٢، مائدہ ع ٢ انفال ع ٥ ہود ع ١ لقمان ع ٣ فاطر رکوع آخر زمر ع اول شوریٰ ع ٣ اور ملک رکوع اول ادنیٰ فرق کے ساتھ
٣ نمل ع ٦ وقصص ع ٧، ٤ ۔ ٥ الفاظ میں فرق ہے۔
٦ بقرہ ع ٩ ہود رکوع اول نحل ع ٣ اور یٰسین رکوع آخر الفاظ میں فرق ہے ۔
٧ تغابن رکوع اول نحل ع ٢ ونمل ع ٢ الفاظ میں فرق ہے۔

۳ - اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی (پارہ ۳۰ اعلیٰ رکوع اول) [۱] ۲ بار

۴ - وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ [۲] ۳ "

۵ - اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ (آخر انبیاء) ۱ "

۶ - یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ (انعام ع ۱) ۱ "

۷ - آل عمران ع ۳ و ۱۷، مائدہ ع ۹، توبہ ع ۱۰، ابراہیم ع ۶، بنی اسرائیل ع ۵، محمد ع ۳ اور ممتحنہ ع اول میں بھی یہی مضمون ہے۔ ۸ "

میزان = ۲۲ بار

انداز ع ۱۰

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

(اللہ تعالیٰ ان سب کے اگلے پچھلے احوال کو خوب جانتا ہے)

اللہ اگلے پچھلے سب حالات جانتا ہے

۱ - یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (بقرہ ع ۳۴، طٰہٰ ع ۶، انبیاء ع ۲ اور حج ع آخر) ۴ بار

۲ - قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی ۔ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ (طٰہٰ ع ۲) ۱ "

۳ - هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ (نجم ع ۲)

اور وہ تم کو اس وقت سے خوب جانتا ہے جب تم کو زمین سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔ ۱ "

میزان = ۶ بار

انداز ع ۱۱ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے)

اللہ سب اعمال خیر کو جانتا ہے

۱ - وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ [۳] ۵ بار

۲ - وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُهٗ (بقرہ ع ۳۷) ۱ "

میزان ۶ بار

[۱] الفاظ میں تھوڑا سا فرق ہے۔ [۲] مائدہ ع ۱۴ نور ع ۴ و بقرہ ع ۴ الفاظ میں تھوڑا سا فرق ہے۔

[۳] ایک لفظ زیادہ ہے بقرہ ع ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۳۳ آل عمران ع ۱۰، نساء ع ۱۵ ایک دو لفظوں میں معمولی سا فرق ہے۔

انداز ع ۱۲

اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا، انہیں دیکھنے والا ہے)

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں اور ان کے گناہوں کی خبر ہے

۱ - اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا (بنی اسرائیل ع ۳ و ۱۱، فاطر ع ۵، شوریٰ ع ۳) ۴ بار

۲ - وَكَفٰی بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا (بنی اسرائیل ع ۲) ۱ "

۳ - وَكَفٰی بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا (فرقان ع ۵) ۱ "

میزان = ۶ بار

انداز ع ۱۳

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ

(اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتے ہیں)

اللہ تعالیٰ کو سب اعمال و افعال کا علم ہے!

۱ - وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ پورے قرآن میں [۴] ۴ بار آیا ہے

۲ - اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (نحل ع ۴) ۱ "

۳ - فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (حج ع ۹، شعراء ع ۱۰) [۵] ۲ "

۴ - وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ (محمد ع ۴، انعام ع ۷، رعد ع ۶) ۳ "

۵ - اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِمَا یَفْعَلُوْنَ (یونس ع ۴، نحل ع ۱۲) [۶] ۷ "

۶ - وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ (یوسف ع ۹، مومنون ع آخر) ۲ "

میزان = ۱۹ "

انداز ع ۱۴ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ

(اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہیں)

اللہ کو سب اعمال کی خبر ہے

[۴] تھوڑے سے تغیر الفاظ کے ساتھ۔ [۵] بقرہ ع ۳۹، نور ع ۴، یوسف ع ۲ اور مومنون ع ۴ باقی تغیر الفاظ [۶] ایک دو لفظوں میں فرق ہے۔ ایضاً نور ع ۶، عنکبوت ع ۵، فاطر ع ۲، زمر ع ۷ و شوریٰ ع ۴ تغیر الفاظ ہے۔

۱- وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (بقرہ ع ۳۰ بقرہ ع ۳۴ آل عمران ع ۱۸ حدید ع اوّل، مجادلہ ع ۱ و ۲ اور تغابن ع اوّل) ۷ بار

۲- وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۶، توبہ ۲، مجادلہ ع ۲ منافقون خاتمۂ سورہ اور مائدہ ع ۲ نور ع ۷، حشر ع ۳) ۷ ״

۳- اِنَّہٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔ (ہود ع ۱۰) لقمان ع ۳، احزاب رکوع اوّل اور فتح ع ۱) ۴ ״

۴- اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۝ (نور ع ۴ نمل ع ۷) ۲ ״

۵- اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (نساء ع ۱۳، ع ۱۹ اور ع ۲۰) ۳ ״

میزان = ۲۳ بار

انداز ع ۱۵

وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

(اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہیں)

اللہ تعالیٰ کسی کے اعمال سے بے خبر نہیں!

۱- وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (بقرہ ع ۹، ۱۰، ۱۶، ۱۸، آل عمران ع ۱۰) ۵ بار

۲- وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ (بقرہ ع ۱۷، انعام ع ۱۶) ۲ ״

۳- وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (ہود آخری آیت، نمل آخری آیت) ۲ ״

۴- وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ (ابراہیم آخری رکوع) ۱ ״

میزان = ۱۰ بار

انداز ع ۱۶

مختصر انداز محض دو الفاظ میں اللہ رب العزت نے اپنی صفت علم کو جو بیان فرمایا ہے۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

۱- وَاسِعٌ عَلِیْمٌ کا ارشاد قرآن کریم میں قریباً ۷ مقامات پر ہے

۲- علیمٌ حکیمٌ یا علیماً حکیماً یا العلیم الحکیم یا حکیمٌ علیم یا علیمٌ خبیر الحکیم العلیم یا الحکیم الخبیر یا حکیم خبیر کم وبیش ۴۰ مقامات پر ہے

۳- علیم قدیر یا العلیم القدیر یا العزیز العلیم یا الخلاق العلیم علیم حلیم یا علیماً حلیماً یا شاکراً علیماً یا لطیفٌ خبیر وغیرہ ۹ مقامات پر ہے

ل اور تغیر کم سا فرق ہے ۲ ایضاً ۳ ایضاً ۴ ایضاً ۵ ایضاً ۶ ایضاً ۷ صرف ایک لفظ میں فرق ہے۔

۴- سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ یا السمیع العلیم۔ کم وبیش ۲۸ مقامات پر ہے

میزان = ۹۴ بار

انداز ع ۱۷

قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(ارشاد فرمایا بیشک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے)

اللہ سب کچھ جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا

فرشتوں سے فرمایا۔ ۱- قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (بقرہ ع ۴) ۱ بار

صحابہ کرامؓ سے نیز مسلمانوں سے اور اہل کتاب وغیرہ سے فرمایا ۲- وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۲۶ و ع ۳۰-آل عمران ع ۷، نور ع ۲ و نحل ع ۱۰) ۵ ״

رسول کریمؐ سے فرمایا، ۳- لَا تَعْلَمُھُمْ نَحْنُ نَعْلَمُھُمْ۔ (توبہ ع ۱۳ و انفال ع ۸) ۱ ״

۴- لَا یَعْلَمُھُمْ اِلَّا اللّٰہُ۔ (ابراہیم ع ۲) ۱ ״

۵- وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ (مدثر رکوع اوّل) ۱ ״

۶- نُعَلِّمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا۔ (فتح ع ۴) ۱ ״

میزان = ۱۱ بار

انداز ع ۱۸

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ۔

(آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم (خاص) اللہ کو ہے)

قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور کسی کو نہیں

۱- قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ۔ (اعراف ع ۲۳ و احزاب ع ۸ و اعراف ع ۲۳) ۳ بار

۲- اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ (لقمان آخر سورہ، آخر زخرف) ۲ ״

۳- قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ۔ (ملک ع ۲) ۱ ״

۴- اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَھٰھَا ۝ (النازعات ع ۲) ۱ ״

میزان = ۷ بار

ل واللہ کی جگہ اِنَّ اللہ ہے۔ ۲ الفاظ میں معمولی سا فرق ہے۔
۳ اللہ کی جگہ ربی ہے۔ ۴ اِنَّ اللہ کی جگہ وہ ہے۔

خلاصہ جہاں اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اٹھارہ مختلف اسلوب انداز سے ۱۴۲ بار اپنے لئے صفتِ علم کا بیان اور علمِ غیب علمِ کُل علم محیط اور علم بسیط کا اثبات فرمایا ہے۔ وہاں اپنے سوا کسی برگزیدہ سے برگزیدہ مخلوق کسی فرشتہ یا ولی یا نبی حتیٰ کہ امام الانبیاء والمرسلین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک دفعہ بھی اس کا ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ انہیں سے علم قیامت وغیرہ علوم کی نفی کی ہے علیٰ ہٰذا تمام ماسوی اللہ کے لئے علم غیب کی نفی فرمائی۔

تمام ماسوی اللہ سے علم غیب کی نفی۔

اپنے محبوب و مقبول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے اعلان کرایا فرمایا۔

۱۔ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (پارہ ۲۰، نمل ع ۵)

آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں (ان میں سے) کوئی بھی غیب نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے۔

ارض و سماء، زمین و آسمان کی کوئی خاکی، نوری یا ناری مخلوق الغیب نہیں جانتی غیب اگر جانتا ہے تو صرف ایک اللہ جانتا ہے۔ علم غیب خاصۂ خدا ہے۔

کتنے ظالم ہیں وہ لوگ جو خود اس ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا ادعاء باطل کرتے ہیں۔ جن کی زبان پاک سے اللہ رب العزت نے یہ اعلان کرایا کہ زمین و آسمان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔ مگر اللہ! ---- تو عالم الغیب ہونے کی صفت اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہے۔ یہ صفت کسی مخلوق کے لئے ثابت نہیں۔ ارشاد فرمایا:۔

۲۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ (پارہ ۷، انعام ع ۷)

اور غیب کی کنجیاں (یا خزانے) اللہ ہی کے پاس ہیں۔ اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا

تو غیب کے خزانے اور کنجیاں سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اور کسی کو ان تک رسائی نہیں، غیب صرف اللہ جانتا ہے، اس کے سوا اور کسی کو غیب کا علم نہیں

نبی کریم بھی عالم الغیب نہیں

منصب رسالت کے فرائض و وظائف۔ انذار و تبشیر ---- کی ادائیگی و سرانجامی

کے لئے نہ تو ملک و اختیار کی ضرورت ہے اور نہ ہی علم غیب کی۔ یہ دونوں صفات ذات پاک رب العزت کے لئے خاص ہیں۔ نبی کریم اپنی ذات کے لئے ان دونوں صفتوں کی نفی فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

۳۔ قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (پارہ ۹، اعراف ع ۲۳)

آپ کہہ دیجئے میں اپنی ذات کے لئے (بھی) نفع و ضرر کا اختیار نہیں رکھتا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی مضرت مجھے مس نہ کرتی۔ میں تو محض اہل ایمان کو ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔

علم قیامت کے ساتھ چند اور علوم کی تمام نفوس و ذوات سے نفی ہو رہی ہے۔ ارشاد فرمایا:۔

۴۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (آخر لقمان)

بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی مینہ برساتا ہے۔ اور وہی جانتا ہے جو کچھ ماں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا۔ بیشک اللہ سب باتوں کا جاننے والا سب خبر رکھنے والا ہے۔

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے ان پانچ باتوں کو نہ تو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی برگزیدہ نبی، اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ ان میں سے کوئی بات جانتا ہے تو اس نے قرآن کا انکار کیا کیونکہ قرآن کی مخالفت کی، هٰذِهٖ خَمْسَةٌ لَا يَعْلَمُهَا مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِيٌّ مُّصْطَفٰى فَمَنِ ادَّعٰى اَنَّهٗ يَعْلَمُ شَيْئًا مِّنْ هٰذِهٖ فَاِنَّهٗ كَفَرَ بِالْقُرْاٰنِ لِاَنَّهٗ خَالَفَهٗ۔ [1]

---

[1] خازن مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۴۴۴ تفسیر اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ
خازن علامہ علاؤ الدین بغدادی (متوفی ۷۲۵ھ) کی مشہور تفسیر ہے۔

اللہ کے سوا کوئی آئندہ کی بات اپنے اختیار سے نہیں جان سکتا[1]

۵۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ج وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج (پارہ ۳۔ آیۃ الکرسی)

(اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ خلقت کے رُوبرو ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ سب اس کے معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ مگر جتنا وہی چاہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم محیط اور کامل ہے۔ مخلوقات میں سے کسی کا بھی علم کامل اور محیط نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو جس قدر علم دینا چاہتے ہیں۔ دے دیتے ہیں۔

۶۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا (پارہ ۱۶۔ طٰہٰ۔ ع ۶)

اللہ تعالیٰ ان سب کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور اس کو ان کا علم احاطہ نہیں کر سکتا۔

خدا کا علم ساری مخلوق کو محیط ہے۔ اور کسی کا علم اللہ رب العزت کی ذات کا یا اس کی معلومات کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ سب کا علم محدود ہے اور اتنا ہے جتنا اللہ رب العزت نے کسی کو دیا ہے۔

اطلاع علی الغیب

علم غیب تو کسی کو حاصل نہیں غیب کی کنجیاں صرف اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ کسی مخلوق کی ان تک رسائی اور دسترس نہیں البتہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو بعض غیوب پر مُطّلع فرما دیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (پارہ ۴۔ آل عمران ع ۱۸)

اور اللہ تعالیٰ تم کو غیب پر مُطّلع نہیں کرتے لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہیں منتخب فرما لیتے ہیں۔

[1] "تقویۃ الایمان" فصل دوم شرک فی العلم "تقویۃ الایمان" توحید کی حقیقت اور شرک کی مذمت میں حضرت شہید رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق تالیف ہے۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے بھتیجے اور حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کے صاحبزادے ہیں، اسلامی حکومت کے قیام کی مسلح جدوجہد میں سکھوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے اپنے شیخ سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کے ساتھ بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کو جام شہادت نوش کیا۔ رحمہم اللہ۔

عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی غیب پر اطلاع نہیں دی جاتی۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو غیب کی جس بات پر چاہیں اطلاع دے دیتے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا ۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ رَصَدًا (۱۰ آخر سورۃ جن)

(اللہ عالم الغیب ہے۔ سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو تو اس کے آگے اور پیچھے محافظ (فرشتے) چلاتا ہے۔

تو غیب حق اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اللہ اپنے برگزیدہ و پسندیدہ۔ رسولوں کو اپنے غیب کی جس بات پر چاہے اطلاع دے دیتا ہے۔ اور یہ اطلاع بذریعہ وحی ہوتی ہے اور وحی کے ساتھ فرشتوں کا چوکی پہرہ ہوتا ہے۔

غیب کیا ہے اور کیا نہیں

۱۔ الحافظ العلامۃ الحبر المحقق حضرت مولانا عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۴۰ھ) "شرح عقائد کی شرح میں رقم فرماتے ہیں کہ،

مسئلہ علم غیب میں عوام کے لئے بحث منع نہیں۔

وَالتَّحْقِیْقُ اَنَّ الْغَیْبَ مَا غَابَ عَنِ الْحَوَاسِّ وَالْعِلْمِ الضَّرُوْرِیِّ وَالْعِلْمِ الْاِسْتِدْلَالِیِّ وَقَدْ نَطَقَ الْقُرْاٰنُ بِنَفْیِ عِلْمِہٖ عَمَّنْ سِوَاہُ تَعَالٰی فَمَنِ ادَّعٰی اَنَّہٗ یَعْلَمُہٗ کَفَرَ وَمَنْ صَدَّقَ الْمُدَّعِیْ کَفَرَ وَاَمَّا مَا عُلِمَ بِحَاسَّۃٍ اَوْ ضَرُوْرَۃٍ اَوْ دَلِیْلٍ فَلَیْسَ بِغَیْبٍ وَلَا کُفْرَ فِیْ دَعْوَاہُ وَلَا فِیْ تَصْدِیْقِہٖ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ

تو غیب وہ ہے جو حواس ظاہری سمع و بصر سے غائب ہو اور علم ضروری وحی و الہام اور علم استدلالی علامات و دلائل پر اس کی بنیاد نہ ہو، کتاب اللہ اور ارشادات و احادیث نبویؐ میں اللہ کے سوا جس علم غیب کی نفی فرمائی گئی ہے وہ یہی علم غیب ہے اور اس کا مدعی و مصدق بالاتفاق کافر ہے لیکن جو امور سمع و بصر سے محسوس و مدرک ہوں یا وحی یا الہام یا علامات و دلائل سے معلوم ہوں وہ غیب

نہیں اور نہ ہی ان سے متعلق علم، علم غیب ہے، مثلاً حضرات انبیاء علیہم السلام یا حضرات اولیاء اللہ کی پیش گوئیاں یا خبریں علم غیب میں داخل نہیں کیونکہ یہ وحی و الہام سے مستفاد ہیں، للٰہذا ان کا مدعی و معتقد کافر نہیں۔

۲۔ صاحب حاشیہ نبراس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات متعلقہ غیب سے متعلق رقمطراز ہیں کہ:۔

فَلَا يُنَافِي الْآيَاتُ الدَّالَّةُ عَلَى أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِأَنَّ النَّفْيَ عِلْمُهُ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ فَكُلُّ مَا وَرَدَ عَنْهُ مِنَ الْغُيُوبِ لَيْسَ هُوَ إِلَّا مِنْ إِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِهِ ؎	جو آیات علم غیب کی نفی پر دلالت کرتی ہیں وہ اس کی تردید نہیں کرتیں کیوں کہ آپ کے علم (غیب) کی نفی بغیر واسطہ کے ہے اور حضرتؐ سے غیب کے

متعلق جو باتیں وارد ہوئی ہیں وہ سب کی سب اللہ تعالیٰ کے آپ کو بذریعہ وحی وغیرہ) علم دینے کی بنا پر ہیں (یعنی واسطے سے ہیں)۔

ان تصریحات سے جہلاء کے اس اشکال و اعتراض کا بھی دفعیہ ہو گیا جو کہتے ہیں کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن تو غیر ممالک کی خبریں دیتے ہیں ان پر اعتبار کیا جاتا ہے۔ یا محکمہ موسمیات؟ جو بارش وغیرہ سے متعلق مستقبل کی خبریں دیتا ہے وہ عموماً سچی نکلتی ہیں۔ تو ریڈیو ہو یا ٹیلی ویژن یا محکمہ موسمیات یہ واسطہ و ذریعہ اور دلیل و علامات سے بات کرتے ہیں، اور علم غیب وہ ہے جو کسی واسطے یا ذریعے یا علامت و دلیل کے بغیر ہو۔

ٹھنڈی ٹھنڈی اور مرطوب ہوا چل رہی ہے، گھنگھور گھٹا چھائی ہے، بجلی چمک رہی ہے، بادل گرج رہا ہے، اب اگر کوئی کہے کہ بارش ہو گی، تو یہ علم غیب نہیں ہے کیونکہ اس کی بنیاد تو حواس اور علم استدلالی پر قائم ہے۔ جب بارش کی علامات ظاہر و موجود ہیں تو بارش ہو گی، اسی طرح اگر ایک قابل و ماہر طبیب نبض دیکھ کر مریض کا حال اور اس کے مرض کی کیفیت بتا دیتا ہے تو اس کی بنیاد اس کے علم و استدلال پر قائم ہے۔ لہٰذا یہ علم غیب نہیں۔

۱۔ چنانچہ رئیس الفقہاء والمحدثین حضرت ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) اور علامہ سعد الدین تفتازانی (متوفی ۷۹۲ھ) رحمہما اللہ لکھتے ہیں:۔

ؔ ۱ حاشیہ "نبراس"، ص ۵۷۵

وبالجملة العلم بالغيب أمر تفرد به الله تعالى لا سبيل للعباد إليه إلا بإعلام منه أو إلهام بطريق المعجزة أو الكرامة أو إرشاد إلى الاستدلال بالأمارات فيما يمكن فيه ذلك ۔۔۔۔۔۔ ؎

۱۲

۲۔ اسی طرح تاتارخانیہ میں ہے:۔

يَكْفُرُ بِقَوْلِهِ أَنَا أَعْلَمُ الْمَسْرُوقَاتِ أَوْ أَنَا أُخْبِرُ عَنْ أَخْبَارِ الْجِنِّ إِيَّايَ وَأَمَّا مَا وَقَعَ لِبَعْضِ الْخَوَاصِّ كَالْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ بِالْوَحْيِ أَوِ الْإِلْهَامِ فَهُوَ بِإِعْلَامٍ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَيْسَ مِمَّا نَحْنُ فِيهِ ؎	کوئی شخص کہے کہ میں چوری شدہ مال کو جانتا ہوں اور میں ان خبروں کی بنا پر بات کرتا ہوں جو مجھے جن دیتے ہیں تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اور بعض خواص جیسے حضرات انبیاءؑ و اولیاء سے ثابت ہے

وہ وحی یا الہام کے ساتھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم دینے کی بناء پر ہے اس سے ہماری بحث نہیں۔

تو اللہ رب العزت اپنے رسول معصومؑ کو یا اولیاء کرامؒ کو وحی و الہام سے بطور معجزہ و کرامت جو کچھ بتلا یا دکھلا دیں، اس میں بحث نہیں، کیونکہ وہ علم غیب نہیں، ہاں وحی یا الہام وغیرہ کے واسطے کے بغیر غیب کا علم، علم غیب ہے اور بحث اسی میں ہے اور یہ خاصۂ خدا ہے۔ کسی غیر اللہ۔ نبیؑ یا ولی کے لئے اس کا دعویٰ کرنا کفر ہے۔

خلاصہ: علم غیب وہ ہے جو عادی وسائل و اسباب اور وسائط کے بغیر از خود ہو اور جو علم، وسائل و ذرائع اور وسائط سے حاصل ہو وہ علم غیب نہیں۔ خواہ وہ وسائل و ذرائع حسّی و ظاہری ہوں خواہ باطنی و معنوی، یعنی خواہ حواس، علامات تجربے اور عقل و خرد سے وہ علم حاصل ہو خواہ وحی یا کشف و الہام سے ا وہ علم غیب نہیں ہے۔

انتباہ:۔ فقہاء امت کے اس فتویٰ میں ان لوگوں کے لئے عظیم انتباہ ہے۔ جو بعض ٹھگوں کے پاس جا کر اپنے مال مسروقہ کا اتہ پتہ پوچھتے ہیں اور وہ عیار و پُرکار، چالاک و مکار لوگ جنوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے یا مٹی کا (وضو کرنے والا) لوٹا گھمانے کا ڈھونگ رچا کر ان جاہل مسلمانوں کے مال کے ساتھ ان کے متاع ایمان پر بھی

ؔ ۱ شرح فقہ اکبر، ص ۱۵۵، "شرح بشرح العقائد"، ص ۴۷۷، ؔ ۲ "شامی"، جلد ۳، کتاب الجہاد، باب المرتد۔

ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ فقہاء رحمہم اللہ نے صراحت سے ان ٹھگوں کی تکفیر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرمائیں۔

حضرات فقہاء و محدثین اور ائمہ علم کلام رحمہم اللہ نے بذریعہ وحی و الہام جس اطلاع علی الغیب پر بحث کی ہے۔ خود لسانِ رسالت سے اس کا بیان و ارشاد ملاحظہ ہو۔

امام ابن اسحاق[1] رحمہ اللہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:۔

غزوۂ تبوک میں سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی، آپ کے اصحاب اس کی تلاش میں نکلے، زید بن اللصیت (منافق) کہنے لگا محمد تو نبی ہونے کے مدعی ہیں اور تمہیں آسمانوں کی خبر دیتے ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟

(اس پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَاِنِّی وَاللّٰہِ مَا اَعْلَمُ اِلَّا مَا عَلَّمَنِیَ اللّٰہُ وَقَدْ دَلَّنِی اللّٰہُ عَلَیْھَا وَھِیَ فِیْ ھٰذِہِ الْوَادِیْ فِیْ شِعْبِ کَذَا وَکَذَا قَدْ حَبَسَتْھَا شَجَرَۃٌ بِزِمَامِھَا۔	واللہ میں نہیں جانتا مگر وہ جس کا اللہ مجھے علم دیتا ہے۔ اور ابھی اللہ نے مجھے دکھلایا ہے کہ وہ اس وادی میں اس درّہ میں موجود ہے درخت کی شاخ میں

اس کی مہار اٹکی ہوئی ہے چنانچہ صحابہ کرامؓ گئے اور اونٹنی کو لے آئے[2]

اگر اللہ رب العزت اپنے محبوب رسولؐ کو یا غیر رسول کو بھی بطور معجزہ و کرامت کسی غیب پر اطلاع دے دیں، تو اس کا انکار نہیں۔ یہ خود کتاب و سنت سے بصراحت ثابت ہے، اور یہ وحی و الہام کے واسطہ و ذریعہ سے جو علم و خبر کسی نبی یا ولی کو حاصل ہو گی، یہ غیب نہیں، اور جو غیب ہے۔ یعنی بغیر واسطہ و ذریعہ، بغیر علامت و دلیل غیر مشہود و غیر موجود حقائق و اشیاء کا علم، یہ خاصۂ خدا ہے۔ یہ نہ کسی آسمان

---

[1] امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۱ھ) سیرت و مغازی کے مسلّم امام ہیں، بڑے جلیل القدر محدث ہیں، تابعین میں سے ہیں حضرت انسؓ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

[2] "سیرت ابن ہشام" مطبوعہ مصر جلد ۴ ص ۱۰۰، ذکر غزوۂ تبوک "اصابہ" جلد اوّل نمبر ۲۹۲۳، اصابہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) کی صحابہ کرامؓ کے حالات پر بڑی عجیب بلکہ بے نظیر کتاب ہے، ہزاروں صحابہؓ و صحابیاتؓ کے مفصل حالات پر مشتمل ہے۔ شیخ الاسلام بڑے بلند پایہ محدث اور عظیم و جلیل مصنف ہیں۔ رحمہ اللہ۔

والے کو حاصل ہے نہ زمین والے کو، نہ نبی کو نہ ولی کو، نہ کسی فرشتے کو اور نہ ہی کسی اور کو۔

سنّتِ رسولؐ سے رسول کریمؐ کے علم غیب و علمِ کُل کی نفی

کتاب اللہ کے بعد اب سنّتِ رسولؐ سے علم غیب و علم کُل کا خاصۂ خدا ہونا اور غیر اللہ سے اس کی نفی ملاحظہ ہو۔ نبی کریمؐ نے خود اپنے لئے علم غیب و علم کُل کی ہر موقع پر صراحت سے نفی فرمائی ہے۔ چند احادیث پیش ہیں:۔

۱۔ بروایت رُبیّع بنت معوذؓ۔ ان کی شادی کے موقع پر نبی کریمؐ کی موجودگی میں انصار کی بچیاں (اشعار) پڑھ کر ان کے آبا کے مناقب پڑھ رہی تھیں جو بدر میں شہید ہو گئے تھے، ان بچیوں میں سے ایک نے کہہ دیا۔ وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ کہ ہم میں نبی موجود ہیں جو کل کی باتیں جانتے ہیں۔ تو آپؐ نے فوراً فرمایا۔

دَعِیْ ھٰذِہٖ وَقُوْلِیْ بِالَّذِیْ کُنْتِ تَقُوْلِیْنَ۔ رواہ البخاری۔[1]	اس بات کو چھوڑ دو۔ وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھی۔

اللہ اکبر، مجلس تعلیم و تعلّم نہیں بلکہ محفل فرح و سرور ہے، پھر کہنے والی ایک معصوم لڑکی ہے، کوئی شیخ الحدیث یا علامہ نہیں، پھر بات ؐ کے ایک مصرعہ کی ہے، کسی عقیدہ و ایمان سے متعلق کوئی عبارت نہیں مگر اللہ کے محبوب رسولؐ اس ایک کلمہ کو بھی برداشت نہ فرما سکے اپنے متعلق علم غیب کی ذرا سی نسبت کی بھی اجازت نہ دی اور فوراً منع فرما دیا کہ یہ نہ کہو۔ اسے چھوڑ دو۔ اللہ اللہ!

۲۔ بروایت خارجہؓ بن زید۔ ایک انصاری بی بی حضرت اُمّ العلاءؓ صحابیہ نے انہیں خبر دی کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات پر جب انہیں غسل دے کر کفن پہنا دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے کہا ابو سائب (یہ حضرت عثمانؓ کی کنیت ہے) تم پر خدا کی رحمت! میں تمہارے متعلق گواہی دیتی ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ضرور تمہیں اپنی رحمت سے سرافراز فرمایا ہو گا اس پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہیں یہ کیسے علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور

---

[1] و "مشکوٰۃ المصابیح" باب اعلان النکاح۔

ان کو سرافراز فرمایا ہوگا، میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، (اگر ان کو نہیں) تو پھر اللہ تعالیٰ اور کس کو نوازے گا؟ ارشاد فرمایا۔ خدا کی قسم! ان کی وفات ہوگئی اور خدا کی قسم مجھے بھی ان کے متعلق خیر کی اُمید ہے مگر،

وَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ وَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَاذَا یُفْعَلُ بِیْ ۔ رواہ البخاری [1]

خدا کی قسم! گو میں اللہ کا رسول ہوں مگر میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا

۳۔ بروایت اُبَی بن کعب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ..... خضر نے کہا۔ یا موسیٰ! جو علم اللہ نے مجھے دیا ہے وہ آپ نہیں جانتے۔ اور جو علم اللہ نے آپ کو دیا ہے وہ میں نہیں جانتا ..... پھر جب دونوں سمندر کے اندر کشتی میں سوار ہوئے تو ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ اور سمندر میں ایک یا دو چونچیں ماریں تو (حضرت) خضر نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) سے کہا۔

مَا نَقَصَ عِلْمِیْ وَ عِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّا كَنَقْرَةِ هٰذَا الْعُصْفُوْرِ فِي الْبَحْرِ [2]

میرے اور آپ کے (دونوں کے) علموں نے (مل کر بھی) اللہ کے علم میں کوئی کمی نہیں کی مگر سمندر سے اس چڑیا کی ایک چونچ برابر۔ (یعنی کوئی کمی نہیں کی)

اس حدیث پاک سے دو باتوں کا علم ہوا ایک تو یہ کہ نبی کا علم ہو یا غیر نبی کا۔ خضر کا علم ہو یا موسیٰ کا (علیہما السلام) یہ اللہ تعالیٰ کا عطا فرمودہ ہے، جس کو جو علم دیا ہے اللہ نے دیا ہے اور دوسری بات یہ کہ یہ حضرات انبیاءؑ و اولیاءؒ کے جملہ علوم جزئی ہیں، یہ سب علوم مل ملا کر بھی علم الٰہی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے، انہیں اللہ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں جو سمندر سے ایک قطرہ کو ہے، اللہ کا علم کلی ہے محیط ہے۔ وسیع و بسیط ہے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو سوتے میں کروٹ بدلی تو اپنے پہلو کے نیچے ایک کھجور کا دانہ پایا۔ اسے اُٹھایا اور تناول فرمالیا، پھر باقی رات آپ تکلیف سے پیچ و تاب کھاتے رہے آپ کو نیند نہ آئی آپ نے اپنی کسی زوجہؓ کو یہ کیفیت بیان کی اور فرمایا۔

---

[1] ترجمان السنۃ، جلد دوم حدیث نمبر ۱۰۰ — [2] صحیح بخاری کتاب العلم باب ما یستحب للعالم

اِنِّیْ وَجَدْتُ تَمْرَةً تَحْتَ جَنْبِیْ فَاَكَلْتُهَا ثُمَّ تَخَوَّفْتُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ

میں نے اپنے پہلو تلے ایک کھجور کا دانہ پڑا پایا اور اسے کھالیا۔ اب مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ صدقہ کے مال میں سے نہ ہو۔

اللہ اللہ! کھجور کھا تو لی مگر اس خوف سے کہ مبادا یہ عشر کے مال میں سے ہو جو عموماً آپؐ کے دولت کدہ میں جمع ہوتا اور پھر مستحقین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اس فکر سے آپ کی نیند اُچاٹ ہوگئی، شب بھر آپؐ پیچ و تاب کھاتے رہے۔ یہ ساری کیفیت اس بات کا علم نہ ہونے کی وجہ سے پیش آئی کہ وہ کھجور صدقہ کی ہے یا نہیں اگر معلوم ہوتا کہ صدقہ کی ہے تو حضرت تناول ہی نہ فرماتے اور اگر علم ہوتا کہ صدقہ کے مال میں سے نہیں تو رات بھر پریشان اور فکر مند اور بے چین نہ رہتے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۵۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک راستے سے گزرے تو آپ کو ایک کھجور پڑی ہوئی ملی ارشاد فرمایا۔

لَوْلَا اَنِّیْ اَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَكَلْتُهَا (متفق علیہ)

اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی کھجور ہوگی تو میں اسے کھا لیتا (صحیح بخاری، صحیح مسلم) [3]

تو آپؐ نے اس عدم علم و یقین کی وجہ سے کہ وہ کھجور صدقہ کی نہیں، کھجور کو تناول نہ فرمایا۔ اگر مال صدقہ میں سے نہ ہونے کا یقین ہو جاتا تو تناول فرما لیتے۔

۶۔ حضرت عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دیں، مسلمانوں میں سے دو شخص باہم جھگڑنے لگے تو آپ نے فرمایا۔ میں آیا تھا تاکہ تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دوں لیکن فلاں فلاں باہم جھگڑنے لگے۔

فَرُفِعَتْ وَعَسٰی اَنْ یَّكُوْنَ خَیْرًا لَّكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ (رواہ البخاری) [4]

لہٰذا اس کی تعیین اُٹھالی گئی۔ اور شاید یہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ پس تم اسے پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں (شب) میں تلاش کرو۔

۷۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت میں ہے ارشاد فرمایا۔

---

[1] طبقات ابن سعدؒ، جلد اول ص ۳۹۰ — [2] "مشکوۃ المصابیح" "باب من لا تحل لہ الصدقۃ"

[3] "مشکوۃ المصابیح" "باب لیلۃ القدر، موطا مالکؒ میں یہ روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے۔

اُرِیْتُ ھٰذِہٖ اللَّیْلَۃَ ثُمَّ اُنْسِیْتُھَا فَالْتَمِسُوْھَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْھَا فِیْ کُلِّ وِتْرٍ (متفق علیہ) لہ

مجھے یہ رات بتلائی گئی تھی پھر میں اسے بھول گیا۔ پس تم اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالکؒ اور ابوداؤد وغیرہ میں بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۸۔ ایک روایت میں ہے، ارشاد فرمایا:۔

اِنِّیْ اُرِیْتُ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ وَاِنِّیْ نُسِّیْتُھَا فَالْتَمِسُوْھَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِیْ وِتْرٍ ٢ہ

بے شک مجھے لیلۃ القدر بتلائی گئی تھی۔ مگر وہ بھلا دی گئی۔ پس اب تم اسے (رمضان کے) آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔

یہ عظیم رات جو ہزار مہینوں سے بھی قدر و عظمت میں خیر و افضل اور برتر ہے۔ اُمت کو آپ متعین کر کے نہ بتلا سکے کہ کون سی رات ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا قطعی علم عطا نہیں فرمایا۔ عطاء فرمایا بھی تھا مگر دو مسلمانوں کے باہمی تنازع کی وجہ سے وہ علم واپس لے لیا گیا۔ اب آپ نے اندازہ سے فرمایا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اسے تلاش کرو۔ کیونکہ رمضان المبارک میں اِس کا ہونا تو قرآن کریم سے ثابت ہے۔ باقی قطعی تاریخ کا تعین آپ نے نہ فرمایا۔

۹۔ اسی سلسلہ میں ایک اور حدیث ملاحظہ ہو:۔

بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپؐ نے (سنہ ۱۰ھ) عاشورا (۱۰ محرم) کا روزہ رکھا اور صحابہؓ کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس دن کی تو یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَئِنْ بَقِیْتُ اِلٰی قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ۔ رواہ مسلم ٣ہ

اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو ۹ محرم کا روزہ (بھی) رکھوں گا (تاکہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت ہو جائے۔) مگر آپ اگلے سال تک زندہ نہ رہے، ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ ہی میں وفات پا گئے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

لہ مشکوٰۃ المصابیح، باب لیلۃ القدر۔

٢ہ صحیح بخاری باب الاعتکاف وخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم صبیحۃ عشرین۔

٣ہ مشکوٰۃ المصابیح، باب صیام التطوع۔

تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفاتِ شریفہ اور رحلتِ مبارکہ کا بھی علم نہیں
آپ فرما رہے ہیں کہ اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو نو محرم کا روزہ بھی رکھوں گا۔ مگر خالق و مالک جل جلالہٗ کی طرف سے پیغامِ وصال آ پہنچا اور آپ (۱۰ محرم سے ۱۱ ربیع الاوّل تک) صرف دو ماہ بعد ہی اپنے رب اعلیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

خلاصہ کتاب اللہ کی متعدد نصوص قطعیہ کے بعد سنتِ رسول سے تو بار بار خود نبی الانبیاء سید المرسلینؐ کی ذات پاک کے لئے علم غیب و علم کل کی نفی ثابت ہے۔ اس کے بعد اور کون ماں کا لال ہے جس کے لئے علم غیب کا دعویٰ کیا جائے۔

فقہاءِ اسلام غیر اللہ حتیٰ کہ رسول کریمؐ کے لئے علم غیب کے مدعی کو کافر کہتے ہیں!

کتاب و سنت کے بعد اس مسئلہ سے متعلق فقہاء امت کے اقوال درج ذیل ہیں۔

۱۔ امام الفقہاء حسن بن منصور المعروف بہ قاضیخان (المتوفی ۵۹۲ھ) رقمطراز ہیں:۔

ایک شخص نے ایک عورت سے (گواہوں کے بغیر) اللہ اور رسولؐ کو گواہ بنا کر نکاح کیا، یہ باطل ہے ......

وبعضھم جعلوا ذٰلک کفرًا لانہ یعتقد ان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو کفر (فتاویٰ قاضی خان جلد اوّل کتاب النکاح)

اور بعض نے اسے کفر قرار دیا ہے کیونکہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں، اور یہ کفر ہے۔

۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم المصری (المتوفی سنہ ۹۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:۔

لَوْ تَزَوَّجَ بِشَھَادَۃِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لَا یَنْعَقِدُ النِّکَاحُ وَیَکْفُرُ لِاِعْتِقَادِہٖ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْلَمُ الْغَیْبَ (بحر الرائق جلد ۵ ص ۱۲۶)

لہ فقہ حنفی کے مشہور فتاویٰ "تاتارخانیہ" میں بھی قریباً یہی الفاظ ہیں۔ اور خزانۃ المفتیین، بزازیہ، مجمع البحار، شامی وغیرہ میں بھی!

۳۔ السلطان العادل اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۱۸ھ) کے مرتب کرائے ہوئے فتویٰ میں ہے۔

تَزَوَّجَ رَجُلٌ اِمْرَأَةً وَلَمْ یَحْضُرِ الشُّهُوْدُ وَقَالَ۔

خدائے را اور رسول را گواہ کردیم ..... یکفر (فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ ص ۴۱۲)

۴۔ نیز امام فقیہ علی بن ابی بکر صاحب ہدایہ (المتوفی ۵۹۳ھ) اپنی کتاب تجنیس ص ۲۹۷ پر، علامہ طاہر بن احمد (۵۴۲ھ) خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۴ ص ۳۵۴ پر، امام عبد الرحیم (۵۶۱ھ) فصول عمادیہ ص ۶۴ پر امام محمد بن محمد الخوارزمی المعروف بالبزازی (۸۲۷ھ) فتاویٰ بزازیہ ص ۳۲۵ پر اور محدث کبیر علامہ بدر الدین عینی (۸۵۵ھ) عمدۃ القاری جلد ۱ ص ۵۲ پر امام ابن ہمام محمد بن عبد الواحد (۸۶۱ھ) مسامرہ جلد ۲ ص ۸۸ مع المسامرہ پر اور علامہ ابن عابدین الحنفی (۱۲۵۲ھ) شامی جلد ص ۳۰۶ اور دوسرے جلیل القدر وشہرہ آفاق فقہاء اسلام نے یہ تصریح کی ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا وہ کافر ہے۔ حتیٰ کہ مالا بد منہ ص ۱۷ پر خاتم الفقہا حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی (المتوفی ۱۲۳۵ھ) رحمہ اللہ بھی یہی لکھتے ہیں۔ [۱]

۵۔ امام الفقہاء والمحدثین حضرت ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) احناف کے چوٹی کے امام وفقیہ امام ابن ہمام (متوفی ۸۶۱ھ) سے شرح فقہ اکبر میں نقل فرماتے ہیں۔

اِعْلَمْ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ لَمْ یَعْلَمُوْا الْمُغَیَّبَاتِ مِنَ الْاَشْیَاءِ اِلَّا مَا اَعْلَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحْیَانًا وَذَکَرَ الْحَنَفِیَّةُ تَصْرِیْحًا بِالتَّکْفِیْرِ بِاعْتِقَادِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْلَمُ الْغَیْبَ لِمُعَارَضَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰی قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ کذا فی المسامرہ [۲]

جان لو کہ بالیقین حضرات انبیاء علیہم السلام غیب کی چیزوں کا علم نہیں رکھتے۔ سوائے اس کے جو علم اللہ تعالیٰ انہیں کبھی دیدے اور احناف نے صراحت کے ساتھ اس (اعتقاد رکھنے والے) کی تکفیر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔ بایں وجہ کہ (یہ اعتقاد) قولہ تعالیٰ قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ .... اِلَّا اللّٰهُ (الآیۃ) کے معارض ومقابل ہے یہ مسامرہ میں ہے۔ (جو امام ابن ہمام کی تالیف ہے)۔

[۱] یہ تمام تفصیلات حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر کی تالیف تبرید النواظر طبع ششم ص ۔۔۔ سے ماخوذ ہیں [۲] شرح فقہ اکبر، ص ۱۸۵ باب ۔۔۔

شریعت نے تو اس معاملہ میں یہاں تک حکم دیا ہے کہ اگر کوئی شخص چاند کے گرد ہالہ دیکھ کر علم غیب کا مدعی بن کر کہے کہ بارش ہوگی تو وہ بھی کافر ہوگیا۔

یکفر بقولہ عند رویۃ الدائرۃ التی تکون حول القمر یکون مطرًا مدعیًا علم الغیب کذا فی بحر الرائق [۱]

۶۔ امام الاحناف حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

ذُکِرَ فِی الْفَتَاوٰی اِنَّ قَوْلَ الْقَائِلِ عِنْدَ رُؤْیَتِهٖ هَالَةَ الْقَمَرِ یَکُوْنُ مَطَرٌ مُدَّعِیًا عِلْمَ الْغَیْبِ لَا بِعَلَامَةٍ کُفْرٌ [۲]

جس نے چاند کے گرد دائرہ دیکھ کر بارش کی علامت کے طور پر نہ بلکہ علم غیب کا مدعی بن کر کہا کہ بارش ہوگی۔ یہ کفر ہے۔

کاہنوں اور ان کی تصدیق کرنے والوں کا حکم

۷۔ فقیہ کبیر قاضی خاں رحمہ اللہ الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ، ایک شخص نے کہا۔

اَنَا اَعْلَمُ الْمَسْرُوْقَاتِ .. هٰذَا الْقَائِلُ وَمَنْ صَدَّقَهٗ یَکُوْنُ کَافِرًا

میں چوری شدہ مال کا علم رکھتا ہوں یہ دعویٰ کرنے والا اور اس کی تصدیق کرنے والا کافر ہوگیا۔

ان سے کہا گیا کہ وہ قائل کہتا ہے کہ جن مجھے خبر دیتے ہیں اور میں ان کی خبر کی بناء پر کہتا ہوں تو فرمایا۔

هُوَ وَمَنْ صَدَّقَهٗ یَکُوْنُ کَافِرًا بِاللّٰهِ لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَنْ اَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ فِیْمَا قَالَ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ لَا الْجِنُّ وَلَا الْاِنْسُ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْاِخْبَارِ عَنِ الْجِنِّ فَلَمَّا خَرَّ تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ

وہ کافر ہوگیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ بھی اللہ کا منکر ہوگیا۔ کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو کاہن کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی اس نے جو کچھ محمد پر نازل ہوا، اس کا انکار کیا۔ اللہ کے سوا کوئی بھی غیب کو نہیں جانتا۔ نہ کوئی جن اور نہ ہی کوئی انسان اللہ تعالیٰ جنوں کے حالات سے متعلق (قرآن میں)

[۱] فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ [۲] شرح فقہ اکبر، بحث الانبیاء لم یعلموا المغیبات۔

اَن لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ۔[۱]

فرماتے ہیں: فَلَمَّا تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ ..... یعنی جب (حضرت سلیمانؑ بعد وفات عصاء کے دیمک خوردہ ہونے پر) گر پڑے تب

....

جنات کو حقیقت معلوم ہوئی اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

کاہن مستقبل کی خبریں بتانے والوں کو کہا جاتا ہے۔ منجم اور رمال کا بھی یہی حکم ہے عہد جاہلیت میں ان لوگوں کا رام راج تھا۔ اب بھی جاہل لوگ کاہنوں وغیرہ کے پاس جاکر اپنے متعلق مستقبل کی خبریں پوچھتے ہیں گم شدہ یا چوری کردہ مال کا پتہ نشان پوچھتے ہیں۔ اور ان کا "حق الخدمت" ادا کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے پاس جاکر غیب سے متعلق خبریں دریافت کرنے اور ان کی تصدیق کرنے کو کفر فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا یَقُوْلُ .... فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ[۲]

رواہ احمد وابوداؤد۔

جو شخص کاہن کے پاس جائے اور (غیب سے متعلق) اس کی باتوں کی تصدیق کرے .... تو جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوا۔ وہ اس سے بری ہوا۔

ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے الفاظ ہیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے بھی کاہنوں کے پاس جانے اور ان کی تصدیق کرنے والوں کو کافر قرار دیا ہے۔

---

[۱] حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے عصا کو دونوں ہاتھ سے پکڑ کر ٹھوڑی مبارک کے نیچے لگالیا اور تخت پر بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں روح اقدس قبض ہوگئی، جنات آپ کو زندہ سمجھ کر اور بیٹھا دیکھ کر محنت شاقہ میں معروف رہے۔ سال بھر تک اس طرح ذلیل ہوتے رہے، سال کے بعد دیمک نے عصا کو کھا کر کھوکھلا کر دیا حضرت سلیمان علیہ السلام گر پڑے تب جنوں کو حقیقت معلوم ہوئی۔

[۲] "فتاویٰ قاضیخاں" جلد ۴ ص ۸۸۳ (الدرالفرید ص...) الدرالفرید المعروف "مرآت التوحید" مولانا عبدالقیوم خارانی کی تالیف ہے۔ عہد حاضر کے جید و فاضل عالم ہیں۔ مدظلہ۔

[۳] مشکوٰۃ المصابیح، باب الکہانۃ۔

شرح فقہ اکبر[۱] میں ہے۔ انّ تصدیق الکاھن بما یخبرہ من الغیب کفر۔ بزازیہ میں ہے۔ یکفر بادعاء علم الغیب وباتیان الکاهن وتصدیقه۔ یعنی علم غیب کا دعویٰ کرنے اور کاہن کے پاس جانے اور اس کی تصدیق کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ تاتارخانیہ میں ہے ویکفر بقوله انا اعلم المسروقات او انا اخبر عن اخبار الجن ایای[۲] یعنی میں چوری شدہ مال (کا اتہ پتہ) جانتا ہوں یا میں جنوں سے معلوم کرکے خبریں دیتا ہوں۔ اس قول سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

یہ گندہ عقیدہ کہاں سے درآمد ہوا

بہر حال اہل سنت کا تو یہی اجماعی مسئلہ ہے کہ علم غیب خاصۂ خدا ہے۔ کتاب اللہ، احادیث رسول اور فقہاء اسلام سے بصراحت ثابت ہے کہ کسی غیر اللہ، نبی یا ولی، انسان یا جن یا ملک مقرب کے لئے علم غیب و علم کل کا دعویٰ قطعی طور پر کفر ہے، پھر جاہل مسلمانوں میں یہ عقیدہ کہاں سے آیا۔

یہ عقیدہ دراصل غالی رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ اور ان سے جاہل مسلمانوں میں در آیا ہے چنانچہ شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۵۶۱ھ) ان کے عقائد کے بیان میں رقم فرماتے ہیں کہ۔

اَنَّ الْاِمَامَ یَعْلَمُ کُلَّ شَیْءٍ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالدِّیْنِ حَتّٰی عَدَدَ الْحَصٰی وَقَطْرَ الْاَمْطَارِ وَوَرَقَ الْاَشْجَارِ ......

بیشک امام جو ہو چکی اور جو ہوگی ہر بات جانتا ہے خواہ وہ دنیا سے متعلق ہو خواہ دین سے یہاں تک کہ کنکریوں کی تعداد، بارش کے قطرے اور درختوں کے پتے بھی جانتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں،۔

لِاَنَّ الرافضیۃ یعتقدون ان الامام المعصوم یَعْلَمُ ما فی بطن الحامل وما وراء الجدار[۳]

اس لئے کہ امامیہ (شیعہ) اعتقاد رکھتے ہیں کہ امام معصوم جانتا ہے کہ حاملہ کے پیٹ کے اندر کیا ہے اور دیوار کے پیچھے کیا۔

تو دراصل یہ عقائد و تصورات فرقہ امامیہ اہل تشیع کے تھے، ان سے بوجہ جہالت اہلسنت کہلانے والوں نے بھی انہیں اپنا لیا۔ العیاذ باللہ۔

---

[۱] شرح عقائد ص۱۲۳ پر بھی قریباً یہی لفظ ہیں۔ [۲] الدرالفرید ص... [۳] غنیۃ الطالبین جلد اول فصل [illegible]

مسلمانوں کے پہلی صدی کے دینی مقتداؤں، رہبروں اور پیشواؤں کا مذہب

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدر صحابی

امام المفسرین سیدنا عبداللہ ابن عباس کا مذہب

هذه الخمسة لا يعلمها ملك مقرب ولا نبي مصطفىً فمن ادعى انه يعلم شيئاً من هذه فقد كفر بالقرآن لانه خالفه ؛ (تفسیر خازن ج ۵ ص ۱۸۳)	یہ پانچ غیب کے علوم ان کو نہ کوئی فرشتہ مقرب جانتا ہے اور نہ نبی رسول چنا ہوا۔ پس جو شخص دعویٰ کرے کہ ان پانچ غیوب میں سے کچھ جانتا ہے۔ وہ کافر ہے کیونکہ قرآن کے خلاف کیا۔ !

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا مذہب

ومن قال ان محمداً صلی اللہ علیه وسلم يعلم ما في غدٍ فقد اعظم على الله الفرية والله يقول قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله ! (بخاری ج ۲ ص ۷۲۰)	جس نے کہا کہ حضور علیہ السلام کل کی باتوں کو جانتے ہیں تو اس نے خدا تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں غیب خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ !

مذکورہ بالا عقیدہ کی تائید میں دوسری روایت

ومن حدثك انه يعلم ما في غدٍ فقد كذب (الیواز ج ۱ ص ۱۵۵)	جو تجھے یہ کہے کہ حضور علیہ السلام کل کی باتیں جانتے ہیں وہ جھوٹا ہے

تیسری روایت

ومن حدثك انه يعلم الغيب فقد كذب وهو يقول لا يعلم الغيب الا الله -! (بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۸)	اور جو تجھے یہ کہے کہ حضور علیہ السلام غیب جانتے ہیں پس تحقیق اس نے جھوٹ کہا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ غیب خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ !

حضرت عبداللہ ابن مسعود کا مذہب

متوفی ۳۲ھ

اوتی نبیکم علم کل شیء سوی هذه الخمس. (فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۵)	ان پانچ علموں کے بغیر حضور علیہ السلام سب چیز کا علم دیے گئے تھے۔!

حضرات! حضور علیہ السلام کے بعد، بعد از انبیاءؑ صحابہ کرامؓ کا مرتبہ ہے۔ ان کے عقیدے اور علم غیب کے متعلق ارشادات آپ نے ملاحظہ فرمالئے۔ اب دوسری صدی کے اہلسنت علماء محققین کے عقیدے سے ملاحظہ فرمائیے۔

دُوسری صدی کے اہلسنّت فقہاء محدثین کا عقیدہ

امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ کا مذہب

متوفی ۱۵۰ھ

ورای المنصورُ فی منامہ سورۃ ملک الموت وسألہٗ عن مدۃ عمرہ فاشار بأصابعہ الخمس فعبرھا المعبرون بخمس سنوات وخمسۃ اشھر وبخمسۃ ایام فقال ابو حنیفۃؒ ھو اشارۃ الی ھذہ الایۃ فان العلوم الخمس لا یعلمھا الا اللہ تعالیٰ۔ !

(بحوالہ تفسیر مدارک ج ۳ ص ۲۱۹)

منصور نے نیند میں ملک الموت کو دیکھا تو اس سے اپنی عمر کی مدت دریافت کی موت کے فرشتے نے پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا۔ تعبیر دینے والوں نے مختلف تعبیریں دیں۔ کسی نے کہا کہ آپ کی عمر پانچ برس ہے کسی نے کہا پانچ مہینے۔ کسی نے پانچ دن کہے حضرت امام اعظمؒ نے فرمایا کہ یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف کہ یہ پانچ علوم خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا

طرزِ استدلال :- امام ابو حنیفہؒ کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی ہے۔ اور وفات ۱۵۰ھ میں امام اعظمؒ کا مذہب اور ان کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیے۔ اور اس کی روشنی میں اپنا عقیدہ مستحکم کیجئے۔

حضرت قتادہؒ ابنِ دعامہ تابعی کا مذہب

متوفی ۱۱۷ھ

خمس من الغیب استاثر | غیب سے پانچ علوم کو خدا تعالیٰ

بھن اللہ فلو یطلع علیھن ملکاً مقرباً ولا نبیاً مرسلاً ان اللہ عندہ علم الساعۃ فلا یدری احد من الناس متیٰ تقوم الساعۃ فی ای سنۃ او فی ای شھر ولیل اونھار وینزل الغیث فلا یعلم احد متی ینزل الغیث لیلا اونھارا ولیعلم ما فی الارحام اذکر ام انثیٰ احمر او اسود وما ھو وما تدری نفس ماذا تکسب غدا اخیر ام شر ولا تدری یا ابن آدم متی تموت لعلک المیت غدا ولعلک المصاب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ای لیس احد من الناس یدری این مضجعہ من الارض فی بحر ام برا وسھل اوجبل (بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۵۵، تفسیر روح المعانی ج ۲۱ ص ۹۹)

نے اپنے لئے خاص کر دیا ہے۔ نہ تو کسی مقرب فرشتے کو اس پر اطلاع دی ہے اور نہ کسی پیغمبر کو۔ (۱) علمِ قیامت کوئی بھی نہیں جانتا کہ قیامت کس سال یا کس مہینے یا کس دن یا کس رات قائم ہوگی مینہ برساتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔ رات کو ہوگی یا دن کو۔ رحم کے اندر کی چیز جانتا ہے کہ مذکر ہے یا مؤنث ہے سُرخ ہے یا سیاہ ہے۔ کیا ہے کوئی جی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔ اچھا کام کرے گا یا بُرا کام کرے گا۔ اے ابنِ آدم تو کب مرے گا۔ کسی کو علم نہیں کہ کس زمین میں مریگا۔ دریا میں مریگا یا جنگل میں۔ نرم زمین میں مریگا یا سنگلاخ میں۔ !

حضرت امام سُدی الکبیرؒ تابعی متوفی ۱۲۷ھ کا مذہب

لیس من اھل السمٰوٰت والارض احد الا وقد اخفی اللہ عنہ علم الساعۃ (تفسیر ابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۳۴)

آسمانوں اور زمین میں جو بھی رہنے والے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان سے قیامت کا علم چھپا لیا ہے۔

حضرت سفیان ابن عیینہ متوفی ۱۹۸ھ کا مذہب

ما کان فی القرآن "وما ادراك" فقد اعلمه الله وما قال "وما یدریك" فانه لم یعلمه
(بخاری ج ۱ ص ۲۷)

جہاں قرآن میں "وما ادراک" ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کا پتہ بتلا دیا ہے اور جہاں "وما یدریک" فرمایا ہے۔ اس کا پتہ نہیں بتلایا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

ان الله استاثر بعلمه الغیب
(بحوالہ کتاب الام ج ۲ ص ۲۰۳)

خدا تعالیٰ نے علمِ غیب کو اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے۔

حضرت مجاہد ابن جبیرؒ متوفی ۱۰۲ھ کا مذہب

وهی مفاتیح الغیب التی قال الله تعالیٰ وعنده مفاتیح الغیب لا یعلمها الا هو (ابن کثیر ج ۳ ص ۴۵۵)

اور یہ غیب کی چابیاں ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اسکے پاس غیب کی چابیاں ہیں جنکو خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

تیسری اور چوتھی صدی کے اہلسنۃ محققین کا مذہب

امام الاولیاء حضرت جنید بغدادیؒ متوفی ۲۹۸ھ کا مذہب

الروح استاثر الله بعلمه فلم یطلع علیه احدا من خلقه۔
(فتح الباری)

روح کی حقیقت کا علم خدا تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہے۔ اس پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو اطلاع نہیں دی۔

امام المفسرین ابن جریر طبریؒ المولود فی ۲۲۴ھ المتوفی ۳۱۰ھ کا مذہب و عقیدہ

معنی ذلك لو کنت اعلم الغیب لا عددت للسنة المجدبة من المخصبة ولوقت الغلاء من الرخص فاستعددت له من الرخص۔
(منقول از ابن کثیر ج ۲ ص ۲۷۳)

اگر میں خوشحالی اور قحط کو جانتا تو قحط کے سال کے لئے بہت سامان پہلے سے تیار کر لیا جاتا اور مجھے تکلیف نہ ہوتی اور فاقہ کی نوبت میرے قریب تک نہ آتی۔

امام ابن جریرؒ کا واضح عقیدہ

یقول تعالیٰ قل لهؤلاء المنکرین نبوتك لست اقول لکم انی الرب الذی له خزائن السموات والارض واعلم غیوب الاشیاء الخفیة التی لا یعلمها الا الرب الذی لا یخفی علیه شیء فتکذبونی فیما اقول من ذلك لا ینبغی ان یکون ربا الا من له ملك کل شیء و بیده کل شیء ومن لا یخفی علیه خافیة وذلك هو الله الذی لا اله غیره
(تفسیر جامع البیان ج ۷ ص ۱۲۶)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان منکرین نبوۃ سے فرما دیجئے کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میں رب ہوں جس کے پاس آسمانوں اور زمین کے خزانے ہوں اور نہ میں مخفی اشیاء کے غیوب کو جانوں جنکو رب کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ وہ رب جس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے پس تم میری تکذیب کرتے ہو اس بات کی جو کہ میں کہتا ہوں کیونکہ رب تو وہ ہو سکتا ہے جس کے لئے ہر چیز کا ملک ہو اور اس کے ہاتھ میں ہے ہر چیز کا اختیار۔ اور جس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ ہے جس کے بغیر کوئی کارساز نہیں ہے۔!

علّامہ زجاج متوفی ۳۱۱ھ کا مذہب

من ادعی انه یعلم الخمس فقد کفر بالقراٰن العظیم ۔ (عمدة القاری شرح بخاری ج ۷ ص۶۱)

جس نے دعویٰ کیا کہ وہ پانچ علوم غیب جانتا ہے۔ پس اس نے قرآن کا انکار کیا۔

پانچویں اور چھٹی صدی کے علماء اہلسنّت کا مذہب

علّامہ محی الدّین بغوی مصنف تفسیر معالم التنزیل متوفی ۵۱۶ھ کا مذہب

یسئلك عن الساعة قل انما علمها عند الله ما یدریك ای شیء یعلمك امر الساعة متی تکون قیامها ای انت لا تعرفه (تفسیر معالم التنزیل بر حاشیہ تفسیر خازن ص۲۲۸)

یسئلک عن الساعة کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو کس نے بتایا ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ یعنی آپ اسے نہیں جانتے۔!

امام فخر الدّین رازی صاحب تفسیر کبیر متوفی ۶۰۶ھ کا مذہب

اعلم انه تعالیٰ لما بیّن انه المختص بالقدرة فکذٰلك بین هو المختص بعلم الغیب ۔!
(تفسیر کبیر ج ۲۴ ص۲۱۱)

جان لے! بلاشبہ خدا تعالیٰ نے جب بیان کیا ہے کہ وہی قدرت کے ساتھ مختص ہے۔ اسی طرح یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ اللہ علمِ غیب کے ساتھ بھی مختص ہے۔!

علّامہ رازیؒ کا دوسرا ارشاد!

عنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو یدل علی کونه تعالیٰ منزهًا عن الضد والند وتقریره ان قوله وعنده مفاتح الغیب یفید الحصر ای عنده لا عند غیره ولو جعل موجود اٰخر واجب الوجود لکان مفاتح الغیب حاصلة ایضًا عنده ذٰلك الاٰخر حینئذٍ یبطل الحصر۔!
(تفسیر کبیر ج ۱۳ ص۱۱)

اُس اللہ تعالیٰ کے پاس غیب کی قدرت ہے۔ جسے خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ یہ آیت دال ہے اس پر کہ خدا تعالیٰ ضد اور شریک سے پاک ہے۔ اس کی تقریر یہ ہے۔ کہ غیب کی چابیاں خدا کے پاس ہیں کا مطلب یہ ہے کہ یہ جملہ مفید حصر ہے یعنی اس کے پاس ہیں غیب کی چابیاں کسی اور کے پاس نہیں ہیں۔ اگر اللہ کے علاوہ کوئی اور واجب الوجود ہوتا تو چابیاں غیب کی اس کے پاس بھی ہوتیں اور اس سے حصر باطل ہوتا۔

علّامہ رازیؒ کا تیسرا ارشاد!

فان قیل الیس انه صلی الله علیه وسلم قال بعثت انا والساعة کهاتین فکان عالما بقرب وقوع القیٰمة فکیف قال هٰهنا

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا حضور علیہ الصلوٰة والسلام نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اور قیامت ہم دونوں سبابہ اور اس کے ساتھ والی انگلی کی طرح آئے ہیں۔ اس سے تو معلوم ہوا کہ حضور وقوع قیامت کے وقت

لا ادری اقرب ما توعدون ام بعید۔ اجیب بان المراد لقرب وقوعه هو ان ما بقی من الدنیا اقل مما انقضی فهذه القدر معلوم فاما معرفة مقدار القرب فغیر معلوم۔! (تفسیر کبیر ج ۸ صفحہ ۳۴۳)

سے باخبر تھے پس کیا وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ قیامت قریب ہے یا بعید ہے۔ جواب دیا گیا ہے کہ قرب وقوع سے مراد یہ ہے کہ جو دنیا کا باقی حصہ گذشتہ مدت سے کم ہے۔ لیکن قرب کا اندازہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم نہ تھا۔

امام فخرالدین رازیؒ کا چوتھا ارشاد!

المراد ان العلم بالوقوع غیر العلم لوقت الوقوع فالعلم الاول حاصل عندی وهو کاف فی الانذار والتحذیر والعلم الثانی فلیس الا الله۔ (تفسیر کبیر ج ۸ صفحہ ۱۹۱)

مراد یہ ہے کہ وقوع قیامت کا علم اور ہے اور وقت وقوع کا علم اور ہے۔ وقوع قیامت کا علم تو مجھے حاصل ہے کیونکہ اس سے مقصد مخلوق خدا کو قہر خداوندی سے ڈرانا ہے لیکن وقت وقوع قیامت کا علم صرف خدائے جل شانہ کو ہے اور کسی کو نہیں ہے۔

ساتویں اور آٹھویں صدی کے علمائے اہل سنت کا مذہب

امام البرکات عبد اللہ حافظ الدین نسفی

احمد بن محمود حنفیؒ المتوفی ۷۱۰ھ مصنف تفسیر مدارک کا عقیدہ

وَللہ غیب السمٰوٰت والارض ای

للہ غیب السمٰوٰت والارض سے مراد یہ ہے

یختص به علم ما غاب فیهما عن العباد وخفی علیهم علمه او اراد الغیب السمٰوٰت والارض یوم القیامة علی ان علمه غائب عن اهل السمٰوٰت والارض لم یطلع علیه احد منهم۔!

کہ جو علم بندوں سے غائب ہے۔ وہ خدا کے لئے خاص ہے یا غیب السمٰوٰۃ والارض سے علم قیامت ہے کہ علم قیامت سب سے غائب ہے۔ اس پر کسی کو اطلاع نہیں دی گئی۔ (مدارک ج ۲ صفحہ ۲۹۴)

امام اہلسنۃ مفسر القرآن علامہ علاؤالدین بن علی بن محمد ابن ابراہیم البغدادی المتوفی ۷۲۵ھ مصنف تفسیر خازن کا مذہب وعقیدہ

وانه لا علم لاحد من خلقه بشیٔ من الامور الغیبیة التی استاثر الله بعلمها وهذا بیان لاختصاص المقدرات الغیبیة به تعالی من حیث العلم (تفسیر خازن ج ۳ صفحہ ۱۴۰)

جن علوم غیب کو خدا تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہے۔ اس کا اس کی مخلوق میں سے کسی کو علم نہیں ہے اور یہ بیان ہے کہ مقدورات غیبیہ باعتبار علم کے خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔

مفسر وقت علامہ قاضی بیضاوی کا مذہب

متوفی ۶۸۵ھ

وقت الساعة مما استاثر الله بعلمه۔! (بیضاوی ج ۲ صفحہ ۳۵۸)

وقت قیامت کا ایک ایسا قبیلہ سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسے اپنے لئے خاص کر رکھا ہے اور اپنی ذات کو سب پر ترجیح دی ہے۔!

امام ابو الفداء اسمٰعیل بن عُمر دمشقی المتوفی سنہ ۷۷۴ھ کا مذہب

يقول تعالى مخبراً لرسوله صلوٰة الله وسلام عليه انه لا علم له بالساعة وان سأله الناس عن ذٰلك وارشده ان يرد علمها الى الله عزوجل كما قال تعالى في سورة الاعراف وهي مكية وهذه مدنية فاستمر الحال في رد علمها الى الذي يقيمها لكن اخبره انها قريبة بقوله وما يدريك لعل الساعة تكون قريبا (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۹)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُول کے متعلق خبر دی ہے کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم نہیں ہے۔ اگرچہ لوگ اُن سے اس کے متعلق دریافت کریں۔ اور آپکو نصیحت فرمائی ہے کہ اس کے علم کو خداوند تعالیٰ کی طرف رد فرمائیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے سورۃ اعراف میں فرمایا ہے کہ وہ مکی ہے اور یہ مدنی ہے۔ پس ہمیشہ حال یہی رہا کہ علم قیامت خدا تعالیٰ کی طرف رد ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور کو خبر دی ہے کہ قیامت قریب ہے۔

علامہ تفتازانی متوفی سنہ ۷۹۲ھ مصنف "شرح العقائد" کا عقیدہ و مذہب

وبالجملة العلم بالغيب امر تفرد به الله تعالى لا سبيل اليه للعباد الا باعلام منه او الهام بطريق المعجزة او الكرامة او ارشاد الى الاستدلال بالامارات فيما يمكن فيه ذٰلك (شرح العقائد ص ۱۲۲)

خلاصہ کلام علم غیب ایک ایسا امر ہے جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ متفرد ہے۔ بندوں کو اسطرف پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے مگر اعلام یا الہام کے ساتھ جسے کرامت پر محمول کیا جائے یا معجزے پر۔!

مفسر ابن کثیر کا ایک اور بیان

يقول تعالى آمراً لرسوله صلى الله عليه وسلم ان يقول معلما لجميع الخلق انه لا يعلم احد من اهل السمٰوٰت والارض الغيب الا الله فانه المتفرد بذٰلك لا شريك له (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۷۲)

اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کو یہ حکم فرماتا ہے کہ وہ جمیع مخلوق کو اس مسئلہ کی تعلیم دیدیں کہ آسمانوں اور زمین والوں میں سے کوئی غیب دان نہیں ہے سوائے کہ وہ اس صفت میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ کہ کسی اور کو غیب دانی تعلیم کیا جائے

شیخ الامام قاسم ابن قطلوبغا الحنفی المتوفی سنہ [illegible]ھ کا مذہب و عقیدہ

ان الله لم يطلع على الروح ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا۔ (شرح سائرہ ج ۲ ص ۱۰۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے رُوح کی حقیقت پر نہ تو کسی ملک مقرب کو اطلاع دی ہے اور نہ نبی مرسل کو۔!

دسویں صدی کے محققین علماء اہلسنّت کا مذہب

ملا علی القاری کا عقیدہ و مذہب

متوفی سنہ ۱۰۱۴ھ

العلم بالغيب امر تفرد به الله۔! (شرح فقہ اکبر ص ۱۵۵)

علم بالغیب ایک ایسا امر ہے جس کے ساتھ خدا تعالیٰ ہی اکیلا موصوف ہے۔

مُلّا علی قاریؒ کا تفصیلی عقیدہ

اعلم ان الانبیاء علیہم الصلوٰة والسلام لا یعلمون المغیبات من الاشیاء الا ما أعلمہم اللہ تعالیٰ احیانا وذکر الحنفیة تصریحًا بالتکفیر باعتقاد انّ النبی علیہ الصلوٰة والسلام یعلم الغیب لمعارضة قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ۔ ! (شرح فقہ اکبر ص ۱۳۷)

جان لے بلا شبہ انبیاء علیہم السلام مغیبات میں سے کسی چیز کو نہیں جانتے۔ مگر جو کچھ کہ خدا تعالیٰ ان کو کسی وقت بتلا دیتا ہے اور حنفیوں نے اس کو صراحۃً کافر کہا ہے۔ جو اعتقاد رکھتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰة والسلام غیب کو جانتے ہیں۔ کیونکہ اس عقیدے کے مخالف قرآن کی آیت موجود ہے کہ جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے غیب کو نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

گیارہویں بارہویں صدی کے محققین علماء اہلسنّت کا مذہب

فتاویٰ عالمگیری میں ہے

رجل تزوج امرأة ولم یحضر الشہود۔ قال: خدائے را و رسول را گواہ کردم او قال خدائے را و فرشتگان را گواہ کردم کفر۔ ! (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۸۳)

کسی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور گواہ حاضر نہ ہوئے۔ اس نے کہا کہ میں نے خدا اور رسولِ خدا کو گواہ بنایا ہے یا خدا اور فرشتوں کو گواہ بنایا ہے، کافر ہو گیا۔ !

نوٹ: واضح رہے۔ فتاویٰ عالمگیری کے علاوہ فتاویٰ تاتارخانیہ۔ جواہر اخلاطیہ خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۸۵ رد المختار الشامی وغیرہ میں بھی یہی مضمون موجود ہے۔

علامہ شہاب الدین الخفاجی الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ کا مذہب

وانما انا بشر لا اعلم الغیب وانکم تختصمون الیّ۔ ! (بحوالہ نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۶۱)

بلا شبہ میں بشر ہوں۔ میں نہیں جانتا غیب کو۔ اور تم جھگڑا لاتے ہو۔ میرے پاس۔ !

شیخ محدث علامہ سندھی الحنفی المتوفی ۱۱۳۹ھ کا مذہب

وانما انا بشر ای لا اعلم من الغیب الا ما علمنی ربی کما ہو شان البشر (حاشیہ سندھی علی النسائی ج ۲ ص ۲۶۱)

بلا شبہ میں بشر ہوں۔ میں غیب کو نہیں جانتا، مگر جو کچھ مجھے رب نے سکھایا ہے جیسا کہ بشر کی شان ہے

تیرھویں صدی کے محققین علماء کا مذہب

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کا مذہب

لا یعلمہا الا ہو۔ تنصیص بما اشیر الیہ من حصر علم الغیب بہ تعالیٰ لا یعلم شیئًا من المغیبات الا اللہ ولا یعلم غیرہ الا بتوقیفہ تعالیٰ و ہو سبحانہ تعالیٰ یعلم اوقاتھا

لا یعلمہا الا ہو۔ نص ہے۔ اس کے ساتھ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ علم غیب کا خدا تعالیٰ کے ساتھ حصر ہے یعنی مغیبات سے کسی چیز کو خدا تعالیٰ کے بغیر نہیں جانتا اور نہیں جانتا کوئی بھی چھپی ہوئی چیزوں

اہلِ بدعت کے چند دلائل اور اُن کے جوابات

پہلی دلیل

علمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما ۔!	جتلادی ہے خدا تعالیٰ نے آپ کو وہ بات جو آپ نہیں جانتے تھے اور یہ آپ پر اللہ کریم کا بڑا فضل تھا۔

معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کلی عطا فرما دیا ہے اور وہ بہرحال عالم الغیب ہیں۔

جواب ۱ :۔ اس آیت میں علمِ غیب کا ذکر کہیں بھی نہیں ہے۔ لہٰذا دعویٰ ثابت نہ ہوا۔ کیونکہ جو بات سکھائی پڑھائی جائے وہ علمِ غیب نہیں۔ اور جو علمِ غیب ہے وہ سکھانے پڑھانے کا محتاج نہیں۔

جواب ۲ :۔ اس آیت کے شانِ نزول کو اگر دیکھ لیا جائے۔ تو بات صاف ہو جاتی ہے کیونکہ یہ آیت ایک واقعہ کی اطلاع پر نازل ہوئی ہے پس ایک واقعہ کی اطلاع سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو قدرۃ علی الغیب دیدی تھی یا عالم الغیب بنا دیا تھا ورنہ وہ واقعہ بوساطتِ سرورِ کائنات جن جن حضرات کو معلوم ہوتا جائیگا سب کو عالم الغیب ماننا پڑے گا۔

جواب ۳ :۔ مالم تکن تعلم سے مراد اگر علمِ غیب ہے تو وہ عام ہے۔ کہ خداوند جلّ شانہٗ نے ہر وہ چیز جو حضورؐ نہیں جانتے تھے۔ سب لامحدود چیزیں بتادیں حالانکہ یہ مطلب اہلِ بدعت کے مذہب کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ

"خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روزِ ازل سے لے کر تا قیام قیامت تمام چیزوں کا علم دیدیا ہے"

پس دعوےٰ اور دلیل کے درمیان توافق نہ رہا۔

کیونکہ دعوےٰ تو علم محدود کا تھا اور دلیل علم غیر محدود کی دیدی۔

جواب ۴ :۔ اس آیت سے بقول اہلِ بدعت معلوم ہوتا ہے کہ پورے قرآن کو خدا تعالیٰ نے اسی دن اتار دیا تھا۔ اور حضورؐ کو سکھا دیا تھا۔ کیونکہ مالم تکن تعلم میں تو پورا قرآن مجید بھی داخل ہے۔ حالانکہ یہ چیز واقعات اور مسلم بین الفریقین کے خلاف ہے۔ جبکہ قرآنی آیتیں اور احکام، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی نازل ہوتے رہے ہیں۔

جواب ۵ : کسی بھی معتبر تفسیر میں روایات موثقہ کے ساتھ حضور علیہ السلام کا قول نقل نہیں کیا گیا کہ فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْغَیْبِ یعنی میں نے علم الغیب جان لیا اور نہ کسی صحابی کا قول نقل کیا گیا ہے۔

جواب ۶ قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کی بعثت کی علت غائی اور نبوی پروگرام کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون۔	اور ہمارے رسول تم کو وہ باتیں سکھاتے ہیں اور جو تم نہیں جانتے۔

وہاں اگر مالم تکن تعلم تھا، تو یہاں مالم تکونوا تعلمون ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں معلم ذاتِ خدا ہے اور متعلم حضرت محمد مصطفےٰؐ ہیں۔ اور یہاں معلم سرورِ کائنات ہیں اور متعلم صحابہ کرامؓ کی جماعت ہے، وہاں معلم ارحم الراحمین ہے تو یہاں معلم رحمۃ للعلمین ہیں۔

پس لازم آئے گا کہ تمام صحابہ کرامؓ کو اولاً بالذات اور جمیع مومنین کو بواسطت صحابہ کرام عالم الغیب تسلیم کیا جائے حالانکہ یہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔

اہلِ بدعت کی دوسری دلیل اور اس کے جوابات

الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمه البيان (الرحمٰن)	رحمٰن نے قرآن سکھایا ہے انسان کو پیدا کیا ہے اسے بیان سکھایا ہے۔

طرزِ استدلال:۔ انسان سے مراد حضور علیہ السلام ہیں۔ اور بیان سے مراد بیان جمیع ما کان و ما یکون ہے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام عالم الغیب ہیں۔

جواب[1]:۔ بیان سے مراد بیان ما کان و ما یکون جو کہ شانِ نبوت کے لائق ہے۔ تو ہمیں تسلیم ہے لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ جمیع ما کان و ما یکون کا بیان ہی مراد ہے۔ جبکہ یہ تفسیر حضور علیہ السلام کے اپنے ارشاد سے ٹکراتی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کتاب الایمان ج ۱ ص ۱۱۰ میں ہے

استأذن على ربي فيؤذن لی ويلهمنی محامد احمده بها لا تحضرنی الآن فاحمده بتلك المحامد۔	پروردگار اجازت طلب کروں گا پس مجھے اجازت ملیگی۔ اور مجھے خدا تعالیٰ ایسے محامد کا الہام کریگا جواب مجھے معلوم نہیں۔ پس میں وہی تعریفیں کروں گا۔

پس اگر حدیث قابلِ اعتبار ہے تو تفسیر قابلِ اعتبار نہیں۔ اور اگر تفسیر لائق اعتماد ہے تو حدیث قابلِ تردید ہے۔

؎ عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و داماں کا
اِدھر ٹانکا اُدھر اُدھڑا اُدھر ٹانکا اِدھر اُدھڑا

جواب[2]: علمه البيان کی یہ تفسیر نہ تو کسی صحابی سے منقول ہے۔ اور نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان درفشاں سے۔ حالانکہ قاعدہ یہ ہے۔

ان اصح الطريق فی ذٰلك ان تفسر القرآن بالقرآن فما اجمل فی مكان فانه قد بسط فی موضع آخر فان اعياك ذٰلك فعليك بالسنة فانها شارحة للقرآن وموضحة له وحينئذ اذا لم نجد التفسير فی القرآن ولا فی السنة رجعنا فی ذٰلك الى اقوال الصحابة فانهم ادرى بذٰلك لما شاهدوا من القرآن والاحوال التی اختصوا بها ولما لهم من الفهم التام والعلم الصحيح والعمل الصالح (تفسیر ابن کثیر ص ۴۔۵)	بلاشبہ سب سے زیادہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے پس قرآن میں اگر ایک جگہ اجمال ہوگا تو دوسری جگہ اس کی تفصیل ہوگی پس اگر آپ کے لئے یہ طریق مشکل ہو جائے تو حدیث کو دیکھئے کیونکہ حدیث، قرآن کی شرح کرتی ہے اور وضاحت کرتی ہے۔ جب ہم تفسیر نہ قرآن میں پائیں اور نہ حدیث میں۔ تو ہم رجوع کریںگے۔ صحابہ کرامؓ کے اقوال کی طرف۔ کیونکہ یہ لوگ قرائن اور خصوصی احوال کو خوب جانتے ہیں ویسے ان کی فہم تام ہے۔ علم صحیح ہے اور عمل صالح ہے۔

پس یقیناً یہ تفسیر ناقابل قبول ہوگی جبکہ قرآن وحدیث اس کی تائید میں موجود نہیں ہیں۔

جواب[3]:۔ تعجب ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت کے منکرین کو کس طرح جرأت ہوتی ہے۔ کہ وہ اس دلیل کو اہلِ سنت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ وہ علم غیب کو ثابت نہیں کر سکیں گے۔

لیکن انانیت کا قائل تو ان کو خواہ مخواہ ہونا ہی پڑے گا۔ وھٰذا ایضاً ہوالمطلوب۔

جواب ۴: دعویٰ علم الغیب کا اور دلیل تعلیم البیان کی دیکھئے۔ کتنا غیر مناسب استدلال ہے۔

اہلِ بدعت کی تیسری دلیل

عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احداً الّا من ارتضیٰ من رسول۔!	جاننے والا غیب کا خدا تعالیٰ ہے پس نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی ایک کو، مگر جس کو اپنے رسول سے چن لے۔

طرزِ استدلال: معلوم ہوا کہ حضورؐ عالم الغیب ہیں، جبکہ تمام انبیاءؑ و رسل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مرتضیٰ پیغمبر ہیں۔ اور پروردگار عالم اپنے منشاء مقدس سے اپنے برگزیدہ رسولوں پر غیب ظاہر کر دیتا ہے۔

جواب ۱:۔ اس آیت میں تصریح کی گئی ہے کہ عالم الغیب خدا تعالیٰ ہے ہاں اگر اپنی مہربانی سے کسی پیغمبر پر غیب کی خبر ظاہر فرما دیں تو جائز ہے۔ اور یہ مطلب ہمارے مسلک کے عین مطابق ہے۔ پس جو کچھ اہلِ بدعت ثابت کرنا چاہتے تھے۔ وہ ثابت نہ ہوا۔ اور جو کچھ ثابت ہوا وہ ان کے دعوے کے لئے مثبت نہیں۔

جواب ۲:۔ دعویٰ اظہار الغیب علیٰ اَحد کا اور دلیل اظہار الاحد علی الغیب کی۔ کم از کم دلیل تو دعوے کے مطابق لائی ہوتی۔

جواب ۳:۔ اظہارِ غیب اور ہے اور علمِ غیب اور ہے اور آیت میں

اظہارِ غیب کا ذکر ہے۔ علمِ غیب کا نہیں ہے۔

جواب ۴: اگر تسلیم کر لیا جائے کہ خدا تعالیٰ جس برگزیدہ پیغمبر کو چاہے غیب کی اطلاع دیدے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ جمیع غیب کی اطلاع دے دیتے ہیں۔

جواب ۵:۔ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ خدا تعالیٰ جسے چاہے عالم الغیب بنا دیتا ہے۔ جس کا ثبوت کسی بھی آیت سے نہیں ملتا۔ تو کیا عالم الغیب کو آگے پیچھے پہرے دار کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جسے اپنی ذات پر پہریداروں کی ضرورت ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔ اور جو عالم الغیب ہو۔ اسے پہرے دار کی ضرورت نہیں رہتی۔ رہا ملائکہ کو برگزیدہ پیغمبر پر پہرہ دار مقرر کیا جانا۔ وہ اسی آیت کے آخر میں موجود ہے

یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصداً (سورۃ الجن)	بھیج دیتا ہے اس کے آگے پیچھے پہریدار محافظ (فرشتے)

اہلِ بدعت کی چوتھی دلیل

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔!	نہیں کوئی تر اور خشک چیز مگر کتاب واضح میں ہے۔!

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام عالم الغیب ہیں۔ کیونکہ جب سب اشیاء کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور قرآن مجید کا پورا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ہے تو ماننا پڑے گا کہ حضور علیہ السلام سب غیب کے عالم ہیں۔

جواب ۱: قرآن مجید کی اس آیت سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے۔ وہ

یہ ہے کہ دین کے سب مسائل اصولی طور پر قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور اسی کو رطب و یابس سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہاں نہ تو غیب کا ذکر اور نہ علمِ غیب کا ذکر ہے۔

جوابِ ۲ :۔ کتابِ مبین کی مراد کے سلسلے میں علمائے مفسرین کے تین قول ہیں:۔

(۱) لوحِ محفوظ (۲) قرآن مجید (۳) علمِ الٰہی

لیکن اقویٰ قول یہ ہے کہ کتابِ مبین سے مراد علمِ الٰہی ہے۔ چنانچہ علامہ رازیؒ تفسیرِ کبیر میں رقمطراز ہیں:۔

فیہ قولان الاول ان ذٰلک الکتاب المبین ھو علم اللّٰہ تعالیٰ لاغیر وھذا ھو الصواب:۔

اس میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ کتابِ مبین علمِ الٰہی ہے اور مراد اس کی نہیں ہے اور یہی ہی صحیح مفہوم ہے

اور اگر کتابِ مبین سے قرآن مجید لیا جائے تو پھر آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ تمام اصولی مسائل قرآن مجید میں موجود ہیں۔

اور اگر لوحِ محفوظ مراد ہو تو بھی مطلب یہ ہوگا۔ کہ لوحِ محفوظ میں ہی جمیع اُصولی مسائل مسطور ہیں۔ اور ان کا علم بتمامہٖ حضور علیہ السلام کو حاصل ہے۔ اور یہی ہمارا ایمان ہے اور یہی مطلب ہے۔ آیت تبیانا لکل شیء کا۔

اہلِ بدعت کی پانچویں دلیل

فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ ۔!

پس وحی کی خدا تعالیٰ نے اپنے عبد کی طرف جو کچھ وحی کی ۔!

معلوم ہوا کہ شبِ معراج خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو عالم الغیب یعنی قادر علی الغیب بنا دیا تھا۔ کیونکہ "مدارج النبوۃ" ج اوّل میں ہے تمام علوم و معارف و حقائق و بشارات و اشارات، و اخبار و آثار و کرامات و کمالات در احیطۂ ایں ابہام داخل است و ہمہ را شامل و کثرت عظمت اوست کہ مبہم آورد و بیان نہ کرد اشارات بآنکہ جز علام الغیوب و رسول محبوب بہ آں محیط نتواند شد مگر آنچہ آنحضرت بیان فرمودہ ۔!

جوابِ ۱ :۔ قرآن مجید کی اس آیت میں علم الغیب کا ذکر نہیں اور اجمال سے تفصیل کا علم حاصل نہیں ہوتا۔

جوابِ ۲ :۔ مدارج النبوۃ کی عبارت خبرِ مشہور اور خبرِ واحد کا درجہ نہیں رکھتی۔ کہ اسے اثباتِ عقائد کے باب میں پیش کیا جائے۔ ان عبارتوں کو واعظانہ رنگ میں تو لایا جا سکتا ہے۔ لیکن عقائد ان سے ثابت نہیں ہو سکتے

جوابِ ۳ :۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تصریح فرمائی تھی۔ علوم و معارف خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو معراج کی شب القا فرما دیئے تھے۔ لیکن اس میں یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ ان کو قادر علی الغیب بھی بنا دیا تھا۔ لہٰذا سرے سے اہلِ بدعت کا استدلال ہی غلط ہے۔

جوابِ ۴ :۔ واللہ ہم ان کے دلائل کو بنظرِ حیرت و استعجاب دیکھتے ہیں جب ان کو استدلال میں حیران پاتے ہیں۔ کیونکہ کئی برس بیت چکے۔ ابھی تک یہ لوگ آپس میں بیٹھ کر اتنا فیصلہ نہیں کر سکے کہ خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو کلی طور پر عالم الغیب اور قادر علی الغیب روزِ اوّل سے بنا دیا تھا یا اس دن جبکہ اعلانِ نبوت کا حکم صادر فرمایا تھا یا جس دن " علمک مالم تکن تعلم " آیت اُتری

تھی۔ اور یا اس موقع پر جبکہ شبِ معراج حضور علیہ السلام کو آسمانوں پر بلایا تھا۔ بہر حال دلیل مشکوک ہونے کی وجہ سے کسی قدر دعاوی مشکوک ضرور نظر آتے ہیں۔

اہلِ بدعت کی چھٹی دلیل

وماھو علی الغیب بضنین	اور نہیں ہے وہ غیب پر بخیل!

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام عالمِ کُل، عالم الغیب اور قادر علی الغیب ہیں۔ جبکہ غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں۔ اُدھر سے جو کچھ آیا ادھر امت کو بتلا دیا۔!

جواب ۱ :- آیت میں کہیں بھی یہ تصریح موجود نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام عالم الغیب یا قادر علی الغیب ہیں۔ آیتِ مقدسہ سے ثابت ہوتا ہے تو صرف یہ کہ حضور علیہ السلام کو پروردگار عالم جن جن غیوب پر اطلاع دیتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہی چیز امت کو بتلانے میں بخیل نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے غیب کو غیب کہا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو عالم الغیب۔ عالم الغیب تو وہ ہوتا ہے جس کو بغیر بتلانے کے معلوم ہو جائے۔

جواب ۲ :- مفسرین کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ ضمیر ھو سے مراد حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس ہے یا قرآن کریم جب تک خصم ان دونوں میں سے ایک کو ترجیح دیگر وجوہ ترجیح بیان نہ کرے۔ تب تک استدلال غیر تام رہے گا۔

جواب ۳ :- عکرمہؒ ابن زیدؒ اور حضرت قتادہ اور ان کی جماعت کے

لوگوں کا یہ قول ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ جیسا کہ تفسیر عزیزی پارہ عم صنمبر ۹۰ اور تفسیر حقانی ج ۸ ص ۵۴ میں موجود ہے۔

وقال قتادہ کان القرآن غیبًا فانزلہ اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فما ضنَّ بہٖ علی الناس بل نشرہ وبذلہ لکل من اراد کذا قال عکرمہ وابن زید و غیر واحد۔:	قتادہ فرماتے ہیں کہ قرآن غیب تھا پس اللہ تعالیٰ نے اسے حضورؐ علیہ السلام پر نازل فرمایا۔ حضورؐ نے اس کے بتلانے پر بخل نہ فرمایا۔ بلکہ اسے پھیلا دیا ہر اس شخص تک جس نے اس کا ارادہ کیا اسی طرح کہا ہے عکرمہ اور ابن زید اور بہت سے مفسرین علمائے کرام نے

اس سے معلوم ہوا کہ غیب سے مراد مطلقاً غیب نہیں ہے۔ بلکہ قرآن پاک ہے جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے تبلیغ وابلاغ میں بخل سے کام نہیں لیا۔ کہ کچھ تو پہنچا دیا ہو اور کچھ اپنے لئے یا اپنوں کے لئے چھپا رکھا ہو۔ پس جو مطلب اہل بدعت لینا چاہتے تھے وہ ثابت نہ ہوا اور جو ثابت ہوا وہ ان کے لئے مفید نہ ہوا۔

جواب ۴ :- صاحب مدارک علامہ نسفی نے الغیب سے مراد وحی لیا ہے۔ صاحبِ خازن نے وہ خبریں مراد لی ہیں۔ جن کی حضورؐ کو اطلاع دی گئی ہے۔ پس مطلب واضح ہوا کہ الغیب سے مراد وہ مطلب نہیں جو اہلِ بدعت لیتے ہیں۔

جواب ۵ :- اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ غیب سے مراد کل غیب ہے اور حضور علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے اُس کل غیب کی اطلاع دیدی ہے اس بناء پر حضور علیہ السلام عالم الغیب ہیں۔ تو لازم آئے گا کہ حضور

علیہ السلام کی پوری امت کو عالم الغیب ماننا جائے۔ جبکہ حضور ؐ نے امت کو غیب بتلانے میں بخل نہ فرمایا۔ حالانکہ یہ خلاف عقل و نقل ہے۔

اہل بدعت کی ساتویں دلیل

وعلم آدم الاسماء کلہا۔!	سکھادیے خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو نام سارے۔!

طرز استدلال: جب آدم علیہ السلام کے لئے تمام اسماء کا علم ثابت ہوا تو حضور علیہ السلام کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔

جواب ۱: سیدنا آدم علیہ السلام کے علم پر قیاس کر کے اپنا مقصد ثابت کرنا مفید للمقصد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے سب وہ علوم دیئے جو ان کے لئے ضروری تھے۔ اور حضور علیہ السلام کے لئے خدا تعالیٰ نے وہ علوم عنایت فرمائے جو حضور علیہ السلام کی ذات مقدس کے لائق تھے۔ پس اس قسم کے قیاسات سے قطعی عقائد ثابت نہیں کئے جاسکتے۔

جواب ۲: تعلیم الاسماء سے علم تفصیلی مراد لینا بے دلیل ہے اور اجمالی علم سے انکار نہیں اور تقریباً یہی مفہوم اقرب الی الصواب ہے جیسا کہ حضرت العلامہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں تصریح کی ہے۔

المراد ان اللہ تعالیٰ علم آدم الاسماء کلہا علما اجمالیا و لیس المراد العلم التفصیلی حتی یلزم المحذور۔!	مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام ناموں کے متعلق علم اجمالی دیا تھا۔ یہاں تفصیلی علم مراد نہیں ہے تاکہ کوئی اعتراض وارد ہو!

جواب ۳: اگر سیدنا آدم علیہ السلام بعد از تعلیم اسماء عالم بکل شیءٍ ہوتے تو اکل شجرہ کا ارتکاب نہ فرماتے۔

وہ حل طلب حدیثیں جنکو دیکھکر اہل بدعت مغالطوں میں مبتلا ہوئے

پہلی حدیث کا حل

فتجلی لی کل شیء وعلمت ما فی السموات والارض۔!	پس میرے لئے ہر شے واضح ہوگئی پس میں نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ تھا جان لیا۔!

پہلا جواب: ہم نے بارہا دلائل کی روشنی میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ اثبات عقائد کے لئے محکمات کتاب و سنت کے علاوہ دلائل پیش نہیں کئے جاسکتے۔ لہٰذا اصولی طور پر ہم اس قسم کی روایات کے جواب دینے پر مکلف نہیں ہیں۔

دوسرا جواب: اگرچہ بعض حضرات نے اس کی توثیق کی ہے لیکن امام بخاریؒ اس حدیث کی سند کے متعلق فرماتے ہیں:

قال البخاری عبد الرحمن بن عائش الحضرمی له حدیث واحد الا انهم یضطربون فیه وهو حدیث الرؤیة قال البیهقی وقد روی من طرق کلها ضعاف وفی ثبوته نظر (تفسیر خازن ج ۶ ص ۵۴)	امام بخاریؒ نے فرمایا عبدالرحمن بن عائش حضرمی کی صرف ایک حدیث ہے مگر اس میں بھی اضطراب ہے اور وہ حدیث رؤیت والی ہے۔ اس کی سب سندیں ضعیف ہیں اور اس کے ثبوت میں کلام ہے۔!

اس لحاظ سے بھی یہ حدیث قابلِ استدلال نہیں ہے ۔

تیسرا جواب :- اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے ۔ تب بھی اس کا درجہ خبر واحد کا رہیگا جو کہ مثبت للعقائد نہیں ہے ۔

چوتھا جواب :- اس روایت میں علمت مافی السموٰت وما فی الارض کا جملہ ہے ۔ بعض روایات میں ففہمت الذی سالنی عنہ ہے بعض میں ماکان ومایکون کے الفاظ ہیں جن کے معانی و مفاہیم ایک دوسرے سے نہیں ملتے ۔ جب تک صاحب استدلال کسی جملے کا تعین دلائل قاہرہ سے نہ کرے گا ۔ اہلسنۃ پر جواب دینے کی ذمہ داری عاید نہ ہوگی ۔

پانچواں جواب :- یہ حدیث سراسر قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے مافی السموٰت وما فی الارض کو جان لیا ۔ اور قرآن مجید کی آیت سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انکی طرف صرف اتنا قدر وحی کی تھی کہ آپ نذیرٌ مبین ہیں ۔ پس جو حدیث قرآن سے ٹکرا جائے وہ قطعاً مثبت دعویٰ کے نہیں رہتی ۔

قرآنی آیت ملاحظہ فرمایئے جس میں حضرت کریم ؐ کا بیان درج ہے ۔

ما کان لی من علم بالملاِ الاعلیٰ اذ یختصمون ان یوحیٰ الیّ الا انما انا نذیر مبین ! (ص)	جب ملاء اعلیٰ جھگڑ رہے تھے مجھے کوئی علم نہیں تھا ۔ میری طرف صرف اتنا قدر وحی کی گئی کہ میں کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں ۔!

چھٹا جواب :- بر تقدیر تسلیم اس وقت کی موجودات مافی السموٰت وما فی الارض کے کشف سے گذشتہ واقعات جو معرض وجود میں آ کر

معدوم ہو چکے تھے یا آئندہ یا آنے والے تھے ان کا منجلی ہو کر معلوم ہو جانا لازم نہیں آتا ۔ اور نہ یہ کیفیت مستمرہ دائمہ تصور کی جا سکتی ہے جب تک حضور علیہ السلام یا صحابہ کرام سے اس امر کی تصریح نہ ہو ۔

دوسری حدیث کا حل

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبًا بعد العصر فلم یدع شیئًا یکون الی قیام الساعۃ الا ذکرہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ ۔	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد کھڑے ہو کر خطبہ دیا ۔ پس آپؐ نے قیامت تک کے سارے حالات بتا دیئے کسی نے یاد کیا کسی نے بھلا دیا

جواب ۱ :- چونکہ یہ خبر واحد ہے ۔ اس لئے باب العقائد اس سے استدلال قائم کرنا غیر نافع ہے ۔

جواب ۲ :- اہلسنت کا سابقہ مطالبہ وہی باقی ہے ۔ کہ یہ جو کچھ حضور ؐ نے ارشاد فرمایا تھا ۔ اپنی طرف سے تھا یا خدا تعالیٰ نے ان کو بتایا تھا ۔ اگر اپنی طرف سے ہے تو خلاف طرفین ہے ۔ اور اگر خدا تعالیٰ کا بتایا ہوا ہے تو علم غیب نہ رہا ۔

جواب ۳ :- مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۳ میں اس حدیث کی تشریح موجود ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک آنے والے بڑے فتنوں کا ذکر فرمایا ۔ اور قابل تسلیم بھی یہی ہے ۔ ورنہ قیامت تک کے نباتات و جمادات حیوانات طیور و وحوش ان کے حرکات و سکنات کے بیان کے لئے نہ تو حضور علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور نہ حضور ؐ نے بیان فرمایا ۔ کثیر واقعات کو تعبیر یوں کیا گیا ہے کہ سب کچھ قیامت تک

کی چیزیں بیان کر ڈالیں۔ ایک چیز بھی نہیں چھوڑی حتیٰ کہ آپؐ نے پرندوں کا بھی ذکر فرمایا۔ ورنہ آخر کسی صحابی نے بھی تو اُسے بالتفصیل ذکر کیا ہوتا۔ اور آخر وہ ذخیرۂ حدیث کہاں گیا۔

تیسری حدیث کا حل

لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یحرک طائر جناحیہ الا ذکر لنا منہ علماً

بلاشبہ حضور علیہ السلام ہم کو چھوڑ گئے۔ پرندوں کے پروں کے ہلانے کا ذکر بھی ہمارے سامنے فرما دیا۔

جواب :- پھر تو سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا۔ حالانکہ اس سے مراد ضروری واقعات کثیرہ کا بیان ہے۔

چوتھی حدیث کا حل

مشکوٰۃ شریف میں ہے :-

فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیامۃ فاعلمنا احفظنا -!

پس آپؐ نے ہمیں خبر دی جو کچھ کہ ہونے والا تھا۔ قیامت تک پس ہمارا اعلم وہ ہے جو زیادہ حافظ ہے

پہلا جواب :- اولاً یہ روایت بابُ العقائد میں غیر مقبول ہے۔ اس لئے کہ خبرِ واحد ہے۔!

ثانیاً اس سے علم کلی کی نفی ہو رہی ہے جبکہ الی یوم القیامۃ کی قید موجود ہے۔ ثالثاً قدرۃ علی الغیب کا مسئلہ بھی ثابت نہ ہوا کیونکہ جو قادر علی الغیب ہو۔ اس کی معلومات محدود نہیں ہوتیں۔

رابعاً قیامت تک کے واقعات کا اجمالی طور پہ بیان کرنا ہمارے مسلک اہلسنت کے خلاف نہیں جبکہ تفصیل کی تصریح روایت میں موجود نہیں ہے۔

پانچویں حدیث کا حل

ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارق الارض ومغاربھا۔ (مشکوٰۃ شریف باب فضل سید المرسلین)

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹا پس میں نے زمین کے مشارق اور مغارب دیکھ لئے

جواب :- یہ حدیث ہمارے مسلک کے قطعاً خلاف نہیں۔ اور اہلِ بدعت کے لئے مفید نہیں کیونکہ انبیاءؑ اولیاءؒ پہ بلاشبہ ایسا وقت آجاتا ہے جبکہ ان کی نگاہ مشرق و مغرب تک پہنچ جاتی ہے۔ جیسا کہ لی مع اللہ وقت کا مقتضیٰ ہے لیکن اس کیلئے دوام و استمرار ضروری نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کا واقعہ زیرِ غور رکھئے کہ پتہ چل گیا تو یوسف علیہ السلام کی خوشبو کا۔ اور نہ پتہ چلا تو کنوئیں میں حضرت یوسف علیہ السلام کا۔ اِسی طرح بتا دیا تو حضورؐ نے دجال کے آنے اور اس کے پکڑے جانے اور قتل ہونے کے متعلق باب لد علاقہ شام کا۔ اور نہ پتہ چلا تو ہودوج میں سیدہ عائشہؓ کا۔ اور ہار کا اور اولیاء امت میں سے سیدنا فاروق اعظمؓ کو لے لیجئے۔ کہ پتہ چل گیا تو نہاوند کی فوج کا۔ اور نہ پتہ چلا تو مسجد میں محراب کے قریب اپنے قاتل کا۔

بہرحال ہر وقت ہر چیز کو جاننا صرف خدا تعالیٰ ہی سے خاص ہے۔

علماء بریلوی کا فتویٰ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں

اقول بل لا یعلم شیئًا الا اللہ بل لا وجود حقیقیًا الا اللہ۔
الدولۃ المکیۃ۔ مولوی احمد رضا بریلوی ص۱۳۲۔

حوالہ۔ وعند العامۃ لا معبود الا اللہ وعند الخاصۃ لا مقصود الا اللہ وعند الآخرین لا مشہود الا اللہ وعند المنتہین لا موجود الا اللہ، والکل حق۔ الدولۃ المکیہ ص۱۳۳

حوالہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ چیزیں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اللہ عزوجل نے فرمایا کہ تم فرما دو کہ آسمان و زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ تو نبی علیہ السلام نے خاص پانچ چیزوں کو فرمایا۔ اور اللہ عزوجل نے عام حکم فرمایا۔ اور ہم سب پر ایمان لائے۔ اس لیے کہ خاص عام کی نفی نہیں کرتا۔ تو ان پانچ کو کوئی نہیں جانتا سواء اللہ کے۔ اور اس کے سواء اور غیب جو ان سے علو و شرف و رقت و لطافت میں زائد ہیں۔ انہیں بھی کوئی نہیں جانتا۔ سواء اللہ تعالیٰ کے الدولۃ المکیہ ص۱۳۵

حوالہ۔ اقول بلکہ کوئی کچھ نہیں جانتا سواء اللہ تعالیٰ کے۔ بلکہ حقیقی وجود کسی کے لیے نہیں سواء اللہ کے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے تمام مقولوں میں سب سے زیادہ سچا لبید کے اس قول کو فرمایا سن لو ہر شئی بے حقیقت ہے سواء اللہ کے۔ اور ہمارے یہاں قرار پا چکا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا معنی۔ عام لوگوں کے نزدیک ہیں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور خواص کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے سواء کوئی مقصود نہیں اور خاص خواص کے نزدیک یہ ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ جو نہایت کو پہنچ گئے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ معنی ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں یہ سب معنی حق ہیں۔ الدولۃ المکیہ ص۱۳۵

حوالہ۔ ولا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک۔ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غائب جان لیتا ہوں۔ اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں۔ تو میرے احکام غیب پر مبنی ہیں۔ تاکہ تمہیں یہ اعتراض کرنے کا موقع ہوتا جب میں نے یہ کہا ہی نہیں تو اعتراض بے محال ہے اور شریعت میں ظاہر ہی کا اعتبار ہے۔ لہذا تمہارا اعتراض بے جا ہے۔ نیز لا اعلم الغیب فرمانے میں قوم پر ایک لطیف تعریض بھی ہے کہ کسی کے باطن پر حکم کرنا اس کا کام ہے جو غیب کا علم رکھتا ہو۔ میں نے تو اس کا دعویٰ ہی نہیں کیا۔ باوجود کہ میں نبی ہوں تم کس طرح کہتے ہو کہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے۔ کنز الایمان ص۳۲۵۔

حوالہ۔ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ۔ تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔ کنز الایمان ص۵۵۳

حوالہ۔ ان اللہ عندہ علم الساعۃ: جس کا معنی مولوی احمد رضا نے یوں کیا ہے کہ بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔ اس آیت کے شان نزول کے متعلق مولوی نعیم الدین مرادآبادی کنز الایمان کے ص۶۰۰ ف ۶۷ پر لکھتا ہے۔ یہ آیت حارث بن عمرو کے حق میں نازل ہوئی جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا اور یہ کہا تھا۔ کہ میں نے کھیتی بوئی ہے خبر دیجئے کہ بارش کب آئے گی۔ اور میری عورت حاملہ ہے مجھے بتائیے۔ کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے۔ لڑکا ہے یا لڑکی۔ یہ تو مجھے معلوم ہے۔ کہ کل میں نے کیا کیا یہ مجھے بتائیے۔ کہ آئندہ کل کو کیا کروں گا۔ یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ میں کہاں پیدا ہوا مجھے یہ بتائیے کہ کہاں مروں گا۔ اس کے جواب میں آیت کریمہ نازل ہوئی

حوالہ۔ الیہ یرد علم الساعۃ: قیامت کے علم کا اسی پر حوالہ ہے۔ مولوی نعیم الدین تفسیر کنز الایمان کے ص۶۹۷ ف ۱۱۴ پر لکھتے ہیں تو جس سے وقت قیامت دریافت کیا جائے۔ اس پر لازم ہے۔ کہ کہے اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے

حوالہ۔ یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰہا قل انما علمہا عند ربی ۔

اس آیت کا ترجمہ مولوی احمد رضا بریلوی نے یوں کیا ہے۔ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ کب کو ٹھری ہے۔ تم فرماؤ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔ اس آیت کی تفسیر میں مولوی نعیم الدین کنز الایمان کے ص ۲۵۲ ف ۳۶۳ پر لکھتے ہیں۔ شان نزول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہودیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا۔ کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتائیے قیامت کب قائم ہو گی۔ کیونکہ ہمیں اس کا وقت معلوم ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ فائدہ ۳۶۴ قیامت کے وقت کا بتانا رسالت کے لوازم سے نہیں ہے۔ کنز الایمان ص ۲۵۲

(ختم شد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قادرِ مطلق و مختارِ کُل صِرف اللہ تعالیٰ ہے!

قرآن وحدیث کا فیصلہ

قدرت و اختیار

عبادت کی تیسری اور عظیم شرط و بنیاد قدرت و اختیار ہے خاتم المفسرین حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ رقمطراز ہیں:-

اِذْ شَرْطُ اِسْتِحْقَاقِهَا اَلْقُدْرَةُ الْكَامِلَةُ التَّامَّةُ عَلٰى دَفْعِ الضَّرِّ وَجَلْبِ النَّفْعِ[1]	عبادت کی شرط و بنیاد یہ ہے:- دفع ضرر و جلب منفعت پر قدرت کاملہ تامہ!

اللہ رب العزت نے اپنی کتاب پاک میں عموماً اسی صفت کو بیان کر کے اپنے لئے عبادت کا اثبات فرمایا ہے اور غیر اللہ سے اسی صفت کا عدم ذکر کر کے ان کی عبادت کی نفی فرمائی ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:-

قدرتِ کاملہ و اختیارِ کُل کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اثبات اور عدم قدرت و اختیار کی بنا پر عبادتِ غیر اللہ کی نفی و مذمت!

۱۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ (پارہ ۶، مائدہ رکوع ۳)	بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عین مسیح ابن مریم ہے آپ پوچھئے کہ اگر اللہ، مسیح ابن مریم کو، اور ان کی والدہ کو اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنا چاہیں تو کون اللہ سے (بچانے کا) ذرا بھی اختیار رکھتا ہے، اور اللہ ہی کے لئے خاص ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور

[1] روح المعانی جلد ۵ ص ۹۸۔

جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان کی حکومت وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو جو اللہ خالق کل، قادر مطلق، زمین و آسمان کا بادشاہ اور غالب علی الکل ہے عبادت اسی کا حق ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کیا خدا ہوں گے۔ جن کو اپنے تحفظ تک کا اختیار نہیں، اگر اللہ انہیں مارنا چاہتا تو کوئی انہیں بچا نہیں سکتا تھا

۲۔ عبادت خالق و مالک، عالم کل و کارساز عالم کا حق ہے۔ یہ صفات صرف ذات واحد باری تعالیٰ میں ہیں۔ لہٰذا اسی کی عبادت کرو اور اس کے سوا عبادت کسی کا حق ہی نہیں۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۔ (پ ۷، انعام ع ۱۳)	وہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اس کی اولاد کہاں ہو سکتی ہے، حالانکہ اس کی بیوی تو ہے نہیں، اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے، یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار، اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر چیز کا خالق ہے تو تم اس کی عبادت کرو، اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔

۳۔ اَلَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۔ (پ ۱۸، آغاز سورہ فرقان)	وہ (اللہ) جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اور اس نے کسی کو (اپنی) اولاد نہیں بنایا، اور نہ (ہی) کوئی بادشاہی میں اس کا شریک ہے۔ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر سب کا الگ الگ انداز رکھا، (ان صفتوں کے مالک اللہ کو چھوڑ کر) مشرکین نے اللہ کے سوا (دوسرے) معبود بنا لئے جو نہ (تو) کوئی چیز پیدا کرتے ہیں۔ بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ اور خود اپنے لئے نفع و ضرر کا اختیار

نہیں رکھتے۔ اور نہ موت وحیات کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ (قیامت کے دن) دوبارہ اُٹھنے کا!

اللہ زمین وآسمان کا حاکم و بادشاہ ہے۔ واحد بادشاہ۔ کوئی اقتدار و شاہی میں اس کا شریک نہیں۔ پھر وہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ مگر کتنے ظالم ہیں مشرک کہ ان صفتوں کے مالک اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو خود مخلوق ہیں، کسی اور کو کیا پیدا کریں گے، اور خود اپنے لئے نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ موت وحیات پر قدرت نہیں، ان بے بس و بے اختیار معبودوں کو عبادت کا حق کہاں سے حاصل ہوگیا!

۴۔ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ (پارہ ۲۲۔ فاطر ش ۱)

اللہ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے اس کو کوئی بند کرنے والا نہیں، اور اللہ جو کچھ بند کر دے۔ اس کو کوئی جاری کرنے والا نہیں۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے اے لوگو تم پر اللہ کے جو احسانات ہیں ان کو یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہو۔ (جب نہ کوئی خالق ہے نہ رازق تو پھر) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق (بھی) نہیں۔ سو تم کہاں الٹے جا رہے ہو؟

جب خالق و مالک اور رحیم و رازق صرف اللہ ہے۔ اس کے سوا نہ تو کوئی خالق ہے نہ رازق، نہ رحیم ہے نہ منعم، تو پھر اس کے سوا کسی کو عبادت کا کیا حق ہے! پھر عبادت کسی کا بھی حق نہیں،

۵۔ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ (پارہ ۲۲ فاطر ع ۲)

وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے ہر ایک وقت مقرر تک چلتے رہیں گے۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے سلطنت (بھی) اسی کی ہے اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے

۱۵

اللہ رب العزت دن رات کو گھٹاتے بڑھاتے ہیں، موسموں میں تغیر تبدل کرتے ہیں پھر سلطنت و بادشاہی اسی کی ہے، لہٰذا عبادت بھی اسی کا حق ہے مگر ظالم مشرک اللہ کے ساتھ ان معبودوں کی عبادت کرتے ہیں جنہیں کھجور تو کجا، کھجور کی گٹھلی تو گٹھلی، گٹھلی کے اوپر باریک سے پردے کا بھی اختیار نہیں۔

۶۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ (۲۴۔ مومن ع ۷)

یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار، ہر چیز کا خالق اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس تم کہاں الٹے چلے جا رہے ہو؟! اسی طرح وہ (پہلے) لوگ بھی اُلٹے چلا کرتے تھے جو اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے۔ اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے قرار کی جگہ بنایا۔ اور آسمانوں کو چھت بنایا۔ اور تمہاری صورت بنائی سو عمدہ صورتیں بنائیں اور تم کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا یہ ہے اللہ تمہارا رب۔ پس بڑا برکت والا ہے اللہ سارے جہانوں کا پروردگار، وہی (ازلی، ابدی) زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم خالص اعتقاد کر کے اسی کو پکارو۔

خالق، مالک، رازق، مصوّر، شکم مادر میں احسن و اجمل تصویریں بنانے والا ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ زمین و آسمان اس نے بنائے، ان عظیم اختیارات کے واحد مالک کا حق ہے کہ ہر قسم کی عبادت اس کی کی جائے۔ اسکے سوا عبادت کسی کا حق ہی نہیں

عبادت کی بنیاد اور الوہیت و معبودیت کے لوازم نفع نقصان کا ملک و اختیار ہے۔ معبود کے نافع و ضار ہونے کے علم و یقین ہی کے اندر اس کی الوہیت و معبودیت کا سارا راز مضمر ہے۔

اللہ رب العزت نے جہاں اس اصل و اساس کی بنا پر اپنی عبادت کا اثبات فرمایا ہے وہاں اسکے عدم و فقدان پر یعنی تمام ماسوی اللہ کے نفع نقصان کا مالک نہ ہونے پر اب ان کی معبودیت کی نفی فرمارہے ہیں۔ چند آیات ملاحظہ ہوں۔

۷- وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ (یونس ع ۲)

۸- قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۔ (مائدہ ع ۱۰)

۹- اپنے حبیب کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (یونس ع ۱۱)

اور خدا کے سوا اس کی عبادت نہ کرنا جو تجھے نفع نہ پہنچا سکے نہ نقصان پھر اگر (بالفرض) آپ نے ایسا کیا تو تم اس حالت میں اللہ کا حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:۔

۱۰- قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ (پارہ ۱۷، انبیاء ع ۵)

کہا:۔ تو کیا تم خدا کے بغیر ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکے نہ نقصان تف ہے تم پر اور ان چیزوں پر جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

۱۱- يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ (پارہ ۱۷ حج ع ۲)

خدا کے سوا اس چیز کی عبادت کرتا ہے جو نہ تو اسے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع یہ انتہا درجہ کی گمراہی ہے۔

۱۲- وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا (سورۂ فرقان ع ۵)

اور (مشرک) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان، اور کافر اپنے رب کا مخالف ہے۔

اس مضمون کی آیات سورہ رعد، بنی اسرائیل، شعراء، سباء، زمر اور شوریٰ وغیرہا میں بھی بکثرت موجود ہیں جن کا احاطہ بڑا مشکل ہے۔ نہ ہی احاطہ مقصود ہے۔

خلاصہ پہلے چند وہ آیات بطور مثال پیش کی گئی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ تامہ اور ذات پاک رب العزت کے تصرفاتِ مطلقہ عامہ و اختیاراتِ کلیہ کا ذکر و بیان ہے۔ اور اسی اقتدار اعلیٰ و اختیار کلی اور تصرف مطلق کو لوازم الوہیت و اساس عبادت قرار دیا گیا ہے بعد میں چند وہ آیات پیش کی گئی

ہیں جن میں غیر اللہ کے اختیار و تصرف کی کلیتہً نفی کر کے ان کی اسی بے اختیاری و بے بسی کو ان کی عدم عبادت کی وجہ و دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اور ان بلا اختیار و مجبور معبودوں کی پرستش کو کفر و ضلال بعید فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ عجز و بے اختیاری شانِ الوہیت کے منافی ہے۔

یہ محض مثال کے طور پر چند آیات ذکر کی گئی ہیں ورنہ اللہ رب العزت کی قدرت تامہ مطلقہ اور غیر اللہ کی یکسر بے بسی و بے اختیاری سے قرآن پاک بھرا ہوا ہے مثلاً:۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ و اختیارِ کل سے متعلق چند آیات ملاحظہ ہوں:۔

قدرتِ کاملہ اور کل اختیارات کا مالک صرف اللہ ہے

نبی کریم کو ارشاد فرمایا:۔

۱- قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (پارہ ۳، آل عمران رکوع ۳)

آپ کہئے! اے اللہ سارے ملک کے مالک آپ جس کو چاہیں ملک دے دیتے ہیں اور جس سے چاہیں ملک چھین لیتے ہیں اور جس کو چاہیں عزت دیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں ذلت دیتے ہیں آپ ہی کے ہاتھ میں ہے سب بھلائی بیشک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ آپ رات کو دن میں داخل کر دیتے ہیں اور دن کو رات میں داخل کر دیتے ہیں اور آپ جاندار چیز کو بے جان سے نکالتے ہیں (جیسے انڈے سے بچہ) اور بے جان چیز کو جاندار سے نکالتے ہیں۔ (جیسے پرندہ سے انڈہ) اور آپ جس کو چاہتے ہیں بے حساب رزق دیتے ہیں۔

۲- وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (انعام ع ۲)

اور اگر اللہ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچا دیں تو اللہ ہی کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں، اور اگر اللہ تجھے کوئی نفع پہنچا دے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

۳- وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿پارہ ۱۱- آخر سورۃ یونس﴾

اور اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اسے دور کرنے والا بجز اس کے کوئی نہیں، اور اگر وہ تم کو کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں اپنا فضل کرتے ہیں اور وہ بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں۔

تو تکلیف و راحت، بھلائی، برائی، نفع و ضرر پر کامل اختیار اور قبضۂ تامہ اللہ رب العزت کا ہے، اس ذات پاک کے سوا کسی کو بھی سود و زیاں اور دکھ سکھ پر قطعاً کوئی اختیار نہیں اس کی بھیجی ہوئی تکلیف اور دکھ درد کو کوئی نہیں ہٹا مٹا سکتا اور جس پر وہ فضل و کرم فرمائیں کسی کو طاقت نہیں کہ روک دے۔ مالک علی الاطلاق اور قادر مطلق فقط ایک ذات اللہ واحد کی ہے۔

۴- صرف ایک موقع اور ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہوتا ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿پارہ ۲۵- آخر شوریٰ﴾

آسمانوں اور زمین کی سلطنت و بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطاء فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں دیتا ہے اور جس کو چاہے (محض) بے اولاد رکھتا ہے۔ بیشک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔

زمین و آسمانوں کی حکومت اللہ ہی کی ہے۔ وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ بیٹے، بیٹیاں، دینا نہ دینا، محض اس کے اختیار میں ہے۔ وہ علیم بھی ہے اور قدیر بھی، علم کل اور قدرت کاملہ خاص اس کی صفات ہیں۔ وہ اپنے علم کی بناء پر اپنی قدرت سے جس کو چاہے جو اولاد دے یا مطلق نہ دے۔

بطور اجمال اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان

جہاں پورے قرآن میں اللہ رب العزت کی

قدرت کاملہ و اختیار عامہ کی تفصیلات موجود ہیں۔ جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ وہاں قرآن کریم میں ۲۲۴ مقامات پر بطور اجمال ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان ملاحظہ ہو۔

۱- اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[۱]	پورے قرآن میں	۳۵[۲]	مقامات پر ہے	
۲- وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا[۳]	(کہف ع ۶)	۱	"	"
۳- عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ واللّٰہ قدیر و قدیرا اور قدیرا		۱۱	"	"
۴- بِقَادِرٍ اَلْقَادِر	اور قادر وغیرہ[۴]	۷	"	"
۵- وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ[۵]	الوکیل اور وکیلا	۱۱	"	"
۶- وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا[۶]		۱	"	"
۷- وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا۔[۷]		۱	"	"
۸- عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ۔[۸]		۳	"	"
۹- وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ	القاہر[۹]	۲	"	"
۱۰- لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔	وغیرہ القہار[۱۰]	۶	"	"

[۱] قدیر اسے کہتے ہیں جو اقتضاء و حکمت کے مطابق جو چاہے کرے (مفردات القرآن)

[۲] دو مقام پر قدیرا ہے باقی ۳۳ مقامات پر علیٰ کل شیء قدیر ہے شروع میں کہیں ان اللہ ہے کہیں ان اللہ ہے کہیں واللہ ہے کہیں وھو ہے۔

[۳] مقتدر، با اقتدار، ہر طرح کی قدرت والا (لغات القرآن جلد ۵ ص ۲۷۴) اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

[۴] قادر، قابو پانے والا، طاقت رکھنے والا، گرفت کرنے والا۔ غالب (لغات القرآن جلد ۵ ص ۶۵) اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

[۵] وکیل، کارساز، نگران، نگہبان، (لغات القرآن جلد ۶ ص ۱۳۳) اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

[۶] مقیتا، قادر، نگران، محافظ (لغات القرآن جلد ۵ ص ۳۳۲)۔ المقیت: صاحب اقتدار۔ نگہبان و نگراں (المنجد) اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

[۷] محیطا: ہر طرف سے گھیرے ہوئے، پورا پورا قابو رکھنے والا۔ لغات القرآن جلد ۵ ص ۲۳۳

[۸] حفیظ: نگہبان، حفاظت کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ کہ وہ کل کا نگہبان ہے (لغات القرآن جلد ۲ ص ۲۸۷)

[۹] قاہر، غالب (مفردات القرآن و لغات القرآن جلد ۵ ص ۱۹)

[۱۰] القہار، انتہائی زبردست غالب [illegible]

۱۱- وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ — وَلِی[1] — ۱۰ مقامات پر ہے

۱۲- اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ وغیرہ قَوِی[2] — ۸ " "

۱۳- اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّاب — وغیرہ الوہاب[3] — ۳ " "

۱۴- اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰی۔ — وغیرہ مُحی[4] — ۲ " "

۱۵- قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ مَالِكَ الْمُلْكِ[5] — ۱ " "

۱۶- اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ ۔۔۔ وغیرہ الملک[6] — ۵ " "

۱۷- اَلْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ[8] الْجَبَّارُ[9] (پورے قرآن میں) — ۳ " "

— اَلْعَزِیْزُ[10] (پورے قرآن میں) — ۸۶ " "

---

[1] وَلِیّ — مددگار، کارساز، محافظ، نگہبان، بچانے والا (لغات القرآن جلد ۶ ص ۱۳۴) اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

[2] قَوِی — طاقتور، قوت والا (لغات القرآن جلد ۵ ص ۱۱۸) غالب، طاقت ور، زبردست، (مفردات القرآن) اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

[3] الوہاب مبالغہ کا صیغہ۔ بہت عطا کرنے والا۔ (لغات القرآن جلد ۶ ص ۱۳۵) اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو بقدر استحقاق بخشتا ہے، اس لئے الوہاب کہا جاتا ہے (مفردات القرآن)

[4] مُحی — زندہ کرنے والا، حیات بخشنے والا (لغات القرآن)

[5] مالک الملک — سارے جہان کے نگران، ہر ذرّہ پر قدرت اور قابو رکھنے والے، (لغات القرآن جلد ۵ ص ۲۴۲) [6] اَلْمَلِك — بادشاہ، با اقتدار (لغات القرآن جلد ۵ ص ۲۴۲)

[8] المھیمن — نگران (ایضاً ص ۲۹۳) نگہبانی وحفاظت کرنے والا۔

[9] اَلْجَبَّار — جبر سے مبالغہ کا صیغہ، زبردست دباؤ والا۔ خود اختیار جوں کہ باری تعالیٰ اپنے فیضانِ نعمت سے سب لوگوں کی حالتیں درست کرتا اور ان کے نقصانات پورے فرماتا ہے۔ اس لئے اس کا نام جبار ہے۔ امام بیہقی "کتاب الاسماء والصفات" میں محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جبار اس لئے موسوم ہے کہ مخلوق کو اپنے ارادہ کے آگے مجبور کر دیتا ہے (لغات القرآن جلد ۲ ص ۲۳۴)

[10] العزیز — غالب، زبردست، قوی مبالغہ کا صیغہ ہے۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں "عزیز وہ ہے جو غالب ہو، مغلوب نہ ہو" زجاج نے اس کے معنی کئے ہیں ایسا زبردست جس پر کوئی چیز غالب نہ ہو سکے۔ دوسرے لوگوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے قوی جو ہر شے پر غالب ہو۔ اور ابو سلیمان (امام خطابی صاحب معالم السنن شرح سنن ابی داؤد) رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "عزیز" ایسا غالب جو مغلوب نہ ہو (لغات القرآن جلد ۴ ص ۳۰۰)

۱۸- اَلْمَتِیْنُ[1] — پورے قرآن میں — ۱ مقام پر

۱۹- وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُوانْتِقَامٍ، اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ۔ وغیرہ مُنْتَقِمٌ[2] — ۶ " "

۲۰- اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ واسع[3] — ۸ " "

۲۱- اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ — اَلْقَیُّوْمُ[4] — ۳ " "

۲۲- وَهُوَ خَیْرُ الْحَاكِمِیْنَ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِیْنَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِیْنَ[5] — ۵ " "

۲۳- خَیْرُ الْفَاصِلِیْنَ[6] اور خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ[7] — ۲ " "

۲۴- علیٰ ہذا ایک ایک مقام پر حَكَم[8] وَالٍ[9] (والی) اور اَلْفَتَّاحُ[10] — ۲ " "

میزان = ۲۲۳ مقامات

خلاصہ اللہ رب العزت نے اپنی کتاب پاک میں قریباً سوا دو سو مقامات پر اپنی قدرتِ عامہ، اپنے غلبہ واقتدارِ تامہ اور اپنی قوت وحاکمیت مطلقہ کا بیان واثبات تو فرمایا ہے۔ مگر ایک جگہ پر بھی غیر اللہ کسی بت اور قبر کسی فرشتہ یا ولی حتیٰ کہ نبی کے لئے قدرت واختیار کا ذکر نہیں فرمایا۔

---

[1] المتین — قوی، طاقت والا۔

[2] مُنْتَقِمٌ — بدلہ میں سزا دینے والے (لغات القرآن جلد ۲ ص ۲۸۹)

[3] واسع — بہت دینے والا۔ ہر چیز پر محیط (المنجد)

[4] القیوم — اسماء حسنیٰ میں سے ہے، یعنی ذات الٰہی ہر چیز کی نگران اور محافظ ہے اور ہر چیز کو اس کی ضروریاتِ زندگی بہم پہنچاتی ہے (مفردات القرآن)

[5] اَحْكَمُ الْحَاكِمِیْن — سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم۔

[6] خیر الفاصلین — سب حکم کرنے والوں سے بہتر۔

[7] خیر الفاتحین — بہتر حکم کرنے والا۔

[8] الحکم — حکم جاری کرنے والا۔ فیصلہ کرنے والا (المنجد) حَكَمًا فیصلہ کرنے والا۔ یہ حاکم سے زیادہ بلیغ ہے (لغات القرآن جلد ۲ ص ۲۸۹)

[9] وَالٍ — اصل میں والی ہے وَلَایَةٌ مصدر، مددگار، حامی، مدد پر قادر (لغات القرآن جلد ۶ ص ۱۱۳)

[10] اَلْفَتَّاحُ — بہت بڑا فیصلہ کرنے والا، صیغۂ مبالغہ، حاکم (المنجد)

اسماء الحسنیٰ! نیز قرآن کریم میں مذکورہ بالا صفات و اسماء الٰہی کے علاوہ، قابض[1] باسط[2] خافض[3]، رافع[4] معز[5] مذل[6]، واجد[7]، ممیت[8]، مغنی[9]، نافع[10]، ضار[11]، مانع[12] وغیرہ، اسماء حسنیٰ اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں کہ نفع، نقصان، عزت و ذلت، موت و حیات سب اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔

یہ تو صرف اجمالی طور پر صفات و اسماء الٰہی سے سوا دو سو مقامات پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اختیار و اقتدار عامہ کا ذکر ہے۔ ورنہ یوں تو سارے قرآن کا موضوع ہی یہی ہے اور پورے قرآن کریم میں جگہ جگہ بڑی تفصیل کے ساتھ اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ، ربوبیت عامہ اور رحمت واسعہ کو بیان فرمایا ہے۔

نیز انسان اگر چشم بصیرت سے دیکھے تو ساری کائنات، سارا جہان اور خود اس کا اپنا وجود اللہ رب العزت کی قدرت کا مظہر و شاہد ہے۔ لیل و نہار کی گردشیں، دن رات کا گھٹنا بڑھنا، موسم کے تغیرات، گرمی، سردی، خزاں، بہار، برسات، بجلی، گرج، کڑک، چمک، پھر دریا۔ پہاڑ، زمین، آسمان، چاند تارے، سورج پھر خاکی نوری، ناری، بری، بحری اور آسمانی مخلوقات پھر ساری مخلوق کے لئے ضروریات زندگی کا اہتمام زمین سے فصلوں، غلّوں، پھلوں اور میووں کی پیدائش کیا یہ سب کچھ کسی ان دیکھی طاقت اور غیر محدود و لامتناہی قدرت کا پتہ نہیں دیتا؟ اگر یہ تمام مناظر قدرت اور مشاہد فطرت کسی کی آنکھ کھولنے کے لئے کافی نہیں تو پھر اسے کم از کم اپنے وجود کو دیکھنا چاہئے کہ اس کی اصل کیا ہے۔ کیا ناپاک پانی کے قطرے سے یہ کوہ پیکر اور ربیل تن جوان یہ سڈول جسم کا تنومند پہلوان خود بخود بن گیا؟ کتنی تبدیلیوں

---

[1] قابض، تنگی دینے والا [2] باسط، کشادگی کرنے والا۔
[3] خافض، پست کرنے والا۔ [4] رافع بلند کرنے والا۔
[5] معز، عزت دینے والا۔ [6] مذل، ذلت دینے والا۔
[7] واجد۔ قادر (الماجد) [8] ممیت، مارنے والا۔ [9] مغنی، بے پروا کرنے والا۔
[10] نافع، نفع دینے والا۔ [11] ضار نقصان پہنچانے والا۔ [12] مانع روکنے والا حفاظت

کے بعد اور کتنی منزلیں طے کرنے کے بعد اسے یہ جسم ملا، پھر یہ جوانی خود بخود بڑھاپے میں تبدیل ہو جائے گی اور زور و قوت، صحت و توانائی کا یہ مجسمہ خود بخود ضعف و نقاہت کی نذر ہو کر موت کے منہ میں چلا جائے گا اور ایک دن اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا؟ یہ تبدیلی پر تبدیلی لانے، ایک گندے پانی سے خوبرو، قوی تن بدن بنانے اور پھر ایسے حسین و جمیل چہروں کو مٹی کی مٹھی بنا کر رکھ دینے والی ذات کا انکار ممکن ہے؟ یا اس ذات پاک کی قدرت اور ربوبیت اور رحمت اور اس کے اختیار کل کا احساس و ادراک یا اقرار و اعتراف کوئی مشکل ہے؟

معبودانِ باطل نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے!

جہاں قدرت و اختیار کی اس بحث کے شروع میں اللہ رب العزت کی قدرتِ کاملہ کے ساتھ معبودانِ من دونِ اللہ کی بے بسی و بے اختیاری واضح ہو چکی ہے۔ ان کی بے اختیاری کا یہ حال ہے کہ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ یہ کھجور کی گٹھلی تو کیا، کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک پردے تک کے مالک نہیں۔ وہاں ان آیات کے علاوہ پورے قرآن میں نہایت شرح و بسط اور تکرار کے ساتھ بار بار معبودانِ باطل کی بے اختیاری ثابت کی گئی ہے۔

غیر اللہ کی پوجا پاٹ کا فلسفہ غیر اللہ کی پرستش کا منشا در اصل ان کی مفروضہ و مزعومہ قدرت و طاقت ہے۔ انسان فطرتاً "لالچی" ہے۔ یہ ہر وقت اپنے لئے نفع کی تلاش اور نقصان سے بچنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ اس کی پوری زندگی کا تانا بانا سود و زیاں کی ادھیڑ بن ہے اسے ہمہ وقت یہی فکر دامنگیر رہتی ہے کہ اس کے وارے نیارے ہو جائیں، اسے کاروبار میں لین دین میں نفع ہی نفع ہو۔ مال و دولت میں زیادتی اور گھر بار اہل و عیال آل و اولاد میں افزائش ہو گی نقصان اور خسارے کے تصور سے یہ لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔

تجارت، مال و دولت میں نقصان کا اندیشہ ہو یا جان اور بال بچوں کی

بیماری یا موت کا خطرہ! تو یہ گھبرا کر چارہ سازی کی فکر میں دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کے بندے تو ہر کڑی سے کڑی آزمائش میں اپنے قادر و کریم مولا کو یاد کرتے اور پکارتے ہیں۔ لیکن نفس اور شیطان کے بندے اللہ کے نیک، صالح بندوں، اماموں، ولیوں اور نبیوں کو قدرت اور اختیار کا مالک سمجھ کر انہیں پکارتے ہیں، ان کی منتیں مانتے ہیں، اور جب اللہ کریم ربّ رحیم ان کی مشکل حل کر دیتے ہیں تو یہ بزرگوں کی خانقاہوں پر نذریں پیش کرتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے ہیں سجدے کرتے ہیں۔ مزاروں کو چومتے چاٹتے ہیں، اور اگر ممکن ہو تو قبر کی خاک مٹی تک پھانک جاتے ہیں اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت صاف معلوم ہوتی ہے کہ غیر اللہ کی پوجا پاٹ کی اصل و اساس جلبِ منفعت کا جذبہ ہے، یا دفعِ مضرت کا حرص و ہوس کے بندوں نے جب بھی کسی غیر اللہ کی عبادت کی ہے۔ کسی نفع کے لالچ میں یا کسی نقصان سے بچنے کے لئے! غیر اللہ کی پرستش کا سارا فلسفہ آپ کو ان دو ہی لفظوں ——— جلبِ منفعت[۱] یا دفعِ مضرت[۲] ——— کے گرد گھومتا نظر آئے گا۔

مثال کے طور پر دیکھئے جاہل انسان نے دیکھا، پانی پر اس کی زندگی کا مدار ہے۔ دریا اس کی فصلوں کو سیراب کرتا ہے تو اس نے پانی اور دریا کی پوجا شروع کر دی۔ سورج کو دیکھا اس کے اندھیروں کو اجالے میں بدلتا ہے۔ اسے نور و ضیا دیتا ہے، گرمی پہنچاتا ہے اس کی فصلیں اور اس کے پھل۔ میوے پکاتا ہے۔ اس کی پرستش شروع کر دی۔ چاند تاروں کو دیکھا یہ رات کو ٹھنڈی روشنی بہم پہنچاتے ہیں ان کی پوجا میں لگ گیا۔ ہندی مشرکین نے دیکھا گائے میٹھا دودھ دیتی ہے ٹھنڈی لسی پلاتی ہے، اس کی پوجا پاٹ میں معروف و منہمک ہو گئے۔ ہاں دھوپ میں چل چلا کر آیا، تھکا ماندہ تھا، پیپل یا برگد کے گھنے سائے میں بیٹھ کر ستانے لگا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا لگی، تن بدن میں جان آئی تو پیپل اور بڑ کی پوجا شروع کر دی۔ آگ کو دیکھا یہ کھانا پکاتی ہے اور مشتعل ہو جائے تو جلا ڈالتی ہے۔ اس کے ضرر سے بچنے کے لئے اس کی پوجا پاٹ میں لگ گئے۔ بعض احمقوں نے دیکھا کہ سانپ موت کا سبب بنتا ہے تو ڈر کر اس کی پرستش شروع کر دی اور بعض عقل کے

اندھوں نے بعض بیماریوں کو موت اور تکلیف کا سبب بنتے دیکھ کر ان بیماریوں کی مثلاً چیچک کی پوجا شروع کر دی۔ اور عقل کے ساتھ حیا و شرافت کا بھی جنازہ اٹھ گیا جب آبرو باختہ بے اولاد ہندو دائیوں نے "شو جی" کے مندر میں جا کر شو لنگ کے ساتھ مس و مساس کر کے مخصوص انداز میں، شو لنگ تک کی پوجا کی محض اس لالچ میں کہ اس کی "کرپا" سے ان کی گود بھر جائیگا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بتوں کی پوجا کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ اکابر و اعاظم رجال کے ناموں پر یا ان کی صورتوں پر گھڑے ہوئے ہیں۔ یہ ان اولیاءؒ و صلحاءؒ کی پرستش کے گویا قبلہ و ذریعہ ہیں، ان کی پوجا سے وہ اولیاء و اکابر ہم سے خوش ہوں گے۔ اور ان کی خوشی سے ہمارے سارے کام سنور جائیں گے۔

اولیاء اللہ کی مزاروں کی پوجا پاٹ، ان سے متعلق جمیع یادگاروں، ان کے جملہ آثار و نشانات کی حد سے بڑھی ہوئی تعظیم، اماموں کے نام نہاد، تعزیوں جھنڈوں، حتیٰ کہ ان سے منسوب گھوڑوں تک کی پرستش، منتیں نذریں یہ سب اسی لئے تو ہیں کہ یہ اولیاء و ائمہ ہم سے راضی ہوں اور ہماری بگڑی بن جائے ہمارے دین و دنیا کے سارے کام سنور جائیں۔

سید الاولیاء سیدنا حضرت عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام پر گیارہویں کا دودھ وغیرہ محض اس ڈر سے بانٹا جاتا ہے کہ کہیں ان کی گائے بھینسیں بیمار نہ ہوں یا مر جائیں یا ان کا دودھ، مکھن کم نہ ہو جائے۔ حضرت رحمہ اللہ ان کو ان کے مال مویشی کو آفات و بلیات سے محفوظ رکھیں گے۔ الغرض کسی غیر اللہ کی پرستش کا آپ کھوج لگائیں گے تو یہی اصل و وجہ پائیں گے، اس عبادت اور پوجا کی تہ میں یہی نفع کی طمع و طلب، فائدے کی ہوس، کوئی نہ کوئی لالچ کارفرما ہو گا یا نقصان اور زیان و ضرر سے بچنے کی غرض پوشیدہ ہو گی۔

انتہائی تعظیم، انتہائی محبت، آخری درجے کی انکساری و عاجزی، بے حد و نہایت شکر گذاری ——— جسے عبادت سے تعبیر کرتے ہیں ——— حق ہی اسی کا ہے جو نفع نقصان کا مالک ہو۔ جس کے ہاتھ میں سود و زیاں کی باگ ڈور ہو۔ جاہل و فریب خوردہ بندوں نے جس کسی کو بھی نفع نقصان، سود و زیاں کا

مالک سمجھا اسی کی عبادت شروع کر دی۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بنیاد

ایک بندہ، ایک عاجز و محتاج بندہ ایک سراپا غرض مند بندہ قدم قدم پر بلکہ اپنی زندگی کے ہر سانس پر مدد و اعانت کی ضرورت محسوس کرتا ہے، ذات پاک رب قدیر کی طرف بندے کے میلان و توجہ کی اصل وجہ بھی یہی ہے کہ نفع و نقصان اور سود و زیاں اسی کے ہاتھ میں سمجھتا ہے۔ درحقیقت نادیدہ خدا اور غیر محسوس و غیر مرئی خدا لاکھوں حجابوں بلکہ بے شمار پردوں میں مستور و مخفی خدا پر صحیح ایمان کی بنیاد درحقیقت بندے کا یہی وجدان و تصور ہے ایک موحد مسلمان خوف و طمع اور بیم و رجاء کے لئے اللہ واحد کے سوا کسی دوسرے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا یہ نفع و نقصان کا مالک صرف اپنے نافع و ضار خدا کو سمجھتا ہے۔ اور اس نے تمام غیر اللہ سے سود و زیاں کے تمام رشتے اور علاقے قطع کر لئے۔

غیر اللہ کی پرستش کی بنیاد

بخلاف اس کے جب اس ایمان و یقین میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے تو ایک محتاج و غرض مند بندہ غیر اللہ کو نفع نقصان کا مالک سمجھنا شروع کر دیتا ہے تو اس کی توجہ و میلان کا مرکز بھی غیر اللہ بن جاتے ہیں۔ اب وہ اپنا سر جھکاتا ہے تو انہی غیر اللہ کی چوکھٹ پر، اور ذکر اذکار میں لذت محسوس کرنے لگتا ہے تو غیر اللہ کے! وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ (سورہ زمر رکوع ۵)

اب یہ یارسول اللہ اور یا علی اور یا عبدالقادر جیلانی کے نعروں میں جو کیف و سرور محسوس کرتا ہے وہ اللہ اکبر کے نعرے میں کہاں؟

اب اس کی محبت کا مرکز و محور بھی یہی غیر اللہ بن جاتے ہیں :۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ (پارہ ۲۰۔ بقرہ۔ ع ۲۰)	اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں ۔ جو اللہ تعالیٰ کے شریک بناتے ہیں اور ان سے اس طرح محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

پھر ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی جگہ ان کے دل میں تمام

غیر اللہ کی محبت لے لیتی ہے۔ اب تمام تر محبت ہے تو ان کی اور خوف ہے تو ان کا، جس محبت اور ذوق شوق سے بزرگوں کی نذر نیاز دیتے ہیں، اولیاء و مشائخ کے چالیسویں نکالتے ہیں، خدا کی زکوٰۃ عشر اور اس کے نام پر نحر و قربانی میں اس جوش و محبت کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آتا۔ گائے بھینس کے مرجانے یا ان کا دودھ مکھن کم ہو جانے کے خوف سے جس اصرار و التزام اور شدت و سختی کے ساتھ حضرت سید الاولیاء شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی "گیارہویں" نکالتے، بانٹتے اور کھلاتے ہیں، کیا اس لزوم و التزام کا ہزارواں حصہ بھی عشر نکالنے اور قربانی کرنے اور قربانی کا گوشت کھانے میں پایا جاتا ہے؟

تمام ماسوی اللہ مطلق بے اختیار ہیں کسی کو قطعاً کوئی اختیار نہیں

تو شرک کی اصل و بنیاد یہی غیر اللہ کے نافع و ضار ہونے کا احساس و ایقان ہے۔ اللہ رب العزت نے شرک کی یہ بنیاد ہی ڈھا دی، عبادتِ غیر اللہ کی اس اصل و اساس ہی کو زیر و زبر کر ڈالا، اپنے کلام پاک قرآن کریم میں بیسیوں جگہ تمام ماسوی اللہ کی مطلق بے اختیاری کو واضح فرمایا اور غیر مبہم الفاظ میں اس حقیقت کو بیان فرما کر شرک کی رگِ گردن کاٹ دی کہ کسی بھی غیر اللہ کو ذرہ بھر بھی کسی قسم کا کوئی اختیار حاصل نہیں۔ مثلاً ارشاد ہوتا ہے :۔

۱۔ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا (پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۶)	آپ کہہ دیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا (مشکل کشا) سمجھتے ہو (ذرا) ان کو پکارو (تو سہی) وہ تم سے نہ تو تکلیف کو دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس کے بدل ڈالنے کا

اللہ کے سوا کسی بھی معبود کو قطعاً کوئی اختیار نہیں، نہ وہ کسی کی کوئی تکلیف دور کر سکتا ہے نہ اس میں کمی کر سکتا ہے نہ ایک کی تکلیف دوسرے پر ڈال سکتا ہے۔

پھر ایسی بے اختیار و عاجز مخلوق کو معبود بنا لینا کہاں کی عقل مندی ہے؟

۲- قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ ۝ (پارہ ۲۲ سبا - رکوع ۳)

آپ کہئے جن کو تم خدا کے سوا (مشکل کشا) سمجھ رہے ہو ان کو پکارو وہ ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے۔ اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔

ماسوی اللہ کسی معبود کو بھی ایک ذرہ برابر اختیار حاصل نہیں، نہ زمین و آسمان کی تخلیق و ایجاد میں کسی کا کوئی سا جھا ہے۔ نہ اللہ رب العزت کو کسی کام میں کسی کی مدد کی کوئی ضرورت ہے کہ اس کا کوئی معین و مددگار ہو۔

پھر ایسی بے اختیار چیز کو مشکل کشا سمجھنا اور اسے معبود قرار دینا عقل و دانش کا منہ چڑانا نہیں تو اور کیا ہے؟

۳- مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ (پارہ ۲۰ - عنکبوت - ع ۴)

جن لوگوں نے خدا کے سوا اور کارساز تجویز کر رکھے ہیں، ان کی مثال مکڑی کی مانند ہے جس نے ایک گھر بنایا۔ اور بلاشبہ سب گھروں میں زیادہ بودا مکڑی کا گھر ہے

گھر جان و مال کی حفاظت اور بچاؤ کے لئے ہوتا ہے مگر مکڑی کا جالا کیا حفاظت کرے گا جن لوگوں نے اللہ کے سوا کسی کو اپنا محافظ و مددگار اور کارساز سمجھا ان کی مثال مکڑی اور مکڑی کے جالے کی ہے۔ جیسے مکڑی کی پناہ گاہ غایت ضعف کی وجہ سے کالعدم ہے۔ اسی طرح مشرک لوگ جن باطل معبودوں کو اپنا حامی، مددگار، محافظ اور پناہ دہندہ سمجھتے ہیں درحقیقت وہ کوئی حمایت و حفاظت نہیں کر سکتے، اور مصیبت کے وقت اپنے پرستاروں کو قطعاً پناہ نہیں دے سکتے۔

۴- وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ (فاطر ع ۲)

اور اس (اللہ) کے سوا تم جن کو پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے پردے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔

ماسوی اللہ تو کھجور کی گٹھلی پر جو باریک سا پردہ یا جھلی سی ہوتی ہے۔ اس کے بھی مالک نہیں اگر کوئی مشکل کے وقت انہیں پکارے اوّل تو وہ کسی کی پکار کو سنتے نہیں، اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو کام نہیں آ سکتے۔

۵- یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ (پارہ ۱۷، آخری رکوع الحج)

اے لوگو ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے سنو! بلاشبہ خدا کے سوا جن کو پکارتے ہو وہ ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے گو سب کے سب (کیوں نہ) جمع ہو جائیں اور (پیدا کرنا تو بڑی بات ہے) اگر ان سے مکھی کچھ چھین لے جائے تو اس کو اس سے چھڑا ہی نہیں سکتے ایسا مانگنے والا اور جس سے مانگتا ہے بودا ہے۔

اللہ رب العزت نے غیر اللہ کو پکارنے والوں کو کس درجہ متوثر اور عبرت انگیز مثال دی ہے کہ دکھ سکھ میں تم جنہیں اپنا مشکل کشا سمجھ کر پکارتے ہو ان کے ضعف ان کی بے اختیاری کا یہ حال ہے کہ وہ سب مل ملا کر بھی ایک مکھی نہیں بنا سکتے، بلکہ مکھی سے اپنی کوئی چھنی ہوئی چیز نہیں چھڑا سکتے، جب ان کے اپنے زور و قوت اور اختیار و قدرت کا یہ حال ہے تو وہ تمہاری دعا پکار پر تمہاری خاک مدد کریں گے۔

غالیوں کی مذمت میں علامہ آلوسی کا عجیب بیان

خاتم المفسرین علامہ آلوسی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔ فی قولہ تعالیٰ:

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا۔)

اشارة الی ذم الغالین فی اولیاء اللہ تعالیٰ حیث یستغیثون بہم فی الشدة غافلین عن اللہ تعالیٰ وینذرون لہم النذر والعقلاء منہم یقولون انہم وسائلنا الی اللہ تعالیٰ وانما ننذر للہ عز وجل۔ ونجعل ثوابہ للولی لایخفی انہم

اللہ تعالیٰ کے اس کلام (اِنَّ الَّذِیْنَ) میں اولیاء اللہ کی شان میں غالیوں کی مذمت کی طرف اشارہ ہے جب کہ وہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اولیاء اللہ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں اور ان کی نذریں مانتے ہیں اور ان

فی دعوتھم الاولی اشبہ الناس
بعبدۃ الاصنام القائلین انما
نعبدھم لیقربونا الی اللہ زلفی
ودعواھم الثانیۃ لا باس بھا
لو لم یطلبوا منھم بذلک شفاء مریضھم
او رد غائبھم او نحو ذلک والظاھر
من حالھم الطلب بر شد الی ذلک انہ
لو قیل: انذروا للہ تعالی واجعلوا
ثوابہ لوالدیکم فانھم احوج
من اولئک الاولیاء لم یفعلوا ورأیت
کثیرا منھم یسجد علی اعتاب حجر قبور الاولیاء

غالیوں میں سے جو عقل مند ہیں وہ کہتے
ہیں "یہ اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ تک
پہنچا لینے کے لئے، ہمارے وسیلے ہیں
ہم منت تو صرف اللہ عزّ وجلّ کے لئے
مانتے ہیں، ولی کو تو صرف ثواب پہنچاتے
ہیں" اور یہ حقیقت مخفی نہیں کہ یہ اپنے
پہلے دعویٰ میں بتوں کے ان پجاریوں
کے سب سے زیادہ مشابہ ہیں جو کہتے ہیں
کہ "ہم تو بتوں کی پوجا محض اس لئے کرتے
ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں"
اور ان کے دوسرے دعویٰ میں کوئی حرج
نہیں بشرطیکہ یہ ان اولیاء اللہ سے یہ منت مان کر اپنے مریض کی شفاء یا اپنے غائب
ہو جانے والے کی واپسی وغیرہ کا مطالبہ نہ کریں۔ اور ان کے حال سے یہ مطالبہ ظاہر
ہے اور یہ حقیقت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ اگر انہیں کہا جائے کہ تم منت اللہ
تعالیٰ کے لئے مان کر اس کا ثواب اپنے والدین کو بخشو جو ان اولیاء اللہ سے ثواب
کے زیادہ محتاج ہیں تو وہ ہرگز ایسا نہ کریں گے۔ اور ہم نے دیکھا ہے کہ ان میں سے
اکثر اولیاء اللہ کی قبروں کی چوکھٹوں پر سجدہ کرتے ہیں، اور ان میں سے بعض تو
تمام اہل قبور کے لئے علیٰ فرق مراتب اختیار ثابت کرتے ہیں .... اور ان
میں سے بعض کا یہ گمان بھی ہے کہ اولیاء اللہ قبروں سے نکل کر مختلف شکلیں اختیار

....
.... وکل ذلک باطل لا
اصل لہ فی الکتاب والسنۃ
وکلام سلف الامۃ۔ وقد افسد
ھؤلاء علی الناس وصاروا
ضحکۃ لاھل الادیان المنسوخۃ

کر لیتے ہیں اور ان کے عالم کہتے ہیں کہ
ان کی روح شکلیں اختیار کر کے ظاہر
ہوتے ہیں اور جہاں چاہیں چکر لگاتے
پھرتے ہیں اور کبھی شیر کی یا ہرن کی یا
اسی طرح کسی جانور کی شکل اختیار کر لیتے
ہیں اور یہ تمام باتیں باطل ہیں کتاب و سنت

من الیھود والنصاری وکذا
لاھل النحل والدھریۃ نسأل
اللہ تعالی العفو والعافیۃ۔ [1]

اور سلف امت کے اقوال میں اس
کی کوئی اصل نہیں اور انہوں نے لوگوں
کا دین خراب کر دیا ہے اور یہی ہیں جو
یہود و نصاریٰ اور دوسرے اہل مذاہب اور دہریوں کے لئے ہنسی مخول کا سامان
بن کر رہ گئے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر اور اس بلاء و برائی سے بچنے کی دعا
کرتے ہیں۔

اختیار صرف ایک اللہ کو ہے

تمام حضرات انبیاءؑ و رسلؑ مجبور و بے اختیار ہیں

جہاں قرآن کریم سے اس حقیقت کا وضوح و انشراح ہو گیا کہ تمام معبودان غیر اللہ
بے بس و بے اختیار محض ہیں، وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تمام حضرات انبیاء و
رسل علیہم السلام بھی مجبور و بے اختیار ہیں، اختیار صرف ایک اللہ کو ہے۔ چنانچہ یہ
حضرات دکھ، درد اور مصیبت کے وقت مدد و نصرت اور مشکل کشائی کے لئے
اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی انہیں ان مصیبتوں سے نجات عطا فرماتے ہیں۔

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام:۔

وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِن قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۝ (۱۷ انبیاء رکوع ۶)

اور نوح جبکہ پہلے اس نے دعا کی پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اس کو اور اس کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی۔

۲۔ حضرت ایوب علیہ السلام:۔

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن

اور ایوب جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا۔ کہ مجھ کو یہ تکلیف پہنچی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان

---

[1] روح المعانی جلد ۱۷ ص ۲۱۲/۲۱۳ الکلام علی الآیات من باب الاشارۃ۔

ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ ۝ (۱۷- انبیاء رکوع ۶)

ہیں۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور جو کچھ تکلیف تھی اس کو دُور کر دیا۔ اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطاء فرمایا۔ اور ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت خاصہ سے، اور عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار۔

۳۔ حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ جب سمندر کے اندر مچھلی کے پیٹ میں اللہ کو پکارا اور کہا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (۱۷) انبیاء رکوع ۶)

پس ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی، اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

۴۔ حضرت زکریا علیہ السلام۔

وَزَكَرِیَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ (۱۷- انبیاء رکوع ۶)

اور زکریا جب کہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھ کو لاوارث مت رکھیو اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہیں۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور ہم نے اس کو یحییٰ عطاء فرمایا، اور ہم نے ان کی خاطر سے ان کی بیوی کو اولاد کے قابل کر دیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی بانجھ تھیں، حضرت زکریا نے اپنے لئے وارث یعنی فرزند کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی کو اولاد کے قابل بنا کر حضرت یحییٰ علیہ السلام عطاء فرمایا۔

۵۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ (الصّٰفّٰت، ع ۳)

(دعا کی) اے میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے۔ پس ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی۔

۶۔ حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ وَنَجَّیْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ۝ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ۝ (۲۳- الصّٰفّٰت ع ۴)

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا۔ ان دونوں کو اور ان کی قوم کو ہم نے بڑے غم سے نجات دی۔ اور ہم نے ان سب کی مدد کی، پس وہی غالب آئے۔

۷۔ حضرت لوط علیہ السلام۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ۝ (۲۳- الصّٰفّٰت، ع ۴)

اور بے شک لوط (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے، جبکہ ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین سب کو نجات دی۔

۸۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی اور اللہ نے ان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا۔ (سورہ ص، ع ۳)

خلاصہ: ان تمام آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ ہر نبی اور برگزیدہ سے برگزیدہ رسول نے دکھ، درد، تکلیف اور مصیبت کے وقت مجبور و بے بس ہو کر ایک اللہ کو پکارا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ان تمام پیارے بندوں کی دعا کو سنا۔ قبول کیا اور دکھ، درد، کرب و بلا، غم و مصیبت سے نجات دی۔

۹۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ (پارہ ۷۔ سورہ انعام رکوع ۴)

اور بلاشبہ آپ سے پہلے بہت سے پیغمبروں کی تکذیب کی گئی، انہوں نے اس اپنے جھٹلائے جانے اور ایذائیں دئیے جانے پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ ہماری مدد ان کو پہنچی۔

یہ آیت کریمہ اس حقیقت پر صراحت سے دلالت کرتی ہے کہ اختیار اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں تھا، ظالم کفار و مشرکین نے نہ صرف انبیاء کا انکار کیا بلکہ انہیں طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں دیں، وہ حضرات علیہم السلام ان ستم گاروں کے ظلم و ستم کا ہدف و نشانہ بنے اور صبر و شکیب کا مظاہرہ کیا۔ آخر اللہ رب العزت قادر و

قدیر کی مدد و نصرت آئی اور حق غالب آیا۔

۱۰۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنی اولاد کو وصیت

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا مصر شہر میں داخل ہوتے وقت سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جانا۔ یہ نظر بد وغیرہ سے بچنے کی محض ایک ظاہری تدبیر تھی اس لئے ساتھ ہی فرمادیا کہ :۔

وَمَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔ (پارہ ۱۳، یوسف ع۸)

اور میں تم کو اللہ سے کچھ بھی نہیں بچا سکتا حکم تو بس اللہ ہی کا چلتا ہے۔

یعنی یہ صرف لوگوں کے حسد یا نظر بد سے بچانے کی میں صرف ایک تدبیر بتلا رہا ہوں۔ باقی ہوگا وہی جو تقدیر الٰہی میں ہے۔ میں قضا و قدر کے فیصلوں کو نہیں بدل سکتا۔ تمام کائنات میں حکم صرف اللہ رب العزت ہی کا چلتا ہے۔ ہوگا وہی جو حکم الٰہی ہوگا۔ میں حکم الٰہی کے مقابلے میں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتا۔

آگے اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتے ہیں :۔

مَا کَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ....

ان کا باپ ان کو اللہ کی کسی بات سے کچھ بھی نہ بچا سکتا تھا۔

۱۱۔ امام المرسلین مختار کل نہیں

اور کسی کو کیا اختیار ہوگا جب محبوب خدا، سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک مختار کل نہیں، ارشاد ہوتا ہے :۔

۱۔ قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۔ (پارہ ۹۔ اعراف۔ رکوع ۲۳)

آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو چاہے اللہ۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے :۔

۲۔ قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (یونس ع۵)

آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی نفع کا۔ مگر جو چاہے اللہ۔

۱۔ خاتم المفسرین علامہ آلوسی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ :۔

استثناء منقطع عند جمع ای و لکن ما شاء اللہ تعالیٰ کائن[1] یعنی سب کے نزدیک استثناء منقطع ہے، یعنی (میں اپنی ذات کے لئے نفع و ضرر کا اختیار نہیں رکھتا) لیکن جو اللہ چاہے وہی ہوگا۔

۲۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی (متوفی ۷۱۰ھ) اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں رقمطراز ہیں :۔ ....

قُلْ یا محمد اِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا مِنْ مَرَضٍ اَوْ فَقْرٍ وَلَا نَفْعًا مِنْ صِحَّۃٍ اَوْ غِنًی اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ استثناء منقطع ای ولکن ما شاء اللہ من ذلک کائن[2]

اے محمد کہہ دیجئے بلاشک وشبہ میں اپنی جان کے لئے بھی مرض و فقر وغیرہ ضرر اور صحت و مالداری وغیرہ نفع کا اختیار نہیں رکھتا۔ مگر جو اللہ چاہے، یہ استثناء منقطع ہے یعنی ولیکن جو اللہ چاہے وہی ہوگا۔

۳۔ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (پارہ ۲۹، جن رکوع ۲)

آپ کہیے کہ بلاشبہ میں نہ تمہارے ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا

جن آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے نفع و ضرر کے اختیار کی نفی کا واضح اعلان فرمایا ہے، ان کے جواب میں بعض کج ذہن و کج بحث یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ یہ تو حضور نے اپنی ذات کے لئے فرمایا ہے۔ اپنی ذات کے لئے اختیار نہ ہونا اس کو کہاں لازم ہے کہ آپ کو اپنی امت سے متعلق بھی نفع و ضرر اور سود و زیاں کا کوئی اختیار نہیں، اگر آپ کو اپنے متعلق کوئی اختیار نہیں، لیکن ہمارے ہر قسم کے نفع نقصان کے مالک آپ ہیں، معاذ اللہ۔

کج بحثی کے ساتھ کج بحثی کا تو کوئی علاج نہیں، ورنہ اگر نصیب بھلے ہوں اور انسان کی عاقبت اچھی مقدر ہو تو اس آیت میں نہایت صراحت سے فرمادیا گیا ہے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے بھی کسی نفع و نقصان کے مالک و مختار نہیں

[1] روح المعانی" جلد ۱۱ ص ۱۲۰، سورہ یونس۔
[2] مدارک تفسیر آیت قل لا املک لنفسی ضرا و لا نفعا

اقلیم بلاغ و ہدایت کے تاجدار کو ہدایت دینے کا اختیار نہیں

گو آپ اقلیم بلاغ و تبلیغ کے تاجدار اور مسند رشد و ہدایت کے صدر نشین ہیں مگر آپ کو کسی محبوب سے محبوب شخص کو بھی ہدایت دینے (یعنی ہدایت پر لانے) اور راہ راست پر لانے کا اختیار نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

۵۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ۝ (پارہ ۲۰۔ سورہ قصص۔ رکوع ۶)

تحقیق آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ جس کو اللہ چاہیں ہدایت دیتے ہیں، اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتے ہیں۔

تفسیر موضح القرآن میں حضرت شاہ عبد القادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے واسطے بہت سعی کی کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ لے۔ اس نے قبول نہ کیا اس پر یہ آیت اتری"۔ اس آیت کا شان نزول صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ القصص، صحیح مسلم اور ترمذی وغیرہ میں بھی اسی طرح مروی ہے۔

۶۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (پ ۱۹ شعرا)

شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے پر رنج کرتے کرتے اپنی جان ہی دے دیں گے۔

آپ کے دل میں بنی نوع انسان سے محبت و رحمت کا جو بحر و دریا موجزن تھا۔ اس کے طوفان و تلاطم کا تقاضا یہ تھا کہ کوئی بھی کافر و مشرک جہنم میں نہ جائے۔ سب مسلمان ہو کر جنت میں جائیں۔ اس جوش رحمت اور درد محبت سے آپ کی جان پر بن گئی تھی۔ اس سوز و گداز کے اثرات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے روکا فرمایا کہ اس فکر اور غم میں آپ کی جان نہ نکلے آپ کی جان بڑی قیمتی جان ہے۔

۷۔ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ (پ ۲۲ فاطر ع ۲)

بیشک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ سو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔

اللہ اللہ! بے اختیاری کی حد ہو گئی کہ سوز و گداز رحمت کے باعث آپ کی جان کے لالے تو پڑ گئے مگر آپ کو ایک مشرک کو بھی ہدایت دینے کا اختیار نہیں

۸۔ لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ۝ (پارہ ۴۔ آل عمران۔ ع ۱۳)

آپ کا کچھ اختیار نہیں، اللہ تعالیٰ ان پر توجہ فرمائے یا ان کو عذاب دے، کیونکہ وہ ظالم ہیں۔

جنگ احد میں کفار کے ہاتھوں ستر صحابہؓ شہید ہوئے۔ مشرکین نے ظلم و تعدی میں انتہا کر دی۔ حضرتؐ کے چچا حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کا وحشیانہ طور پر مثلہ کیا: ناک، کان، ہونٹ کاٹے، پیٹ مبارک چاک کیا۔ جگر نکال کر چبایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شدید زخمی ہوئے۔ دندان مبارک شہید ہو گیا۔ ابن قمیئہ کمینے نے بڑھ کر سر اقدس پر تلوار سے وار کیا۔ جس سے خود کی کڑیاں ٹوٹ کر رخسار مبارک میں گھس گئیں۔ چہرہ پاک مجروح ہوا اور سارا وجود اطہر لہو میں نہا گیا آپ زمین پر گر کر بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت کفار نے مشہور کر دیا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ یعنی حضورؐ قتل ہو گئے۔ اس سے اکثر صحابہؓ کے حواس بجا نہ رہے اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے اس وقت زبان مبارک سے نکلا وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ زخمی کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری، غزوہ احد، باب لیس لک ...)

۹۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (پارہ ۱۰۔ سورہ توبہ ع ۱۰)

آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں۔ (اور) اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔

صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی جب مر گیا تو اس کے بیٹے حضرت عبد اللہؓ بن عبد اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ کے کفن کے لئے قمیص کی درخواست کی آپ نے قمیص دے دیا۔ پھر درخواست کی کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں چنانچہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے، حضرت عمرؓ نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس پر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ یہ منافق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس پر نماز پڑھنے سے روکا ہے مگر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا

تَسْتَغْفِرْ لَہُمْ ...... اور اگر میں جانتا کہ میرے ستر سے زیادہ بار استغفار پر اللہ اسے بخش دے گا تو میں ستر سے زیادہ بار بخشش طلب کرتا۔ غرض آپ نے اس کا جنازہ پڑھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی۔ آپ نماز پڑھ کر پھرے ہی تھے کہ آیت نازل ہوئی وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ ... وَھُمْ فٰسِقُوْنَ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

اس کے بعد کفار و منافقین کا جنازہ پڑھنے یا ان کے کفن دفن میں شریک ہونے کی صراحت سے ممانعت کر دی گئی ——— آپ کی بے اختیاری صاف ظاہر ہے کہ کرتہ بھی دیا جنازہ بھی پڑھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس لعین رئیس المنافقین کو نہ بخشا اور حضرت کو آئندہ منافقین کا جنازہ پڑھنے سے روک دیا گیا۔

۱۰۔ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (پ ۱۰۔ انفال ع ۸)	اور (اللہ تعالیٰ نے) ان (مسلمانوں) کے دل میں الفت ڈال دی، اگر آپ روئے زمین کا سارا مال خرچ کر ڈالتے۔ (تو بھی) ان کے دلوں میں الفت نہ ڈال سکتے

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں الفت ڈالدی بیشک وہ زور (قوت) والا حکمت والا ہے۔

اس ارشادِ الٰہی میں جہاں اللہ رب العزت کی صفتِ قدرت و اختیار اور حکمت کا بیان ہے کہ اس نے اپنی قدرت اور اپنی حکمت سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے افراد کو بھائی بھائی بنا دیا۔ اور ان کے قلوب میں الفت و محبت کے دریا بہا دیئے۔ وہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال بے اختیاری اور عدم قدرت کا بیان ہے کہ دنیا بھر کے خزانے خرچ کرکے بھی آپ قبائل عرب کی بھی دیرینہ عداوتوں اور بغض و کینے مٹا کر ان کو باہم شیر و شکر نہیں فرما سکتے۔

۱۱۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ (پارہ ۷۔ انعام۔ ع ۵)	آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں، اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں

تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

اہل شرک و بدعت اعلیٰ الاعلان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام خزانوں کی چابیاں حضرت کو سنبھال دی ہیں، اور حضرت اللہ کے تمام خزانوں کے مالک و مختار ہیں۔

اَنَا قَاسِمٌ وَّ اللّٰہُ یُعْطِی کی صحیح حدیث سے غلط استدلال کیا جاتا ہے کہ اللہ نے اپنے سارے خزانے حضور کو عطا کر دیئے ہیں ان کی تقسیم حضرت کے اختیار میں ہے نیز کہتے ہیں کہ نبی کریم عالم الغیب ہیں، نیز آپ بشر نہیں۔

اس آیت میں ان تینوں عقیدوں کی تغلیط کی گئی ہے اور نہایت واضح طور پر فرما دیا گیا ہے کہ نہ تو اللہ کے خزانوں کے مالک و مختار اور قاسم و مقسم حضور ہیں نہ ہی آپ عالم الغیب ہیں اور نہ ہی آپ کا تعلق نوعِ بشر کے علاوہ کسی اور نوع یعنی ملائکہ سے ہے۔ منصبِ نبوت کے لئے ان تینوں باتوں کی احتیاج و ضرورت نہیں نہ کسی نبی نے ان میں سے کسی بات کا دعویٰ کیا ہے۔ بخلاف اس کے ہر نبی اللہ نے اپنی بشریت، اپنے عالم الغیب ہونے کی نفی اور عدم اختیار و تصرف کا واضح اعلان فرمایا ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت نوح علیہ السلام قریباً انہی الفاظ میں اپنی قوم سے خطاب فرماتے ہیں، وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ (پارہ ۱۲۔ سورہ ہود۔ رکوع ۳)

خلاصہ دوسرے حضرات انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بے بسی و بے اختیاری کے بعد خاص سید الانبیاء امام المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اختیاری قرآن کریم میں گیارہ مقامات پر بیان فرمائی گئی ہے۔

مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ ان گیارہ مقامات پر حصر ہے۔ پورے قرآن میں اس نوعیت کی بیشتر آیات موجود ہیں۔ مگر احاطہ نہ مقصود ہے نہ آسان،

سنتِ رسول سے نبی کریم کے ملک و اختیار کی نفی

قرآن کریم کتاب اللہ کے بعد سنتِ رسول احادیث نبویہ میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدمِ قدرت و بے اختیاری کے بے شمار واقعات موجود ہیں۔ سب کا احاطہ مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ صرف چند ارشادات درج ذیل ہیں:-

۱۔ لَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا	حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ نے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَ

فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۱ ۔ اے گروہِ قریش ! (تم ایمان لاکر) اپنے آپ کو عذاب سے بچالو میں اللہ کے ہاں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اے بنو عبدِ مناف ! میں اللہ کے سامنے تمہارے ذرّہ بھر کام نہیں آسکتا، اے عباس بن عبد المطلب میں اللہ کے سامنے ذرّہ بھر تیرے کام نہیں آسکتا۔ اے صفیہ! رسول اللہ کی پھوپھی ! میں اللہ کے سامنے ذرّہ بھر تیرے کام نہیں آسکتا،

یا فاطمة بنت محمدٍ سلینی ما شئتِ من مالی لا اغنی عنكِ من الله شیئا	اور اے فاطمہؓ بنت محمدؐ! میرے مال میں سے جو چاہے مجھ سے طلب کرلے میں اللہ کے مقابلے میں ذرّہ بھر تیرے کام نہیں آسکتا

۲- لَا اَمْلِكُ لَهٗ وَلَا لِنَفْسِیْ شَیْئًا

حضرت ابو امامہ اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ اہل مدینہ میں سب سے اوّل مکہ آکر اسلام لانے والے، مدینہ میں سب سے اوّل اسلام کے ساتھ داخل ہونے والے عقبہ کی ہر بیعت میں شامل ہونے والے، انصار کے بارہ نقیبوں میں سے ایک نقیب اور جنت البقیع میں (بقول انصار) سب سے اوّل دفن ہونے والے عظیم المرتبت صحابیٔ رسول تھے۔ انہیں ایک مہلک پھنسی نکلی۔ امام ابن سعد رحمہ اللہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسعدؓ بن زراہ کی بیمارپرسی کو تشریف لے گئے انہیں شوکہ (یعنی مہلک پھنسی) تھی، فرمایا ۔ قاتل اللہ یھود یقولون لولا دفع عنہ ولا املک لہ ولا لنفسی شیئا لا یلومونی فی ابی امامتہ ۳ یعنی اللہ یہود کو ہلاک کرے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو امامہ اسعد بن زرارہ کی تکلیف کیوں نہ دُور کردی اور حال یہ ہے کہ نہ تو میں ان کے لئے کوئی اختیار رکھتا ہوں اور نہ ہی اپنے لئے، مجھے تم ان کے بارے میں ملامت نہ کرو۔

۳- تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج (مطہرات) کے درمیان تقسیم فرماتے تھے پس عدل فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ۔

---

۱ صحیح مسلم، المشکوٰۃ المصابیح "باب الانذار والتحذیر"

۲ "طبقات" جلد ۳ ص ۶۰۸، "استیعاب" ترجمۃ ابو امامہ رضہ ۔

۳ طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۶۱۰ ذکر حضرت اسعدؓ بن زرارہ ۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ ۔ (رواہ الترمذی و ابو داؤد والنسائی و ابن ماجۃ والدارمی)	اے اللہ! جو (باری نان ونفقہ وغیرہ ظاہری) تقسیم میرے بس میں تھی وہ میں نے کردی، اب جس چیز کا تو مالک ہے میں

مالک نہیں تو آپ اس میں میرا مؤاخذہ نہ فرمائیں ۔(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح)

حضرت امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی الحبّ والمودّۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں حضرت طاہرہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت و مودّت دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مقابلے میں زیادہ تھی۔ مگر اس پر حضورؐ کا اختیار نہ تھا۔ لہٰذا آپؐ بارگاہ رب العزت میں معذرت کر رہے ہیں۔ تو آپؐ کو اپنے دل کی محبت والفت پر بھی اختیار نہیں، بے اختیاری کی حد ہوگئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴- تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ (استخارہ)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور امام بخاری رحمہ اللہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں (دعاء) استخارہ کی تعلیم اس طرح دیتے تھے۔ جس طرح ہمیں قرآن کی سورۃ کی تعلیم دیتے تھے۔ فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی کسی امر کا ارادہ کرے تو وہ دو رکعت نماز (نفل) پڑھے پھر کہے ۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۔۔۔۔ رواہ البخاری ۔ ۱	الٰہی ! میں تیرے علم کے واسطے سے تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے واسطے سے تجھ سے قوّت طلب کرتا ہوں اور تیرے فضل عظیم سے آپ سے سوال کرتا ہوں بلاشبہ آپ قدرت

رکھتے ہیں اور میں طاقت نہیں رکھتا اور آپ کو علم ہے اور میں علم نہیں رکھتا اور آپ علام الغیوب ہیں۔

خود فرمائیے! کس قدر صراحت کے ساتھ قدرت و اختیار اور علم غیب کو اللہ رب العزت کے لئے خاص فرمارہے ہیں اور اپنی ذات اور ہر شخص سے ان دونوں صفاتِ ربانی کی نفی کی جارہی ہے ۔

۱ مشکوٰۃ المصابیح، "باب التطوع" ابوداؤد میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

۵- اپنی موت وحیات پر اختیار نہیں

اسی طرح آپ کی ایک اور دعا الیں آیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِکَ الْغَیْبَ وَقُدْرَتِکَ عَلَی الْخَلْقِ اَحْیِنِیْ مَا عَلِمْتَ الْحَیٰوۃَ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاۃَ خَیْرًا لِّیْ .... رواہ النسائی	الٰہی! اپنے علم غیب اور مخلوق پر اپنی قدرت کے واسطے سے مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک تیرے علم میں میری زندگی میرے لئے خیر ہو

اور مجھے وفات دے جب تیرے علم میں وفات میرے لئے بہتر ہو۔

اس حدیث سے جہاں علم غیب اور قدرتِ کاملہ کا خاصّۂ خدا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وہاں اپنے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے علم کی نفی فرما رہے ہیں نیز یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ موت وحیات اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حیات ووفات کا بھی اختیار نہیں۔

۶- ایک قطرۂ بارش پر اختیار نہیں بذاتِ خود

حضرت انسؓ فرماتے ہیں عہد رسالت میں لوگوں کو قحط پیش آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کھڑا ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مویشی ہلاک ہو گئے، بال بچے بھوکے ہیں، فَادْعُ اللّٰہَ لَنَا آپ ہمارے لئے اللہ سے (بارش کی) دعاء فرمایئے، چنانچہ آپ نے (دعاء کے لئے) دونوں ہاتھ اٹھائے اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا نہیں تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے حضرت نے اپنے ہاتھ نہیں گرائے حَتّٰی ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ یہاں تک کہ بادل پہاڑوں کی طرح گھر آیا پھر آپ منبر سے نہیں اُترے حَتّٰی رَأَیْتُ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ۔ یہاں تک کہ میں نے آپ کی ڈاڑھی مبارک سے بارش کا پانی گرتے دیکھا۔ پھر ہم پر اس دن دوسرے دن تیسرے دن حتی کہ دوسرے جمعہ تک بارش برستی رہی۔ (جمعہ میں) وہی دیہاتی یا کوئی اور صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مکان گر گئے، مال غرق ہو گیا۔ آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا فرمایئے فَادْعُ اللّٰہَ لَنَا۔ چنانچہ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا ..... الٰہی! ہمارے گرد و نواح میں برسایئو! اب ہم پر نہ برسایئو! یہ کہہ کر آپ بادل کی طرف اشارہ فرماتے تھے تو بادل پھٹتا جاتا تھا

یہاں تک کہ مدینے کی فضا پر بادل کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ مگر وادی میں مہینہ بھر پانی بہتا رہا۔ نواحی علاقہ سے جو بھی آدمی آتا تھا وہ شدید بارش کی خبر دیتا تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں (حضرت کی دعا کے بعد) بادل ختم ہو گیا اور ہم (مسجد سے) نکلے تو دھوپ میں چلے صحیح بخاری، صحیح مسلم (مشکوٰۃ المصابیح باب فی المعجزات)

اللہ اللہ! دو قطرے پانی کی ضرورت ہے تو صحابیؓ درخواست کرتا ہے کہ فَادْعُ اللّٰہَ لَنَا آپ ہمارے لئے اللہ سے اس کی دعاء فرمائیں۔ اور اگر بارش رکوانی ہے تو بھی عرض کرتے ہیں آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا کریں۔ اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے کہ پانی کے قطروں کے لئے بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یہی بارش ختم کرانی ہے تو بھی رب قادر و قدیر کی بارگاہِ قدس میں دستِ سوال دراز کر کے دعا کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا محبوبِ رب العالمین کی شانِ محبوبیت ومقبولیت کا کمال ملاحظہ ہو کہ اگر آپ مطلق بارش کی دعا کرتے ہیں اور وقت کی تعیین نہیں کرتے تو اللہ رب العزت بھی وقت کی تعیین نہیں فرماتے اور آٹھ دن لگاتار رات دن بارش برسائے جاتے ہیں لیکن، بایں ہمہ بے اختیاری وبے بسی کا حال یہ ہے کہ بارش کے قطرے مانگتے ہیں تو اسی ذات قادر سے! اور بارش ختم کرنے کا سوال کرتے ہیں تو اسی ربّ قدیر سے!

۷- اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں اللہ رب العزت کے لئے قدرت واختیار اور اپنے لئے فقر و بے اختیاری بیان فرمائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش نہ ہونے کی شکایت کی چنانچہ آپ نے حکم دیا اور منبر عیدگاہ میں رکھ دیا گیا۔ آپ نے منبر پر بیٹھ کر اللہ کی تکبیر اور حمد بیان کی پھر فرمایا۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ الٰہی تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بے نیاز ہے اور ہم محتاج ہیں

اس کے بعد آپ نے بارش کے لئے دعا فرمائی..... پھر آپ نے منبر سے اُتر کر دو رکعت نماز پڑھی، پس اللہ نے بادل بھیج دیا بجلی کڑکی اور چمکی پھر اللہ کے حکم سے

بارش شروع ہوگئی پس آپ اپنی مسجد (نبوی) تک واپس نہیں پہنچے تھے کہ نالے بہنے لگے، جب آپ نے لوگوں کو جلدی سے مکانوں کو جاتے دیکھا تو آپ خوب ہنسے، اور فرمایا۔

أَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَأَنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔
رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب الاستسقاء)

میں گواہی دیتا ہوں کہ بالیقین اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بیشک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

سب خزانوں کا مالک اللہ ہی ہے

لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے خزانوں کا مالک قرار دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کو خیر و شر کے تمام خزانوں کا مالک قرار دیتے ہیں دعا کرتے ہیں۔

۸۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ خَزَائِنُهٗ بِيَدِكَ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ كُلِّ شَرٍّ خَزَائِنُهٗ بِيَدِكَ۔

الٰہی! میں تجھ سے ہر بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کے خزانے تیرے قبضہ میں ہیں اور میں ہر برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کے خزانے تیرے پاس ہیں۔ (مستدرک حاکم جلد اول ص ۵۲۵)

۹۔ معطی اللہ ہے اور حضرت قاسم

بروایت حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا أُعْطِيْكُمْ وَلَا أَمْنَعُكُمْ إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ
رواہ البخاری۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب رزق الولاۃ)

نہ تو میں تمہیں اپنی طرف سے کچھ دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں، میں تو صرف ایک تقسیم کرنے والا ہوں۔ جہاں مجھے (اللہ تعالیٰ) کا حکم ہوتا ہے وہاں رکھ دیتا ہوں۔

سبحان اللہ! توحید کی حقیقت کتنی عمیق سمجھائی جا رہی ہے کہ گو بظاہر مال و دولت آپ دے رہے ہیں، مگر ساتھ ہی فرما رہے ہیں کہ یہ منع و اعطاء درحقیقت من جانب اللہ ہے، میں تو صرف ایک واسطہ ہوں۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے دے دیتا ہوں اور جہاں اللہ نہ دینے کا حکم دیتا ہے۔ نہیں دیتا۔ تو رسولؐ کی حیثیت صرف واسطہ و وسیلہ کی ہے حقیقت میں معطی و مانع ذات پاک رب العزت ہے۔

۱۰۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ۔ متفق علیہ ۔۔۔۔ ۱

اللہ تعالیٰ جس کے متعلق بہتری کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کا فہم عطا فرماتے ہیں، اور میں تو صرف تعلیم کرنے والا ہوں، دینے والا اللہ ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

مال و دولت کی طرح علم و فہم بھی اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔ رسول کریمؐ تو صرف قاسم ہیں وہ تو اپنی ساری امت کو وحی الٰہی کی برابر تبلیغ فرما دیتے ہیں۔ اگر مراتب علم و فضل میں کوئی فرق ہے، کوئی زیادہ عالم و فاضل ہے فقیہہ و مجتہد ہے کوئی کم اور یہ خدا کی دین ہے وہ جس کی بہتری چاہتے ہیں اسے دین و علم کا فہم و فقہ دے دیتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی صاحب مشکوٰۃ کی طرح اس حدیث کو اپنی صحیح کے اندر کتاب العلم میں روایت کیا ہے اس سے بھی اسی حقیقت پر دلالت ہوتی ہے اور حدیث شریف کے سیاق سے بھی صاف ظاہر ہے کہ یہاں دین کا علم و فہم مراد ہے اللہ تعالیٰ جس کے متعلق بہتری چاہتے ہیں اسے دین کی سمجھ اور فقہ عطا فرما دیتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں، دیتے اللہ ہیں، میں تو صرف بانٹتا ہوں، یعنی میں تو صرف قرآن و حدیث بیان کر کے علم تقسیم کرتا ہوں باقی رہی اس کی سمجھ، سو وہ جتنی خدا چاہتا ہے۔ دیتا ہے۔

یار لوگوں نے اس حدیث پاک سے النبی کریمؐ کا تصرف و اختیار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اہل علم و نظر کے نزدیک تو اس ارشاد رسولؐ سے خود آپ کے ملک و اختیار کی نفی واضح ہے چنانچہ شیخ الاسلام علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری رحمہ اللہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا حَالَ حَيٰوتِهِمْ كَمَا أَنَّهُمْ لَا مِلْكَ لَهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِمْ وَاسْتَدَلَّ بِهٰذَا

بالیقین حضرات انبیاء علیہم السلام زندگی میں بھی کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے جیسا کہ ان کی وفات کے بعد ان کا کوئی اختیار

۱ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم

اَلْحَدِيْث وَقَالَ اَنَّهٗ قَاسِمٌ لَا غَيْرَ وَلَا مِلْكَ لَهٗ اَصْلًا۔ [1]

نہیں، اور انہوں (یعنی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے اسی حدیث (اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ واللہ یعطی) سے استدلال کیا ہے اور کہا کہ آپؐ صرف قاسم ہیں۔ اور ملک و اختیار آپ کا بالکل نہیں۔

مجھے[2] اللہ بچائے گا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے واپسی پر دوپہر کے وقت ایک وادی میں پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نزول اجلال فرمایا، لوگ سایہ دار درختوں کے نیچے اِدھر اُدھر منتشر ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کیکر کے درخت کے نیچے فروکش ہوگئے۔ اور اپنی تلوار درخت کے ساتھ لٹکا دی، ہم سوئے ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا اور ایک گنوار شخص آپ کے پاس موجود تھا۔ آپؐ نے فرمایا میں سو رہا تھا کہ اس شخص نے میری تلوار کھینچ لی، میں جاگ اُٹھا (دیکھا) تو تلوار اس کے ہاتھ میں بے نیام تھی، اس نے کہا مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ۔ یعنی اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ تین بار فرمایا، اس کے بعد آپؐ بیٹھ گئے اور اس شخص سے کوئی انتقام نہ لیا، (صحیح بخاری، صحیح مسلم) ابوبکر اسمٰعیلیؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، اس نے کہا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ تو آپ نے کہا اللہ! (یہ جواب سن کر ہیبت کی وجہ سے) اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھالی، اور فرمایا اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ .... کتاب الحمیدی اور ریاض (یعنی ریاض الصالحین للنوویؒ) میں اسی طرح ہے[3]۔

---

[1] "فیض الباری" جلد اوّل ص ۱۱، "فیض الباری" چار جلدوں میں صحیح بخاری کی شرح ہے۔ امام العصر شیخ الاسلام حضرت انور شاہ رحمہ اللہ کی تقریر ہے اور املا حضرت مولانا بدر عالم رحمہ اللہ کی۔

[2] صاحب "روح المعانی" نے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ وہ دشمن خدا منہ کے بل گر پڑا فاخبت عدو الله تعالیٰ لوجهه....... (تفسیر روح المعانی، سورہ نساء آیت وخذوا حذرکم)

[3] مشکوٰۃ المصابیح، باب التوکل والصبر۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اختیاری ظاہر ہے کہ اپنا بچاؤ اور تحفظ بھی آپ نہیں فرما سکتے۔ آپ کی حفاظت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور دشمنوں سے اللہ ہی آپ کو بچاتے ہیں

۱۲۔ اَفْتَقِرُ اِلَى الله

رزین (متوفی ۵۲۰ھ) نے روایت کی ہے کہ (مسجد نبویؐ کی تعمیر میں حضورؐ بھی صحابہؓ کے ساتھ اینٹیں وغیرہ اُٹھا رہے تھے، چنانچہ آپ کے ہاتھ میں اینٹ تھی، ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہؐ یہ مجھے دے دیجئے آپ نے فرمایا۔

اِذْهَبْ فَخُذْ غَيْرَهَا فَلَسْتَ بِاَفْقَرَ اِلَى اللهِ مِنِّيْ.... [1]

جاؤ تم دوسری اینٹ اُٹھا لاؤ، تو مجھ سے زیادہ اللہ کا محتاج نہیں ہے۔

سبحان اللہ! رحمۃ للعالمینؐ ہیں، امام المرسلینؐ ہیں، سید الاولین والآخرینؐ ہیں مگر رب العزت کے اسی طرح محتاج ہیں جس طرح کوئی دوسرا، تو کیا فقر و محتاج بھی مختارِ کل ہو سکتا ہے؟

۱۳۔ دعا

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت بارگاہِ رب العزت میں طالب دعاء رہتے تھے، اسی کتاب کے گزشتہ صفحات میں آپؐ کی دعاؤں کا کچھ حال آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ ہر وقت دعا، صبح و شام، رات دن دعاء، سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے اللہ سے دعا، سفر پر جاتے، گھر سے نکلتے، واپس آتے دُعاء۔ وضو اور نماز کے بعد دعاء۔ نماز کے اندر دعاء، باہر دُعا، ہر وقت، ہر مجلس میں خلوت و جلوت میں اللہ سے دُعاء حتیٰ کہ بیت الخلاء جاتے اور نکلتے دعا، غرض آپ کی پوری حیاتِ طیبہ کا طول و عرض دعا تھا۔ اور یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ دعا کی اصل و اساس ہی دعا کرنے والے کی بے اختیاری ہے۔ مجبوری و لاچاری ہے۔ اگر اختیار و اقتدار ہو تو دعا کی ضرورت ہی کیا ہے اور جب ہر وقت دستِ طلب و دعاء دراز ہے تو اختیار کہاں؟ دعاء تو نام ہی اختیار کی نفی کا ہے۔

---

[1] "وفاء الوفاء" جزء اول ص ۳۳۳، وفاء الوفاء تاریخ مدینہ طیبہ پر علامہ سمہودیؒ کی چار جلدوں پر مشتمل بے نظیر کتاب ہے علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی المصری المدنی رحمہ اللہ مدینہ طیبہ کے مفتی مدرس اور مورخ تھے۔ ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔

۱۴۔ شفاعت

شفاعت کے معنیٰ ہیں سفارش، کسی کو کسی کے لئے سفارش کرنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ و ایمان ہے۔ قیامت میں سب سے پہلے آپؐ ہی شفاعت فرمائیں گے، اور شفاعت کی حقیقت ہے بے اختیاری۔ اگر مجھے کسی بات کا خود اختیار ہے تو میں اس کے متعلق کسی دوسرے کو سفارش کیوں کروں گا۔ وہ کام خود ہی کیوں نہ کر ٹوں گا۔ تو شفاعت کا منشاء بے بسی و بے اختیاری ہے۔ اگر نبی کریمؐ کی شفاعت مسلّم ہے تو آپ کی بے اختیاری کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ اور اگر آپ کے مختارِ کل ہونے کا پختہ یقین ہے تو شفاعت کا انکار لازم آئے گا، شفاعت نام ہی اختیار کی نفی کا ہے۔ اگر شفاعت ہے تو اختیار کہاں؟

خلاصہ قرآن کریم میں ۱۱ مقامات پر اور سنّتِ رسولؐ سے ۱۴[۲] مقامات پر کل ۲۵ بار ثابت ہے کہ نبی کریمؐ امام المرسلین کو نفع و نقصان کا ملک و اختیار حاصل نہیں تھا۔ کیا بے بسی و بے اختیاری کے ان پچیس[۲۵] شواہد و نصوص کے بعد بھی آپ کے مختارِ کل ہونے کا ادّعاء باطل برابر جاری رہے گا؟ پھر قرآن کریم کے دس مقامات سے دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام کی بے اختیاری ثابت ہو چکی ہے۔ امام المرسلین سیّد الانبیاء سمیت تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کی پینتیس[۳۵] نصوص میں کتاب و سنّت سے مطلق بے اختیاری ثابت

سنّتِ رسولؐ سے کُل اختیار و قدرت خاصّۂ خدا ہونے

اور غیر اللہ کے اختیار کی مطلق نفی کا بیان!

کتاب اللہ کے بعد سنّتِ رسولؐ سے بھی یہی ثابت ہے کہ قدرتِ کاملہ و اختیارِ کلیّہ خاصّۂ خدا ہے۔ احادیث نبویؐ میں نہایت صراحت و تکرار کے ساتھ اس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے، اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور وظیفہ خود بھی اس

لہ ۱۲ ان پر حصر نہیں، نہ حصر مقصود ہے اور نہ ہی یہ کوئی آسان کام ہے۔

قسم کے الفاظ عموماً پڑھا کرتے تھے اور اپنے اہل و عیال اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ان وظائف کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً:۔

حضرتؐ کا ہر نماز کے بعد کا وظیفہ ۱۔ بروایت حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ پڑھتے تھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ (متفق علیہ) لہ	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی سلطنت ہے اور تعریف بھی اسی کی ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، الٰہی! جو تو عطاء فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو نہ دے

وہ کوئی نہیں دے سکتا، اور تیرے سامنے کسی دولت والے کو اس کی دولت نفع نہیں دے سکتی۔ (یا تیری بارگاہ میں کسی عزّت والے کو اس کی عزّت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی)

ایک مردِ مومن حضرتؐ کی سنّت کے اتباع میں ان صفاتِ ربانی کو آٹھ پہر میں پانچ وقت دہراتا ہے کہ جب اس کے سوا معبود کوئی نہیں اور جب ملک و بادشاہی اسی کی ہے تو منع و اعطاء کی دو صفتوں میں بھی وہ واحد و لاشریک ہے وہی دینے والا ہے اور وہی نہ دینے والا۔ وہ دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور وہ نہ دے تو کوئی دے نہیں سکتا۔

اللہ رب العزّت کے اقتدار و اختیار کا اثبات اور غیر اللہ کے اختیار کی نفی کا کیا مؤثر انداز ہے۔

صبح و شام کا وظیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صبح و شام کا ورد وظیفہ فرمایا ہے:۔

۲۔ بعض بنات النبیؐ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تعلیم دیتے تھے کہ صبح و شام کہا کریں۔

لہ مشکوٰۃ المصابیح "باب الذکر بعد الصلوٰۃ"۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاءْ لَمْ یَکُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا

اللہ پاک ہے اور تعریف اسی کی ہے اور اللہ کے سوا کسی کو کوئی زور و قوت نہیں جو اللہ چاہے وہی ہوگا اور جو وہ نہ چاہے وہ نہ ہوگا میں جانتا ہوں کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بیشک اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

فرمایا جو شخص صبح کو یہ کہے وہ شام تک محفوظ رہتا ہے اور جو شام کو یہ کہے وہ صبح تک محفوظ رہتا ہے اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ [1]

تو مسلمان کا صبح و شام کا وظیفہ یہی ہے کہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اللہ رب العزت ہے۔ اور علم کل و علم محیط و بسیط بھی اسی کی شان ہے۔

دن بھر میں سَو بار

۳۔ بروایت حضرت ابوہریرہؓ ارشاد فرمایا۔ جس نے دن میں سَو بار پڑھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور اس کے لئے سَو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کی سَو برائیاں مٹا دی جاتی ہیں اور یہ سارا دن اس کے لئے شیطان سے بچاؤ کا ذریعہ ہے، یہاں تک کہ شام ہو جائے وَلَمْ یَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِہٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَکْثَرَ مِنْہُ۔ (متفق علیہ)[2] اور اس سے کوئی شخص بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا مگر وہ شخص جس نے ان کلمات کو اس سے بھی زیادہ پڑھا۔

سبحان اللہ! صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کی ان خاص صفات کا ورد و وظیفہ کرنے والے کے لئے کتنا اجر و ثواب ہے۔

۴۔ اور حضرت ابو عیاشؓ کی روایت میں ہے فرمایا۔ جس نے صبح کو کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اس کے لئے اولادِ اسمٰعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔ اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی دس برائیاں گرا دی جائیں گی، اور اس

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب مایقول عند الصباح والمساء۔
[2] ۔۔ ۔۔ ۔۔ ثواب التسبیح۔۔۔۔۔۔

کے دس درجے بڑھا دیئے جائیں گے اور وہ شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا اور اگر شام کو یہی کلمات کہے گا تو یہی اجر ملے گا۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)[1]

صرف انہی وظائف پر بس نہیں۔ بلکہ اس کتاب کے صفحہ ۱۲۴ تا ۱۳۱ پر چھ (۵ و ۱۴) احادیث پاک پیش کی جا چکی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ مطلقہ سے متعلق اذکار اور ان کے فضائل کا بیان ہے۔ ان احادیث کو ایک بار پھر ملاحظہ فرما لیا جائے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

اسلام کا تیسرا کلمہ تمجید ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ اس کلمہ پاک کا ایک حصہ ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ اس کے معنی ہیں۔ نہیں ہے طاقت اور نہ قوت مگر ساتھ اللہ کے، گویا جس مضمون کو قرآن کریم میں عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سے بیان فرمایا گیا ہے نہ صرف اس مضمون کو حدیث پاک لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ بلکہ غیر اللہ سے قدرت و طاقت کی نفی مستزاد ہے۔ قدرت و طاقت اور قوت کا سرچشمہ صرف ذات پاک رب العزت ہے۔ اللہ کے سوا نہ تو کسی کو قدرت و طاقت حاصل ہے نہ قوت، تو اس انداز اور ان الفاظ میں بھی قدرت و اختیار کو اللہ تعالیٰ کا حق ثابت کیا گیا ہے۔ اور غیر اللہ کے اختیار کی مطلقاً نفی کی گئی ہے۔ اب دیکھئے یہ انداز و الفاظ بھی نبی کریمؐ کے وظائف میں شامل ہیں۔

گھر سے باہر نکلتے وقت کا وظیفہ

۵۔ بروایت حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے باہر نکلتے تھے تو یہ کہتے۔

بِسْمِ اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ التُّکْلَانُ عَلَی اللّٰہِ۔[2]

اللہ کے نام کے ساتھ، اور قدرت و طاقت سوائے اللہ کے نہیں ہے اور اللہ کے سپرد ہوں۔

۶۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کوئی شخص اپنے گھر سے نکلے اور کہے،

---

[1] مشکوٰۃ باب مایقول عند الصباح والمساء۔ [2] ابن ماجہ باب مایدعو بہ الرجل اذا خرج۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔	اللہ کے نام کے ساتھ، میں اللہ پر توکل کرتا ہوں قدرت اور طاقت و قوت اللہ کے سوا نہیں ہے۔

تو (بذریعہ فرشتہ) اسے جواب دیا جاتا ہے تو ہدایت دیا گیا۔ اور کفایت کیا گیا اور تو محفوظ ہو گیا...... (ابوداؤد و ترمذی) [1]

ہر وقت کا وظیفہ

نہ صرف گھر سے نکلتے وقت بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہر وقت کا وظیفہ قرار دیا حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا۔

۷- اَكْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ رواہ الترمذی	لاحول ولا قوۃ .. کثرت سے پڑھا کرو۔ یہ جنّت کا خزانہ ہے۔

۸- حضرت ابوموسیٰؓ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تجھے جنّت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی خبر نہ دوں میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ، فرمایا:۔
لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ متفق علیہ [2]

۹- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کہا۔ لا الٰہ اِلا اللہ واللہ اکبر والحمد للہ وسبحان اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ

کفرت عنہ ذنوبہ وان کانت اکثر من زَبَدِ الْبَحْرِ۔ [3]	اس کے گناہ معاف کر دیئے گو سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔

۱۰- بروایت ابوہریرہؓ ارشاد فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ دَوَاءٌ مِنْ تِسْعَةٍ وَتِسْعِيْنَ دَاءً اَيْسَرُهَا الْهَمُّ۔	لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے جن میں سے معمولی غم و الم ہے۔

۱۱- انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تجھے وہ کلمہ دیتلاؤں۔

[1] مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات، [2] مشکوٰۃ باب ثواب التسبیح ......
[3] مشکوٰۃ المصابیح باب ثواب التسبیح۔ [4] مستدرک حاکم جلد اوّل ص ۵۰۳ کتاب الدعاء

پہنچا سکتی ہے۔ نہ نقصان، نفع نقصان پہنچانا یہ صرف خاصۂ خدا ہے۔ غیر اللہ کے اختیار و اقتدار کی نفی کا اس سے بہتر انداز اور کون سا ہو سکتا ہے؟

۱۳- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو عزم کے ساتھ دعا مانگے۔
اِنَّهٗ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَلَا مُكْرِهَ لَهٗ۔ بالیقین وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس پر زبردستی کرنے والا کوئی نہیں، (صحیح بخاری) [1]

ساری دنیا پر اس کی مشیت و قدرت غالب ہے۔ کسی کی کیا مجال ہے جو اس قادر مطلق پر دباؤ ڈال سکے۔ زبردستی کر سکے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ

تو کتاب اللہ کے ساتھ سنّتِ رسول سے بھی اسی حقیقت کا واضح اثبات ہوا کہ قدرت و اختیار خاصۂ خدا ہے۔ نفع نقصان کا مالک واحد اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ کے سوا کسی کو بھی نفع نقصان کا قطعاً کوئی اختیار نہیں۔

آثارِ صحابہؓ و اقوالِ سلف

کتاب و سنّت کے بعد اب حضرات صحابہؓ و اکابر اولیاء کے آثار و اقوال سے اللہ رب العزت کے لئے اختیار و قدرت کا اثبات اور غیر اللہ کے لئے اس کی مطلق نفی ملاحظہ ہو۔

حجرِ اسود سے حضرت عمرؓ کا خطاب!

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہم سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اور (حجر اسود سے) فرمایا:۔

اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ۔ (متفق علیہ) [2]	میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

[1] ترجمان السنۃ جلد دوم حدیث نمبر ۶۳۹۔
[2] مشکوٰۃ المصابیح باب دخول المکۃ والطواف نیز مؤطا امام مالک باب تقبیل الرکن الاسود، ابوداؤد باب فی تقبیل الحجر اور ترمذی باب فی تقبیل الرکن میں بھی یہ روایت ہے۔

من تحت العرش من کنز الجنۃ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔ رواھما البیہقی فی الدعوات الکبیر .... ۱؎

جو تحت العرش جنت کا خزانہ ہے (وہ عرشی وجنتی خزانہ ہے) لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ان دونوں روایتوں کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

صبح وشام گھر سے نکلتے وقت، اور ہر وقت کا وظیفہ، جنت کا اور تحت العرش خزانہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے۔ اس کی عظمت کا سارا راز اسی میں مضمر ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اثبات اور غیر اللہ کے اختیار کی نفی ہے۔

اللہ کے حکم کے خلاف ساری دنیا مل کر نفع نقصان نہیں دے سکتی!

۱۲- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرمایا۔ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کر، اللہ (دارین میں) تمہاری حفاظت کریگا اور جب بھی تو سوال کرے اللہ سے سوال کر، اور جب تو مدد طلب کرے تو اللہ سے مدد طلب کر۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّۃَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَّنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَنْفَعُوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ لَکَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَّضُرُّوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلَیْکَ

اور جان لے کہ اگر سب لوگ جمع ہو کر تجھے کوئی نفع دینا چاہیں تو نہیں دے سکتے سوائے اس کے جو کچھ اللہ نے تیرے لئے مقدر کر دیا ہے۔ اور اگر سب تجھے نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائیں تو تجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے تیرے مقدر کر دیا ہے۔ (تقدیر کے قلم لکھ چکے اور رجسٹر خشک ہو چکے) رواہ احمد والترمذی ۲؎

سبحان اللہ سوال کرنا، دعا کرنا، مدد طلب کرنا یہ اللہ ہی کی ذات سے لازم ہے ساری دنیا مل کر بھی اللہ کی مشیت اور تقدیر الٰہی کے خلاف کسی کو نہ تو کوئی فائدہ

۱؎ مشکوٰۃ المصابیح، باب ثواب التسبیح
۲؎ مشکوٰۃ المصابیح، باب التوکل والصبر

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بحوالہ دارقطنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ۱؎

ایک عظیم و معظم پتھر ہے۔ شعائر میں داخل ہے۔ اسے بوسہ دینا سنت ثابتہ و معمول صحابہ و امت ہے مگر حضرات شیخینؓ اس کے نافع و ضار ہونے کی نفی فرما رہے ہیں تاکہ کل کوئی اس کی عظمت کی وجہ سے اسے نفع نقصان کا مالک نہ سمجھنے لگ جائے۔

حضرت محبوب سبحانی کا ارشاد

سرخیل صلحاء امت امام الاولیاء سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اور کیا خوب فرماتے ہیں۔ اور الفاظ مبارکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے کس درجہ مشابہ ہیں۔

۱- وَاِنَّ الْخَلَائِقَ لَوْ جَھَدُوْا اَنْ یَّنْفَعُوا الْمَرْءَ بِمَا لَمْ یَقْضِہِ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ لَمْ یَقْدِرُوْا عَلَیْہِ وَلَوْ جَھَدُوْا اَنْ یَّضُرُّوْہُ بِمَا لَمْ یَقْضِہِ اللّٰہُ تَعَالٰی لَمْ یَسْتَطِیْعُوْا کَمَا وَرَدَ فِیْ خَبَرِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ وَقَالَ تَعَالٰی وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ الآیۃ

۲- آپ کی مرض وفات میں آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ نے آپ سے وصیت کی استدعا کی تو فرمایا۔

۲- عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ لَا تَخَفْ اَحَدًا سِوَی اللّٰہِ وَلَا تَرْجُ اَحَدًا سِوَی اللّٰہِ وَکِلِ الْحَوَائِجَ اِلَی اللّٰہِ وَلَا تَعْتَمِدْ اِلَّا عَلَیْہِ وَاطْلُبْھَا جَمِیْعَھَا مِنْہُ تَعَالٰی وَلَا تَثِقْ بِاَحَدٍ غَیْرِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ خُذِ التَّوْحِیْدَ التَّوْحِیْدُ اِجْمَاعُ الْکُلِّ۔ ۲؎

اپنے اوپر خدا کے تقویٰ کو لازم رکھو اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کھاؤ نہ کسی سے امید رکھو تمام حاجتیں اللہ کو سونپ دو اس کے سوا کسی پر تکیہ نہ کرو، سب کچھ اسی سے طلب کرو۔ اور اللہ سبحانہ کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو۔ توحید پر قائم رہو کہ توحید پر سب کا اجماع ہے۔

شیخ المشائخ ایک اور موقع پر رقمطراز ہیں۔

۱؎ تاریخ الخلفاء، فصل فیما روی عن ابی بکرؓ ۲؎ غنیۃ الطالبین، جلد اول فصل بیان مذاہب
۳؎ تکملہ فتوح الغیب۔

۳۔ لَا یَمْلِكُ مَعَهٗ تَعَالٰی فِی مُلْكِهٖ أَحَدٌ شَیْئًا لَا ضَارٌّ وَلَا نَافِعٌ وَلَا دَافِعٌ وَلَا جَالِبٌ وَلَا مُسْقِمٌ وَلَا مُبْلِیْ وَلَا مُعَافِیْ وَلَا مُبْرِئٌ غَیْرُهٗ فَلَا تَشْتَغِلْ بِالْخَلْقِ لَا فِی الظَّاهِرِ وَلَا فِی الْبَاطِنِ فَإِنَّهُمْ لَمْ یُغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔ [۱]

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے ملک و اختیار میں کسی کا بھی کوئی حصہ نہیں اللہ کے سوا نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ کوئی نفع، نہ کوئی تکلیف دفع کرنے والا ہے نہ کوئی بھلائی کرنے والا، نہ کوئی بیمار کرنے والا ہے نہ کوئی آزمائش میں ڈالنے والا اور نہ کوئی صحت دینے والا ہے نہ کوئی نجات دینے والا، لہٰذا مخلوق میں مشغول نہ ہو نہ ظاہراً نہ باطناً، کیونکہ یہ بالیقین اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تیرے کسی کام نہیں آسکتے۔

اللہ اللہ! اقلیم علم و تصوف کے اس تاجدار نے کس زوردار انداز اور مؤثر الفاظ میں اللہ رب العزت کی قدرت و اختیار کے اثبات کے ساتھ ساری مخلوق تمام ماسوی اللہ کے اختیار کی مطلق نفی فرمائی ہے۔

مگر آہ! آج جھوٹے مدعیان تصوف غیر اللہ کے لئے اختیار ثابت کرنے اور انہیں نفع نقصان کا مالک قرار دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ مگر ان تاجداران اقلیم ولایت و صدر نشینانِ مسندِ تصوف کے مقابلے میں ان کی بے سند و بے دلیل بات ایک بڑے سے زیادہ کیا حیثیت رکھتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ۔

کفار کا عقیدہ تھا کہ بت نفع نقصان کے مالک ہیں مگر اسلام اس باطل عقیدہ کی نفی کرتا ہے!

سیدنا حضرت ابوبکر رض نے حضرت بلال رض وغیرہ جن سات مظلوم و مقہور اولین سابقین اصحاب رسول ؐ کو خرید کر آزاد فرمایا، ان میں ایک مظلوم صحابیہ حضرت زنیرہ رض بھی تھیں۔

۱۔ وَأُصِیْبَ بَصَرُهَا حِیْنَ أَعْتَقَهَا فَقَالَتْ قُرَیْشٌ مَا أَذْهَبَ بَصَرَهَا إِلَّا

جب انہیں (خرید کر) آزاد کیا گیا تو ان کی بینائی جاتی رہی، قریش کہنے لگے اس

[۱] "فتوح الغیب" مقالہ ۵۹۔

اللَّاتُ وَالْعُزّٰی فَقَالَتْ كَذَبُوْا وَبَیْتِ اللّٰهِ مَا تَضُرُّ اللَّاتُ وَالْعُزّٰی وَمَا تَنْفَعَانِ فَرَدَّ اللّٰهُ بَصَرَهَا۔ [۱]

کی بینائی لات و عزیٰ نے ختم کر دی ہے، حضرت زنیرہ رض نے فرمایا یہ جھوٹ بکتے ہیں، رب کی قسم! لات و عزیٰ نہ تو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نفع! چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی واپس لوٹا دی۔

۲۔ علی ہذا مشرکین مکہ جنگ میں بتوں کو پکارتے تھے۔ غزوہ اُحد میں فرمایا:۔

نَادَی الْمُشْرِكُوْنَ بِشِعَارِهِمْ: یَا لَلْعُزّٰی! یَا لَهُبَلَ! [۲]

مشرکین نے اپنے معمول کے مطابق پکارا اے عزیٰ! اے ھُبل!

اُحد ہی کے دن فتح کے نشے میں مخمور ہو کر ابوسفیان نے ھُبل کی جے پکارتے ہوئے کہا تھا۔

أُعْلُ هُبَلُ! أُعْلُ هُبَلُ۔

ہبل کا بول بالا، ہبل کا بول بالا۔

حضور ؐ نے فرمایا تم اس کو جواب نہیں دیتے؟ صحابہ رض نے عرض کیا کن الفاظ سے یا رسول اللہ؟ فرمایا تم کہو۔

اَللّٰهُ أَعْلٰی وَأَجَلُّ۔ [۳]

اللہ ہی سب سے بالا ہے اور اللہ ہی بڑی شان والا ہے۔

اس سلسلہ میں صحابہ کرام رض کے نادر و حیرت انگیز واقعات اور انکی ایمان افروز کرامات!

ہمارے اسلاف کرام کو اس ایمان و یقین میں — کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی چیز نفع نقصان نہیں پہنچا سکتی — اس درجہ غلو تھا کہ وہ اشیاء میں ان کی خداداد تاثیر و خاصیت کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے، اور اپنے اسی یقین کامل کی بنا پر مؤثر حقیقی اللہ رب العزت کا نام لے کر سمندر میں کود پڑتے تھے اور نہیں ڈوبتے تھے، آگ کے شعلوں میں ڈالے جاتے تھے اور نہیں جلتے تھے، زہر پھانک لیتے تھے اور نہیں مرتے تھے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

۱۔ خلافتِ صدیقی میں حضرت علاء رض بن الحضرمی نے بحرین کے مرتدین پر حملہ کر کے انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا، جو بچ گئے وہ کشتیوں میں سوار ہو کر دارین پہنچ گئے دارین خلیج فارس کا ایک جزیرہ ہے ساحل سے بذریعہ کشتی چوبیس گھنٹوں کی مسافت پر!

حضرت علاء رض بن الحضرمی نے ان کے تعاقب میں اس جزیرے پر حملہ کا فیصلہ کیا مگر کشتیاں تھی نہیں لہٰذا انہوں نے اپنے لشکر سے خطاب میں فرمایا "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے سمندر میں بھی اپنی قدرت دکھا

[۱] "سیرت ابن ہشام" جلد اول ص ۳۲۰ و "استیعاب" و "اصابہ" ترجمہ حضرت زنیرہ رض۔
[۲] طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۴۲ [۳] صحیح بخاری باب غزوۂ احد۔

سکتا ہے۔ لہٰذا تم سمندر میں کود پڑو۔ سارے لشکر نے کہا: ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ اور پورے لشکر نے توکلاً علی اللہ سمندر میں اپنے اونٹ گھوڑے، خچر اور گدھے ڈال دیئے۔ حضرت علاءؓ اور ساتھ لشکر نے یہ دعا کی:۔
یا ارحم الراحمین! یا کریم! یا حلیم! یا احد یا صمد! یا محی الموتی! یا حی! یا قیوم! لا الٰہ الا انت یا ربنا۔ اللہ کے حکم سے سب پار ہو گئے وہ سمندر میں ایسے جا رہے تھے جیسے نرم ریت پر چل رہے ہوں۔ سمندر کے پانی سے اونٹوں کے صرف پاؤں تر ہوئے۔ وارین پہنچ کر تمام مرتدین کو قتل کر دیا۔ (لشکر کے ایک مجاہد بیل) حضرت عفیف بن المنذر نے اس واقعہ پر کہا

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ ذَلَّلَ بَحْرَهُ وَأَنْزَلَ بِالْكُفَّارِ إِحْدَى الْجَلَائِلِ دَعَوْنَا الَّذِي شَقَّ الْبِحَارَ فَجَاءَنَا بِأَعْجَبَ مِنْ فَلْقِ الْبِحَارِ الْأَوَائِلِ [1]	کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو تابع کر دیا اور کفار پر ایک مصیبتِ عظمیٰ ڈال دی ہم نے اس ذات کو پکارا جس نے سمندر کو پھاڑ دیا تھا پس وہ ہماری مدد کو آن پہنچا اور پہلی دفعہ سمندر کو پھاڑ دینے کی نسبت زیادہ عجیب انداز میں آن پہنچا۔

۰ عہدِ صدیقی میں اسود عنسی کذاب نے حضرت عبداللہ بن ثوب ابومسلم خولانی کو اپنی نبوت کے انکار اور رسالتِ محمدی کے اقرار پر آگ کے شعلوں میں ڈال دیا مگر آگ نے ان کا بال بھی بیکا نہ کیا۔ یہ خلافتِ صدیقی میں مدینہ آئے۔ تو حضرت عمرؓ نے انہیں گلے لگا لیا اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا جب تک مجھے امتِ محمدیہ میں ایسا شخص دکھا دیا جس کے ساتھ وہی معاملہ ہوا جو ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ ہوا تھا۔ (استیعاب، ترجمہ ابو مسلم خولانی)

یہ گندہ عقیدہ کہاں سے در آمد ہوا

کتاب اللہ اور سنتِ رسول، آثارِ صحابہؓ اور اقوال و ارشادات فقہاء امت و اولیاء اللہ رحمہم اللہ سے یہ ثابت ہے کہ تصرف و اختیار صرف ذات پاک رب العزت کا حق ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا خیر و شر اور نفع نقصان کا مالک کوئی بھی نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ غیر اللہ کے اختیار کا گندہ عقیدہ مسلمانوں میں کہاں سے در آمد ہوا؟

اس عقیدہ کا ماخذ "تشیع" ہے۔ یہ اہل تشیع کا ایمان و عقیدہ ہے کہ تدبیر امور خلق، خلق مخلوق اور تحلیل و تحریم کا اختیار نبی کریمؐ اور ائمہؒ کو حاصل ہے چنانچہ شیعوں کی بنیادی کتاب اصول کافی میں ہے:۔

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَوَّضَ إِلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَ خَلْقِهِ [2]	بیشک اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کے کام اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیئے

دوسرے مقام پر ہے:۔ فَهُمْ يُحِلُّونَ مَا يَشَاؤُونَ وَيُحَرِّمُونَ مَا يَشَاؤُونَ [3]

[1] یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لئے سمندر میں راستے بنا دینے کی طرف اشارہ ہے۔
[2] طبری جلد ۲ ص ۵۲۵ تا ۵۲۲، الاصابہ ترجمہ عفیف بن المنذر۔ [3] اصول کافی باب التفویض الی رسول اللہ

شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ رقم فرماتے ہیں۔

وَأَمَّا الْمُفَوِّضَةُ فَهُمُ الْقَائِلُونَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى فَوَّضَ تَدْبِيرَ الْخَلْقِ إِلَى الْأَئِمَّةِ وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَقْدَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خَلْقِ الْعَالَمِ وَتَدْبِيرِ الْخَلْقِ وَإِنْ كَانَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا وَكَذَلِكَ قَالُوا فِي حَقِّ عَلِيٍّ [1]	مفوضہ اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے امور کی تدبیر ائمہ کے سپرد کر دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تخلیق عالم اور تدبیر کائنات پر قادر فرما دیا ہے۔ اور دنیا کی کوئی چیز اللہ نے پیدا نہیں کی۔ اور اسی طرح حضرت علیؓ کے حق میں کہتے ہیں (کہ خلق و تدبیر عالم اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کر دیا)۔

ذاتی نہ سہی بلکہ عطائی

مفوضہ شیعوں کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ نبی کریمؐ یا حضرت علیؓ کو ذاتی قدرت و اختیار حاصل ہے۔ ان کا ایمان و یقین یہ تھا کہ اللہ رب العزت نے انہیں خلق و تدبیر عالم کے اختیارات تفویض کر دیئے ہیں، اسی طرح کتاب و سنت سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ مشرکین کا بھی اپنے معبودین سے متعلق یہ ایمان و یقین نہیں تھا کہ وہ ان کی مشکل کشائی و حاجت روائی پر ذاتی طور پر قادر ہیں۔ نہ وہ اپنے معبود اللہ کے نیک اور صالح و مقبول بندوں کو صفاتِ ربانی میں ذاتی طور پر شریک مانتے تھے، ان کا عقیدہ صرف یہ تھا کہ اللہ کے یہ بندے ہمیں خدا سے قریب کر سکتے ہیں، بارگاہِ الٰہی میں ہماری سفارش کر کے ہمارے کام کرا سکتے ہیں۔

گویا وہ بالواسطہ طور پر اپنے معبودوں کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے تھے اور ان کی من جانب اللہ عطائی ملک و قدرت پر ایمان رکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین طواف کرتے وقت کہتے تھے

لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ ۔۔۔۔ [2]

یعنی مشرکین مکہ کہتے تھے کہ اے اللہ ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں۔ تیرا کوئی

[1] غنیۃ الطالبین، حصہ اول فصل اصناف الرافضۃ۔ [2] صحیح مسلم باب التلبیہ۔

شریک نہیں، مگر وہ آپ کا شریک (ضرور) ہے، جس کا تو مالک ہے اور اس کی تمام مملوکات کا بھی تو ہی مالک ہے۔

تو وہ ذاتی طور پر کسی کو بھی ملک و قدرت میں خدا کا شریک نہیں مانتے تھے اور جن کو وہ خدا کا شریک مانتے تھے، ان میں عطائی قدرت و مالکیت اور اختیار و اقتدار کے قائل تھے نہ کہ ذاتی طور پر انہیں قادر و مالک مانتے تھے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:۔

اِعْلَمْ اَنَّ لَيْسَ فِى الْعَالَمِ اَحَدٌ يُّثْبِتُ لِلّٰهِ شَرِيْكًا يُّسَاوِيْهِ فِى الْوُجُوْدِ وَالْقُدْرَةِ وَالْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ وَهٰذَا مِمَّا لَمْ يُوْجَدْ اِلَى الْاٰنَ [1]	جان لو کہ سارے جہان میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کا ایسا شریک مانتا ہو جو وجود قدرت اور علم و حکمت میں اللہ کے برابر ہو، اور ایسا عقیدہ اس وقت تک (دنیا میں کہیں) موجود نہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کی صفات، قدرت علم اختیار و ملک جو بھی ہیں ذاتی ہیں، اس طرح ذاتی صفات کا مالک دنیا میں کسی مشرک نے اپنے معبودین کو نہیں مانا جس نے مانا اپنے معبود کو عطائی صفات کا مالک مانا یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ملک و قدرت اور علم و حکمت عطا کی ہے۔ مالک حقیقی نے یہ صفات انہیں بخشی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

ان (مشرکین) میں سے بعض کا اعتقاد یہ تھا کہ:۔ بیشک آقا اور مدبر تو اللہ ہی ہے

لكنه قد يخلع على بعض عبيده لباس الشرف و التألہ ويجعله متصرفا فى بعض الامور الخاصة۔	لیکن وہ اپنے بعض بندوں کو بزرگی اور الوہیت کا لباس پہنا دیتا ہے اور ان کو بعض خاص کاموں کا اختیار دے دیتا ہے۔

...... اس وجہ سے ایسے اشخاص کو بندگان خدا (عباد اللہ) کہنے کی لوگوں کو جرأت نہیں ہوتی وہ ان کو ابن اللہ اور محبوب اللہ کہتے ہیں اور اپنا نام ایسا رکھتے ہیں جن میں ان کا عبد (غلام) ہونا ظاہر ہو جیسے عبد المسیح اور عبد العزّیٰ۔

[1] تفسیر کبیر، جز ۲ ص ۱۱۲ تفسیر آیت فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔

وَهٰذَا مرض جمهور اليهود والنصارٰى والمشركين وبعض الغلاة من منافقى دين محمد صلى الله عليه وسلم يومنا هذا [1]	یہ مرض عام یہود و نصاریٰ مشرکین اور آج دین محمدی کے بعض غالی منافقوں کو لاحق ہے۔

عام یہود و نصاریٰ اور مشرکین تو اس مرض میں مبتلا تھے ہی وہ اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اختیارات کا مالک یقین کرتے تھے، اپنے آپ کو ان کا غلام اور عبد سمجھتے تھے اور اپنے نام عبد المسیح اور عبد العزّیٰ وغیرہ رکھتے تھے مگر آہ! کہ آج بعض مسلمان کہلانے والے بھی اس مرض کا شکار ہو گئے ہیں وہ بھی حضرات انبیاءؑ و اولیاءؒ کو عطائی اختیارات کا مالک سمجھتے ہیں۔ اپنے نفع نقصان اور سود و زیاں کا اختیار انہیں دیتے ہیں۔ دکھ، درد مصیبت اور تکلیف کے وقت انہیں پکارتے ہیں، انہیں اپنا آقا، مالک و مختار جانتے ہیں، خود کو ان کا عبد (غلام) مانتے ہیں اور اپنا نام عبد الرسول، عبد النبی وغیرہ رکھتے ہیں۔ حضرت محدث دہلویؒ انہیں دین محمد کے غالی منافقوں سے کہتے ہیں، اَلْغُلَاةُ مِنْ منافقى دين محمد۔"

خلاصہ کتاب اللہ سے نہایت صراحت کے ساتھ قدرت اور علم غیب اور ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہونا یہ تین صفات خاص اللہ رب العزت کے لئے ثابت ہوتی ہیں، اور غیر اللہ سے واضح طور پر ان تینوں صفتوں کی بار بار نفی کی گئی ہے، اللہ کے محبوب رسولؐ قرآن کریم میں بھی اور احادیث صحیحہ میں بھی اپنے لئے ان تینوں صفات کی بصراحت نفی فرما رہے ہیں، پھر حضرات صحابہؓ و تابعین اور اجلہ ائمہ دین و اکابر اولیاء اللہ رحمہم اللہ بھی ان صفات کو غیر اللہ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی ثابت کرنے اور ماننے کو صاف صاف کفر قرار دے رہے ہیں تو پھر اٹکل پچو باتوں اور جاہل و بے دین لوگوں کی ہزلیات و خرافات کی بنا پر قدرت و اختیار یا علم غیب یا حاضر ناظر ہونا کسی غیر اللہ کسی ولی، کسی نبی حتیٰ کہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و شان قرار دینے کا آخر کیا جواز ہے؟ اگر یہ صفات کم از کم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق نہیں تو چونکہ یہ عقیدے کا مسئلہ تھا اللہ اللہ تبارک و تعالیٰ

[1] حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور جلد اول ص ۱۱۱

اپنی کتاب پاک قرآن کریم میں صاف صاف فرما دیتے کہ میرے محبوب رسول ؐ کو بھی میری طرح قدرت و اختیار، علم غیب اور ہر جگہ ہر وقت حضور و شہود حاصل ہے تم انہیں بھی قادر و قدیر، عالم الغیب اور حاضر و ناظر مانو۔ ورنہ مسلمان نہیں رہ سکتے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قادر و متصرف، عالم الکل، اور حاضر و ناظر ہونے کا دعویٰ فرماتے، لوگوں کو اسے ماننے کی دعوت دیتے، نہ ماننے والوں کو وعید شدید کا مستحق قرار دیتے، پھر اصحاب رسولؐ و سلف صالحینؒ کا ہر فرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اقتدار و اختیار عامہ علم بسیط و محیط اور ہمہ وقت ہر جگہ حاضر و موجود ہونے کی صفات سے متصف مانتا، حدیث و فقہ کا ہر امام آپ کو علیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا اور عالم الغیب تسلیم کرتا اور جمیع ائمہ عقائد و کلام اپنی مصنفات میں اس عقیدہ کو صراحت کے ساتھ رقم کرتے، اور اسلاف میں یہ عقیدہ عام شائع ہوتا۔

بہرحال کتاب و سنت اور توابع سنت سے یہ ثابت ہو گیا کہ علم غیب حضور و شہود اور اقتدار و اختیار کل یہ تینوں صفات خاصۂ خدا ہیں۔ پھر یہی تینوں صفات اصل و اساس عبادت و لوازم الوہیت ہیں۔ جب عبادت کی بنیاد انہی تین صفات پر قائم ہے اور یہ تینوں صفات خاصۂ خدا ہیں تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عبادت خاصۂ خدا ہے اور اس میں خدا کے سوا کسی کا بھی کوئی حصہ نہیں۔

اب اگر کوئی بندۂ خدا کسی غیر خدا یعنی کسی نبی یا ولی کو ان تینوں صفات یا ان میں سے کسی ایک صفت سے متصف جانتا ہے، یعنی کسی بزرگ کو ہر جگہ حاضر و موجود یا عالم الغیب یا ہر بات پر قادر اور صاحب اختیار یقین کرتا ہے تو وہ گویا اسے اپنا الٰہ یعنی خدا مانتا ہے، خواہ زبان سے اسے خدا نہ کہے بلکہ پیر و مرشد یا ولی اور نبی کہے۔ کیوں کہ جب یہ صفات خاصۂ خدا ہیں تو کوئی شخص جس کسی میں یہ صفات مانے گا گویا وہ اس شخص کا خدا ہوگا اگرچہ درحقیقت وہ خدا نہیں۔

ارشادِ خداوندی اور اعلانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا !

18

تو کہہ دے کہ میں تو صرف اپنے پالنے والے کو ہی پکارتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ کہہ دے کہ مجھے تمہارے کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں۔ !

ہو سکتا ہے کہ خصم ہمارے اس استدلال کو صحیح تسلیم نہ کرے، اس لئے ابن کثیرؒ کی عبارت کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے تاکہ مضمون مستحکم ہو جائے اور بات ثابت ہو جائے۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیرؒ اردو ص ۲۹ پ ۲۹ میں ہے کہ

"جب دعوت حق اور توحید کی آواز مشرکین کے کان میں پڑی، جو مدتوں سے غیر مانوس ہو چکی تھی۔ تو ان کفار نے ایذا رسانی مخالفت اور تکذیب پر کمر باندھ لی۔ اور حق کو مٹا دینا چاہا۔ اور رسول ؐ کی عداوت پر اجماع کر لیا۔ اس وقت ان سے رسول ؐ نے کہا کہ میں تو اپنے پالنے والے وحدہٗ لا شریک لہٗ کی عبادت میں مشغول ہوں۔ میں اسی کی پناہ میں ہوں۔ اسی پر میرا توکل ہے۔ وہ ہی میرا سہارا ہے۔ مجھ سے ہرگز یہ توقع نہ رکھو۔ کہ میں کسی اور کے سامنے جھکوں یا اس کی پرستش کروں۔ میں تمہارے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ میں تو خدا کا ایک غلام ہوں۔ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔ تمہاری ہدایت و ضلالت کا مختار و مالک نہیں ہوں۔"

پہلی صدی کے اہلِ سُنّت کا مذہب

صاحبِ سُنّت اور صاحبِ نبوۃ کا اپنا مذہب

قل انی علی بینتہ من ربی وکذبتم بہ ما عندی ما تستعجلون بہ ان الحکم الا للہ یقص الحق وھو خیر الفاصلین قل لو ان عندی ما تستعجلون بہ لقضی الامر بینی وبینکم ! (پ۷)	اے محبوب فرما دیجئے۔ بلاشبہ میں اپنے رب کی طرف سے با دلیل ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے جس چیز کی تم جلدی کرتے ہو، وہ میرے پاس نہیں ہے۔ فیصلہ تو خدا کا چلتا ہے۔ وہ سچی بات بتلاتا ہے اور وہ اچھا فیصلہ کرنے والا ہے کہہ دیجئے اگر میرے پاس ہوتی وہ چیز جس کا تم تقاضا کرتے ہو۔ تو میرے اور تمہارے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ !

حضرت نے توحید بیان فرمائی۔ مشرکوں نے مخالفت کی۔ حضرت نے عذاب الٰہی کا ڈراوا دیا۔ مشرکوں نے عذاب کی تمنا کی۔ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی کہ عذاب خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے حضرت کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور کو اس کا اختیار حاصل نہیں تھا کہ جب چاہیں کسی کو عذاب دیں اور جب چاہیں کسی کو بچا لیں۔ یہ سب امور خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں

ہیں اور رہیں گے

دوسری صدی کے علماء کا مذہب

کعب احبار کا مذہب

قال اللہ فی التوراۃ انا اللہ فوق عبادی وعرشی فوق جمیع خلقی وانا علی عرشی أدبر امور عبادی لا یخفی علی شیئ من امر عبادی فی سمائی ولا ارضی والی مرجع خلقی فانبئھم بما خفی علیھم من علمی اغفر لمن شئت منھم بمغفرتی واعاقب من شئت بعقابی	خدا تعالےٰ نے توریت میں فرمایا ہے کہ میں خدا ہوں۔ اپنے بندوں سے اوپر ہوں اور میرا عرش ساری مخلوق سے اوپر ہے اور میں عرش پر غالب ہوں۔ اپنے بندوں کے کاموں کی تدبیر کرتا ہوں۔ مجھ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے میرے بندوں کے امور میں سے خواہ وہ آسمانوں پر ہو یا زمین پر۔ میری طرف خلق کا مرجع ہے۔ پس میں ان کو خبر دوں گا جو کچھ کہ ان پر میرے علم سے مخفی ہے۔ پس جسے چاہوں گا، بخشوں گا اور جسے چاہوں گا عذاب دونگا

(اجتماع الجیوش الاسلامیہ صلے)

طرزِ استدلال :۔ اس میں تصریح کی گئی ہے کہ مدبر اور مختار ہونا خدا تعالیٰ کی شان ہے۔

تیسری چوتھی صدی کے علماء کا مذہب

تفسیر ابن جریر ص۸۲ میں ہے :۔

فتاویل الآیۃ اذا الم تعلم یا محمد! ان لی ملک السموٰت والارض و سلطانہما دون غیری احکم فیہما وفیما بینہما ما اشاء وآمر فیہما وفیما بینہما بما اشاء

پس مطلب یہ ہے کہ اے محمد! کیا آپ نہیں جانتے کہ میرے لئے آسمانوں اور زمین کا ملک ہے اور ان کی سلطنت صرف مجھے حاصل ہے۔ اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔ ان میں جو چاہوں میں حکم کرتا ہوں

حتی قال فی صفحۃ ۴۸۳

انا المنفرد بولایتکم و الدفاع عنکم والمتوحد بنصرکم بعتادی وسلطانی!

میں تمہاری ولایت میں اور تم سے دفاع میں اکیلا ہوں۔ میں اپنے غلبے کے ساتھ تمہاری امداد پر متوحد ہوں

پانچویں چھٹی صدی کے اہل سنۃ علماء کا مذہب

فمن الذی یقدر علی ان یدفع من مرادہ ومقدورہ وقولہ فمن یملک من اللہ شیئا ای فمن یملک من افعال اللہ شیئا والملک ھو القدرۃ یعنی فمن الذی یقدر علی دفع شیئ من افعال اللہ تعالیٰ و منع شیئ من مرادہ (تفسیر کبیر ص ۳۸۵ ج ۳)

پس کون قادر ہے جو کہ اس کی مراد اور مقدور سے دفع کرے یعنی کون مالک ہے خدا کے کاموں میں سے۔ کسی چیز کا ملک کا معنے قدرت ہے۔ یعنے پس کون خدا تعالیٰ کے افعال میں سے کون دفع کرنے پر قادر ہے۔ اور اس کی مراد روکنے پر قادر ہے۔!

ساتویں آٹھویں صدی کے علماء اہلسنت کا مذہب

للہ ملک السمٰوٰت و الارض یعنی انہ تعالیٰ یملک ذلک فلا شریک لہ فی ذلک فیعاہ فھو رضا ھو الذی یملک المغفرۃ لمن یشاء والتعذیب لمن یشاء وفیہ دلیل علی انہ تعالیٰ لا ولد لہ لان من یملک السمٰوٰت والارض یستحیل ان یکون لہ شبیہ من خلقہ او شریک فی ملکہ (تفسیر خازن ص ۲۵ ج ۲)

بلاشبہ خدا تعالےٰ ہی اس کا مالک ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں جو اس کے برابر بن سکے۔ وہ بخشش دینے کا بھی مالک ہے اور عذاب دینے کا بھی۔ اور اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ خدا تعالےٰ کا بیٹا نہیں ہے۔ اس لئے کہ جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ اس کے لئے محال ہے کہ اس کا کوئی شبیہ مثال ہو۔! اس کی مخلوق ہے اور شریک ہو اس کے ملک میں۔!

علامہ بیضاوی سنہ ۶۸۵ھ کا مذہب

پہلی عبارت

بانہ تعالیٰ مالک الملک علی الاطلاق فلہ ان یوتیہ من یشاء بانہ واسع الفضل یوسع علی الفقیر ویغنیہ علیم بمن یلیق بالملک (بیضاوی ص ۱۶۰ طبع مجتبائی)

بلا تقید خدا تعالےٰ مالک ہے جو چاہے عطا کر دے وسیع الفضل ہے۔ فقیر کو غنی بنا دیتا ہے اسے خبر ہے کہ یہ چیز کس کے لائق ہے کہ اس سے اسے غنی بنا دے

دوسری عبارت!

هذه الآية مشتملة على امهات المسائل الالهية فانها دالة على انه موجود واحد في الالهية متصف بالحيوة واجب الوجود لذاته موجد لغيره اذ القيوم هو القائم بنفسه المقيم لغيره منزه عن التحيز والحلول مبرء عن التغير والفتور لا يعتريه ما يعتري الارواح مالك الملك والملكوت مبدع الاصول والفروع واسع الملك والقدرة كل ما يصح ان يملك ويقدر عليه (تفسیر بیضاوی [illegible])

یہ آیت الہیات کے بنیادی مسائل پر مشتمل ہے۔ کیونکہ یہ آیت دلالت کر رہی ہے۔ کہ خدا تعالے ہر جا بلا کیف موجود ہے۔ ذاتی طور پر اس کا ہونا ضروری موجد لغیرہ ہے۔ جوہر ہماری طرح مکانیت سے پاک ہے۔ کسی میں گھس کر رنگ بدلنے سے بھی پاک ہے۔ تغیر فتور سے بھی پاک ہے۔ ارواح کی طرح اسے کوئی چیز عارض نہیں ہوتی۔ مالک الملک والملکوت ہے۔ اصول و فروع کا موجد ہے۔ ملک اور قدرت اس کی وسیع ہے

نویں دسویں صدی کے علمائے اہلسنت کا مذہب

علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر جلالین میں رقم طراز ہیں۔

بقدرتك الخير والشر!

تیری قدرت کے ماتحت خیر و شر ہے!

گیارہویں صدی کے علمائے اہلسنت کا مذہب

له التصرف في السموات والارض بالايجاد والاختراع ونفوذ الامر في جميع مخلوقاته۔

(تفسیر فتح القدیر)

ایجاد و اختراع کے ساتھ زمین و آسمانوں میں اسی کو تصرف کا حق ہے۔ اسی طرح اپنی جمیع مخلوقات میں حکم کے نافذ کرنے کا حقدار ہے۔!

بارہویں تیرہویں صدی کے علمائے اہلسنت کا مذہب

له وحده ملك جميع الموجودات والتصرف المطلق فيها ايجاداً واعداماً واحياءً واماتةً لا احد سواه استقلالاً ولا اشتراكاً۔

(تفسیر روح المعانی [illegible])

جمیع موجودات کا ملک خاص خدا تعالے کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور تصرف مطلق بھی موجود و معدوم کرنے کا، زندہ کرنے اور مارنے کا۔ کوئی اس کے سوا اس کا حقدار نہیں ہے نہ استقلالاً اور نہ اشتراکاً۔!

چودہویں صدی کے علمائے اہل سنت کا مسلک

گزشتہ تفسیروں کی طرح تفسیر مظہری میں بھی وہی عقیدہ ظاہر کیا گیا ہے سو معلوم ہوا کہ چودہ سو سال کے علمائے اہل سنت حیات و ممات کا مالک نفع و نقصان کا مالک مدبر فی الامور اور مختار فی الافعال صرف خدا تعالیٰ کو

کو سمجھتے ہیں۔ اس صفت میں کسی کو بھی شریک نہیں سمجھتے، خواہ وہ چھوٹا ہو، یا بڑا۔ مگر افسوس کہ آج کل کے رسمی طور پر اہل سنت کہلانے والے چودہ سو سال کے علماء اہل سنت، نیز قرآن و حدیث مبارکہ کے خلاف ایک مذہب وضع کر کے اس کے پروپیگنڈے میں مست ہیں۔

اہلبدعت کے چند مغالطے اور انکے جوابات

پہلا مغالطہ اور اسکے جوابات

ان الذین یبایعونك انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیهم (پ ۲۶)	بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو وہی اختیارات حاصل ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کو ہیں۔ جبکہ خدا تعالیٰ نے حضورؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا ہے۔

جواب ۱: ۔ اس آیت میں کلی اختیارات کا ذکر کہیں بھی نہیں ہے۔ ورنہ اپنے اختیار سے حضرت کریم حضرت عثمان رضؓ کو فوراً منگوا لیتے۔ نیز لوگوں کی جھوٹی افواہ پر اعتبار کر کے (کہ حضرت عثمان رضؓ قتل کئے گئے ہیں) صحابہ کرامؓ کو قربان ہو جانے پر مامور نہ فرماتے۔ نیز صلح حدیبیہ کے وقت مشرکین کے متعدد شرائط تسلیم نہ فرماتے۔

جواب ۲: ۔ یَدُ اللہ کے لفظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے اسلیئے کہ یداللہ اس آیت میں حضور علیہ السلام کے ہاتھ کو نہیں فرمایا گیا،

بلکہ ایک بشارت دی گئی ہے کہ جن کے ہاتھ حضورؐ کے ہاتھ میں آتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ ان کے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں آگئے ہیں۔ لہٰذا ہاتھ دینے والوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے عہد پر پختہ رہیں۔

جواب ۳: ۔ جس طرح قرآن مجید میں اطاعت رسول مقبولؐ کو اطاعتِ اللہ قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ حضرت محمد مصطفیٰؐ رسول اللہ ہیں۔ "عین اللہ" نہیں ہیں۔ اسی طرح عہد بالرسولؐ کو عہد باللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یَدُ اللہِ فَوقَ اَیدِیہِم کا مطلب معتبر تفاسیر کی روشنی میں

اب ہم معتبر تفسیروں کی عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ تاکہ آپ پر واضح ہو جائے، کہ اہل بدعت کا یہ استدلال کسی بھی معتبر تفسیر میں موجود نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ جو مطلب اہلسنت اکابر کے خلاف ہو۔ وہ یقیناً نا قابلِ قبول ہے۔

چنانچہ علامہ فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۲۱ میں لکھا ہے

ید الله نعمة الله علیهم!	یداللہ سے مراد نعمت اللہ ہے۔ جو کہ ان پر ہوئی!
نصرته ایاهم اقوی واعلی من نصرتهم ایاه - !	خدا تعالیٰ کا ان کی امداد کرنا اقویٰ اور اعلیٰ ہے۔ ان کی نصرت سے، جو انہوں نے خدا کے دین کی کی ہے

اب ذرا صاحب روح المعانی کے ارشادات بھی ملاحظہ فرمایئے

فرماتے ہیں :-

ید اللہ فوق ایدیہم ای ھو حاضر معھم یسمع اقوالھم و یری مکانھم و یعلم ضمائرھم وظواھرھم فھو تعالٰی ھو المبایع بواسطۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (روح المعانی ج ۹ ص ۱۸۵)	یعنے اللہ تعالٰے بیعت کرنے والوں کے ساتھ حاضر ہے ان کے قول سنتا ہے۔ اور ان کے مکان دیکھتا ہے۔ اور ان کے دلوں کے راز جانتا ہے۔ پس اللہ تعالٰے مبایع بواسطۃ الرسول ہے۔ !

(ف) لفظ واسطہ ذکر کرکے صاحب روح المعانی نے اہلبدعت کے مظنون تخیل کو ھباءً منثوراً بنا دیا ہے۔

اہلبدعت پر ایک اعتراض

برائے کرم ذیل کی حدیث کا ترجمہ کرکے جواب دیجئے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سل سیفہ فی سبیل اللہ فقد بایع اللہ۔ ! (روح المعانی ج ۹ ص ۱۸۵)	حضرت ابوہریرۃؓ نے فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جس نے تلوار اللہ تعالٰے کے راستے میں کھینچی ہے۔ پس اس نے خدا تعالٰی سے بیعت کی ہے۔ !

دیکھئے ! ظاہر میں ہاتھ تلوار پر ہے۔ اور بیعت خدا سے .... ہو رہی ہے ....

.... فتدبر ....

تفسیر ابو السعود کی تحقیق

ید اللہ فوق ایدیہم والمعنی ان عقد المیثاق مع الرسول کعقدہٖ مع اللہ من غیر تفاوت کقولہ تعالٰی من یطع الرسول فقد اطاع اللہ و قیل ای انما یبایعون اللہ ای لاجلہ و لوجھہ - ! (تفسیر ابو السعود برحاشیہ تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۸)	معنی یہ ہے کہ بلاشبہ عقد میثاق جو حضرت کے ساتھ کیا گیا ہے یہ ایسا ہے ، جیسا کہ خدا کے ساتھ کیا جائے جیسا ہے کہ جو حضور کی اطاعت کرتا ہے۔ پس اس نے خدا کی اطاعت کی — یعنے بیعت سبب بن گیا خدا کے ساتھ عہد کا۔ !

دوسرا مغالطہ اور اسکے جوابات !

وما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمیٰ ! (پ ۹)	اور نہیں پھینکا آپ نے جس وقت پھینکا ہے لیکن خدا نے پھینکا ہے !

طرز استدلال :- جنگ بدر میں حضرت کریمؐ نے ایک مٹھی مٹی کی لیکر دشمنوں کی طرف پھینکی تھی۔ جو کہ سب دشمنوں کی آنکھوں میں جا پڑی اس پر پروردگار عالم نے فرمایا کہ آپ نے نہیں پھینکی اللہ تعالٰے نے پھینکی ہے۔ معلوم ہوا کہ فعل رسول فعل اللہ ہے۔ اور جب یہ مقام حضور علیہ السلام کو حاصل ہوا تو ماننا پڑے گا کہ خدا تعالٰے کے سارے اختیارات بھی آپ کو حاصل ہیں۔

جواب ۱ :- بظاہر بشری طاقت کے خلاف تھا کہ ایک مٹھی بھر

مٹی سب تک پہنچ جائے۔ چونکہ حضور علیہ السلام کو تائیدِ ایزدی حاصل تھی اس لئے پروردگار عالم نے حضرت کے فعل کو ان کی استطاعت تک بند رکھتے ہوئے آپکی رمی کو کالعدم قرار دیکر اپنی تائید کا اظہار فرمایا کہ پھینکنا آپ کا کام تھا اور سب کے آنکھوں میں ڈالدینا یہ میرا کام تھا نہ تو اس میں فعلِ رسولِ خدا کو فعلِ خدا قرار دیا گیا ہے۔ اور نہ کلی اختیارات کے حصول کی طرف اشارہ ہے۔ ویسے خوامخواہ پیچ و تاب سے مطلب برآوری کی خاطر قرآن مجید کے مفہوم کو بدل دیا جائے تو اس جیسا ظلم اور کوئی نہیں ہے۔

جواب ۲ :- یہ طریقہ قرآن مجید میں عام طور پر موجود ہے کہ جہاں جہاں سے قرآن مجید میں مداخلت کرتا ہے تو قرآن مجید اسی سطر میں یا اسی رکوع میں اس کی سرقت کو بے نقاب کر دیتا ہے۔

چنانچہ یہاں بھی قرآن مجید نے اہل بدعت کے حیلوں، بہانوں کو خوب بے نقاب کیا ہے جبکہ اسی آیت کے ابتدا میں موجود ہے۔

فلم تقتلوھم ولٰکن اللہ قتلھم۔ !	اے صحابہ کرام! پس تم نے ان مشرکوں کو قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا ہے۔ !

چونکہ صحابہ کرام کی تعداد قلیل تھی اور کفار کی تعداد کثیر تھی۔ اسلئے اظہار نعمت کے طور پر مالکِ کائنات نے فرمایا کہ اے صحابہ کرام! جنگ کرنا تمہارا کام تھا اور قتل کرنا میرا کام تھا۔

پس جس طرح وہاں رمی رسول کو رمی خدا قرار دیا گیا ہے یہاں بھی صحابہ کرام کے جہاد کو جہادِ خداوندی قرار دیا گیا ہے۔ اہل بصیرت حضرات جانتے ہیں کہ نہ تو یہاں صحابہ عینِ خدا! اور نہ وہاں رسول مقبول عینِ خدا ہے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الرسل وخاتم الانبیاء
اما بعد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد درج تھا

لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ رواہ مسلم [1]	اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہے جو غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے جانور ذبح کرے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے، اور ابوداؤد میں بھی اس مضمون کی روایت ہے۔

کتاب اللہ قرآن کریم میں چار مقامات[2] پر غیر خدا کے لئے ذبح کو حرام فرمایا گیا ہے۔ فرمایا:۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ۔ (پارہ ۲۔ بقرہ رکوع ۲۱)	اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف حرام کیا ہے مردار اور لہو اور خنزیر کا گوشت، اور جو کچھ (بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔

۱۔ اَھَلَّ کے معنی لغت میں ہیں:۔ چاند دیکھتے وقت لوگوں کا آواز کرنا، بچے کا رونے میں آواز بلند کرنا، تلبیہ کہنے والے کا بلند آواز سے تکبیر کہنا۔ کوئی نعمت پا کر اللہ کا ذکر بلند آوازی سے کرنا[3]

۲۔ امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:۔
الاہلال کے اصل معنی چاند نظر آنے پر آواز بلند کرنے کے ہیں پھر یہ لفظ عام آواز بلند کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور آیت وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کے معنی ہیں کہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے[4]
۳۔ "لغات القرآن" ملاحظہ ہو۔

---
[1] "مشکوٰۃ المصابیح" کتاب الصید والذبائح۔
[2] بقرہ رکوع ۲۱۔ مائدہ رکوع اول انعام رکوع ۱۸ نحل رکوع ۱۴۔ [3] المنجد۔
[4] "مفردات القرآن" ص ۱۰۱۸

اُھِلَّ پکارا گیا، اہلال کے معنی اصل میں چاند دیکھتے وقت آواز لگانے اور پکارنے کے ہیں پھر ہر آواز کے متعلق اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ ولادت کے وقت بچے کے رونے اور حاجیوں کے لبیک کہنے کو اہلال کہا جاتا ہے (آیت میں) اِھلال کے وہی لغوی اور عرفی معنی یعنی نامزد کرنا آواز لگانا اور ذکر کرنا مراد ہیں پس جس جانور کو بھی اللہ کے سوا کسی غیر کی نذر سے نامزد کیا جائے خواہ وہ غیر بت ہو یا جن یا خبیث روح یا پیر یا پیغمبر یا کوئی مکان یا تھان، اور اس نیت سے ذبح کیا جائے کہ اس سے ان کی خوشنودی اور تقرب حاصل ہوگا اور وہ اس کی حاجت روائی کریں گے، سو وہ جانور حرام اور وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ میں داخل ہے اور ایسا کرنے والا مشرک اور دائرہ توحید سے خارج ہے، خواہ وقت ذبح ذبیحہ پر بسم اللہ کہا جائے یا نہ کہا جائے۔[1]

۴۔ [تفسیر روح المعانی[2] اور رد المحتار[3] (شامی) وغیرہ میں "انوار التنزیل"[4]، تفسیر ابی سعود اور تفسیر مظہری (جلد اول ص ۱۳۶) میں یہی لکھا ہے کہ:۔
اہلال کی اصل رویت ہلال کے وقت آواز بلند کرنے کے ہیں پھر مطلق رفع صوت پر اس کا اطلاق ہونے لگا تفسیر خازن[5]، فتح البیان[6]، جلالین[7]، خازن[8]، معالم التنزیل[9]، تفسیر نسفی، قرطبی[10] اور روح البیان (جلد ۲ ص ۱۸۹) میں ہے:۔
واصل الاہلال رفع الصوت][12]

لسان العرب میں ہے وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ اے نُوْدِیَ علیہ بغیر اسم اللہ وفی الصحاح قولہ تعالیٰ وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ ای نُوْدِیَ علیہ بغیر اسم اللہ و اصلہ رفع الصوت وھکذا فی مختار الصحاح[13] یعنی لسان العرب الصحاح اور مختار الصحاح میں ہے کہ وما اھل بہ لغیر اللہ کے معنی ہیں جس پر اللہ کے سوا کسی کا نام پکارا جائے۔

---
[1] "لغات القرآن" جلد اول ص ۳۰۳۔ [2] جلد ۲ ص ۳۷۔ [3] جلد اول ص ۸۲۹۔
[4] جلد اول ص ۲۱۱ [5] جلد اول ص ۸۹ [6] جلد اول ص ۲۲۳ [7] ص ۲۴ [8] جلد اول ص ۸۹
[9] جلد اول ص ۹۳ [10] جلد اول ص ۲۰۶ [11] جلد ۲ ص ۲۳۴ [12] "الدرالفرید" ص ۸۹۔
[13] "الدرالفرید" ص ۸۹۔

اکثر تفاسیر اور اہل لغت سے یہی ثابت ہے کہ اُہِلَّ کے معنی آواز بلند کرنا ہیں۔ تو وَمَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ۔ کے معنی ہوئے۔ جس چیز پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے یعنی جو چیز اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لئے نامزد کر دی جائے۔

اگر کسی جانور کو غیر اللہ کے تقرّب کے لئے ذبح کیا جائے گا تو وہ بھی وَمَا اُہِلَّ بِہٖ لغیر اللہ میں داخل ہو کر حرام ہو جائے گا۔ چنانچہ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے قتادہ اور مجاہد سے اور درِ منثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے وَمَا اُہِلَّ بِہٖ لغیر اللہ کی تفسیر مَا ذُبِحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ منقول ہے [1]

غیر اللہ کے لئے ذبح کرنیوالا کافر مرتد ہو جاتا ہے

۱۔ تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کی تفسیر میں ہے:۔

قَالَ العلماء لَوْ اَنَّ مُسْلِمًا ذَبَحَ ذَبِیْحَۃً وَقَصَدَ بِذَبْحِھَا التَّقَرُّبَ اِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ صَارَ مُرْتَدًّا وَذَبِیْحَتُہٗ ذَبِیْحَۃُ مُرْتَدٍّ۔ [2]

علماء (اسلام) نے کہا اگر مسلمان نے کسی ذبیحہ کو ذبح کیا اور اس ذبح سے غیر اللہ کے تقرّب کا ارادہ کیا وہ مرتد ہو گیا اور اس کا ذبیحہ ایک مرتد کا ذبیحہ ہے (یعنی اس کا کھانا حرام ہے)

۲۔ [محیط، غرائب القرآن حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی تفسیر روح البیان اور فتوحات ربانیہ وغیرہ میں بھی قریباً یہی الفاظ ہیں فتوحات اور غرائب القرآن کے سوا باقی تینوں کتابوں میں آخری الفاظ ذبیحۃ مرتد کی بجائے ذبیحۃ میتۃ ہیں (یعنی اس کا ذبیحہ مردار ہے۔ فتوحات الربانیہ میں یہ الفاظ زائد ہیں لا یحل اکلھا یعنی اس کا کھانا حلال نہیں] [3]

۳۔ محی الدین علامہ نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) رقمطراز ہیں:۔

ذبح لغیر اللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے نام پر ذبح کرے،

---

[1] "الدر الفرید" ص ۹۹۔ [2] تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۸۱ نیشاپوری جلد ۲ ص ۱۰۳

[3] ماخوذ از "الدر الفرید" ص ۹۱۔

بت کے لئے ذبح کرے یا صلیب کے لئے یا حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام یا اسی طرح کسی کے لئے ذبح کرے پس یہ سب حرام ہیں اور ان ذبیحہ (کا کھانا) حلال نہیں۔

کَانَ الذَّابِحُ مُسْلِمًا اَوْ نَصْرَانِیًّا اَوْ یَھُوْدِیًّا۔

ذبح کرنے والا خواہ مسلمان ہو خواہ نصرانی ہو اور خواہ یہودی۔

اسی پر امام شافعیؒ نے نص کی ہے۔ اور ہمارے اصحاب نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ اگر اس کے ساتھ مذبوح لہٗ کی تعظیم و عبادت مقصود ہو تو یہ کفر ہے۔

فَاِنْ کَانَ الذَّابِحُ مُسْلِمًا قَبْلَ ذٰلِکَ صَارَ بِالذَّبْحِ مُرْتَدًّا۔

اگر پہلے ذبح کرنے والا مسلمان تھا تو ذبح کرنے سے مرتد ہو گیا۔

جو ذبیحہ بادشاہ۔ (حاکم، افسر، پیر مرشد وغیرہ) کی آمد پر ذبح کیا جائے علماء بخارا نے اس کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے لِاَنَّہٗ مِمَّا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ [1] کیونکہ یہ وَمَا اُہِلَّ بِہٖ لغیر اللہ میں داخل ہے مقصد یہ ہے کہ مطلق تعظیم و تقرّب کیلئے ذبح کرنا حرام ہے، مہمانی اور دعوت تو مسنون ہے

۴۔ فتح البیان اور فتح القدیر جلد اول ص ۱۴۸ میں ہے:۔

وَمِثْلُہٗ مَا یَقَعُ مِنَ الْمُعْتَقِدِیْنَ لِلْاَمْوَاتِ مِنَ الذَّبْحِ عَلٰی قُبُوْرِھِمْ فَاِنَّہٗ مِمَّا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ وَلَا فَرْقَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الذَّابِحِ لِلْوَثَنِ۔ [2]

فوت شدہ بزرگوں کے (جاہل) معتقدین کا ان کی قبروں پر ذبح کرنے کا یہی حکم ہے بلاشبہ یہ وما اُہل بہ لغیر اللہ میں داخل ہے اور اس میں اور بت کیلئے ذبح کرنیوالے میں کوئی فرق نہیں،

۵۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ [3] رقمطراز ہیں:۔

وَمَا اُھِلَّ بِہٖ۔ ودیگر آں جانور کہ آواز برآوردہ شدہ و شہرت دادہ شد در حق آں جانور کہ لغیر اللہ

وما اُہِلَّ بہ۔ اور وہ جانور کہ اس کے حق میں آواز اور شہرت دی جائے کہ غیر خدا کے لئے ہے خواہ وہ جیر بت

---

[1] نووی شرح مسلم ص ۱۹۰،۱۶۱ [2] "الدر الفرید" ص ۹۱۔ [3] متوفی ۱۲۳۹ھ

یعنی برائے غیر خدا است خواہ آں غیر بت باشد یا روحے خبیث ..... و خواہ جنے مسلط بر خانہ یا سرائے ..... خواہ پیرے یا پیغمبرے را بایں وضع جانورے زندہ مقرر کردہ دہند کہ ایں ہمہ حرام است، در حدیث صحیح وارد است "ملعون من ذبح لغیر اللہ" یعنی ہر کہ بذبح جانور تقرب بغیر خدا تعالےٰ نماید، ملعون است خواہ در وقت ذبح نام خدا بگیر دیا نہ، زیرا کہ چوں شہرت داد کہ ایں جانور برائے فلاں است، ذکر نام خدا بوقت ذبح فائدہ نہ کرد، چہ آں جانور منسوب بآں غیر گشت وخبثے در آں پیدا گشت کہ زیادہ از خبث مردار است، زیرا کہ مردار بے ذکر نام خدا جان دادہ است وجان ایں جانور را از اں غیر قرار داد کشتہ اند وآں عین شرک است، وہر گاہ ایں خبث در وے سرایت کرد دیگر بذکر نام خداوند تعالیٰ حلال نمے شود مانند سگ و خوک کہ اگر بنام خدا اند بوح شوند حلال نمے گردند[1]

ہو یا خبیث روح ہو..... خواہ کسی مکان یا سرائے پر مسلط جن ہو..... خواہ پیر یا پیغمبر ہو، ان کے نام پر اس طرح جانور زندہ مقرر کر دیا جائے یہ سب حرام ہے، صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جس نے اللہ کے سوا کسی غیر اللہ کے لئے ذبح کیا ملعون ہے یعنی جو کوئی ذبح سے غیر اللہ کا تقرب چاہتا ہے وہ لعنتی ہے خواہ ذبح کرتے وقت خدا کا نام لے یا نہ لے۔ کیوں کہ جب اس نے مشہور کر دیا کہ یہ جانور فلاں (بزرگ) کے لئے ہے پس اب ذبح کے وقت خدا کا نام لینا (یعنی بسم اللہ۔ اللہ اکبر کہنا) بے فائدہ ہے۔ کیونکہ وہ جانور اس غیر اللہ کے نام نامزد ہو گیا اور اس میں (معنوی) خباثت پیدا ہو گئی ہے جو کہ مردار کی خباثت سے زیادہ ہے۔ اس لئے کہ مُردار نے تو خدا کے نام کے بغیر جان دی ہے اور اس جانور کو غیر اللہ کے نام سے نامزد کر کے ذبح کیا ہے اور یہ عین شرک ہے اور جب یہ خباثت اس میں سرایت کر چکی ہے تو یہ اللہ کا نام ذکر کرنے سے حلال نہیں ہو گا۔ جس طرح کتے اور خنزیر کو اگر خدا کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو حلال نہیں ہوں گے۔

---

[1] تفسیر فتح العزیز، تفسیر سورہ بقرہ آیت "وما اُہِلَّ بہ لغیر اللہ"

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہی مضمون اپنے فتاویٰ عزیزی (جلد اول ص۵۵) میں بھی رقم فرمایا ہے:۔

"درحقیقت جان کی قربانی صرف جان آفرین کا حق ہے، غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنا یا ذبح کرنا اسلام میں حرام ہے، قرآن کریم میں غیر اللہ کے لئے مذبوحہ جانور کو خنزیر کے گوشت، مردار اور لہو کے ساتھ شمار فرمایا گیا ہے جس طرح لحم خنزیر یا مردار پر کروڑ دفعہ بھی بسم اللہ۔ اللہ اکبر کہو تو حلال نہیں ہوتا۔ اسی طرح غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور ــــــ جیسا ہندو سانڈ یا گائے چھوڑتے ہیں ــــــ یا غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے غیر اللہ کے نام پر نامزد کردہ جانور حرام ہیں، بوقت ذبح ان پر ایک بار نہیں کروڑ بار بھی اللہ کا نام لیا جائے یہ حلال نہیں ہوسکتے

حاکم وغیرہ کی تعظیم کے لئے ذبح کرنا حرام ہے

شریعت نے اس بارے میں یہاں تک احتیاط کی ہے کہ کسی حاکم اعلیٰ کے آنے پر اس کی تعظیم کے نقطۂ نظر سے ــــــ نہ کہ مہمانی و ضیافت کے طور پر ــــــ اگر جانور ذبح کیا جائے گا تو وہ بھی حرام ہوگا اور اس کا کھانا ناجائز ہوگا۔

۱۔ جامع الرموز (ص۴۲۹) مجمع الانہر (جلد ۲ ص۴۹۴) فتاویٰ بزازیہ اور زاہدی وغیرہ کتب معتبرہ فقہ میں ہے:۔

ذُبِحَ لِقدوم الامیر ونحوہ کواحدٍ من العظماء یحرم لانّہ اُہِلَّ بِہٖ لغیر اللہ وَلَوْ ذُکِرَ اسم اللہ تعالیٰ. وَلَوْ ذُبِحَ للضیف لا یحرم لانّہٗ سنّۃ الخلیل علیہ السلام واکرام الضیف اکرام اللہ تعالیٰ۔[1]

حاکم اعلیٰ وغیرہ کسی بڑے آدمی کے آنے پر ذبح کیا تو حرام ہوگا کیونکہ یہ غیر اللہ (کی تعظیم) کے لئے پکارا گیا۔ اگرچہ (بوقت ذبح) اللہ کا نام ذکر کیا۔ اور اگر مہمان کے لئے ذبح کیا تو حرام نہ ہوگا کیونکہ مہمانی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے اور مہمان کی تکریم اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے۔

---

[1] در مختار کتاب الذبائح۔

۲۔ بحر الرائق میں ہے:۔

وَلَوْ ذَبَحَ لِاَجَلِ قدوم الامیر اَوْ قُدُوْمِ وَاحِدٍ مِنَ العظماء وذکر اسم اللہ تعالیٰ یحرم اکلہ لِاَنَّہٗ ذَبَحَھَا لِاَجَلِہٖ تَعْظِیْمًا لہ۔ [1]

بادشاہ یا کسی بڑے آدمی کے آنے پر جانور ذبح کیا اور اس پر (بوقت ذبح) اللہ تعالیٰ کا نام بھی لیا تو بھی اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ اس جانور کو بادشاہ وغیرہ کے آنے پر اس کی تعظیم کے لئے ذبح کیا۔

۳۔ شامی میں ہے:۔

لو ذبح لقدوم الامیر ونحوہ یحرم ولو سمی۔ [2]

جنات کے لئے ذبح کرنا حرام ہے

بعض جہال جنوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے مرغ وغیرہ ذبح کرتے ہیں یا نئے مکان میں آباد ہوتے وقت جانور ذبح کرتے ہیں تاکہ جنات کے شر سے محفوظ رہیں۔ شریعت میں اسے بھی حرام قرار دیا ہے:۔

۱۔ رَوَی ابو عبیدۃ فی کتاب الاموال والبیھقی عن الزھری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ نھی عن ذبائح الجن ـــ وذبائح الجن ان یشتری الرجل الدار او یستخرج العین او ما اشبہ ذٰلک فیذبح لھا ذبیحۃ للطیرۃ وکانوا فی الجاھلیۃ یقولون اذا فعل ذالک لم یضر اھلھا الجن فابطلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [3]

ابو عبیدہ نے کتاب الاموال میں اور بیہقی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں کے نام پر ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے اور جنوں کے نام پر ذبح کرنا یہ ہے کہ کسی شخص نے مکان خریدا یا چشمہ کنواں وغیرہ کھودا تو شگون کے لئے جانور ذبح کیا، زمانۂ جاہلیت میں لوگ ایسا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ایسا کرنے سے جن گھر وغیرہ والوں کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے باطل قرار دیا۔

[1] "بحر الرائق" جلد ۸ ص ۱۹۲۔ [2] "رد المحتار" شامی کتاب الذبائح "رد المحتار" معروف بہ شامی علامہ محمد بن عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۲ھ) کی شہرہ آفاق تالیف ہے۔ [3] "حیاۃ الحیوان" جلد ا صفحہ ۲۷۴ بحث الجن "حیاۃ الحیوان" علامہ دمیری (متوفی ۸۰۸ھ) رحمہ اللہ کی بڑی مشہور ...

بعض جہال کسی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں تو کاہنوں وغیرہ کے پاس جاتے ہیں کاہن انہیں کہتے ہیں کہ مریض پر جن کا اثر ہے۔ میں اس پر پڑھوں گا مگر جب تک خون نہیں بہایا جائے گا اور مرغ یا بکرا وغیرہ ذبح نہیں کیا جائے گا جن اسے نہیں چھوڑے گا چنانچہ بکرا وغیرہ جانور ذبح کیا جاتا ہے، یہ سب حرام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اولیاء و مشائخ کی نذر و منت

نذر چونکہ عبادت ہے۔ اور عبادت صرف اللہ رب العزت کا حق ہے اس لئے اگر اولیاء اللہ و مشائخ امت کے نام کی نذر مانی جائے گی تو بھی حرام ہوگی۔

۱۔ مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:۔

وحیوانات را کہ نذر مشائخ مے کنند و بر سر قبرہائے ایشاں رفتہ آں حیوانات را ذبح مے نمایند، در روایات فقہیہ ایں عمل را نیز داخل شرک ساختہ اند و دریں باب مبالغہ نمودہ و ایں ذبح را از جنس ذبائح جن انگاشتہ اند کہ ممنوع شرعی است و داخل دائرہ شرک! [1]

اور جانور کو بزرگوں کی نذر کرتے ہیں اور ان کی قبروں پر جا کر ان جانوروں کو ذبح کرتے ہیں، فقہی روایات میں اس عمل کو شرک میں داخل کیا ہے اور اس باب میں مبالغہ کیا ہے اور اس ذبیحہ کو ذبائح جن کی جنس میں شمار کیا ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے اور دائرہ شرک میں داخل ہے۔

۲۔ فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب درمختار میں ہے:۔

وَاعْلَمْ اَنَّ النَّذْرَ الَّذِیْ یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام۔

(جلد اول، مطلب فی النذر ۔۔۔۔۔۔)

جان لے کہ بلاشبہ وہ منت جو اکثر عوام وفات یافتہ بزرگوں کے لئے مانتے ہیں۔ اور روپے پیسے اور چراغ اور تیل وغیرہ اولیاء اللہ کی مزارات پر ان کے تقرب کی نیت سے چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ سو یہ بالاتفاق باطل اور حرام ہیں۔

[1] مکتوبات امام ربانی جلد ۳ مکتوب ۴۱

نذر عبادت ہے۔ لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اور غیر اللہ کے لئے نذر و منّت جائز نہیں۔ حرام ہے۔ بلکہ شرک ہے۔

۱۔ طاہر بن احمد رحمہ اللہ (متوفی ۵۴۲ھ) کے خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:۔

اَلنَّذْرُ لِغَیْرِ اللّٰہِ حَرَامٌ لِاَنَّہٗ مِنْ اَنْوَاعِ الْکُفْرِ لِاَنَّ ھٰذَا عِبَادَۃٌ وَالْعِبَادَۃُ لِغَیْرِ اللّٰہِ کُفْرٌ۔ [1]

غیر اللہ کی نذر حرام ہے۔ کیونکہ یہ کفر کی ایک قسم ہے۔ اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت کفر ہے۔

۲۔ علامہ ابن نجیم مصریؒ (متوفی ۹۷۰ھ) اپنی شہرہ آفاق تصنیف بحر الرائق میں اور علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ وغیرہ رقمطراز ہیں:۔

وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوْقِ لَا یَجُوْزُ لِاَنَّہٗ عِبَادَۃٌ وَالْعِبَادَۃُ لَا تَکُوْنُ لِمَخْلُوْقٍ۔ [2]

نذر مخلوق کے لئے جائز نہیں، اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کا حق ہی نہیں۔

حتیٰ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی جائز نہیں۔ چنانچہ:۔

۳۔ فتاویٰ کاملیۃ میں ہے:۔

سُئِلْتُ عَنِ النَّذْرِ لِلْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ ھَلْ یَجُوْزُ اَمْ لَا فَالْجَوَابُ اَنَّہٗ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ لِاَنَّ النَّذْرَ اِنَّمَا یَکُوْنُ لِلّٰہِ تَعَالیٰ۔ [3]

سوال یہ ہے کہ حضرات انبیاءؑ و اولیاء کے لئے نذر جائز ہے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ باطل و حرام ہے، کیونکہ نذر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

غیر اللہ کی بھینٹ چڑھانے پر عذاب جہنم — غیر اللہ کے تقرب کیلئے

بھینٹ چڑھانا اتنا شدید گناہ ہے کہ مکھی جیسی حقیر و ذلیل جان کو بھینٹ چڑھائے گا تو جہنم میں جائے گا۔ طارق بن شہاب سے مرفوعاً روایت ہے کہ فرمایا صرف ایک مکھی کی وجہ سے ایک شخص جنت میں داخل ہوا اور صرف ایک مکھی کی وجہ سے ایک شخص دوزخ

[1] "خلاصۃ الفتاویٰ" جلد ۴ صفحہ ۳۴۹ [2] "رد شامی" جلد ۲ کتاب الصوم، مطلب فی النذر۔

[3] "الدرر الفریدۃ" ص ۹۸۔

میں داخل ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیسے؟ فرمایا۔ کسی قوم کا ایک بت تھا وہاں سے کوئی شخص اس بت پر بھینٹ چڑھائے بغیر نہیں گزر سکتا تھا۔ دو شخص ادھر سے گزرے ان لوگوں نے ان میں سے ایک شخص سے کہا، نیاز چڑھاؤ، اس نے کہا میرے پاس تو کوئی چیز نہیں، انہوں نے کہا ضرور چڑھا دے خواہ ایک مکھی ہی ہو۔ فَقَرَّبَ ذُبَابًا فَخَلَّوْا سَبِیْلَہٗ فَدَخَلَ النَّارَ۔ چنانچہ اس نے (پکڑ کر) ایک مکھی (اس بت پر) بھینٹ چڑھا دی۔ اور انہوں نے اس کو چھوڑ دیا پس وہ دوزخ میں گیا۔ اب دوسرے سے کہا تو نیاز چڑھا، اس نے کہا:۔ مَا کُنْتُ لِاُقَرِّبَ شَیْئًا دُوْنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فَضَرَبُوْا عُنُقَہٗ فَدَخَلَ الْجَنَّۃَ خدا کی ذات کے سوا میں کسی اور کے نام کی نیاز نہیں دے سکتا۔ اس پر انہوں نے اس کی گردن اڑا دی پس وہ داخل جنت ہوا اسے امام احمدؒ نے روایت کیا ہے۔

ذبح لغیر اللہ — نذر و منّت ہر قسم کی عبادت کی ہو سکتی ہے۔ نماز، روزہ، صدقہ، خیرات، زر و مال، ماکولات و مشروبات، طعام و کلام کی منّت مانی جا سکتی ہے۔ جانور ذبح کر کے اس کا گوشت کچا یا پکا کر غرباء و مساکین کو کھلانے کی نذر بھی ہو سکتی ہے اور یہ نذر کی ایک عظیم قسم ہے۔ اس لئے قرآن و حدیث میں اس کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد درج تھا

لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ رواہ مسلم [1]

اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہے جو غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے جانور ذبح کرے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے، اور ابوداؤد میں بھی اس مضمون کی روایت ہے۔

کتاب اللہ قرآن کریم میں چار مقامات [2] پر غیر خدا کے لئے ذبح کو حرام فرمایا

[1] "مشکوٰۃ المصابیح"، کتاب الصید والذبائح۔

[2] بقرہ رکوع ۲۱۔ مائدہ رکوع اول انعام رکوع ۱۰ نحل رکوع ۲۱۔

گیا ہے۔ فرمایا:۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ (پارہ ۲۔ بقرہ رکوع ۲۱)	اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف حرام کیا ہے مردار اور لہو اور خنزیر کا گوشت، اور جو کچھ (بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔

۱- اَهَلَّ کے معنی لغت میں ہیں:۔ چاند دیکھتے وقت لوگوں کا آواز کرنا، بچے کا رونے میں آواز بلند کرنا، تلبیہ کہنے والے کا بلند آواز سے تکبیر کہنا۔ کوئی نعمت پا کر اللہ کا ذکر بلند آوازی سے کرنا۔[۳]

۲- امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ قمطراز ہیں:۔

الاہلال کے اصل معنی چاند نظر آنے پر آواز بلند کرنے کے ہیں پھر یہ لفظ عام آواز بلند کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور آیت وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے معنی ہیں کہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔[۱]

۳- "لغات القرآن" ملاحظہ ہو:۔

(آیت میں) اِهلال کے وہی لغوی اور عرفی معنی یعنی نامزد کرنا آواز لگانا اور ذکر کرنا مراد ہیں پس جس جانور کو بھی اللہ کے سوا کسی غیر کی نذر سے نامزد کیا جائے خواہ وہ غیر بت ہو یا جن یا خبیث روح یا پیر یا پیغمبر یا کوئی مکان یا تھان، اور اس نیت سے ذبح کیا جائے کہ اس سے ان کی خوشنودی اور تقرب حاصل ہوگا اور وہ اس کی حاجت روائی کریں گے، سو وہ جانور حرام اور وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہے اور ایسا کرنے والا مشرک اور دائرہ توحید سے خارج ہے، خواہ وقت ذبح ذبیحہ پر بسم اللہ کہا جائے یا نہ کہا جائے۔[۱]

خلاصہ نذر و منت کی ہر نوع و ہر قسم عبادت ہے اور صرف اللہ واحد کا حق! ایک اللہ کے سوا کسی کے لئے نذر، ذبح وغیرہ حرام ہے، کفر ہے شرک ہے۔ اسے جائز و روا سمجھنے والا کافر و مرتد ہے، اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(ختم شد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبوّت
علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

خاصّہ

بشرّیت ہے

قرآن و حدیث کا فیصلہ

کتاب اللہ

(سے)

حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی

بشریت کے پچاس دلائل

بشر کے ہم معنی الفاظ

بشر، انسان، رجل، بنو آدم، ذریت آدم، آدمی

ایک ہی معنی کے اسماء ہیں!

قولہٗ تعالیٰ:۔

۱۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔!
(پارہ ۱۴ سورہ حجر رکوع ۳)

اور بالتحقیق ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے کی بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا اور جنوں کو اس سے پہلے نار سموم سے پیدا کیا اور جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں بشر کو سڑے ہوئے گارے کی بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔

۲ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ!
(پ ۸۔ سورہ اعراف ع ۲)

اور بلاشبہ ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم نے تمہاری صورتیں بنائیں پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔

ان ارشادات ربانیہ سے معلوم ہوا کہ انسان اور بشر ایک ہی چیز ہیں۔ اور نوع انسان کی اصل اول آدمؑ ہیں اور آدم علیہ السلام کی اولاد آدمی ہوئی۔ اب آدمیوں کی دو صنف ہیں۔ ایک مذکر دوسری مونث۔ مذکر کو رجل کہتے ہیں اور مونث کو نساء ارشاد ہوتا ہے:

۳۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا اے آدمیو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس

رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ! (پ ۴ سورہ نساء)

نے تم کو ایک جان (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی (آدم) سے اس کی زوج (حضرت حوا) کو پیدا کیا۔ اور دونوں (حضرت آدم اور حضرت حوا) سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔

تو کتاب اللہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ بشر، انسان اور رجل ایک ہی چیز ہے۔ یہ سب مترادف اور ہم معنی الفاظ ہیں ان کا مسمّٰی ایک ہی ہے۔ کبھی اسے بشر کہا جاتا ہے تو کبھی انسان کبھی رجل کہا جاتا ہے تو کبھی بنو آدم، ذریت آدم یعنی آدمی۔

لوازم بشریت تمام رسول لوازم بشریت سے متصف تھے۔ مشرکین مکہ جب دیکھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے پیتے، چلتے پھرتے ہیں۔ یعنی بشر ہیں تو انگشت بدنداں ہو کر کہتے کہ یہ کیسا رسول ہے؟ یہ تو بشر ہے کھاتا پیتا ہے۔ رسول تو فرشتہ ہونا چاہیے تھا۔ یا کم از کم آپ کے ساتھ فرشتہ ہوتا جو فرائض نبوت انجام دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم بشریت کو رسالت کے منافی سمجھتے ہو اور حقیقت یہ ہے کہ رسول ہمیشہ آدمی ہی بھیجے گئے اور تم لوازم بشریت کھانے پینے وغیرہ پر متحیر ہو۔ اور جمیع رسول اسی طرح لوازم بشریت سے متصف رہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ ! (فرقان ع ۲ پ ۱۸)

اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب (کھانا) بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں (بھی) چلتے پھرتے تھے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ! (پ ۱۷ سورہ انبیاء ع ۳)

اور ہم نے (اے رسول مقبول) آپ سے پہلے

بھی کسی بشر کے لیے (دنیا میں) ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا۔ پھر اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ (یہاں) رہیں گے

دلیل ۱۲ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ! (فرقان ع ۵ پ ۱۹)

اور وہ اللہ ایسا ہے جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان اور سسرال والا بنایا اور آپ کا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ٥ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (روم ع ۲ پ ۲۱)

اور اسی (اللہ) کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اب تم بشر ہو پھیلتے پھرتے ہو اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اور تم میاں بیوی میں محبت اور رحمت پیدا کی

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ٥ (انبیاء رکوع اول پ ۱۷)

اور ہم نے آپ سے پہلے (رسول نہیں) بھیجے مگر آدمی کہ ہم ان کی طرف وحی بھیجتے تھے سو (اے منکرو) اگر تم کو (یہ حقیقت) معلوم نہیں تو اہل کتاب سے دریافت کر لو اور ہم نے ان رسولوں کے ایسے وجود نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ (ہی) وہ (حضرات) ہمیشہ رہنے والے تھے۔

یعنی وہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کھانا بھی کھاتے تھے اور وفات بھی پا گئے یا پا جائیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ بشر تھے اور خورد و نوش اور وفات

لوازماتِ بشریت ہیں۔ وہ ملک نہ تھے جو کھانے پینے سے بے نیاز اور قیامت تک ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ط

(رعد آخری رکوع پ ۱۳)

اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیئے (یعنی وہ سب بشر تھے شادیاں کرتے تھے اور ان کے اولاد بھی ہوتی تھی۔

ان تمام آیاتِ قرآنی سے یہ حقیقت معلوم ہو گئی کہ کھانا پینا، اور بازاروں میں بسلسلہ معاش چلنا پھرنا اور شادی بیاہ اور بال بچے، اور انتقال و وفات، یہ سب لوازم و خصائص بشریت ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر جتنے بھی نبی یا رسول بھیجے گئے وہ بشر تھے اور لوازم بشریت سے متصف!

حضورؐ بھی دوسرے انبیاءؑ و رسلؑ کی طرح نبیؐ اور رسول ہیں

دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوسرے انبیاءؑ و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح اللہ کے نبی اور رسول ہیں جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

(احقاف ع ۱ پ ۲۶)

آپ کہہ دیجئے میں دوسرے رسولوں سے (کوئی) انوکھا رسول نہیں ہوں۔

لہٰذا جس طرح دوسرے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ بشر تھے اور لوازم بشریت سے متصف، حضورؐ بھی بشر ہیں اور لوازم بشریت سے اسی طرح متصف ہیں۔ اگر کفارِ مکہ آپ کے کھانے پینے اور بازاروں میں چلنے پھرنے پر تعجب کرتے ہیں تو انہوں نے نہ نبوت کی حقیقت کو سمجھا ہے اور نہ حضور کی نبوت کو سمجھا ہے۔

یہ اُن کے فہم و فکر اور ذہن و تصور کا قصور و فتور ہے۔ ورنہ حقیقت تو صاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے رسل کی طرح اللہ کے ایک رسول ہیں اور جس طرح پہلے تمام رسول آدمی تھے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آدمی ہی ہیں۔

حضورؐ لوازم و خصائص بشریت سے متصف ہیں

دلیل ۶: يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ـــ !

(پارہ ۲۸ آغاز سورہ تحریم)

اے نبیؐ! جس چیز کو اللہ نے آپ کیلئے حلال کیا ہے۔ آپ (قسم کھا کر) اس کو (اپنے اوپر) کیوں حرام کرتے ہیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے صحیح بخاری میں شانِ نزول یوں منقول ہے کہ ازواج مطہرات کی تحریک پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ: میں پھر شہد نہ پیوں گا۔"

تو شرعی تکلیف حلّت و حرمت اور خورد و نوش، کھانا، پینا، لوازم و خصائص بشریت میں سے ہے۔ نور یا نوری مخلوق ملائکۃ اللہ نہ مکلّف ہیں۔ نہ وہ کھاتے پیتے ہیں، حتیٰ کہ جب وہ انسانی صورت میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے گھر آئے اور حضرت خلیلؑ نے انہیں انسان خیال فرما کر جلدی جلدی بچھڑا ذبح کر کے تل کر ان کے سامنے رکھا تو بھی انہوں نے ہاتھ تک نہ لگایا۔

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ط ـــ !

(پ ۱۲ سورہ ہود ع ۷)

جب ابراہیم (علیہ السلام) نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس تلے ہوئے بچھڑے تک نہیں بڑھتے تو ان سے توحش ہوئے اور دل میں ڈرنے لگے۔

دلیل ۹ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ! (پ ۲۱ سورۃ احزاب ع اول)

نبی مومنوں کے ساتھ خود ان کی ذات سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

اس آیت سے اور سورۃ پاک کی دوسری کئی آیات سے نیز سورہ تحریم وغیرہ سے نہایت واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ حضور کریمؐ کی ازواجِ مطہراتؓ ہیں جو اُمتِ مسلمہ کی واجب صد ہزار احترام مائیں ہیں اور شادی بیاہ لوازم بشریت میں سے ہے۔ نور یا نوری مخلوق ملائکہ میں شادی بیاہ اور نکاح و طلاق اور توالد و تناسل کا سلسلہ نہیں۔ تو ثابت ہو گیا کہ حضور بشر ہیں۔ خصوصاً جبکہ آپؐ کی ازواجِ مطہرات مومنوں مسلمانوں کی (جو بشر ہیں) مائیں ہیں۔

دلیل ۱۰ یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْہِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِہِنَّ ۔۔ ! (پ ۲۲ احزاب)

اے نبیؐ! اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی چادریں دسرے تھوڑی سی نیچی کر لیا کریں۔

اس آیت پاک سے معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہراتؓ کے ساتھ حضورؐ کی صاحبزادیاں بھی ہیں۔ جن کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر کسی ضرورت سے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو چادر سے سر اور چہرہ چھپا لیا کریں۔ اور یہ ثابت ہے کہ اولاد (بیٹے بیٹیاں) خصائص بشریت میں سے ہے۔ نور یا نوری مخلوق ملائکہ کی اولاد نہیں ہوا کرتی۔ لہٰذا حضورؐ کی بشریت ثابت ہو گئی۔

دلیل ۱۱ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۔! (پ ۲۲۔ احزاب ع ۵)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

رجالکم (تمہارے مردوں) کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی اولاد نرینہ سنِ بلوغ اور جوانی کو نہیں پہنچ سکی۔ حضورؐ کی مطلق الوبیت کی نفی نہیں کی جا رہی ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحبزادیوں کے باپ بھی ہیں، صغیر سن بچوں کے کے باپ بھی ہیں، صرف جوان مردوں کے باپ نہیں۔ تو جب حضورؐ چار صاحبزادیوں اور چار صاحبزادوں کے باپ ہیں تو بشر کیسے نہ ہوئے؟ کیا نور کی بھی کبھی اولاد ہوئی ہے؟ یا نوری مخلوق بھی صفتِ الوبیت سے متصف ہے۔؟

دلیل ۱۲ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (پ ۸۔ انعام۔ آخری رکوع)

آپ کہہ دیجئے بلاشبہ میری نماز اور میری ساری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

اس آیتِ کریمہ سے حضورؐ کی بشریت دو طرح ثابت ہے۔ ایک تو جینا مرنا، حیات و موت انسان کیلئے ہے۔ نوری مخلوق مثلاً فرشتوں کو قیامت تک موت نہیں۔ دوسرے حضورؐ اول المسلمین ہیں اور مسلمان بشر ہی ہوتے ہیں!

دلیل ۱۳ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّہُمْ مَّیِّتُوْنَ ۔! (رکوع آخر پ ۲۳)

تحقیق آپؐ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

اور یہ دُنیوی موت بشر کے لئے ہے۔ خورد و نوش، ازدواج و ذریت، اہل و عیال، ممات و وفات۔ جتنے بھی لوازم و خصائص بشریت ہیں سب ایک ایک کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔ لہٰذا حضورؐ کی بشریت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔

دلیل ۱۴ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولؐ

لِلنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ (پ۹ - اعراف ع۲۰) نبی اُمّی پر!

اس سے پہلے رکوع (۱۹) میں بھی حضورؐ کو نبی اُمّی کے لقب سے ملقب فرمایا گیا ہے۔ اُمّی اَن پڑھ کو کہتے ہیں۔ جس نے کسی استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ نہ کیا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی استاذ سے پڑھا کچھ نہیں۔ مگر پڑھایا پوری انسانیت کو ہے کہ

نبئ اُمّی وام الکتاب درس دہے

تو پڑھنا نہ پڑھنا بھی انسانی صفات سے ہے۔ نور یا نوری مخلوق کے پڑھنے نہ پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا!

دلیل ع۱۵ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا

بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے اور آپ پر احسانات کی تکمیل کردے۔ اور آپ کو سیدھے راستہ پر چلائے۔

اللہ رب العزت نے آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں اور کوتاہیاں (جو آپ کے مرتبۂ رفیعہ و منصب نبویہ کے اعتبار سے خطا اور کوتاہی کہی جاسکیں) بالکلیہ معاف فرمادیں۔

تو خطا (خواہ برائے نام ہی خطا کیوں نہ ہو) انسان ہی سے سرزد ہوسکتی ہے۔ نوری مخلوق ملائکہ خطا کرسکتے ہی نہیں، تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غفرانِ ذنوب کی جو بے مثال و بے نظیر بشارتِ عظمیٰ دی جارہی ہے اس سے حضورؐ کا بشر ہونا ثابت ہوگیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دلیل ع۱۶ يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ (پ۲۹ سورہ مزمل) اے کپڑے میں لپٹنے والے!

تو کپڑے انسان ہی کا لباس ہیں۔ اور بشر ہی کپڑے اوڑھتا ہے۔ جب آپؐ

کو رب العزت المزمل (کپڑا اوڑھنے والے) کے لقب سے یاد فرماتے ہیں تو آپؐ کی بشریت ثابت ہوگئی۔

دلیل ع۱۷ يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ! (پ ۲۹ - سورہ مدثر)

اے لحاف میں لپٹنے والے! اٹھو، پھر لوگوں کو ڈراؤ، اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو۔

ان آیات میں حضورؐ کی بشریت کے کئی دلائل ہیں۔ مثلاً لحاف، کمبل، کپڑے اوڑھنا، بشر کا خاصہ ہے۔

دلیل ع۱۸ بندوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والا بھی بندہ (بشر) ہی ہوگا۔

دلیل ع۱۹ کپڑوں کو پاک رکھنے کا سوال بھی انسان ہی سے متعلق ہے۔ غیر بشر کے لئے اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دلیل ع۲۰ غلاظت، گندگی اور پلیدی سے بُعد و اجتناب بھی بشر ہی سے متعلق ہے۔ غیر بشر کے لئے اس کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

ظرفِ نبوّت و رسالت بشریت و آدمیت ہی ہے

کفار و منکرین نبوت تو بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ نبوت کا ظرف آدمیت ہی ہے۔ تاجِ نبوت زیب سر اگر کرسکتا ہے تو آدمی اور تختِ رسالت پر اگر جلوہ گر ہوا ہے تو بشر۔ ارشاد ہوتا ہے۔

دلیل ع۲۱ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ

کسی انسان کو یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرمائیں!

ثُمَّ يَقُوْلُ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيّٖنَ ! (آل عمران ع ۸ پ ۳)

پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ لیکن وہ کہے گا، تم لوگ اللہ والے بن جاؤ۔!

دلیل ع ۲۲ | وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِيْمٌ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ——— ! شوریٰ آخری رکوع پ ۲۵)

اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے مگر تین طریقوں سے، یا تو القاء (فی القلب) سے یا پردے کے پیچھے سے یا فرشتہ کو بھیج دے کر وہ خدا کے حکم سے جو خدا چاہے وحی کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ بلند مرتبہ حکمت والا ہے اور اسی طرح ہم نے آپ کے پاس بھی (فرشتہ بھیج کر) اپنے حکم سے قرآن وحی کیا ہے۔

ان دونوں ارشاداتِ ربانی میں صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ بشر ہی کو نبوت و کتاب دی جاتی ہے۔ اور وحی بشر ہی کی طرف کی جاتی ہے۔ گویا ظرفِ نبوت و رسالت اور محلِ کتاب و وحی بشر ہی ہے۔

دوسرے ارشادِ خداوندی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحیِ قرآنی کا بیان بھی ہے۔ جس سے آپ کی بشریت بذریعہ دلالۃ النص ثابت ہو گئی۔ فرمایا ہم بشر پر بذریعہ فرشتہ وحی فرمایا کرتے ہیں۔ اور آپ پر بھی اسی طرح قرآن نازل فرمایا گیا ہے۔ ثابت ہو گیا کہ آپ بھی بشر ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دلیل ع ۲۳ | يٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِیْ ! (پ ۸ ع ۴ - اعراف)

اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں۔ میری آیات تم سے بیان کریں گے۔

اللہ کے رسول اولادِ آدم کی طرف آئے ہیں اور اولادِ آدم ہی سے آئے ہیں۔

دلیل ع ۲۴ | اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ! (مریم ع ۴ پ ۱۶)

اولادِ آدم میں سے یہ انبیاء (علیہم السلام) وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔

کتنی صراحت ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اولادِ آدم ہی سے ہیں۔

دلیل ع ۲۵ | وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ——— ! (حدید ع ۴ پ ۲۷)

یہ حقیقت ہے کہ ہم نے نوح اور ابراہیم (علیہما الصلوٰۃ والسلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اور ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب جاری رکھی۔

دلیل ع ۲۶ | وَجَعَلْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ! (عنکبوت ع ۳ پ ۲۰)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عنایت فرمایا اور ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب کا سلسلہ چلایا۔

مندرجہ بالا آیاتِ ربانی میں صاف صاف ارشاد فرما دیا گیا ہے کہ نبوت اور کتاب کا سلسلہ دنیا میں سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد و ذریت ہی سے چلا ہے اور جتنے بھی اللہ کے نبی اور رسول مبعوث ہوئے ہیں۔ آدم کی اولاد یعنی آدمی تھے۔ انسان تھے۔ بشر تھے علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

دلیل ع ۲۷ | وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ! (یوسف آخری رکوع پ ۱۳)

اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے جتنے رسول بھیجے سب آدمی تھے۔ ہم ان کی طرف وحی بھیجتے تھے۔

دلیل ع ۲۸ | وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا

اور ہم نے آپ سے پہلے (رسول بنا کر) نہیں بھیجا، مگر انسانوں کو معجزات اور

اهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۔ (نحل ع ۶ پ ۱۴)

کتابیں دے کر جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے پوچھ لو اور آپ پر بھی قرآن نازل کیا تاکہ جو مضامین لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ آپ کھول کر ان سے بیان کر دیں تاکہ وہ فکر کریں۔

ان آیاتِ قرآنی میں نہ صرف یہ تصریح ہے کہ جمیع رسُول اور محلِ و مہبطِ وحی رجال یعنی مرد تھے، آدمی تھے، بشر تھے، بلکہ یہ بھی ذکر فرما دیا گیا ہے کہ آپ بھی مہبطِ وحی ہیں۔ قرآنِ کریم آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

تو دلالۃ النص سے بھی ثابت ہو گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، رجل اور بشر ہیں۔

خلاصہ اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ محلِ وحی اور ظرفِ نبوت و رسالت اگر ہے تو بشر اور نوعِ البشر کے علاوہ نبوت و رسالت کا کوئی ظرف ہی نہیں۔ نہ کوئی فرشتہ بندوں کے پاس دُنیا میں نبی اور رسُول بن کر آیا اور نہ ہی جن۔ نہ کوئی اور مخلوق اس شرف سے مشرف اور اس اعزاز سے معزز ہوئی۔ جو بھی نبی اور رسُول مبعوث ہوا، انسان تھا، آدمی تھا، بشر تھا۔

لہٰذا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کے نبی ہی نہیں۔ خاتم النبیین ہیں۔ رسول ہی نہیں امامِ رسُل ہیں، سیدالمرسلین ہیں۔ بالیقین بشر ہیں۔ بنی آدم ہیں! اور رجلِ کریم ہیں۔

آپ کی بشریت کا انکار غیر شعوری طور پر گویا آپ کی نبوت اور رسالت کا انکار ہے۔ اگر آپ آدمی اور بشر نہیں تو معاذ اللہ لازمی طور پر نبی اور رسُول بھی نہیں۔ ثم معاذ اللہ۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے اور ضد، ہٹ اور تعصب چھوڑ کر قرآن کی روشنی و راہنمائی میں راہِ حق و ہدایت اور صراطِ صدق و صواب پر چلنے

کی توفیق ارزانی فرمائے (آمین)

دو ۲ مناظرے

آج اس عنوان پر مناظروں تک کے چیلنج کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ اس پر بہت قدیم سے مناظرے ہو چکے ہیں۔ کسی جدید مناظرہ کی حاجت نہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ان مناظروں کی پوری روداد عوام کے سامنے رکھ دی جائے۔ ہم کتاب اللہ سے اس عنوان پر دو مناظرے نقل کرتے ہیں۔

پہلا مناظرہ

پہلا مناظرہ ابتداء آفرینش عالم میں ہوا۔ ایک طرف ارضِ اللہ پر اللہ کے پہلے نبی سیدنا حضرت نوح اور سیدنا حضرت ہود اور سیدنا حضرت صالح وغیرہم علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور دوسری طرف ان کی کافر و نابنجار قومیں۔

حضرات انبیاء علیہم السّلام:

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ

ان کے پیغمبروں نے کہا، کیا تم کو، اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے وہ تم کو بُلا رہا ہے تاکہ تمہارے گناہ معاف کر دے۔ اور ایک وقت مقررہ تک تم کو حیات دے۔

کافر اقوام:-

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا

انہوں نے کہا تم تو محض ہم جیسے آدمی ہو کر ہمارے آباؤ اجداد جس چیز (غیر اللہ) کی

عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ عبادت کرتے تھے۔ اس سے ہم کو روک دو۔ سو ہمیں کوئی صاف معجزہ دکھلاؤ۔

حضرات انبیاء علیہم السلام

دلیل ۲۹ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ! (ابراہیم ع ۲ پ ۱۳)

ان رسولوں نے کہا، نہیں ہم مگر تمہارے جیسے آدمی لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان کرتا ہے اور یہ ہمارے بس کی بات نہیں کہ ہم تم کو کوئی معجزہ دکھلا سکیں خدا کے حکم کے بغیر اور اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔

غور فرمائیے! کتنا واضح مناظرہ ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام نے خدا کی ہستی پر دلیل قائم کرتے ہوئے فرمایا۔ تم شک بھی اس خدا کی ذات میں کرتے ہو۔ جو ارض و سما کا خالق ہے۔ پھر دنیا و آخرت میں تمہاری بھلائی چاہتا ہے۔ اس پر کج بحث لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح بشر ہو۔ ہم تمہاری بات نہیں مان سکتے ہاں اگر تم ہمارے پاس معجزہ لاؤ تو ہم تمہاری دعوت پہ غور کریں گے۔ اس پر حضرات انبیاء علیہم السلام نے واشگاف الفاظ میں فرمایا۔

اس میں کوئی شک نہیں اور تم بالکل سچ کہتے ہو کہ بشر ہونے میں تو ہم تمہاری طرح ہیں ولیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسانِ عظیم فرمایا ہے کہ ہمیں منصب رسالت پر فائز فرما دیا ہے۔ ہم تمہاری طرح بشر ہیں اور اللہ کے رسول بھی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ کے اذن و ارشاد کے بغیر از خود کوئی معجزہ دکھلا سکیں۔

سبحان اللہ! اپنی بشریت و نبوت کے ساتھ اپنی بے بسی، بے اختیاری اور

اللہ کی توحید کے ساتھ اس کی صفات غیبیہ اور اختیارات کلیہ کا کس قدر واضح بیان اور کھلا اعتراف ہے۔

ایک لطیفہ بعض فریب کار احباب سادہ لوح مسلمانوں کو فریب دینے اور ان کے جذبات سے کھیلنے کے لئے کہتے رہتے ہیں کہ "دیکھا کفار نے کہا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا نبیوں اور رسولوں کو بشر کہنا کفار کا پرانا شیوہ ہے۔ یہ مسلمانوں کا کام نہیں۔"

کاش یہ لوگ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ پر بس نہ کرتے اور وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى ساتھ پڑھنے کی تکلیف گوارا فرمالیتے۔ اللہ کے بندو! اگر کفار نے کہا تو کیا پھر معاً حضرات انبیاء علیہم السلام نے نہیں کہا نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کفار نے ایک حقیقت بیان کی حضرات انبیاء علیہم الصلوٰة والسلام نے فوراً اس کا اعتراف فرمالیا۔ اور جو غلط مطالبہ کیا اس کا انکار فرمادیا۔

کفار و مشرکین ہمیشہ خدا کو خالق و رزاق تسلیم کرتے آئے ہیں۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (لقمان ع ۳)
قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ، (یونس ع ۴)

تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم اللہ کی ہستی اور اس کی شانِ تخلیق و رزاقی کا انکار کردیں؟ کافر زمین کو زمین کہتے ہیں تو ہم آسمان کہنے لگ جائیں۔ کافر آسمان کو آسمان کہتے ہیں تو ہم اسے زمین کہنے لگیں۔ کافر اگر پاؤں سے چلتے ہیں تو کیا لوگ سر کے بل چلیں گے۔ اور وہ آنکھیں کھول کر دیکھتے ہیں تو چونکہ کافر آنکھیں کھول کر دیکھتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں۔ یہ شرفاء آنکھیں بند کرکے چلنا پھرنا شروع کردیں گے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۔

دوسرا مناظرہ

اب دوسرے مناظرے کی روداد ملاحظہ ہو۔ اس مناظرہ میں ایک طرف خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس ہے اور دوسری طرف کفار و مشرکین مکہ ہیں۔

کفار و مشرکین :۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۔

(پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل ع)

اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ جب تک آپ ہمارے لئے زمین میں سے کوئی چشمہ نہ جاری کر دیں یا آپ کے لئے کھجوروں اور انگوروں کا باغ نہ ہو۔ پھر اس باغ کے اندر جگہ جگہ بہت سی نہریں جاری کر دیں یا جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں۔ آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر گرا دیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں یا آپ کے لئے ایک گھر ہو سونے کا بنا ہوا یا آپ (ہمارے روبرو) آسمان پر چڑھ جائیں۔ اور ہم آپ کے (آسمان پر) چڑھ جانے کا بھی اعتبار نہ کریں گے جب تک کہ (وہاں سے) آپ ہمارے اوپر کتاب نہ اتار لائیں کہ ہم اسے پڑھیں۔

رسول کریم :۔

دلیل ۳۰ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ـــ !

آپ کہہ دیجئے سبحان اللہ! میں تو نہیں ہوں مگر ایک آدمی (اللہ کا) پیغام پہنچانے والا۔

کفار و مشرکین

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ـــ !

اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے اس کے سوا کسی بات نے منع نہیں کیا کہ انہوں نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا۔

رسول کریم :۔

دلیل ۳۱ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ! [1]

آپ کہہ دیجئے اگر زمین میں فرشتے ہوتے، اطمینان سے چلتے پھرتے تو البتہ ہم ان پہ آسمان سے فرشتے رسول بنا کر بھیجتے۔

سبحان اللہ! کتنا کامیاب مناظرہ اور مدلل مکالمہ ہے۔ حق کی شاندار فتح ہے اور باطل کی شرمناک شکست۔

خلاصہ :۔ اس مباحثہ و مکالمہ کا یہ ہے کہ کفار و مشرکین نے کہا کہ جب تک آپ ان سات امور میں کسی ایک کو معجزانہ طور پہ سرانجام نہ کریں گے۔ ہم آپ پہ ایمان نہیں لائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سبحان اللہ! (اللہ کے بندو! معجزہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ یہ فعل الٰہی ہے۔ اس کے حکم کے سوا نہیں ہو سکتا میں ایک انسان ہوں جس پہ اللہ تعالیٰ نے انعام و احسان فرمایا اور اپنا رسول بنا کر تمہارے پاس بھیج دیا۔ معجزہ میرے بس کی بات کہاں!) میں تو ایک بشر ہوں، رسول۔

اس پہ انہیں ایمان لانے اور دعوتِ حق قبول کرنے میں اور تو کوئی عذر مانع نہ ہوا۔ صرف یہ کہا کہ اچھا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو رسول بنا کر بھیجا۔ بھلا بشر بھی اس شرف و اعزاز کا مستحق تھا۔ یہ تاج تو نور کے سر پہ سجتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو

---

[1] بنی اسرائیل ع ۱۰ پارہ ۱۵

رسول بھیجنا ہی تھا تو نور کے سانچے میں ڈھلے ہوئے کسی فرشتہ کو بھیجتا۔

اس باطل نظریہ کو رسول خدا نے اس حجۃ اللہ سے ہباءً منثوراً بنا دیا کہ (اللہ کے بندو) اگر زمین میں ملائکہ آباد ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتا (انسانوں کے پاس رسول انسان ہی بھیجا گیا ہے۔ اس میں کیا استبعاد و انکار یا حیرت و استعجاب ہے (جب زمین فرشتوں کا مسکن ہی نہیں تو فرشتے کس کے پاس رسول بنا کر بھیجے جائیں۔

ایک اصول یہاں سے ایک اصول معلوم ہو گیا کہ مرسل اور مرسل الیہم میں مناسبت و مجانست ضروری ہے۔ جب مرسل الیہم بشر ہیں۔ تو رسول بھی بشر ہونا چاہیئے۔

ایک نکتہ ملائکہ سے متعلق مطمئنین کی قید سے یہ فائدہ ہے کہ زمین پہ ملائکہ مختلف مناصب اور ذمہ داریوں پر متعین ہو کر آتے تو رہتے ہیں۔ مگر اطمینان و آرام اور سکون و استقلال سے یہاں آباد نہیں ہوتے۔

ظرف ملکوتیت آسمان ہے مِنَ السَّمَاءِ کے بیان سے یہ حقیقت معلوم ہو گئی کہ نور اور ملکوتیت کا ظرف آسمان ہے، زمین نہیں۔

زمین ظرفِ انسانیت ہے زمین انسانیت کا ظرف ہے۔ مسکن بشریت ہے کرۂ ارض پہ انسان بستے ہیں۔ لہٰذا ان کی ہدایت کے لئے بشر اور انسان ہی کو ہمیشہ نبی اور رسول بنا کر بھیجا جاتا رہا ہے۔

معراج اور بشریت جس طرح ملائکہ کسی منصب پہ متعین ہو کر اپنا ظرف و مقام (آسمان) چھوڑ کر زمین پہ آ سکتے ہیں اور نزول الی الارض انہیں ملکوتیت سے خارج نہیں کرتا۔ اسی طرح اگر اللہ کے برگزیدہ رسول جو بشر

ہیں، اپنے ظرف و مقام مستقل (زمین) سے عارضی طور پہ آسمان پہ تشریف لے جائیں تو یہ صعود و عروج الی السماء انہیں بشریت سے خارج نہیں کرتا۔ ملک زمین پر اگر بھی ملک رہتا ہے اور بشر آسمانوں پہ جا کر بھی بشر ہی رہتا ہے۔

اس سے بعض جہلا کے اس شبہ و فریب کا ازالہ ہو گیا کہ "اگر نبی کریم بشر ہوتے تو آپ کو معراج کیسے ہوتا، کیا کوئی انسان بھی آسمان پہ جا سکتا ہے۔ اگر فرشتہ اپنے ظرف سے باہر ہو کر زمین پہ آ سکتا ہے تو بشر اور سید البشر ؐ اپنے مقام کو چھوڑ کر آسمان پہ کیوں نہیں جا سکتے۔

کتابُ اللہ میں اپنے متعلق نبی کریم ؐ کا دوسرا اعلانِ بشریت

دلیل ۳۲ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝ (خاتمہ سورۂ کہف پ ۱۶)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا بشر ہی ہوں میرے پاس بس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (برحق) معبود واحد ہے۔ سو جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی آرزو رکھے تو چاہیئے کہ نیک عمل کرتا رہے۔ اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

اپنی بشریت سے متعلق نبی کریم ؐ کا تیسرا اعلان

دلیل ۳۳ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ آپ کہہ دیجئے کہ میں بھی تم جیسا بشر ہی ہوں يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَّاحِدٌ مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود خدائے

فَاسْتَقِيْمُوْآ اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ (حٰم السجدہ ع ۱ اول پ ۲۴)

واحد ہے پس اسی معبودِ واحد کی طرف سیدھے رہو۔ اس سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرو اور مشرکین کے لئے بڑی خرابی ہے۔

بشریتِ انبیاء اور الوہیتِ خدا

اللہ اکبر! قرآن کریم میں تین مقامات پر نبی کریم کی زبان پاک سے آپ کی بشریت کا نص صریح سے اعلان موجود ہے اور تینوں جگہ آپ کی بشریت کے ساتھ اللہ واحد کی الوہیت و سبوحیت کا بیان ہے۔ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی توحیدِ کامل وحدت فی العبادت شانِ غفاری و سبوحیت اور قدرت کاملہ و اختیاراتِ تامہ کی صفاتِ عالیہ کے ساتھ نبی کی بشریت و عبودیت، بندگی و بے چارگی اور بے بسی و بے اختیاری کا غیر مبہم اقرار و اعتراف اور واضح ذکر و اعلان ہے۔

فرمایا:۔ اختیارات کا مالک وہی رب سبحان ہے۔ اور عبادت کا مستحق بھی وہی اللہ واحد! عبادت کرو تو اسی کی، دعا مانگو تو اسی سے اور استغفار کرو تو اسی کے آگے۔ میں تو تم جیسا بشر ہوں۔ میرا منصب و اعزاز یہ ہے کہ ربّ العزت مجھ پر وحی نازل کرتا ہے۔ اس نے مجھے رسول بنا کر تمہاری طرف مبعوث فرمایا ہے۔ میں اس کا رسول اور مہبطِ وحی ہوں۔ تمہارے لئے عمل صالح اور عبادتِ الٰہی میں نمونہ ہوں۔ اور میری حیاتِ طیبہ اور سنتِ مقدسہ میں تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور بس۔

اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام نے برملا فرمایا کہ اختیارات تمام تر اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔ ہمیں خدائی اختیارات میں سے کوئی حصہ و بہرہ نہیں ملا۔ ہم

اذنِ الٰہی اور حکمِ خدا کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہی احسان کیا کم ہے کہ اس نے ہمارے سر پہ تاجِ رسالت رکھ دیا ہے۔

افراط و تفریط کے درمیان راہ وسط و عدل

حضرات انبیاء و رسل کے بارے میں فکرِ انسانی نے عموماً دو طرح سے ٹھوکر کھائی ہے۔ بعض تو ان حضرات کو (العیاذ باللہ) خدا یا خدائی اختیارات کا مالک سمجھ بیٹھے اور بعض ایک عام انسان۔ مثلاً

یہود و نصاریٰ کا خیال عیسائی سیدنا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی انسانیت و بشریت کے منکر ہوئے اور ان کو خود خدا یا خدا کا جزء، خدا کا بیٹا اور خدائی صفات کا حامل اور اختیارات کا مالک سمجھ بیٹھے اور یہودی سیدنا حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہنے لگے۔

قولہ تعالیٰ:۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۔ (سورۃ توبہ پ ۱۰)

ہندو فلسفہ بھارت کے ہندو بھی اپنے راہنماؤں کو انسانیت سے پاک سمجھتے تھے۔ وہ انہیں خدا کا اوتار یعنی مجسم خدا سمجھتے تھے۔ جو انسان کا بھیس بدل کر زمین پر آگیا۔ وہ بتوں دیوتاؤں کو خدائی طاقتوں کا حامل اور اختیاراتِ ربانی کا مالک یقین کرتے تھے۔

کفار و مشرکین کا ذہن دوسری طرف بعض فریب خوردہ یا فریب کار انسانوں کی ایک جماعت کفار و مشرکین کا نظریہ و فکر یہ تھا کہ مدعیانِ نبوت عام آدمیوں کی طرح ایک آدمی ہیں انہیں نبوت کے اعزاز و رسالت کے شرف

سے معزز و مشرف ہونے کا کوئی استحقاق نہیں۔ انسانیت کی قیادت و ہدایت اور انسانوں کی رہنمائی و پیشوائی کے لئے کوئی فوق البشر ہستی ہونی چاہئے۔ رسالت و نبوت کے تخت و تاج کا مالک بشر نہیں، نور ہو سکتا ہے۔ ملائکہ کو عہدۂ نبوت پر متمکن ہونا چاہیئے۔ انسان اس قابل کہاں؟ بشریت رسالت کے منافی ہے۔

اسلامی نقطہ نظر اسلام نے اپنے فطری مزاج کے مطابق افراط و تفریط کی ان دو راہوں کے درمیان راہِ وسط و عدل پیش کی ہے۔

قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ نبی انسان ہوتا ہے۔ مطلق انسانیت میں دوسرے، انسانوں کی طرح۔ لیکن وہ خدا سے ہم کلام ہوتا ہے۔ رسول اللہ ہوتا ہے۔ لیکن الوہیت کے اوصاف اور خداوندی اختیارات سے محض بے بہرہ! وہ نہ خدا ہوتا ہے، نہ خدا کا جزء، نہ بیٹا نہ انسانی پیکر اور آدمیت کے جامہ میں خدا اسلام انسان کو خدا کا اوتار تسلیم کرنے سے ابا کرتا ہے۔ اسے اس تصور سے گھن آتی ہے۔ کہ وجودِ انسانی میں خدا حلول کر گیا۔ دینِ حق حلول و دخول کے اس آریائی فلسفہ کا قائل نہیں۔

رحمتِ حق، رحمتِ عالم، رحمۃ اللعٰلمین، انسانیت کے دائمی قائد و محسن صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہیں تین جگہ پر بر ملا اعلان فرمادیا کہ میں خلقت میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ (میرا فخر و شرف یہ ہے کہ) میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی وحی کا محل و مہبط۔

میں خدا ہوں نہ خدائی اوصاف سے متصف۔ میں خدا کا ایک بے اختیار و بے بس بندہ ہوں۔ معبودِ برحق، الٰہ واحد، عبادت اور بندگی کا واحد مستحق غافر الذنب، قابل التوب، سبوح و قدوس، تمام اختیارات، تمام قدرتوں اور تمام طاقتوں کا مالک، دعاؤں، التجاؤں، فریادوں کا سمیع و مجیب اور

۲۱

فریاد رس، وہی ذات احد ہے، اللہ الصمد!

رسول اور مرسل الیہم کی جنس ایک ہی ہے

ابھی "دوسرے مناظرہ" میں قرآن کریم سے یہ اصول معلوم ہو گیا ہے کہ مرسل اور مرسل الیہم میں مجانست ضروری ہے۔ اب قرآن کریم میں دیکھئے کہ رب العزت حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنین وغیرہ انسانوں کی جنس سے فرمارہے ہیں۔

دلیل ۳۴ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ! (آل عمران ع ۱۷، پ ۴)
درحقیقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا جب کہ ان میں رسول بھیجا، ان ہی کی جنس سے۔

دلیل ۳۵ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ! — (توبہ ع ۱۶ - پ ۱۱)
البتہ تحقیق تمہارے پاس ایک پیغمبر آیا ہے جو تمہاری جنس (بشر) سے ہے۔ تمہاری تکلیف آپ پر گراں گزرتی ہے۔ تمہاری بھلائی کا آپ کو بہت حرص ہے۔ آپ مومنوں پر بہت شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔

دلیل ۳۶ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ (پ ۱۱ یونس ع ۱)
کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کے پاس وحی بھیجی۔

دلیل ۳۷ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ — ! (پ ۲۶ - آغاز سورۂ قٓ)
بلکہ انہوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان ہی کی جنس (بشر) میں سے ایک ڈرانے والا پیغمبر آ گیا۔

دلیل ۳۸ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي
وہی اللہ ہے جس نے عرب کے عموماً ناخواندہ

الامیین رسولا منھم (پ۲۸ جمعہ ع ۱) لوگوں میں پیغمبر بھیجا۔ ان ہی میں سے۔

اس قسم کی آیات قرآن کریم میں اور بھی ہیں۔

دلیل ع۳۹ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ (اور قیامت میں) رسول کہیں گے۔ اے میرے قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑا ہوا تھا۔ (پ۱۹ - فرقان ۰)

معلوم ہوا کہ رسول کریمؐ اور منکرین و تارکین قرآن قریشِ مکہ ایک ہی قوم کے افراد ہیں۔ تو جب قریش مکہ بالاتفاق بشر ہیں تو پھر ان کے ہم قوم رسول حضور کریمؐ کیسے بشر نہ ہوں گے؟ صلی اللہ علیہ وسلم

دلیل ع۴۰ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (یونس - پ۱۱ - ع آخری) اور مجھ کو (من جانب اللہ) حکم ہوا ہے کہ میں مومنوں سے ہوں۔

دلیل ع۴۱ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ (پ۲۳ - زمر - ع ۲) اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ سب مسلمانوں میں اول میں ہوں۔

تو حضور کریمؐ جب مومنین و مسلمین میں سے ہیں بلکہ اول المسلمین ہیں تو آپ انسان (بشر) کس طرح نہ ہوں گے؟ جب دوسرے تمام مومن مسلمان بشر ہیں تو حضور بھی بشر ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔

ذات وصفات

ذات میں اتحاد مگر صفات میں بُعد المشرقین

نفس اور ذات کے اعتبار سے آپؐ دوسرے آدمیوں کی طرح ابنِ آدم ہیں۔ لیکن صفات کے لحاظ سے آپ کا مقام سب سے بلند ہے۔ آپ کا مرتبہ سب سے اعلیٰ اور بالا ہے۔ اور آپ عامۃ الناس تو کجا، کافۃ المسلمین تو کہاں، بالاولیاء و اصفیاء

بلکہ انبیاء و رسل سے بھی افضل و اشرف ہیں اور

؏ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کا مصداق ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی مقصد ہے آپکے ارشاد فی القرآن کا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ——— آپ کہہ دیجئے کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔

(پ۱۶ آخر سورۂ کہف و پ۲۴ سورہ حٰمٓ السجدہ کا رکوع اول)

تو یہ "مثلیت" نفس بشریت میں ہے نہ کہ فضائل و مراتب میں بشریت اور آدمیت میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے بشر اور آدمیوں کی مثل ہیں۔ لیکن کمالات و فضائل اور مدارج و مراتب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

؏ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

دلیل ع۴۲ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ (انعام - ع ۵ - پ ۷) اے رسول کریمؐ آپ کہہ دیجئے نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں اور نہ (ہی) میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

یہ مسلمہ اور متفقہ حقیقت ہے کہ

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مخلوق ہیں۔ اور

۲۔ مخلوق ربانی میں برتر مقام اور اعلیٰ درجہ ذی العقول کا ہے۔

۳۔ ذوالعقول میں جن بھی شامل ہیں جو کمتر حیثیت رکھتے ہیں اور اس بحث میں ان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۴۔ باقی رہے انس اور ملک، بشر اور فرشتے۔

۵. کتاب اللہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے اپنے ملک ہونے کی نفی کرائی جارہی ہے۔ تو اب آپ کی بشریت کے انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ذوالعقول کے افراد تین ہیں۔ جن، ملک اور بشر۔ جن کا درجہ اور مقام فروتر ہے۔ ملک حضورؐ نہیں تو لازمی طور پر آپ بشر ہوگئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

دلیل ۴۳ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ (سب کو) پیدا کیا۔ انسان کو خون بستہ سے مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ پیدا فرمایا۔ پڑھیے! اور آپ کا پروردگار سب الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ سے (معزز) معظم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ ۔! سے تعلیم دی۔ اور انسان کو وہ باتیں سکھلائیں جو وہ نہ جانتا تھا (پ ۳۰۔ سورہ اقرأ)

اس اولین وحی محمدی میں جسے تنزیل قرآنی کی تمہید کہا جا سکتا ہے۔ دو دفعہ انسان کا لفظ موجود ہے۔ رب العزت کی صفتِ تخلیق کا شاہکار فرمایا جارہا ہے تو انسان کو! اور اس کی شانِ تعلیم و ربوبیت کا مظہر اتم تبلایا جارہا ہے تو انسان کو!

اگر حضور صلی اللہ علیہ (معاذ اللہ) انسان نہیں تو یہ پہلی وحی قرآنی میں انسان کے اس بار بار ذکر و بیان سے مطلب اور فائدہ؟ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں۔ اسی لئے تو انسان کی خلقت اور علمیت کی نسبت اپنی طرف فرما کر رب العزت بشر کی عظمت و توقیر بڑھا رہے ہیں۔ جس سے سید البشر کی تسکین اور حوصلہ افزائی و دلداری ہو سکتی ہے۔

اگر معاذ اللہ! حضور انسان نہیں تو صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پہ تاجِ نبوت

رکھتے اور آپ کو تختِ رسالت پر بٹھاتے وقت انسان کی عظمتِ شان و جلالتِ قدر کے ذکر و بیان کا کوئی موقع محل ہے نہ فائدہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اگر حضور بشر نہیں اور خلقی طور پر نور ہیں۔ تو آپ کو نبوت و رسالت کا منصب جلیل و اعزاز عظیم عطا فرماتے وقت نور ہی کی تخلیق اور نور ہی کی علمی فضیلت کا تذکرہ اور نور ہی کی عظمت و شان و جلالتِ قدر کا اشارہ فرمایا جاتا، نہ کہ انسان کا۔

دلیل ۴۴ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ آپ کہیے کہ میں آدمیوں کے پروردگار آدمیوں مَلِكِ النَّاسِ إِلَٰهِ النَّاسِ مِنْ کے بادشاہ، آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي ہوں۔ وسوسہ ڈالنے پیچھے ہٹ جانیوالے شیطان يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ کے شر سے جو آدمیوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ! (پ ۳۰ سورہ الناس) ہے۔ خواہ (وسوسہ ڈالنے والا) جن ہو یا آدمی ہو۔

اس ارشادِ ربانی میں ایک دو تین چار نہیں۔ پورے پانچ دفعہ الناس کا لفظ موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جارہا ہے۔ کہ آپ آدمیوں کے پروردگار آدمیوں کے بادشاہ اور آدمیوں کے معبود کی پناہ لیں۔ اب جب آپ خود آدمی نہیں (معاذ اللہ) تو آدمیوں کے پروردگار، آدمیوں کے بادشاہ اور آدمیوں کے معبود آپ کی پناہ طلبی کے کیا معنی؟ پھر آپ اس شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ لیتے ہیں۔ جو یوسوس فی صدور الناس، آدمیوں کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ تو جب آپؐ (معاذ اللہ) آدمی ہی نہیں تو آپ کو شیطان کے شر سے کیا خطرہ؟ اور اس سے بچنے کے لئے الٰہ الناس کی پناہ میں آنے کی کیا ضرورت؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً آدمی ہیں اور شیطان آدمیوں کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ اس لئے حضورؐ اس کے شر سے بچنے کے لئے آدمیوں کے رب کی پناہ لیتے ہیں۔

حضورؐ کی عبدیت

عبد :- بشر کے لئے ایک اور لفظ بھی مستعمل ہے، عبد، قرآن وحدیث میں اس کا استعمال عام ہے۔ لغت میں بھی عبد بمعنی انسان ہے۔ چنانچہ!

قاموس میں ہے العبد الانسان حراً کان او رقیقاً (عبد کے معنی ہیں انسان خواہ آزاد ہو یا غلام)

المنجد (عربی اردو) میں ہے، العبد الانسان، غلام

لغت سے ثابت ہوگیا عبد اور انسان ہم معنی ہیں اور مترادف الفاظ ہیں۔

لطیفہ | یہ لطیفہ بھی کتنا دلچسپ ہے کہ ہر مسلمان دل سے گواہی دیتے ہوئے کہتا ہے

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

تو حضورؐ کی رسالت کی شہادت سے پہلے حضورؐ کی عبدیت کی شہادت ہے۔ اور اس اقرار واعلان کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ کہ حضورؐ اللہ کے بندے ہیں۔ مگر ایک ہمارے "مہربان" ہیں کہ وہ کہتے ہیں جو حضورؐ کو اللہ کا بندہ (بشر) کہے وہ کافر و بے ایمان ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ گویا عربی زبان میں جب تک حضورؐ کو کوئی عبد نہ کہے وہ کافر ہے۔ مگر اسی عبد کا ترجمہ اردو میں کر کے جب حضورؐ کو کوئی بندہ کہدے تو وہ کافر ہے۔

اب قرآن کریم سے حضورؐ کی عبدیت و بشریت کے دلائل ملاحظہ ہو۔

دلیل ۴۵ | سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے

بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا ! (پ ۱۵ آغاز سورہ بنی اسرائیل) کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسراء ومعراج کا بیان ہے۔ اور اس میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ عبد استعمال فرمایا ہے۔ یعنی بندہ انسان۔

دلیل ۴۶ | اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ! (پ ۱۵ آغاز سورہ کہف) — تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرہ بھی کجی نہیں رکھی۔

دلیل ۴۷ | تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (پ ۱۸ فرقان) — بڑی بابرکت ذات ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ جہاں والوں کو ڈرائے

دلیل ۴۸ | هُوَ الَّذِیْ يُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ! (پ ۲۷ - حدید) — وہ (اللہ) ہے جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر صاف صاف آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ وہ تم کو (کفر وجہل کی) تاریکیوں سے نور اسلام کی طرف نکال لائے۔

دلیل ۴۹ | وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا (پ ۲۹ سورہ جن) — اور جب خدا کا بندہ کھڑا ہو کر خدا کو پکارتا ہے تو یہ (کافر) لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگانے کو ہوجاتے ہیں۔

دلیل ۵۰ | فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ! (پ ۲۷ سورہ نجم ع ۱) — پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی۔

تو قرآن پاک سے پچاس دلائل کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت و انسانیت ثابت ہوگئی والحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً۔ اور یہ پچاس پر

حضر نہیں ہے۔ اگر زیادہ تعمق و تجسس کی نگاہ سے دیکھا جائے تو کتاب اللہ سے بہت زیادہ دلائل مل سکتے ہیں۔ مگر ؎

دریا مٹے خوں بہانے سے اے چشم فائدہ — دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

نور ہدایت

یہ یاد رہے کہ جس نور کی نفی کی جا رہی ہے وہ خلقت کے اعتبار سے نور ہے۔ یعنی آپ بشر کے مقابلے میں نوری مخلوق نہیں ورنہ صفت کے اعتبار سے تو آپ نور ہیں۔ نورٌ علیٰ نور ہیں۔ بلکہ منیر ہیں۔ دنیا کو نور بنانے والے ہیں۔

قرآن میں قرآن کو بھی تو نور فرمایا گیا ہے۔ تو جس معنیٰ میں کلام پاک نور ہے اسی معنیٰ میں رسول پاک نور ہیں۔ یعنی نور ہدایت۔ کون ہے جو آپ کو نور ہدایت ماننے سے انکار و انحراف کرے۔ ظلمت کدۂ عالم منور اور پر نور ہوا تو آپ ہی کے نورِ ہدایت سے!

عبدیت پہلے رسالت بعد میں

ابھی صہ ۳۰۷ پہ عرض کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی رسالت کی شہادت سے پہلے عبدیت کی شہادت ہے۔ اس سلسلہ میں خود حضور ﷺ کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

۱. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رض کو تشہد کی تعلیم دے رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا۔

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُهٗ وَعَبْدُهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كُنْتُ عَبْدًا قَبْلَ اَنْ اَكُوْنَ رَسُوْلًا قُلْ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (حضرت) محمد اللہ کے رسول اور بندے ہیں۔ اس پہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں (اللہ کا) رسول ہونے سے پہلے اللہ کا بندہ تھا۔ تم (واشہدان محمداً رسولہ وعبدہ کی بجائے) واشہدان محمداً

وَرَسُوْلُهٗ ؎۱ — عبدہٗ ورسولہٗ کہو۔

۲۔ ارشاد فرمایا:- يَآ اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ قَدْرِیْ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدِ اتَّخَذَنِیْ عَبْدًا قَبْلَ اَنْ يَّتَّخِذَنِیْ نَبِيًّا ؎۲

اے لوگو! تم میرے (واقعی) درجہ سے مجھے بڑھا چڑھا نہ دو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا نبی بنانے سے پہلے (اپنا) بندہ بنایا۔

۳:- فرمایا۔ لَا تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ حَقِّیْ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدِ اتَّخَذَنِیْ عَبْدًا قَبْلَ اَنْ يَّتَّخِذَنِیْ رَسُوْلًا ؎۳

تم مجھے میرے حق سے بڑھا چڑھا نہ دو۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے (اپنا) رسول بنانے سے پہلے (اپنا) بندہ بنایا۔

؎۱ کنز العمال ج ۸ ص ۱۰۲ ؎۲ ایضاً ج ۳ ص ۲۷۰ ؎۳ ایضاً

ارشاداتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت

کے

چالیس دلائل

کتاب اللہ کے بعد احادیث رسول کا درجہ و مقام ہے۔ لہٰذا اب ہم حضورؐ کے ارشادات سے حضورؐ کی بشریت کے دلائل پیش کرتے ہیں

احادیثِ شریفہ

کتاب اللہ کے بعد سنتِ رسول دین میں حجت ہے۔ اب ارشاداتِ رسول احادیثِ صحیحہ ملاحظہ ہوں کہ کس طرح غیر مبہم الفاظ میں حضرت نے اپنی بشریت و انسانیت کا اقرار و اظہار فرمایا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

دلیل نمبر ۱ ام المومنین حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما انا بشر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تو ایک انسان ہوں.

اور تم اپنے جھگڑے میرے سامنے پیش کرتے ہو اور شاید گفتگو میں تم میں سے بعض البعض سے زیادہ فصیح (اللسان) ہو۔ اور میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں پس اگر میں اس کے لئے اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا فیصلہ کر دوں تو وہ اس کو ہرگز نہ لے کیونکہ (اس صورت میں) اس کو آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں (صحیح بخاری صحیح مسلم[1])

مطلب یہ ہے کہ میں ایک بشر ہوں اور بشر غیب اور امور و معاملات کی باطنی حقیقت سے عموماً باخبر نہیں ہوتا۔ جب تک اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی حقیقت پر مطلع نہ فرمائیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی لسان و طرار اور زبان آور آدمی کے بیان اور غلط شہادت کے پیش نظر کسی مسلمان کا حق دوسرے کے حوالے کر دوں تو وہ یہ نہ سمجھے کہ میرے فیصلے سے وہ چیز اس کے لئے حلال ہو گئی۔ قطعاً نہیں بلکہ وہ اس کے لئے آگ کا ایک انگارہ ہے۔ اسے چاہیئے کہ اسے نہ لے۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب الاقضیہ والشہادت۔

غور فرمائیے! جو مبارک الفاظ قرآن کریم میں ہیں۔ وہی الفاظ اس ارشادِ رسول میں ہیں۔ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ !

دلیل نمبر ۲: حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعت نماز پڑھی۔ عرض کیا گیا: کیا نماز زیادہ ہوگئی؟ ارشاد فرمایا: کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی ہے۔ پس آپ نے دو سجدے فرمائے۔ اور ایک روایت میں ہے۔

قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِىْ ! (متفق عليه) [1]

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں۔ میں بھی بھول جاتا ہوں، جیسا کہ تم بھول جاتے ہو۔ پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلایا کرو۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اللہ اللہ! کس قدر واضح ارشاد ہے۔ بشریت کا اس سے زیادہ پرزور انداز میں اقرار و اعلان ممکن ہی نہیں اور پھر الفاظ بالکل قرآنی ہیں۔

دلیل نمبر ۳: حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اول اول) مدینہ تشریف لائے اور اہل مدینہ کھجوروں میں تابیر[2] کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: تم کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا، ہم اسی طرح کیا کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ اگر تم ایسا نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔ پس انہوں نے تابیر ترک کر دی تو اس سال کھجوروں پر پھل کم آیا۔ لوگوں نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔

فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا

تو ارشاد فرمایا میں تو ایک انسان ہی ہوں

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب السہو [2] اہلِ مدینہ مادہ کھجوروں میں نر کھجوروں کے پھول ڈالتے تھے کہ پھل زیادہ آئیں۔ اسے تابیر کہتے ہیں۔

اَمَرْتُكُمْ بِشَىْءٍ مِّنْ اَمْرِ دِيْنِكُمْ فَخُذُوْا بِهٖ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَىْءٍ مِّنْ رَّاْيِىْ فَاِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ ! (رواه مسلم) [1]

جب میں تمہیں دینی امور میں کسی بات کا حکم دوں تو اس کو قبول کیا کرو۔ اور جب (خاص دنیوی معاملہ میں) اپنی عام انسانی رائے سے کوئی امر کروں تو سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک انسان ہوں۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

یعنی امورِ دین و معاملات شرع میں آپ کا ہر امر و ارشاد (منجانب اللہ) ہوتا ہے اور اس کا مدار وحی و الہام یا ملکۂ نبوت پر ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ بہرحال واجب التعمیل ہے۔ لیکن دنیاداری سے متعلق امور، مثلاً کھیتی باڑی، علاج معالجہ وغیرہ میں آپ کا ارشاد جو آپ کی عام انسانی رائے پر مبنی ہوتا ہے۔ فقط مشورہ اور رائے کی حیثیت رکھتا ہے۔

دلیل نمبر ۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ! (متفق عليه) [2]

قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار میں ہوں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

دلیل نمبر ۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ (رواه مسلم) [3]

قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار میں ہوں اور سب سے پہلے میری قبر کھول جائے گی اور پہلا شفاعت کرنے والا میں ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ [2] مشکوٰۃ المصابیح باب الحوض والشفاعۃ [3] ایضاً باب فضائل سید المرسلین۔

دلیل ۶ / ۵۶ حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انا سید ولد آدم یوم القیمة ولا فخر ! (رواہ الترمذی[۱])

میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر و مباہات کے طور پر نہیں کہہ رہا۔ (بلکہ اظہارِ عقیدت اور تحدیث نعمت کے طور پر کہہ رہا ہوں)

دلیل ۷ / ۵۷ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انا اول الناس خروجاً اذا بعثوا وانا اکرم ولد آدم علی ربی ! (رواہ الترمذی والدارمی[۲])

جب قیامت میں لوگ کھڑے ہوں گے تو میں سب انسانوں سے پہلے (قبرِ اقدس سے) اٹھوں گا اور میں عند اللہ تمام اولادِ آدم سے زیادہ بزرگ ہوں۔

دلیل ۸ / ۵۸ ترمذی، طبرانی، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی نے (دلائل میں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک طویل حدیث میں) فرمایا۔

وانا اتقی ولد آدم واکرمهم علی اللہ تعالیٰ ولا فخر ! [۳]

میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولادِ آدم سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ بزرگ ہوں اور یہ فخر کی بات نہیں ہے۔

احادیث بالا میں سید الناس، سید ولد آدم، اول الناس، اکرم ولد آدم اور اتقیٰ ولد آدم کے الفاظ شریفہ حضرت انسان اور آدم ہونے پر واضح دلالت کر رہے ہیں۔ آپ دنیا اور آخرت میں تمام بنی آدم کے سید اور تمام انسانوں کے سردار ہیں

[۱] ایضاً [۲] مشکوٰۃ المصابیح باب الحوض والشفاعۃ [۳] تفسیر روح المعانی تفسیر آیۃ انما یرید اللہ لیذہب

صلی اللہ علیہ وسلم۔

دلیل ۹ / ۵۹ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

سلوا اللہ لی الوسیلة قالوا یا رسول اللہ وما الوسیلة قال اعلی درجة فی الجنة لاینالها الا رجل واحد وارجوا ان اکون انا هو (رواہ الترمذی[۱])

تم میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعا کرو۔ عرض کیا یا رسول اللہ (وسیلہ) کیا ہے؟ فرمایا جنت میں اعلیٰ درجہ ہے اسے ایک ہی آدمی پائے گا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ میں وہی آدمی ہوں۔

دلیل ۱۰ / ۶۰ حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے (بنی ولدِ اسمٰعیل) حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے کنانہ کو چن لیا۔ اور کنانہ سے قریش کو منتخب فرمایا اور قریش سے بنی ہاشم اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔ اسے مسلم نے روایت کیا اور ترمذی کی روایت ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم (علیہ السلام) سے اسمٰعیل علیہ السلام کو چن لیا اور اولادِ اسمٰعیل میں سے بنو کنانہ کو منتخب کیا[۲]

دلیل ۱۱ / ۶۱ حضرت عباس رضؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں؟ صحابہ رضؓ نے عرض کیا۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا

انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ خلق الخلق

میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے خلق (جن انس) کو پیدا کیا

[۱] مشکوٰۃ المصابیح باب الحوض والشفاعۃ [۲] ایضاً باب فضائل سید المرسلین۔

فجعلنی فی خیرھم ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقۃً ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃً ثم جعلھم بیوتاً فجعلنی فی خیرھم بیتاً فانا خیرھم نفساً وخیرھم بیتاً ۔ ! (رواہ الترمذی لہ)

پس مجھے ان میں سے بہتر (انسانوں) میں سے بنایا۔ پھر انسانوں کو دو فرقے (عرب عجم) بنایا سو مجھے ان میں سے بلحاظ فرقہ بہتر (عرب)، میں سے بنایا۔ پھر ان کے قبائل بنائے سو مجھے باعتبار قبیلہ ان میں سے بہتر (قریش)، میں سے بنایا۔ پھر قریش کے خاندان بہتر (بنی ہاشم) میں سے بنایا۔ پس میں ذات کے لحاظ سے بھی سارے انسانوں میں سے بہتر ہوں۔ اور نسب کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہوں۔

ان دو احادیث کریمہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ آپؐ اولاد ابراہیمؑ اور اولاد اسماعیلؑ میں سے ہیں۔ آپ اولادِ آدمؑ ہیں۔ انسان ہیں اور سارے انسانوں سے ذاتی اور نسبی طور پر اعلیٰ اور افضل ہیں۔ نہ صرف آپ تمام انسانوں سے افضل ہیں بلکہ جس خاندان، جس قبیلے اور جس فرقے سے آپ کا تعلق ہے وہ خاندان سب خاندانوں سے، وہ قبیلہ سب قبیلوں سے اور وہ فرقہ سب فرقوں سے افضل و اشرف ہے۔

دلیل ۱۲/۶۲ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو آدمی حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ سے کچھ (اس قسم کی) گفتگو کی جس نے حضورؐ کو غضب ناک کر دیا۔ پس آپ نے ان پر لعنت کی جب وہ چلے گئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور تو ہر آدمی خیر سے کچھ نہ کچھ بہرہ یاب ہو گا لیکن ان کے پلے میں تو خیر سے کچھ بھی نہ رہا۔ فرمایا یہ کیا بات ہے۔

لہ مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین

میں نے عرض کیا۔ آپ نے ان پر لعنت فرمائی۔ فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں نے اپنے رب سے عہد ٹھہرا رکھا ہے میں نے (بارگاہِ رب العزت میں) کہا۔

۲۲

اللھم انما انا بشرٌ ! اے میرے اللہ! میں بشر ہی تو ہوں۔

پس اگر میں کسی مسلمان کو لعنت یا سب کر دوں تو آپ اسے اس کے حق میں باعثِ اجر و تطہیر بنا دیجیے۔

دلیل ۱۳/۶۳ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللھم انما انا بشرٌ ..! الٰہی میں ایک بشر ہی تو ہوں۔

دلیل ۱۴/۶۴ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللھم انما انا بشر... ! الٰہی سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک انسان ہوں۔

دلیل ۱۵/۶۵ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللھم انی اتخذ عندک عھدا لن تخلفنیہ فانما انا بشر ! الٰہی میں نے آپ سے عہد لے رکھا ہے آپ اس کے خلاف نہ فرمائیں پس میں تو ایک آدمی ہوں۔

دلیل ۱۶/۶۶ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔

اللھم انما محمد بشر یغضب کما یغضب البشر ۔ ! الٰہی سوائے اس کے نہیں کہ محمد ایک بشر ہے وہ غصے میں بھی آتا ہے جیسے (دوسرے) انسان غصے میں آتے ہیں۔

دلیل ۱۷/۶۷ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ ! میں تو صرف ایک بشر ہوں۔

دلیل نمبر ۱۸/۶۹ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ (آپ کی والدہ محترمہ) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے عرض کیا۔

انما انا بشر ارضی کما یرضی البشر و اغضب کما یغضب البشر۔۔ ! سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں میں خوش ہوتا ہوں جس طرح بشر خوش ہوتے ہیں اور میں ناراض بھی ہوتا ہوں جیسے بشر ناراض ہوتے ہیں۔

پس اپنی امت میں سے کسی کے خلاف ایسی دعا کروں جس کا وہ مستحق نہیں تو آپ اس کو اس کے لئے طہارت و پاکیزگی اور قربت بنا دیجئے۔ جس قربت سے وہ قیامت کے دن آپ کے قریب ہو سکے[1]

غور فرمائیے! ان ارشادات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح مختلف عنوانات اور اسالیب کے ساتھ اپنی بشریت کو واضح فرمایا ہے۔

للھم انما انا بشر۔ فانما انا بشر۔ اللھم انما محمد بشر۔ انما انا بشر

جتنے انداز اور صیغے ممکن تھے، ہر انداز اور ہر صیغے سے آپ نے اپنی بشریت کا اعلان فرمایا اور ہر جگہ ہر صورت اور ہر طریق و اسلوب میں انما کلمہ حصر کے ساتھ جس طرح کلمہ حصر کے ساتھ اللہ کی واحدانیت کو پیش فرمایا۔ مثلاً

انما الھکم الہ واحد - اسی طرح کلمہ حصر کے ساتھ اپنی بشریت کو پیش فرمایا قرآن کریم میں بھی اور اپنے ارشادات میں بھی! مثلاً قرآن کریم قل انما انا بشر مثلکم پھر کس قدر صراحت و وضاحت سے اس مثلیت کو پیش فرمایا کہ جس طرح دوسرے بشر خوش ہوتے ہیں اسی طرح خوش ہوتا ہوں۔ اور جس طرح دوسرے بشر

[1] یہ تمام روایات صحیح مسلم کتاب البر والصلہ باب من لعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔

ناخوش و ناراض ہوتے ہیں۔ اسی طرح میں بھی ناخوش و ناراض ہوتا ہوں۔

اللہ اللہ! کس غیر مبہم انداز و اسلوب سے نفس بشریت میں اپنا دوسروں کی مثل ہونا واضح فرمایا۔ کہیں کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ میں برائے نام اور بظاہر بشر ہوں اور حقیقت میں کچھ اور ہوں۔ جیسے بعض جہلا نے کہا ہے کہ۔

؎ محمد سر مخفی ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ارشادات میں اس فریب کا پردہ چاک فرما کر حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان فرما دیا کہ محمدؐ صرف بظاہر بشر نہیں، در حقیقت بھی بشر ہے۔ اور برائے نام بشر نہیں بلکہ اوصاف و لوازم بشریت میں بھی دوسرے انسانوں کے ساتھ شریک ہے۔ جس طرح دوسرے بشر خوش اور ناخوش ہوتے ہیں اسی طرح محمدؐ بھی خوش اور ناخوش ہوتا ہے۔

یغضب کما یغضب البشر ! صلی اللہ علیہ وسلم

دلیل نمبر ۱۹/۶۹ حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے۔ فرمایا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پانی کے موقع پر جسے خم کہا جاتا ہے۔ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی۔ پھر وعظ تذکیر فرمائی۔ پھر فرمایا۔ اما بعد

اَلَا یَآ اَیُّھَا النَّاسُ فَاِنَّمَا اَنَا بشر یوشك ان یاتی رسول ربی فاجیب انی تارك فیکم ثقلین

خبردار! اے لوگو سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک بشر ہوں۔ قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد (ملک الموت پیغام وفات لے کر) آ جائے اور میں قبول کر لوں (یعنی میں وفات پا جاؤں)، بلاشبہ میں

ادلھما کتاب اللہ فیہ الھدیٰ والنور فخذ وا بکتاب اللہ واستمسکوا۔ (رواہ مسلم [1])

تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑ جاتا ہوں۔ ان میں سے ایک کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس تم کتاب اللہ کو (مضبوطی سے) پکڑو اور اس سے تمسک کرو۔

قربان جایئے حضور پاک کے (صلی اللہ علیہ وسلم) کس طرح اپنی بشریت کو بیان فرما رہے ہیں (کہ جس طرح دوسرے بشر وفات پا جاتے ہیں اسی طرح) میں بھی ایک دن داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر جامِ وفات پی لوں گا۔

دلیل نمبر ۲۰ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم اذان سنو تو جس طرح موذن کہتا ہے تم بھی اسی طرح کہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو کہ جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجے گا۔ پھر میرے لئے اللہ سے "وسیلہ" کی دعا کرو۔ "وسیلہ" جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے۔

لا ینبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجوان اکون انا ھو۔

وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کے لائق ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہوں گا۔

پس جس نے میرے لئے وسیلہ کی دعا کی۔ اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی [2]

دلیل نمبر ۲۱ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تہجد گزاری۔ یہاں تک کہ آپؐ کے قدمین شریفین متورم ہوگئے۔ آپؐ سے عرض کیا گیا آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں۔ حالانکہ آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ سب بخشے جا چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب اہلبیت النبیؐ [2] ایضاً باب فضل الاذان۔

افلا اکون عبداً شکوراً۔ (متفق علیہ [1])

کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

دلیل نمبر ۲۲ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور فرمایا۔

انّ عبداً اختیرہ اللہ۔

بلاشبہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ دنیا کے حسن و بہار میں سے جو چاہے اللہ اسے عطا فرمائے یا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں نعمتیں ہیں وہ پائے تو اس بندے نے وہ اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے (لوگوں کو بعد میں معلوم ہوا کہ) وہ اختیار حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیا گیا تھا۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا [2]۔

اَدعیہ نبویہ

دلیل نمبر ۲۳ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی، حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مسند احمد اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھ کر تین بار کہا کرتے۔

اللھم قنی عذابک یوم تبعث عبادک [3]

الٰہی جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا اس دن مجھے اپنے عذاب سے بچا۔

اس دعا میں حضورؐ اپنے آپ کو بھی عباد اللہ میں شامل کرکے قیامت کے دن

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب التحریض علی اقیام اللیل [2] ایضاً باب وفات النبیؐ [3] مشکوٰۃ المصابیح باب ما یقول عند الصباح والمساء والمنام۔

عذاب سے بچاؤ کی دعا مانگ رہے ہیں۔

دلیل نمبر ۲۴/۷۴ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تشہد میں دعا مانگا کرتے تھے۔

اللہم انی اعوذبک من عذاب القبر واعوذبک من فتنۃ المسیح الدجال واعوذبک من فتنۃ المحیا والممات اللہم انی اعوذبک من المأثم والمغرم (متفق علیہ[2])

اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور دجال کے فتنہ اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ الٰہی میں قرض اور گناہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

عذاب قبر، فتنہ دجال، فتنہ حیات و ممات اور گناہ اور قرض انسانوں سے ہی متعلق ہیں۔ حضرتؐ ان سب سے خدا کی پناہ مانگ رہے ہیں۔ تو حضورؐ کی بشریت ثابت ہوگئی۔

دلیل نمبر ۲۵/۷۵ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے۔

اللہم انی اعوذبک من الہم والحزن والعجز والکسل والجبن والبخل وضلع الدین وغلبۃ الرجال (متفق علیہ[3])

الٰہی میں غم و اندوہ سے اور عاجزی و کاہلی سے بزدلی اور بخیلی سے اور قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

دلیل نمبر ۲۶/۷۶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی میں سستی و کاہلی اور انتہائی بڑھاپے اور قرض اور گناہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میں آگ کے عذاب سے

[1] ایضاً باب الدعا فی التشہد [2] مشکوٰۃ باب الاستعاذہ

آگ کے فتنہ سے، قبر کے فتنہ سے، قبر کے عذاب سے، دولت کے فتنہ سے، افلاس کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے اور میرے دل کو ایسا پاک صاف کر دے، جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے پاک صاف ہوتا ہے اور میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنا بُعد ڈال دے جتنا بُعد مشرق و مغرب کے درمیان ہے[1]

دلیل نمبر ۲۷/۷۷ حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے۔

اللہم انی اعوذبک من العجز والکسل والجبن والبخل والہرم وعذاب القبر (رواہ مسلم[2])

اے اللہ! میں عاجزی سے، کاہلی سے، بزدلی سے، بخل سے انتہائی بڑھاپے سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

دلیل نمبر ۲۸/۷۸ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یتعوذ من خمس من الجبن والبخل وسوء العمر وفتنۃ الصدر وعذاب القبر۔! (رواہ ابو داؤد والنسائی[3])

پانچ چیزوں سے (خدا کی) پناہ مانگا کرتے تھے بزدلی سے، بخل سے، عمر کی بڑائی (انتہائی بڑھاپے) سے اور دل کے فتنہ (اخلاق ذمیمہ وعقائد باطلہ) سے اور عذاب قبر سے۔

دلیل نمبر ۲۹/۷۹ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے۔

اللہم انی اعوذبک من الفقر والقلۃ والذلۃ واعوذبک

اے اللہ! میں افلاس اور نیکیوں یا مال کی کمی اور ذلت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور

[1] ایضاً [2] مشکوٰۃ باب الاستعاذہ [3] ایضاً۔

من ان اظلم او اظلم — ! کسی پر ظلم کرنے یا کسی کے ظلم سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔
(رواہ ابوداؤد والنسائی[1])

دلیل ۸۰/۳۰ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے۔ الٰہی! میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ انسان کی بدترین ساتھی ہے اور میں خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ بدترین صفت ہے (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ[2])

دلیل ۸۱/۳۱ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کان یقول اللھم انی اعوذبک من البرص والجذام والجنون ومن سیئ الاسقام (رواہ ابوداؤد ونسائی[3])

فرمایا کرتے تھے الٰہی! میں برص، کوڑھ دیوانگی اور تمام بری بیماریوں سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

دلیل ۸۲/۳۲ حضرت ابوالیسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کان یقول اللھم انی اعوذبک من الھدم واعوذبک من التردی ومن الغرق والحرق والھرم واعوذبک من ان یتخبطنی الشیطان عند الموت . . . . . . !

دعا کیا کرتے تھے اے اللہ! میں اپنے اوپر مکان وغیرہ گرنے سے اور خود اونچی جگہ سے گرنے سے اور غرق ہونے سے اور جلنے سے اور انتہائی بڑھاپے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ شیطان موت کے وقت مجھے پریشان کرے۔
اور اس سے بھی میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں تیری راہ میں لڑتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوں اور مارا جاؤں اور اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں سانپ

---

[1] ایضاً [2] مشکوٰۃ باب الاستعاذہ [3] ایضاً

بچھو وغیرہ کے کاٹنے سے مروں (ابوداؤد، ونسائی[1])

مندرجہ بالا آٹھ ادعیہ نبویہ میں غم و فکر، عجز و کسل، بزدلی، بخل، قرض، مغلوبیت انتہائی بڑھاپے، گناہ، عذاب النار، عذاب قبر، دولت کے فتنہ، افلاس کے فتنہ مسیح دجال کے فتنہ، عقائد باطلہ، فقر و افلاس، قلت و ذلت، ظلم کرنے، مظلومیت، بھوک، خیانت، برص، جذام، جنون، امراض خبیثہ، مکان کے نیچے دب کر یا بلندی سے گر کر، یا پانی میں ڈوب کر، یا آگ میں جل کر وفات پانے اور وفات پانے کے وقت شیطان کے شر اور جہاد فی سبیل اللہ سے فرار اور سانپ وغیرہ کے کاٹنے سے وفات پانے سے خدا کی پناہ طلب کی گئی ہے اور تمام روایات میں ہے کہ حضورؐ عموماً یہ دعائیں مانگا کرتے تھے اور یہ تمام امور خصائص انسانی و لوازم بشریت جمیع امور بشری سے متعلق ہیں۔ لہٰذا ان تمام ادعیہ مبارکہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ثابت ہوگئی۔

حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

اب دیکھیے کہ حضرات انبیاء و رسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کہتے ہیں۔

دلیل ۸۳/۳۳ حضرت آدم علیہ السلام معراج کی طویل حدیث میں حضرت مالک بن صعصعہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معراج کی رات کا حال سناتے ہوئے فرمایا۔
مجھے براق پر سوار کیا گیا اور مجھ کو جبرائیل (علیہ السلام) لے چلے۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچے . . . میں وہاں پہنچا تو حضرت آدم (علیہ السلام) موجود ہیں۔

---

[1] مشکوٰۃ باب الاستعاذہ۔

جبرئیل (علیہ السلام) نے کہا۔

ھذا ابوك آدم! یہ آپ کے باپ آدم (علیہ السلام) ہیں۔

آپ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کہا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر

مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح (متفق علیہ[1]) مرحبا صالح بیٹے اور نبی صالح (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

دلیل نمبر ۲۴ / ۸۴ حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت یوسف، حضرت ادریس، حضرت ہارون، حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

اسی حدیث میں ہے کہ اسی دوسرے تیسرے، چوتھے، پانچویں اور آسمان پر جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر پہنچے۔ (اور اسی طرح مختلف آسمانوں پر) جبرئیل نے کہا۔ یہ یحییٰ ہیں، یہ عیسیٰ ہیں، یہ یوسف ہیں، یہ ادریس ہیں، یہ ہارون ہیں، یہ موسیٰ ہیں (علیہم السلام) ہیں۔ آپ ان کو سلام کیجئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پس میں نے ان کو سلام کہا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر (سب نے کہا)

مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح (متفق علیہ[2]) مرحبا! صالح بھائی اور صالح نبی! (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

دلیل نمبر ۲۵ / ۸۵ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اسی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اسی طرح) جبرئیل مجھے لے کر ساتویں آسمان کی طرف چڑھے۔ وہاں پہنچا تو (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) موجود ہیں۔ جبرئیل نے کہا۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب فی المعراج [2] مشکوٰۃ المصابیح باب فی المعراج۔

ھذا ابوك ابراھیم یہ آپ کے والد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

آپ ان کو سلام کیجئے پس میں نے ان کو سلام کہا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔

پھر کہا۔

مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح (متفق علیہ[1]) مرحبا! نیک بیٹے اور نیک نبی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ان شواہد و حقائق سے یہ حقیقت کھل گئی اولوالعزم حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح مقدسہ بھی عالم مثال میں جسم مثالی سے متشکل ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ابنِ آدم یعنی آدمی ہونے کی شہادت دے رہی ہیں اور ملاءِ اعلیٰ حضور کی بشریت کے اعلان سے گونج رہے ہیں۔

حضرات ملائکۃ اللہ علیہم السلام

• حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد اب دیکھئے کہ حضرات ملائکۃ اللہ علیہم السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا سمجھتے اور کیا کہتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲۶ / ۸۶ سیدنا حضرت جبرئیل علیہ السلام حدیث معراج میں دو دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا

ھذا ابوك آدم؟ یہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں

ھذا ابوك ابراھیم[2] یہ آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں

دلیل نمبر ۲۷ / ۸۷ منکر اور نکیر علیہما السلام حضرت انس سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

---

[1] ایضاً [2] صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوٰۃ المصابیح باب فی المعراج

کہ جب بندہ قبر میں دفن کیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب اس سے واپس ہو آتے ہیں۔ بلاشبہ وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ پس وہ اسے (اٹھا کر) بٹھا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں۔

ماکنت تقول فی ھذا الرجل تو اس آدمی کو کیا سمجھتا تھا؟

مومن کہتا ہے۔

اشھد انہ عبد اللہ و رسولہ ـــ! میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ وہ حضرت محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اور منافق اور کافر سے جب پوچھا جاتا ہے۔

ماکنت تقول فی ھذا الرجل تو اس بشر کے حق میں کیا کہتا تھا؟

تو وہ جواب دیتا ہے۔ میں نہیں جانتا ۔ ۔ ۔ ۔ پس وہ لوہے کے ہتھوڑوں سے پیٹا جاتا ہے اور وہ چیختا چلاتا ہے جسے انس و جن کے سوا اس کے قریب والے سب سنتے ہیں (متفق علیہ ولفظہ للبخاری) [1]

اس حدیث کا مضمون صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہے۔ لیکن یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

دلیل نمبر ۳۸/۸۸ ترمذی شریف میں بھی اس مضمون کی روایت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب میت قبر میں دفن کی جاتی ہے۔ اس کے پاس دو سیاہ رنگ اور نیلی آنکھوں والے (ہیبت ناک) فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو المنکر اور دوسرے کو النکیر کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں سوال کرتے ہیں۔

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب اثبات عذاب القبر۔

ماکنت تقول فی ھذا الرجل تو اس آدمی کے حق میں کیا کہتا ہے:

تو وہ کہتا ہے۔ **ھو عبد اللہ و رسولہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ۔** آگے حدیث میں یہ مضمون ہے کہ اس کے لئے قبر بہت وسیع اور منور کر دی جائے گی۔ اور قیامت تک چین کی نیند سوتا رہے گا اور منافق اس قسم کے سوال پر لا ادری کہے گا۔ پس زمین کو حکم دیا جائے گا۔ وہ اس پر اس حد تک تنگ ہو جائے گی کہ ادھر کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی پسلیاں ادھر ہو جائیں گی اور قیامت تک اسی طرح معذب رہے گا (ترمذی)[1]

دلیل نمبر ۳۹/۸۹ اس حدیث کے بعد حضرت براء بن عازب کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث احمد اور ابو داؤد سے منقول ہے۔ اس میں فرشتے سوال کرتے ہیں۔

ما ھذا الرجل الذی بُعِثَ فیکم ـــ؟ یہ بشر جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا۔ کیا (منصب رکھتا) ہے۔

فیقول ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [1] وہ کہتا ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دلیل نمبر ۴۰/۹۰ اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے جو حدیث روایت کی ہے اس کے الفاظ ہیں۔ سوال کیا جائے گا۔

ما ھذا الرجل فیقول مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ [2] یہ آدمی کون ہیں؟ وہ جواب دے گا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

خلاصہ:۔ ان احادیث شریفہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ نجات کی بنیاد ایمان اور ایمان کی بنیاد حضورؐ کی بشریت ہے۔

[1] [2] مشکوٰۃ المصابیح باب اثبات عذاب القبر۔

خوش نصیب مومن کو دوزخ اور عذاب الیم سے نجات ملے گی۔ تو نارِ جہنم سے نجات اور جنت کے یہ نظارے محض ایمان کا ثمرہ ہے اور ایمان کی اصل اور اساس یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رجل یعنی بشر تسلیم کیا جائے اور آپ کے عبد اللہ اور رسول اللہ ہونے کی شہادت دی جائے جو بدقسمت حضورؐ کی نبوت و عبدیت کو نہیں مانتے وہ قبر میں عذاب الیم میں مبتلا ہوں گے۔ اور آخرت میں نارِ جہنم میں جلیں گے۔ اللہ ہر مسلمان کو حضورؐ کو رجل تسلیم کرنے، بشر ماننے اور حضورؐ کی عبدیت و رسالت کی تصدیق و شہادت کی توفیق عطا فرمائے تاکہ قبر میں بھی سکون و راحت نصیب ہو اور آخرت میں بھی جنت ملے۔ بہرحال ان احادیثِ صحیحہ سے معلوم ہو گیا کہ حضرت جبرئیل امینؑ، منکر اور نکیر وغیرہم ملائکۃ اللہ حضورؐ کو اولادِ آدم اور بشر و رجل ہی جانتے اور مانتے ہیں۔ بلکہ عالم برزخ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رجل یعنی بشر سمجھتے اور رجل (بشر) ہی کہتے ہیں۔ حدیث معراج سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت زمین پر بھی بشر ہیں اور آسمان پر بھی بشر ہی ہیں۔

بہرحال حضورؐ زمین پر ہوں یا آسمان پر۔ عالم دنیا میں ہوں یا عالم برزخ میں ہر جگہ اور ہر ظرف میں اولاد آدم ہیں۔ رجل ہیں، بشر ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔

سینکڑوں ارشادات

درحقیقت دفترِ حدیث میں سینکڑوں ارشاداتِ رسولؐ ایسے مل سکتے ہیں۔ جن سے حضورؐ کی بشریت ثابت ہے۔ مگر ہم ان چالیس احادیث پر بس کرتے ہیں کہ۔

دریائے خوں بہانے سے اے چشم فائدہ؟
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

اخلاق و شمائلِ نبویہ اور سوانح و واقعاتِ حیاتِ مقدسہ

سے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت

کے

بیس ۲۰ دلائل

ارشاداتِ رسول کے بعد اب ذرا حضور کریمؐ کے اخلاق و شمائل اور حیاتِ نبویہ کے حالات و واقعات سے نبی کریمؐ کی بشریت کے واضح دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر ۹۱ بچوں کے ساتھ کھیلنا حضرت انس سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

وھو یلعب مع الغلمان (رواہ مسلم[1]) اس وقت آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

دلیل نمبر ۹۲ بکریاں چرانا حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے ایک قریشی نوجوان کو جو میرے ساتھ تھا۔ مکہ مکرمہ کی بالائی جانب اپنی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ کہا۔

البصر لی غنمی .... ا ذرا میری بکریوں کی دیکھ بھال کرنا۔

اسے ابن راہویہ نے اپنی مسند میں اور ابن اسحاق اور بزاز اور بیہقی اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے[2]

دلیل نمبر ۹۳ اکل و شرب حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر بلایا۔ میں بھی حضورؐ کے ساتھ گیا۔ اس نے جَو کی روٹی اور خشک گوشت اور کدو کا شوربا پیش کیا۔

فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتتبع الدبّاء من حوالی الصحفۃ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پیالے کی اطراف میں سے کدو کو تلاش فرماتے تھے۔ اس دن **فلم ازل احب الدباء بعد یومئذ (متفق علیہ)** کے بعد میں کدو کو بہت پسند کرتا ہوں:

دلیل نمبر ۹۴ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتنفس فی الشراب ثلاثا (متفق علیہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیتے وقت تین بار سانس لیا کرتے تھے (یعنی ایک ہی سانس میں سارا مشروب نہیں پی لیا کرتے

[1] ترجمان السنہ ج سوم ص ۲۶۸ [2] ایضاً ص ۲۰۰ [3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاطعمہ [4] مشکوٰۃ باب الاشربہ

تھے بلکہ درمیان میں تین وقفے کر کے نوش فرمایا کرتے تھے) صحیح بخاری و صحیح مسلم

دلیل نمبر ۹۵ کھانا پینا حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۳

اذا فرغ من طعامہ قال الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین[1]! جب کھانے سے فارغ ہو جاتے تو فرماتے شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ)

دلیل نمبر ۹۶ حوائج ضروریہ بشریہ سے فراغت حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوا کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث (متفق علیہ[2]) اے اللہ! میں خبث و خبائث سے تیری پناہ میں آتا ہوں (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

دلیل نمبر ۹۷ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے نکلا کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے۔

غفرانک -! اے اللہ! میں تیری بخشش کا طلبگار ہوں۔

(ترمذی، ابن ماجہ، دارمی[3])

دلیل نمبر ۹۸ ازواج مطہرات سے پیار حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیتے تھے۔ پھر نماز پڑھتے تھے اور وضو نہیں فرماتے تھے (کیونکہ پہلے سے باوضو ہوتے تھے۔ یقبل بعض ازواجہ ثم یصلی ولا یتوضا (ابو داؤد، ترمذی، نسائی)

[1] ایضاً کتاب الاطعمہ [2] ایضاً باب آداب الخلاء [3] مشکوٰۃ باب آداب الخلاء

ابن ماجہ) ؎۱

دلیل نمبر ۹۹ ، وظیفۂ زوجیت کی ادائیگی | حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جنب ہوتے تھے (یعنی آپ کو غسل جنابت کی حاجت ہوتی تھی) اور آپؐ کچھ کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو۔

توضأ وضوءه للصلوٰة آپ نماز کے وضو کی طرح وضو فرمالیا کرتے

(متفق علیه) ؎۲ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

دلیل نمبر ۱۰۰ غسل جنابت | حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ

کان النبی صلی اللہ علیه وسلم نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اگر کبھی) اپنی متعدد ازواج

یطوف علی نسائه بغسل مطہرات کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا فرماتے تھے

واحد (رواہ مسلم) ؎۳ (تو غسل ایک ہی دفعہ فرمایا کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۱۰۱ ازواج مطہرات کے ہاں باری باری قیام | حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بوقت وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو ازواج مطہرات تھیں اور

وکان یقسم منهن ان میں سے آٹھ کی باری مقرر تھی (کیونکہ

لثمان (متفق علیه) ؎۴ حضرت سودہؓ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو دے دیا تھا)

دلیل نمبر ۱۰۲ | حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کی باری مقرر فرماتے تھے اور اس میں عدل فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔

اللهم هذا قسمی فیما اے اللہ! جس چیز پر مجھے اختیار ہے میں نے اس میں

املك فلا تلمنی یہ باریاں مقرر کی ہیں، لیکن جو چیز میرے بس میں

؎۱ مشکوٰۃ المصابیح باب ما یوجب الوضوء ؎۲ باب الغسل ؎۳ باب مخالطة الجنب ؎۴ مشکوٰۃ المصابیح باب القسم

فیما تملك نہیں، بلکہ آپ کے اختیار میں ہے (یعنی محبت

ولا املك ! تبھی، اس پر آپ مجھے ملامت نہ فرمائیں۔

اسے ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے ؎۱

دلیل نمبر ۱۰۳ بھوک کی تکلیف | حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ خندق میں بھوک کی شدت کی شکایت کی اور اپنے پیٹ کھول کر دکھائے کہ ان پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا ہے۔

فرفع رسول اللہ صلی اللہ اس پر حضورؐ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا

علیه وسلم عن بطنه تو دو پتھر بندھے ہوئے تھے (بخاری شریف،

عن حجرین ! ؎۱ ترمذی شریف)

دلیل نمبر ۱۰۴ ، بچھو کے کاٹنے سے تکلیف | حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات نماز ادا فرما رہے تھے۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا فلدغته عقرب ! تو بچھو نے آپؐ کو کاٹ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جوتا لے کر اسے مار دیا۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا "خدا بچھو پر لعنت کرے یہ نہ نمازی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نمازی کو یا فرمایا کہ یہ نہ نبی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نبی کو۔ اس کے بعد نمک اور پانی منگوایا۔ اسے ایک برتن میں ڈال کر ملایا۔ پھر اسے اپنی انگلی پر جہاں بچھو نے کاٹا تھا ڈالتے رہے اور معوذتین پڑھ کر انگلی پر ہاتھ پھیرتے رہے اور دم کرتے رہے۔ بیہقی فی شعب الایمان ؎۲

دلیل نمبر ۱۰۵ حزن وملال اور گریہ وبکا | حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو یوسف لوہار کے گھر گئے۔ یہ لخت جگر رسولؐ حضرت ابراہیمؑ کو دودھ پلانے والی کے شوہر تھے۔ آپؐ نے حضرت ابراہیمؑ کو ہاتھوں میں لیا اور ان کا بوسہ لیا اور خوب پیار کیا۔ پھر ہم اس کے بعد دوبارہ ان کے گھر گئے تو حضرت

ابراہیمؓ جان دے رہے تھے۔

فجعلت عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تذرفان — یہ دیکھ کر آپ کی آنکھیں مبارک اشکبار ہو گئیں۔

اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ بھی روتے ہیں فرمایا اے ابن عوف! یہ رحمت ہے۔ یہ کہہ کر آپ پھر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا۔

ان العین تدمع والقلب — بے شک آنکھیں روتی ہیں اور دل غمگین ہے۔
یحزن ولا نقول الا ما — لیکن خدا کی مرضی کے خلاف ہم زبان پر کوئی لفظ
یرضی ربنا وانا بفراقک یا — نہیں لائیں گے اور اے ابراہیم! اس میں کوئی
ابراھیم لمحزونون۔ ! — شبہ نہیں کہ ہم تمہاری جدائی سے دردمند ہیں۔
(متفق علیہ) [1] (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

دلیل نمبر ۱۰۶ جذباتِ مسرت — حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب (کسی واقعہ یا کسی بات سے) مسرت طاری ہوتی تو آپ کا چہرہ اقدس چمک اٹھتا۔ یہاں تک کہ

کان وجھہ قطعۃ قمر — آپؐ کا چہرہ انور چاند کا ٹکڑا نظر آتا
(متفق علیہ) [2] (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

دلیل نمبر ۱۰۷، روئے انور کا زخمی ہونا اور دندانِ مبارک کا ٹوٹنا — حضرت سہل بن سعدؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زخم کے بارے میں پوچھا گیا جو جنگ احد میں آپؐ کو لگا تھا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت علیؓ ڈھال سے پانی لے کر اس پر ڈالتے جاتے اور حضرت فاطمہؓ بنت رسول زخم دھوتی جاتی تھیں۔ جب حضرت

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب البکاء علی المیت [2] ایضاً باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فاطمہؓ نے دیکھا کہ پانی سے خون کسی طرح بند نہیں ہوتا، بلکہ زیادہ ہوتا جا رہا ہے، تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر جلایا اور اس کی راکھ لے کر زخم پر ڈالی، تب کہیں جا کر خون خشک ہوا۔

وکسرت رباعیتہ یومئذ وجرح وجھہ وکسرت البیضۃ علی رأسہ — اس دن آپؐ کے چار دانت شہید ہو گئے۔ روئے انور زخمی ہوا اور آپ کے سر مبارک کا خود بھی ٹوٹ گیا۔
(رواہ البخاری فی المغازی) [1]

دلیل نمبر ۱۰۸ جادو کا اثر — حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سحر! [2] — ایک بار حضورؐ پر جادو چلایا گیا۔ (صحیح بخاری)

دلیل نمبر ۱۰۹ زہر کا اثر — حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرضِ وفات میں فرماتے تھے، اے عائشہؓ! میں نے خیبر میں جو زہر آلود کھانا کھا لیا تھا۔ اس کی تکلیف میں ہمیشہ محسوس کرتا رہا۔ لیکن اب میں محسوس کرتا ہوں کہ اس زہر کے اثر سے میری شہ رگ کٹ گئی ہے (رواہ البخاری) [3]

دلیل نمبر ۱۱۰ وفاتِ مقدسہ — حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ اپنی قیام گاہ سنخ سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ (اور سیدھے) میرے گھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ آپ پر اس وقت ایک یمنی چادر پڑی ہوئی تھی۔ آپؐ کے چہرہ مبارک سے چٹائی ہٹائی اور آپؐ پر جھک کر آپ کو بوسہ دیا پھر رو پڑے (اس کے بعد لوگوں میں جا کر حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ — بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے۔

[1] ترجمان السنۃ ج سوم ص ۲۲۵ [2] ایضاً ص ۲۴۲ [3] ایضاً ص ۲۴۲

اِرشَادَاتُ الصَّحابہ رض

سے

حَضُورِ عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَام کی بشریت کے

آٹھ دلائل

کتاب اللہ، ارشاداتِ رسولؐ اور حیاتِ نبویہ کے سوانح و واقعات کے بعد اب ارشاداتِ الصحابہؓ ملاحظہ ہوں۔ صحابہ کرامؓ واشگاف الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہہ رہے ہیں

دلیل نمبر ۱ جمیع صحابہ کرام رض حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ادی اللیلۃ رجل صالح ......!

آج رات ایک نیک آدمی کو خواب میں دکھایا گیا کہ.....

حضرت جابرؓ کہتے ہیں جب ہم حضورؐ کے پاس سے اٹھے تو ہم نے آپس میں کہا کہ

اما الرجل الصالح فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔[1]

وہ نیک آدمی (جس کو یہ خواب دکھایا گیا خود) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دلیل نمبر ۲ حضرت انس رض حضرت انسؓ سے روایت ہے فرمایا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس واجود الناس واشجع الناس ۔! (متفق علیہ[2])

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ خوب صورت، تمام انسانوں سے زیادہ سخی اور تمام انسانوں سے زیادہ بہادر تھے۔

دلیل نمبر ۳ سیدہ عائشہ رض حبیبۂ حبیب دو عالم صدیقہ بنت صدیقؓ ام المومنین سیدہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخصف نعلہ ویخیط ثوبہ ویعمل فی بیتہ قالت کان بشرا من البشر یفلی ثوبہ ویحلب شاتہ ویخدم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا خود گانٹھ لیا کرتے تھے۔ اپنا کپڑا خود سی لیا کرتے تھے۔ اور جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھر میں کام کرتا ہے اسی طرح آپ بھی اپنے گھر میں کام کاج کر لیا کرتے تھے فرمایا آپ انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ آپ اپنے کپڑوں میں سے

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب فی اخلاق وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم [2] ایضاً باب مناقب ابوبکر الثلاثۃ۔

نفسہ ۔۔۔۔۔۔! جوتیں بھی دیکھ لیتے تھے اور اپنی بکری بھی دوہ لیا
(رواہ الترمذی لہ) کرتے تھے اور اپنے ذاتی کام بھی خود کر لیا کرتے تھے

ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ

بعض فریب خوردہ یا فریب کار اصحاب یہ کہتے ہیں کہ واقع میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں مگر ہمیں آپؐ کو بشر کہنا نہیں چاہیئے۔ اس لئے کہ آپؐ کو بشر کہنے میں آپؐ کی توہین ہے۔ (معاذ اللہ)

اللہ کے بندو! جب آپؐ کا بشر ہونا موجب توہین نہیں تو آپؐ کو بشر کہنا موجب توہین کیسے ہوگیا؟

آپ کا پیارا خدا آپ کو بشر کہے، آپؐ خود اپنے آپ کو ہمیشہ بشر کہیں، پھر بشر کہنے میں آپ کی توہین کیسے ہوگئی؟ جواب دیا جاتا ہے کہ خدا خدا ہوا۔ حضورؐ خود بھی اپنے آپ کو بشر کہہ سکتے ہیں۔ مگر اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ آپ کی محبت کا یہی تقاضا ہے۔ یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ آپ کی جو محبت اور عزت صحابہ کرامؓ خصوصاً آپ کی محبوبہ ام المومنین حضرت صدیقہؓ کے دل میں تھی وہ کسی اور کے دل میں نہیں ہو سکتی۔ جب حبیبہ حبیب دو عالم آپؐ کو بشر اور حضرت انسؓ ایسے آپ کے صحابی اور خادم خاص اور محب صادق و اصدق آپؐ کو انسان فرما رہے ہیں تو پھر آپ کو بشر اور انسان کہنے میں آپ کی توہین کا شائبہ بھی نہیں ہو سکتا آپ کی توہین یقیناً ایمان کی موت اور کفر ہے۔ مگر آپ کو بشر سمجھنا اور بشر کہنا عین ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین!

مزید تفصیل

چونکہ یہ مغالطہ عام ہونے کے علاوہ جہلاء میں اثر انگیز بھی ہے۔ لہٰذا تمام حجت، اطمینان قلب اور تسکین و تسلی خاطر کے لئے ہم کچھ عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

لہ مشکوٰۃ المصابیح باب فی اخفعر وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم

دلیل نمبر ۱۱۴ یار غار سید البشر حضرت ابوبکر صدیقؓ

صدیق اکبر سے زیادہ حضورؐ کا محب صادق اور رفیق مخلص کون ہوگا۔ دیکھئے آپ بھی حضورؐ کو رجل یعنی بشر فرما رہے ہیں۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت کرکے) مدینہ طیبہ تشریف لائے اور آپ (حضرت) ابوبکرؓ کے آگے ایک ہی اونٹ پر سوار تھے۔ اور ابوبکرؓ (بسلسلہ تجارت لوگوں میں متعارف ہونے کے لحاظ سے) بوڑھے تھے۔ لوگ انہیں جانتے پہچانتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اس اعتبار سے) جوان تھے۔ لوگ آپ کو جانتے پہچانتے نہ تھے۔ پس جو آدمی ابوبکرؓ سے ملتا تھا اور کہتا تھا۔ اے ابوبکرؓ! یہ شخص جو آپ کے آگے ہے، کون ہے۔ ابوبکرؓ فرماتے تھے۔

هذا الرجل يهديني السبيل لہ یہ آدمی مجھے راستہ دکھاتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۱۵، سیدنا علیؓ بن ابی طالب

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذات پاک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نسبی اور ذاتی قرب اور روحانی ربط و تعلق ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ دیکھئے آپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں میں سے ایک انسان فرما رہے ہیں۔

(سیدنا) علیؓ بن ابی طالب حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کرتے تو فرماتے تھے۔

وهو خاتم النبيين اجود الناس صدرًا واصدق الناس لهجة والينهم عريكة

آپ خاتم الانبیاء تھے، تمام انسانوں سے زیادہ سخی دل اور تمام انسانوں سے زیادہ سچی زبان والے اور تمام انسانوں سے زیادہ نرم خو اور خاندان کے لحاظ سے سب انسانوں

لہ صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم!

واکرمهم عشیرۃ ! [1] ۔۔۔ سے زیادہ معزز تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ذات کئی اعتبار سے بلند تر مرتبہ اور درجہ کی مالک ہے۔ آپ حبرالامت کے لقب سے ملقب ہیں۔ کتاب اللہ کے بہترین مفسر ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ و نسب کا قرب حاصل ہے۔ آپ کے عم محترم سیدنا حضرت عباسؓ کے لخت جگر اور نور نظر ہیں۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت و شرف معیت سے انہیں گھر اور باہر بہت زیادہ متمتع و مستفیض اور مشرف ہونے کا موقع ملا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

دلیل ۱۱۶ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس ۔ ! [2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب انسانوں سے زیادہ صاحب جود وسخا تھے۔

دلیل ۱۱۷، حضرت براءؓ، بن عازبؓ آپ فرماتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجھا واحسنه خلقا ۔۔۔ ! [3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شکل و صورت کے اعتبار سے سب انسانوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور خلقت کے لحاظ سے بھی سب سے زیادہ احسن تھے۔

دلیل ۱۱۸ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا مربوعا۔ [4] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد کے آدمی تھے۔

---

[1] شمائل ترمذی باب ما جاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [2] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم [3] ایضاً [4] شمائل ترمذی باب ما جاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سلف صالحین رحمہم اللہ کے ارشادات

۱۔ حضرات فقہاءؒ و محدثینؒ اور مفسرینؒ کا ارشاد

بطور نمونہ مشتے از خروارے امام الفقہاء حضرت شیخ ولی الدین العراقی رحمۃ اللہ کا ارشاد پیش کیا جاتا ہے۔ جسے خاتم المفسرین حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادی نے اپنی تفسیر اور امام المحدثین رئیس المورخین حضرت علامہ زرقانی نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے۔

دلیل ۱۱۹ الشیخ ولی الدین العراقی سے سوال کیا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے اور عربی ہونے کا علم صحت ایمان کے لئے شرط ہے یا فرض کفایہ ہے؟ فاجاب بانه شرط فی صحة الایمان تو آپ نے جواب دیا کہ یہ صحت ایمان کی شرط ہے۔ پھر فرمایا اگر ایک شخص نے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت الی جمیع الخلق پر ایمان رکھتا ہوں۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ حضورؐ (جنس) بشر میں سے ہیں یا ملائکہ میں سے یا جن میں سے یا میں نہیں جانتا کہ آپ عربی ہیں یا عجمی.... فلا شك فی كفره لتكذيبه القرآن، تو بوجہ تکذیب قرآن اس کے کفر میں کوئی شک نہیں، اور اس نے اس عقیدہ کا انکار کیا۔ جس پر قرون اسلام خلفاً عن سلف قائم رہے اور جو خاص و عام سب (مسلمانوں) کو بہر حال معلوم ہے اور مجھے علم نہیں کہ اس میں کسی کو خلاف ہو۔ ولا اعلم فی ذلك خلافا اگر کوئی غبی ہو اور یہ حقیقت نہ جانتا ہو، تو اسے اس کی تعلیم دینا واجب ہے۔ پھر اگر وہ اس کے بعد بھی اس کا انکار کرے حکمنا بکفره تو ہم اس کے کفر کا حکم دیں گے [1]

---

[1] روح المعانی "تفسیر آیت لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم۔ و "الزرقانی" علی المواھب المدینه ج ۶ ص ۱۶۸۔

۲۔ ائمہ علم عقائد کی تصریحات

آیئے! ذرا دیکھ لیجئے کہ علم عقائد کے ماہرین کس صراحت سے نبی اور رسول کی بشریت وانسانیت بیان فرما رہے ہیں۔

دلیل نمبر ۱۲۰ | شرح عقائد میں علامہ سعد الدین رسول کی بحث میں لکھتے ہیں۔

وقد ارسل اللہ تعالیٰ من البشر الی البشر۔ [۱] — بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے رسول بشر میں سے بشر کی طرف بھیجا۔

اس سے پہلے رسالت کی تعریف لکھتے ہیں۔

ھو سفارت العبد بین اللہ سبحانہ وبین ذوی الالباب [۲] — رسالت اللہ تعالیٰ اور عقل مندوں کے درمیان بندے کی سفارت ہے۔

یعنی رسالت خدا اور بندگانِ خدا کے درمیان ایک بندے کی سفارت کا نام ہے اور رسول ایک بندہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۲۱ | علامہ کمال بن ابی شریف فرماتے ہیں۔

ان النبی انسان بعثہ اللہ لتبلیغ ما اوحی الیہ وکذا الرسول فلا فرق [۳] — بالتحقیق نبی ایک انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس وحی کی تبلیغ کے لئے بھیجتے ہیں جو اسے کی گئی ہے اور اسی طرح رسول (اس معنی میں ان میں کوئی فرق نہیں)

دلیل نمبر ۱۲۲ | علامہ الکمال بن الہمام لکھتے ہیں۔

فالنبی علیٰ ھذا انسان اوحی الیہ بشرع۔ [۴] — علی ہذا نبی ایک انسان ہے جس کی طرف شریعت کی وحی کی گئی ہے۔

[۱] "نبراس" "شرح شرح العقائد" ص ۲۵۴ [۲] ایضاً ص ۲۴۳ [۳] "مسامرہ" ص ۱۹۸ مطبوعہ کبریٰ امیریہ مصر [۴] "مسایرہ" شرح "مسامرہ" ص ۱۹۷ مطبوعہ مصر۔

مسئلہ بشریت پر اعتراضات وجوابات

قارئین کرام! ہم اس باب میں منکرین کے تمام اعتراضات کے جوابات عرض کریں گے آپ سے درخواست ہے کہ آپ منکرین کے تمام اعتراضات اور ہمارے جوابات پر دیانتداری سے غور فرمائیں تاکہ آپ کو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نظر آئے۔

منکرین کا لفظ قل پر نرالہ نکتہ: قُل میں یہ نکتہ ہے کہ خدا کہتا ہے کہ اے نبیؐ تو کہہ دے کہ میں تمہاری طرح جنس کے لحاظ سے بشر ہوں لیکن میں (خدا) نہیں کہتا تو جنس کے لحاظ سے بشر ہے۔

جواب نمبر ۱:۔ بقول ان کے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کے قُل میں بھی یہی نکتہ استعمال کر کے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ آپ پر ظاہر ہے۔

جواب نمبر ۲:۔ قُلْ اِنِّیْ نُہِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (پ ۲۴) ترجمہ:۔ تو کہہ مجھ کو منع ہوا کہ پوجوں جن کو تم پکارتے ہو سوا اللہ تعالیٰ کے۔

ان کے نکتہ کے پیشِ نظر مطلب یہ ہوا۔ حضورؐ فرماتے ہیں خدا کی طرف سے بتوں کی پوجا کرنے سے روکا نہیں گیا ہوں۔ استغفر اللہ! اب آپ ہی ایمان سے خدا لگتی کہیئے کہ کیا پہلے نکتہ سے خدا کی توحید باقی رہی اور اسی طرح دوسری آیت میں اسی نکتہ کے پیشِ نظر حضورؐ کی کتنی توہین ہوئی۔ اللہ کی توحید پر پانی پھیر کر اور آنحضرتؐ کی توہین کر کے پھر بھی فرما رہے ہیں کہ ہم سچے مسلمان اور پکے مومن ہیں خدا جانے پھر ان کے نزدیک کافر کا کیا معنی ہو گا۔

جواب نمبر ۳:۔ اس نرالے نکتے کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ بھی ثابت ہوا کہ:۔

قُل اِنَّمَا اَنَا کلامِ خدا نہیں جب خدا تعالیٰ نے آپؐ کو بشر کہا نہیں پھر کلامِ خدا کیسے ہوگیا۔ بلکہ حضورؐ نے زبردستی قرآن مجید میں درج کرادیا۔ استغفراللہ! یہودیوں نے بھی حضورؐ پر یہی بہتان باندھا تھا کہ یہ قرآن مجید خود بناتے ہیں۔ پھر اللہ کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔ دیکھئے اس منحوس نکتہ نے کفر کی دنیا کو کتنی قوت دی جو کام یہودی نہ کر سکے آج چودھویں صدی کے نام نہاد عاشق اس کو پورا کر رہے ہیں ان "شرفا" نے یہ سمجھا کہ لفظ قُل کے صحیح مطلب کو ہم قُل کے چنوں کی طرح چبا جاتے ہیں کون پوچھے گا۔ لیکن ان کا یہ خیال بجا نہیں ابھی دُنیا میں ان کے بہت سے مہربان موجود ہیں۔

لفظ قُل کا صحیح مطلب:

لفظ قُل کا صحیح مطلب یہ ہے کہ میں (حضورؐ) اپنی طرف سے نہیں کہتا ہوں بلکہ جو خدا کی طرف سے حکم آتا ہے اسی کو بیان کرتا ہوں لفظ قُل کی وَمَا یَنْطِق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی صحیح تفسیر ہے۔

اعتراض نمبر ۲: اِنَّمَا نافِیَہ ہے۔

جواب نمبر ۱:۔ اِنَّمَا نافیہ نہیں ہے بلکہ اس میں تو تخصیص ہے کہ میں سوائے بشر اور رسول کے اور کچھ نہیں ہوں۔ نہ خدا ہوں اور نہ خدا کا جز ہوں اور نہ ہی نوری جنس سے ہوں۔

جواب نمبر ۲:۔ اگر اِنَّمَا نافیہ تسلیم کیا جائے گا تو پھر اگلے حصے کا بھی یہی مطلب ہے کہ میری طرف وحی نہیں آتی۔ استغفراللہ! آخر دونوں حصے ایک ہی آیت میں ہیں۔

جواب نمبر ۳:۔ اِنَّمَا ولیکم اللہ (سورۃ مائدہ) میں بھی یہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا مسلمانوں کا ولی نہیں ہے۔ جب یہ ماننا محال ہے تو پھر اِنَّمَا کو نافیہ بنانا بھی غلط ہے۔

اعتراض نمبر ۳:۔ بشر مثلکم۔ حضورؐ نے کافروں کو فرمایا تھا مومنوں کو نہیں فرمایا۔

جواب نمبر ۱:۔ سوچنے کی بات ہے۔ حضورؐ نے جن کو فرمایا ہے ان کی طرح بشر ہیں اور صحابہؓ کی طرح جنس کے لحاظ سے بشر نہیں۔

جواب نمبر ۲:۔ پھر نبوت میں بھی کافروں کو فرمایا کہ میں نبی ہوں مومنوں کو نہیں فرمایا استغفراللہ!

جواب نمبر ۳:۔ بشر مثلکم میں مماثلت جنسی ہے نہ کہ رتبی۔ جو حضورؐ کو رتبہ میں اپنے جیسا مانے اسلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور اسی طرح جو حضورؐ کو اولادِ آدمؑ سے خارج کرے وہ بھی پہلے گروہ کا ساتھی ہے۔

جواب نمبر ۴:۔ بشر مثلکم میں جنسیت کو اور یُوحیٰ اِلَیَّ میں محبوبیت کو بیان فرمایا ہے۔

اعتراض نمبر ۴:۔ حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں سے میری طرح کا کوئی نہیں۔

جواب نمبر ۱:۔ اس حدیث میں جنسیت کی نفی نہیں بلکہ مرتبہ کی نفی ہے۔ اس کے تم بھی قائل ہیں اور اس حدیث میں روزوں کا ذکر ہے یہ قرینہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضورؐ نے روحانی مقام کی نفی فرمائی ہے نہ کہ جنس کی۔

جواب نمبر ۲:۔ قرآن پاک میں مثلکم ہے اور حدیث میں ایکم مثلی کے الفاظ ہیں تو نتیجہ یہی نکلے گا۔ قرآن پاک نے جنس کے لحاظ سے مثلکم فرمایا اور یوحیٰ الی الگ ہے اور حدیث میں بھی مرتبہ کے لحاظ سے نفی کی گئی ہے۔ کیا یہ فرمایا کہ میں اولادِ آدمؑ سے نہیں ہوں۔ اگر ہے تو دکھلیئے۔

جواب نمبر ۳:۔ ہم پھر قرآن پاک سے مثلکم کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں

یٰنسآء النبی لستن کاحدٍ من النسآء خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں نبیؐ کی عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے نبی کی عورتو۔ تم اور عورتوں کی مانند نہیں ہو جس طرح حضورؐ کی بیویاں عورتیں ہیں لیکن حضورؐ کے ساتھ عقد ہو جانے کی وجہ سے عامی عورتوں سے مقام میں بلند ہیں۔ اسی طرح حضورؐ بشر ہیں لیکن نبوت کی وجہ سے تمام انسانوں سے مقام میں بلند ہیں۔ فرشتوں سے افضلیت پہلے ثابت کر چکے ہیں۔

اعتراض نمبر ۵:۔ حضرت امام یافعیؒ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ حضورؐ بشر نہیں ہیں۔

جواب نمبر ۱:۔ اوّل تو ہم نص قطعی کے خلاف کسی کا قول قبول نہیں کرتے۔

جواب نمبر ۲:۔ لو اس شعر کا مطلب بھی آپ کی خدمت میں عرض کر دیتے ہیں۔

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا کَالْبَشَرِ ۔۔۔ یَاقُوْتٌ حَجَرٌ لَا کَالْحَجَرِ

ترجمہ: حضرت محمدؐ بشر ہیں۔ عام بشر نہیں۔ یاقوت پتھر ہے مگر عام پتھر نہیں

حضرت امام یافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ بشر ہیں لیکن تمام انسانوں سے مقام میں بلند ہیں۔ پھر اس کی مثال بیان فرماتے ہیں کہ جیسے یاقوت بھی جنس پتھر سے ہے لیکن اپنے حسن کی وجہ سے عام پتھروں کی طرح نہیں اسی طرح حضورؐ بشر ہیں۔ لیکن ختم نبوت کی وجہ سے تمام مخلوقات سے مقام میں بلند ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی نے بھی اپنی کتاب جاء الحق میں بشر کی بحث میں "بلا تامل" اس شعر کو اپنے دعویٰ میں پیش کر دیا۔ حالانکہ ان کا دعویٰ بالکل ثابت نہیں ہوتا۔

اعتراض نمبر ۶:۔ قل انما انا بشر مثلکم میں عاجزی ہے۔

جواب نمبر ۱:۔ یُوْحیٰ اِلَیَّ میں بھی عاجزی تسلیم کیجئے آخر دونوں ایک ہی

آیت میں ہے۔

جواب نمبر ۲:۔ نبیؐ خدا کے آگے عاجزی کرتا ہے بندوں کے آگے عاجزی نہیں کیا کرتا۔ اگر نبیؐ عقائد میں بھی عاجزی کرے تو اُمت کو کیا پتہ چلے گا کہ دین کے عقائد کون سے اور عاجزی کونسی ہے۔

جواب نمبر ۳:۔ اگر مرزائی یہ کہے کہ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ میں عاجزی ہے تو جو جواب آپ کا ہو گا وہی ہمارا ہو گا۔ کسی نے تقیہ کی آڑ لے کر مذہب کا مقصد فوت کرنا چاہا لیکن نہ کر سکے یہ نبیؐ کو عاجز بنا کر دین میں گڑبڑ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

"عاجزی" اور "تقیہ" ان دونوں میں صرف حرفوں کا فرق ہے مطلب بالکل ایک ہی ہے۔

اعتراض نمبر ۷:۔ جس طرح کوئی بڑا آدمی لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ میں تو آپ کا خادم ہوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب ہم بھی اس کو خادم کہیں یا اس سے خادموں کی طرح کام لیں ایسے ہی حضورؐ نے بشر فرما دیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم بھی حضورؐ کو بشر کہیں۔

جواب:۔ "خوش قسمت" بات تو تب بنتی اگر حضورؐ ارشاد فرماتے کہ میں تمہارا بشر ہوں۔ پھر ہم بھی بشر کہنے سے اجتناب کرتے۔ لیکن آنحضرتؐ نے تو معاملہ ہی صاف فرما دیا کہ میں تمہاری طرح جنس کے لحاظ سے بشر ہوں اب فرمائیے طبیعت کا کیا حال ہے۔

وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ۔ ترجمہ: اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ اور کہنے لگیاں حَاشَ لِلّٰهِ۔ نہیں یہ شخص آدمی یا تو کوئی فرشتہ ہے بزرگ۔

اعتراض نمبر ۸:۔ قرآن پاک کے ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ حضرت

یوسف علیہ السلام بشر نہ تھے۔ بلکہ فرشتہ تھے اور فرشتے جنس نور سے ہوتے ہیں تو ثابت ہوا کہ حضرت یوسفؑ بھی جنسِ نور سے تھے۔ اور آنحضرتؐ تو بدرجہ اولیٰ جنسِ نور سے ثابت ہوئے۔

جواب نمبر ۱:۔ قرآن پاک نے ان الفاظ میں ایک فعل اور ایک قول کا ذکر ہے۔ یہ فعل اور قول گمراہ عورتوں کا ہے۔ یہ وہ "بیگمات" تھیں جو حضرت یوسفؑ کو اپنے پھندہ میں پھنسانا چاہتی تھیں۔ نبوت کی سفید چادر کو داغدار کرنا چاہتی تھیں۔ اب فرمائیے۔ یہ فعل درست تھا یا نہیں اگر درست نہیں تھا اور یقیناً درست نہیں تھا تو پھر ان کا قول بھی درست نہیں۔

جواب نمبر ۲:۔ "مہربان"! وَ قطعن کو کیوں فراموش فرما دیا۔ ہاتھ کاٹنا بھی ان کا فعل تھا۔ اس فعل سے اسماعیل گوجروی نے اپنی کتاب "براہین ماتم" میں ماتم پر دلیل بنائی ہے اور قول سے آپ نے محض تکلف کیا ہے۔ پھر آپ یہ کام بھی کیجئے تاکہ کامل اتباع نصیب ہو آخر قول و فعل ایک ہی جگہ ہیں۔ ایک کو چھوڑ دینا اور ایک پر عمل کرنا یہ تو یہودیوں کی حرکت تھی جس طرح ماتم کی دلیل قطعن سے بالکل نہیں بنتی اس منطق کی رو سے آپ کی دلیل بھی نہیں بنتی۔

جواب نمبر ۳:۔ خدا جانے وہ مذہب کتنا گمراہ کن ہوگا جس مذہب کی صداقت کی دلیل گمراہ عورتوں کے قول و فعل سے ہو۔

جواب نمبر ۴:۔ ان گمراہ عورتوں کا یہ قول بے ہوشی کا ہے بے ہوشی کا قول اور پھر گمراہ عورتوں کا ہوش والے نیک مردوں کے لئے سند نہیں ہو سکتا ہاں بیہوش گمراہ عورتوں کے لئے ضرور حجت ہوگا۔

جواب نمبر ۵:۔ جمالِ یوسفی کی وجہ سے فرشتہ سے تعبیر کیا نہ کہ جنس نور سے سمجھا۔

جواب نمبر ۶:۔ گمراہ عورتوں کے قول و فعل سے عقائد ثابت نہیں ہوا کرتے۔

پہلے جب حضرت یوسفؑ بشر ثابت ہوئے تو اجتہاد غلط ہے۔ نص قطعی کے خلاف اجتہاد کرنا ابلیس کی عادت ہے جیسا کہ آپ نے شیطان کی ایجادات میں پڑھا۔ دوسرے اجتہاد کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ تیسرے اجتہاد سے مسئلہ ثابت ہوتا ہے نہ کہ عقیدہ۔ عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے نص قطعی چاہئیے جیسے ہم نے قُلْ اِنَّمَا کو پیش کیا ہے۔

جواب نمبر ۷:۔ قرآن پاک نے اگر ان کی تردید نہ کی ہوتی تو بات بنائی جاتی لیکن قرآن پاک نے تو پہلے ہی اس باطل عقیدہ کی دھجیاں اڑا دیں۔ اِنَّهٗ من عبادنا المخلصین۔

ایک نکتہ: ہو سکتا ہے کہ کفر کی دنیا یہ خیال کر لیتی کہ حضرت یوسفؑ عورت کے قابل ہی نہیں تھے اس لئے خداوند تعالیٰ نے ان کی تردید فرما دی کہ یوسفؑ مرد تھے۔ محض میرے خوف کو مد نظر رکھ کر برائی کا کام نہ کیا۔ اور وہ خدا کا خاص بندہ تھا یعنی بشر بھی تھا اور نبی بھی تھا۔

جواب نمبر ۸:۔ اگر وہ گمراہ عورتیں حضرت یوسفؑ کو واقعی فرشتہ سمجھتی تھیں تو پھر ان کا اپنے بُرے مطلب کی طرف دعوت دینا چہ معنی دارد؟ اتنا تو وہ بھی جانتی تھیں کہ فرشتہ ہماری تمنا کو پوری نہیں کر سکتا۔

جواب نمبر ۹:۔ اگر یوسفؑ جنسِ نور سے تھے تو حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی کا بیان کرنا بے فائدہ ہے۔ کیونکہ نور میں تو شہوت کا مادہ ہی نہیں۔ کمال تو تبھی ہوگا جب کہ حضرت یوسفؑ کو انسان تسلیم کیا جائے جیسا کہ قرآن پاک میں وارد ہے۔ اِنَّهٗ من عبادنا المخلصین۔

جواب نمبر ۱۰:۔ اگر حضرت یوسفؑ کو بشر نہ مانا جائے تو پھر عصمتِ انبیاءؑ کے عقیدے سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ عیسائیوں نے عصمتِ انبیاءؑ کا انکار

براہِ راست کر دیا۔ لیکن انہوں نے درپردہ انکار کر دیا بات ایک ہی ہے۔

اعتراض نمبر ۹:۔ نماز میں بشر کو مخاطب کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ہر نمازی نماز میں آنحضرتؐ کو اَیُّھَا النَّبِیُّ کے الفاظ سے مخاطب کرتا ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی پس ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ بشر نہیں تھے۔

جواب نمبر۱:۔ آپ نے سرے سے مسئلہ ہی نہیں سمجھا۔ اب سمجھ لو۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر نمازی نماز میں پڑھ رہا ہو تو کوئی آدمی آ کر السلام علیکم کہے گا تو اگر نمازی نے اس کا جواب دیدیا تو نماز فاسد ہو گی اسی طرح چھینک کا جواب دینے سے بھی نماز فاسد ہو گی۔

معلوم ہوا کہ نماز کی نیت باندھنے کے بعد باہر کے آدمی کو مخاطب کرنا نماز کو فاسد کرتا ہے۔ حضورؐ کا نماز میں ذکر ہے اس لئے نماز فاسد نہیں ہوتی

جواب نمبر۲:۔ اگر نہیں مانتے ہو تو آپ جواب دیجئے۔ اگر نماز میں نمازی قل یاایھا الکفرون یا ایھا الانسان ما غرک کو تلاوت کرے تو نماز فاسد ہو گی یا نہیں آخر ان الفاظوں میں بھی انسانوں کو مخاطب کیا جا رہا ہے جو جواب آپ کا وہی ہمارا۔

جواب نمبر۳:۔ جس طرح عام انسانوں کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ نمازی قرآن پڑھتے وقت ان کو مخاطب کرتا ہے تو اس سے یہ دلیل نہیں بنتی کہ یہ انسان انسان نہ تھے۔ اسی طرح حضورؐ کو مخاطب کرنے سے بھی یہ دلیل بودی ہے کہ حضورؐ بشر نہیں تھے۔

اعتراض نمبر۱۰:۔ شیطان بھی انبیاءؑ کو بشر کہتا تھا اور آپ بھی کہتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ آپ شیطان کے ساتھی ہیں۔

جواب نمبر۱:۔ جس نگاہ سے خدا تعالیٰ نے انبیاءؑ کو بشر کہا ہے ہم بھی اس نگاہ

سے کہتے ہیں جس طرح شیطان بشر کو ذلیل سمجھتا ہے اسی طرح آپ۔

جواب نمبر۲:۔ فرعون نے اپنے آپ کو خدا کہا۔ اس کو تمام مسلمان کافر کہتے ہیں حضرت منصورؒ نے انا الحق کہا اس کو تمام مسلمان ولی اللہ کہتے ہیں حالانکہ دونوں قول ایک ہی مطلب رکھتے ہیں۔ اولیائے کرامؒ نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ فرعون نے غروری کے ساتھ اپنے آپ کو خدا کہا۔ اس لئے کافر ہوا۔ اور حضرت منصورؒ نے اپنے آپ کو مٹا کر فنا فی اللہ کے مقام پر انا الحق کہا اس لئے مومن رہا۔ اسی طرح ہم بھی بشر کو عزت کی نگاہ سے بشر کہتے ہیں۔ شیطان بشر کو حقارت کی نگاہ سے بشر کہتا ہے جیسا کہ آپ۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

اعتراض نمبر۱۱:۔ بشر والی آیات پہلے نازل ہوئیں اور سب سے آخر میں سورۃ مائدہ نازل ہوئی اس میں آپ کو نور کہا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا پہلی آیات منسوخ ہیں۔ آپ جنسِ نور سے ثابت ہوئے۔

جواب نمبر۱:۔ آپ کا یہ "فرمان" کہ سورۃ مائدہ سب سے آخر میں نازل ہوئی بجا نہیں بلکہ بخاری شریف میں جلد دوم صـ۶۲۶ سے ثابت ہے کہ سب کے بعد سورت توبہ نازل ہوئی۔

جواب نمبر۲:۔ اب سورت توبہ کے الفاظ کو دیکھئے لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ : ترجمہ: آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں کا۔ ان الفاظوں سے ثابت ہوا کہ حضورؐ جنس کے لحاظ سے بشر ہیں۔

جواب نمبر۳:۔ سلف الصالحین کا قول پیش کیجئے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ نور والی آیت سے بشر والی تمام آیات منسوخ ہو گئی ہیں۔

جواب نمبر۴:۔ ہمارے نزدیک حضورؐ اور دیگر انبیاءؑ کی بشریت عقیدہ کا

مسئلہ ہے جیسا کہ شرح عقائد کی کتابوں میں ہے۔ اور عقائد کی نسخ واقع نہیں ہوتا جیسے توحید ختم نبوت اور قیامت میں نسخ کا واقع ہونا محال ہے اسی طرح بشریت میں بھی نسخ کا واقع ہونا محال ہے۔

اعتراض نمبر ۱۲:۔ شخصیت کے لحاظ سے ترجمہ بدل جاتا ہے جیسے قال اللہ خدا تعالیٰ نے فرمایا قال ابلیس۔ ابلیس نے کہا۔ اسی طرح جب حضورؐ کی طرف بشریت کی نسبت ہو گی تو ترجمہ اور ہو گا۔

جواب نمبر ۱:۔ ترجمہ نہیں بدلتا بلکہ ادب کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔

جواب نمبر ۲:۔ بشر کا ترجمہ آپ بیان فرمایئے۔

جواب نمبر ۳:۔ خدا عالم الغیب ہے وہ جانتا تھا کہ چودھویں صدی کے بعض علماً اس میں غلط تاویل کریں گے اس لئے بشر مثلکم فرما کر ان کی غلط فہمی کو دور فرما دیا۔ اگر یہ الفاظ نہ ہوتے تو بات بنالی جاتی۔

اعتراض نمبر ۱۳:۔ قل انما انا بشر مثلکم کا ترجمہ یہ ہے کہ میرا ظاہری جسم تمہارے جیسا ہے۔

جواب نمبر ۱:۔ فرمایئے کیا سلف صالحین میں سے کسی نے یہ ترجمہ کیا ہے۔

جواب نمبر ۲:۔ فرمایئے! میرا ظاہری جسم کن کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔

تحقیق نور

قارئین کرام! ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنے عقیدہ کا اظہار کر دیں تاکہ غلط فہمی نہ ہو جائے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضورؐ جنس کے لحاظ سے بشر تھے۔ اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ حضورؐ کی روح مبارک نور ہے اور نور حضورؐ کی صفت ہے۔ صرف صفت ہی نہیں بلکہ حضورؐ نور گر ہیں۔ اور ہدایت کے

نور ہیں۔ جنس کے لحاظ سے آپ نور نہیں ہیں۔ منکرین کا یہ عقیدہ ہے کہ حضورؐ جنس کے لحاظ سے نور ہیں اور نور بھی ایسے کہ خدا کے نور سے علیحدہ کئے ہوئے ٹکڑا ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۴:۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ

ترجمہ:۔ تمہارے پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرتی۔

اس آیت سے منکرین نے دلیل بنالی ہے۔ ہم اس کے چند جوابات عرض کرتے ہیں۔ فیصلہ آپ فرمایئے۔

جواب نمبر ۱:۔ قرآن پاک کے اس مقام کے سیاق و سباق کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نور سے مراد قرآن مجید ہے۔ اور قرآن پاک پارہ (۶) میں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ نیز اس بات پر بھی ٹھنڈے دل اور نگاہِ عدل سے غور فرمایئے کہ سورۃ المائدۃ آیت پندرہ (قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا۔ یعنی تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا) کی ابتدا میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ مبارک اور اسکے بعد اسی آیت مقدسہ کے آخر میں "نور" کا ذکرِ خیر موجود ہے۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام پر "نور" کا مصداق قرار دینے سے تکرار لازم آتا ہے جو قرآنی فصاحت اور فرقانی بلاغت کے پیشِ نظر یقیناً زیب نہیں دیتا۔ پس زیرِ نظر آیت مبارکہ میں "نور" کا مصداق قرآن مجید ہی ہے اور یہ بات بھی پُرلطف ہے کہ جسطرح مذکورہ بالا آیت میں امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو "رسول" اور قرآن کریم کو نور فرمایا ہے بالکل اسی طرح سورۃ اعراف آیت ۱۵۷ (۱) اور سورۃ تغابن آیت ۸ (۲) میں بھی ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کو "رسول" اور فرقانِ حمید کو "نور" فرمایا ہے۔ پس قرآن کریم کے ان دونوں مقامات سے ہر انسان اس صداقت کو بخوبی پا سکتا ہے۔ بشرطیکہ نیت صاف اور سینہ پاک ہو کہ سورۃ مائدہ

آیت پندرہ میں بھی شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کو "رسول" اور قرآن مجید کو "نور" فرمایا ہے جس طرح ہم نے قرآن پاک کے دیگر دو مقامات سے اپنا دعویٰ احسن طریقہ اور عمدہ سلیقہ سے ثابت کر دیا ہے۔ فریق ثانی بالکل اسی طرح اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے قیامت تک قاصر و عاجز رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ یہ بات بھی تو قابل توجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ "اَحَدٌ" ہے جیسے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ "پس احد" وہ ہے کہ کسی طرح سے قسمت اور بانٹ اسمیں نہ ہو سکے اور یہ بات خاص اسی میں پائی جاتی ہے اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔" (تفسیر عزیزی اردو و تحت سورۃ اخلاص) نیز اہل اسلام اللہ رب العزت کو "صَمَد" بھی مانتے ہیں۔ تفسیر حقانی میں اسی سورۃ مبارکہ کے تحت اس لفظ کے بیس معانی نقل کئے گئے ہیں ان میں سے ایک معنی یہ بھی ہے کہ "ٹھوس" نتیجہ یہ ہے کہ ان دونوں کے معنی سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ وجود باری تعالیٰ میں سے نہ کوئی چیز نکل سکتی ہے اور نہ داخل ہو سکتی ہے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ میں سے کسی کو نکلا ہوا تسلیم کرنا یقیناً غیر اسلامی نظریہ ہے۔ معہذا یہ بات نہایت زیب دیتی ہے کہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ مسیحی دنیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت کیا عقیدہ رکھتی ہے تو ملاحظہ فرمائیے۔ "خدا نور ہے" (یوحنا باب آیت ۵)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام "نور" تھے (انجیل یوحنا ۱۲ : ۴۶) حضرت مسیح علیہ السلام اپنی بابت فرماتے ہیں کہ "میں باپ میں سے نکلا اور دنیا میں آیا ہوں" (انجیل یوحنا ۱۶ : ۸) الحاصل یہ کہ مسیحی دنیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھیں اور اس بات کی گواہی دیں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں تحقیق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پس یہی عقیدہ صحیح درست ہے۔

جواب نمبر ۲:۔ قرآن پاک نے تورات کو بھی نور کہا ہے لیکن صاحب تورات یعنی

حضرت موسیٰ ؑ کو نور نہیں کہا۔ پس ثابت ہوا سورۃ مائدہ میں بھی قرآن پاک کو نور کہا ہے۔

جواب نمبر ۳:۔ اگر بالفرض نور سے مراد حضور ؐ ہی ہیں تو پھر دلیل میں احتمال آ گیا کہ اس نور سے مراد حضور ؐ ہیں یا کہ قرآن پاک۔ جب دلیل میں احتمال پیدا ہو گیا تو دلیل ثابت نہ ہوئی اس کے علاوہ قرآن پاک کی کوئی اور آیت پیش کیجئے۔

جواب نمبر ۴:۔ اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے تب بھی آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ دعویٰ تو خدا کے نور سے علیٰحدہ کرنے کا ہے۔ اور دلیل میں اس کا ذکر نہیں دعویٰ خاص ہے اور دلیل عام ہے۔ لہٰذا دلیل نہیں بنتی۔

جواب نمبر ۵:۔ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ o میں "وَ" تفسیر یہ ہے اور نور کو کتاب مُّبین' بیان کرتی ہے۔ اس سے پوچھئے حضور ؐ کیا تھے تو یہ جواب میں فرماتی ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓى اِلَیَّ۔

جواب نمبر ۶:۔ قرآن پاک نور ہے لیکن اندھیرے میں روشنی نہیں کرتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن پاک نور نہیں ہے بلکہ قرآن پاک دلوں کے اندھیروں کو دور کرنے والا نور ہے۔ اسی طرح حضور ؐ بھی دلوں کو منور کرنے والے نور ہیں اور یہ بھی خدا کے حکم سے لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ حضرت جبرائیل ؑ جنس نور سے ہیں۔ لیکن پھر بھی آنحضرت ؐ کے خادم ہیں۔ نور تو حضور ؐ کا خادم ہے۔

اب فرمائیے نور کہنے میں ادب ہے یا کہ بشر کہنے میں۔

جواب نمبر ۷:۔ نور والی آیت سورت مائدہ کے بعد نازل ہوئی تو اسی سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی حضور ؐ جنس نور سے نہ تھے اگر تھے تو تضاد لازم آتا ہے۔ جواب نمبر ۶ کی رُو سے ہم بالکل صحیح عقیدہ پہ ہیں۔ جنس نور

سے مان کر آپ کو بڑی مشکل ہوگی اور آخرت میں تنگ کرے گی۔

اعتراض نمبر ۱۵:۔ قرآنِ پاک میں فرشتوں کو بھی عَبد کہا گیا ہے جس طرح ان کے نُورِ جنس ہونے میں فرق نہیں آتا۔ اِسی طرح حضور ﷺ کو بشر کہنے سے بھی حضورؐ کے جنسِ نُور ہونے میں فرق نہیں پڑتا۔

جواب نمبر ۱:۔ قرآن پاک میں فرشتوں کو عبد کہا ہے۔ لیکن تمہاری طرح بشر نہیں کہا۔

جواب نمبر ۲:۔ جس طرح فرشتوں کو بندہ کہنے سے اُن کی جنس نُور ہی رہی اور اس طرح حضورؐ کو بقول آپ کے نُور کہنے سے حضورؐ کی جنس میں بھی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

جواب نمبر ۳:۔ قرآن پاک نے فرشتوں پر تو عبد کا اطلاق کیا ہے لیکن عباد پر ملائکہ کا اطلاق نہیں کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتے اپنے مقام پر حسین ہیں۔ لیکن ساخت کے لحاظ سے بشر فرشتوں سے زیادہ حسین ہے اس لئے فرشتوں پر تو عبد کا لفظ بول دیا اور بشر پر ملائکہ کا لفظ نہ بولا کیونکہ اس سے انسان کی توہین ہوتی تھی۔ دوسرے خدا کو عبد کا لفظ اتنا پیارا لگا کہ اپنی نوری مخلوق کو بھی عبد کہہ دیا۔

جواب نمبر ۴:۔ کیا جب خدا تعالیٰ نے فرشتوں کو عبد کہا پھر اس کے بعد فرشتوں نے گول باغ سے آم توڑ کر چوسنے شروع کر دیئے تھے۔ اور گٹھلیاں منکرین کے سروں پر مارتے رہے۔ ہم نے تو کسی اخبار میں یہ خبر نہیں سُنی نہ پڑھی۔ حضور والا اگر فرشتے پھر بھی فرشتے ہی رہے اسی طرح حضورؐ بھی اولادِ آدمؑ ہی رہے۔

جواب نمبر ۵:۔ مشرکین مکہ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی اولاد کہا کرتے تھے اور بعض خدا سمجھتے تھے۔ تو خدا تعالیٰ نے ان کی تردید کے لئے فرمایا کہ فرشتے تو

بندے ہیں یعنی حکم کے آگے سر خم کرنے والے عاجز ہیں نہ کہ میرے لڑکے لڑکیاں اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔

اعتراض نمبر ۱۶:۔ حضورؐ باہر سے بشر تھے اور اندر سے جنسِ نُور سے تھے۔

جواب نمبر ۱:۔ جو اندر سے جنسِ نُور سے ہوگا اس کو کھانے پینے اور شادی کی ضرورت نہیں۔ پھر حضرت فاطمہؓ۔ رقیہؓ اور باقی صاحبزادیاں کیسے پیدا ہوگئیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ بعض لوگ یزید کی سنّت پر عمل کر رہے ہیں۔ اس نے تلوار کے ساتھ سیّدوں کو ختم کرنا چاہا لیکن نہ کر سکا۔ آج زبان سے سیّدوں کو ختم کیا جا رہا ہے ایک ہی بات ہے کسی نے تلوار کو استعمال کیا۔ کسی نے زبان سے کام کیا۔

ع شاید کہ اُتر جائے تیرے دِل میں میری بات

جواب نمبر ۲:۔ شریعت فتوے ظاہر پہ لگاتی ہے باطن پر نہیں پس آپ کے قول سے بھی ثابت ہوا کہ حضورؐ بشر تھے۔

ے

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

جواب نمبر ۳:۔ مشرکین مکہ کو کیوں نہ فرما دیا کہ میں اندر سے نُور ہوں تو وہ مسلمان ہو جاتے۔ اور حضورؐ کی تمنا ہر وقت یہی ہوتی تھی کہ تمام دنیا مسلمان ہو جائے پھر ان کو مسلمان نہ کرنے میں کیا حکمت تھی کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

جواب نمبر ۴:۔ قارئین کرام! ہم اس مسئلہ کو قرآن پاک سے حل کرتے ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ حضرت مریمؑ کی خدمت میں بحکم خداوندی بشکل بشر حاضر ہوئے تو خدا تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو اس موقعہ پر بشر نہیں فرمایا بلکہ بشراً سویّاً کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جبرائیلؑ اندر سے جنسِ نُور تھے اور باہر سے بشر تھے۔ اس لئے بشراً سویّاً کہا۔ اگر حضورؐ کے اندر کوئی الگ باہر کوئی اور جنس ہوتی تو حضورؐ کو بھی خدا بشر نہ کہتا بلکہ بشراً سویّاً کہتا۔

ایسا نہ کہنے سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضورؐ کا اندر باہر ایک سا ہی تھا اور جو حضورؐ کا اندر اور باہر ایک سا نہ مانے اس پر ہی فتوے لگایئے۔

اعتراض نمبر ۱۷:- حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے جابرؓ سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے تیرے نبیؐ کا نور پیدا فرمایا۔

جواب نمبر ۱:- اول تو روایت ہی سند کے لحاظ سے پوری نہیں اترتی۔ پھر دلیل کیسی؟

جواب نمبر ۲:- اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی جواب حاضر ہے حضورؐ نے یہ فرمایا کہ میرا نور پہلے پیدا کیا گیا یہ نہیں فرمایا کہ میں جنسِ نور سے ہوں۔ اور نہ ہی یہ فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے نور سے علیحدہ کیا ہوا ٹکڑا ہوں

جواب نمبر ۳:- دعویٰ تو آپ کا خدا کے نور میں سے علیحدہ کئے ہوئے کا ہے اور دلیل میں اس کا ارشاد بھی نہیں پایا جاتا پس ثابت ہوا کہ آپ کی دلیل صحیح نہیں محض تکلف ہے اور کوئی روایت پیش فرمایئے۔

جواب نمبر ۴:- اس روایت کو تسلیم کر لینے کے بعد بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سب سے پہلے آنحضرتؐ کا نور پیدا کیا گیا۔ حالانکہ دنیا میں اس کیفیت کے ساتھ تشریف نہیں لائے بلکہ حضرت مائی آمنہؓ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ اب فرمایئے کہ بشر ہیں۔ کہ نہیں۔ نیز آپ کی روح ہی عرش پر تھی اس کو نور کہا گیا۔ جب دنیا میں تشریف لائے تو پھر فرمایا اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

اعتراض نمبر ۱۸:- جو آدمی جس جگہ سے آتا ہے یہی کہتا ہے کہ فلاں جگہ سے آیا ہوں اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ فلاں جگہ میں سے آیا ہوں اسی طرح حضورؐ کے بارے میں بھی قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ سے مراد خدا کے نور میں سے جدا کئے ہوئے ٹکڑا کے ہیں۔

جواب نمبر ۱:- جس جگہ سے کوئی آیا ہو اس جگہ کی حد ہوتی ہے اس لئے ایسا کہا جاتا ہے خدا کی کوئی حد نہیں وہ لا محدود ہے۔

جواب نمبر ۲:- خدا کے ساتھ کسی چیز کی مثال نہیں دے سکتے۔ کیونکہ خدا بے مثال ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔

جواب نمبر ۳:- عیسائی بھی حضرت عیسیٰؑ کو خدا میں سے نور کا ٹکڑا مانتے ہیں۔ پھر وہ کافر کیوں ہیں۔

جواب نمبر ۴:- جس جگہ میں سے انسان آتا ہے۔ وہ جگہ اور انسان دو جدا جدا چیزیں ہیں۔ اسی طرح خدا اور حضورؐ میں فرق ہے۔

جواب نمبر ۵:- اگر حضورؐ خدا کے نور کے ٹکڑے تھے۔ تو دونوں کی ایک ہی کیفیت ہونی چاہیئے تھی۔ حضورؐ کو روٹی، پانی اور شادی کی ضرورت نہیں۔ ہونی چاہیئے تھی۔ نیز ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے حق میں خدا نے فرمایا۔ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ (پ ۲۵)

اعتراض نمبر ۱۹:- امام بیہقیؒ کی روایت میں ہے۔ کہ جب حضورؐ کلام فرماتے تھے تو منہ مبارک سے نور نکلا کرتا تھا پس ثابت ہوا کہ حضورؐ جنسِ نور سے تھے

جواب نمبر ۱:- اول تو اس روایت کا ہی پتہ نہیں کہ کیسی ہے کیسی نہیں۔ دوسرے قرآن پاک کی آیت کے مقابلے میں امام بیہقی کی روایت کو پیش کرنا انصاف سے بعید ہے۔

جواب نمبر ۲:- نور منہ مبارک سے کیوں نکلتا تھا ناک مبارک سے کیوں نہیں نکلتا تھا۔

جواب نمبر ۳:- اگر اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر جواب حاضر ہے۔ کہ یہ نور نبوت کی وجہ سے منہ مبارک سے نکلتا تھا اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضورؐ اولادِ آدمؑ نہیں تھے۔ اور یہ حضورؐ کی خصوصیات میں سے تھا۔

قارئین کرام! ہم نے ہر ایک اعتراض کے کئی جوابات دیئے ہیں۔ لہٰذا منکرین سے تین سوالوں کے جوابات طلب کرتے ہیں۔ اور قیامت تک یہ ہمارے مقروض رہیں گے۔

تین سوال

سوال نمبر۱:۔ فرمایئے: نور والی آیت نازل ہونے کے بعد حضورؐ نے کھانا پینا ترک فرما دیا تھا۔ کیونکہ نور کھاتا پیتا نہیں ہے۔ جیسے فرشتے

سوال نمبر۲:۔ فرمایئے: حضورؐ نے صحابہؓ کو یہ بھی فرما دیا تھا کہ اب میں اولادِ آدمؑ میں سے نہیں ہوں۔ استغفراللہ!

سوال نمبر۳:۔ فرمایئے! نور والی آیت نازل ہونے سے پہلے حضورؐ نور نہ تھے اگر نہ تھے جیسا کہ آپ کی دلیل سے ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ نبوت مکہ معظمہ میں ملی اور نور والی آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی) بشر کو نبوت نہیں ملتی آپ کا عقیدہ ہے پھر آپؐ کو نبوت کیسے مل گئی۔ اگر نور والی آیت نازل ہونے کے بعد نبوت ملی۔ یہ تو صریح کفر ہے۔

؎ عجب مشکل میں پھنسا ہے سینے والا چاک داماں کا
اِدھر ٹانکا اُدھر اُدھڑا اُدھر ٹانکا اِدھر اُدھڑا

بشریت انبیاءؑ کے انکار سے دین میں خرابیاں

قارئین کرام! ہم اس باب میں چند باتیں عرض کریں گے کہ بشریت کے انکار سے جن مسائل کا انکار لازم آتا ہے۔

۱:۔ بشریت انبیاءؑ کے انکار سے عصمتِ انبیاءؑ کا انکار لازم آتا ہے۔

۲:۔ آنحضرتؐ کی بشریت کے انکار سے معراج کا انکار لازم آتا ہے جبریلؑ جنس نور ہے۔ کئی دفعہ آسمان سے زمین پر آئے لیکن اس کے اس کام کو کوئی بھی کمال نہیں سمجھتا۔ معراج کا کمال تو تبھی کمال ہے۔ جب حضورؐ کی عبدیت کا اقرار کیا جائے۔

۳:۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ دعا تو یہی تھی کہ انسانوں میں نبی بھیج۔ جب حضورؐ انسان نہیں تو معلوم ہوا ابتک وہ دعا پوری نہیں ہوئی۔ استغفراللہ! حدیث میں آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔

۴:۔ حضورؐ کی شادیوں کا انکار لازم آتا ہے۔

۵:۔ تمام روزوں کا انکار لازم آتا ہے۔ جب کہ حضورؐ بشر نہیں نور روزے رکھنے کا کیا کمال ہے۔ جنسِ نور کو تو بھوک پیاس ہی نہیں لگتی۔

۶:۔ جب حضورؐ بشر نہیں تو پھر آپؐ کے ہاں فاطمہؓ کیسے پیدا ہو گئیں تمام سید حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہیں ان کا انکار لازم آتا ہے حتیٰ کہ دین کی بہت سی باتوں کا ایسے ہی انکار کرنا پڑتا ہے۔ عقل مند وہ آدمی ہے جو حضورؐ کی بشریت تسلیم کر کے ان تمام باتوں کا انکار نہ کرے۔

بشر عیسائیت کی نگاہ میں

قارئین کرام! ہم اس باب میں یہ بیان کریں گے کہ آیا انبیاءؑ کو بشر کہنا بے ادبی ہے یا بشر نہ کہنا بے ادبی ہے اور جو انبیاءؑ کو بشر نہ مانتے اور نہ ہی کہے وہ کس کی سنت پر عمل کرتا ہے اور جو انبیاءؑ کو بشر مانے اور کہے وہ کس کی سنت پر عمل کرتا ہے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں میں حضرت محمد مصطفےٰ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

پہلی دلیل: ہر نمازی نماز میں التحیات کے آخری حصہ میں ان کلمات کو پڑھتا ہے صرف پڑھتا ہی نہیں بلکہ ببانگ دہل تین شہادتیں دیتا ہے۔ پہلے خداوند تعالیٰ کی توحید کی گواہی دوسرے آنحضرتؐ کی بشریت کی گواہی تیسرے آنحضرتؐ کی رسالت کی گواہی۔ گواہی میں حضورؐ کو بشر کہہ تو دیا اب کہنے میں کون سی کسر باقی رہ گئی۔

دوسری دلیل: اگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا ایک ہے اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضورؐ اللہ کے آخری رسول ہیں تو پھر حضورؐ کو بشر کیوں نہیں کہہ سکتے اگر کہو بے ادبی ہے تو پھر نمازوں میں کیوں بے ادبی کرتے ہیں۔ ایک حصہ کو پکڑ لینا ایک کو چھوڑ دینا یہ تو اہلِ کتاب کی عادت تھی۔

تیسری دلیل: اگر ہم خدا کی توحید اور حضورؐ کی رسالت کی تبلیغ کر سکتے ہیں تو پھر حضورؐ کی بشریت کی بھی تبلیغ کر سکتے ہیں۔ تبلیغ ماننے سے نہیں بلکہ زبان کے کہنے سے ہو گی۔

حضرات انبیاءؑ کو بشر کہنے پر ایک شہادت

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اپنی مشہور تفسیر عزیزی میں سورت نون کی اس آیت اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کے تحت تحریر فرماتے ہیں تفسیر عزیزی اردو "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ سے بارہا فرمایا ہے کہ لا تطروني كما اطرت النصارىٰ عيسىٰ ابن مريم وقولوا عبد الله ورسوله

یعنی نہ حد سے بڑھاؤ۔ مجھ کو تعریف کرنے میں جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی تعریف میں مبالغہ کر کے بشریت کی حد سے نکال دیا۔ سو میری تعریف میں اسی قدر کہا کرو کہ بندہ خدا کا اور رسول اس کا ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ کی بندگی کی بزرگی میرے واسطے بس ہے"۔

٢٥

اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہو گئیں ایک یہ کہ انبیاءؑ کی بشریت کا انکار کرنا عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ دوسرے آنحضرتؐ نے اپنے بارہ میں بشر کہنے کا حکم فرمایا ہے۔ حضورؐ کے حکم کو ماننا ہی ادب ہے۔

دوسری شہادت: حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ اپنی مشہور تفسیر "موضح القرآن کلاں صفحہ ٥٧ پر تحریر فرماتے ہیں" فائدہ "کہتے ہیں کہ جب نصاریٰ نے یہ بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سنا تو برا مانا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰؑ کو کیوں گالی دیتا ہے اور انہیں بندہ کہتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ اللہ کہ عبداللہ کہنا حضرت عیسیٰؑ کو گالی ہووے۔ وہ بندہ خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے اور خاص ہے اور پسند کیا ہوا ہے اور نیک بخت پاکیزہ بی بی سے پیدا ہوا ہے۔ نصاریٰ کو نہایت غصہ آیا۔"

اس حوالہ سے بھی معلوم ہوا کہ نبی کو بشر نہ ماننا عیسائیوں کا عقیدہ ہے اور نبی کو بشر کہنا آنحضرتؐ کی سنت پر عمل کرنا ہے۔ اب ہم بھی آنحضرتؐ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وہی الفاظ کہتے ہیں جو آنحضرتؐ نے حضرت عیسیٰؑ کی شان میں فرماتے تھے۔ آنحضرتؐ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندے تھے۔ خاص تھے۔ پسند کئے ہوئے تھے اور حضرت مائی آمنہؓ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے تھے ان الفاظ سے غصہ نہ کرنا

ورنہ عیسائیوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

قارئین کرام! ان دونوں حوالوں سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ انبیاء کو بشر کہنا ادب ہے۔ یا نہ کہنا ادب ہے۔

اعتراض نمبر ۲۰:۔ کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول قوی نہیں ہے اور شاہ صاحبؒ کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا۔

جواب: "مہربان" کہتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ اپنے دعویٰ کی مضبوطی کے واسطے لائے ہیں کہ میں اکیلا ہی نہیں کہتا بلکہ علماء اسلام بھی یہی کہتے ہیں نیز اوپر والی حدیثوں پر بھی غور کر لینا چاہیئے۔ اب فیصلہ آپ کیجئے کہ کون آنحضرت ﷺ کی سُنّت پر عمل کر رہا ہے اور کون اہل کتاب کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔

سوچنے کی بات ہے اسے بار بار سوچ

اعتراض نمبر ۲۱:۔ آنحضرت ﷺ کا سایہ نہ تھا پس معلوم ہوا آپؐ بشر نہ تھے بلکہ نُور تھے کیونکہ نُور کا سایہ نہیں ہوتا۔

جواب: اس بات کے جوابات بہت ہیں مگر ہم ایک ہی جواب تحریر کرتے ہیں اگر جنسِ نُور ہونے کی وجہ سے آپؐ کا سایہ نہ تھا تو یہ کوئی کمال نہیں کمال تبھی ہو گا کہ آنحضرت ﷺ بشر ہوں اور پھر آپؐ کا سایہ نہ ہو۔ اب فرمائیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال بشر کے لحاظ سے ہے یا جنسِ نُور سے۔

قارئین کرام: اب ہم ان کے مفتی صاحب کی زبان مبارک سے ارشاد فرمائے ہوئے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ شاید ان کے مفتی صاحب کی بات ہی ان کے قلب میں اُتر جائے۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

فریق ثانی کے مفتی محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی اپنی کتاب "کتاب العقائد"

کے صفحہ ۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے واسطے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں انبیاءؑ وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے"۔

س: کیا جن اور فرشتے بھی نبی ہوتے ہیں۔؟

ج: نہیں۔ نبی صرف انسانوں میں سے ہوتے ہیں اور ان میں سے بھی فقط مرد۔ کوئی عورت نبی نہیں ہوتی ہے۔

قارئین کرام: مفتی صاحب کے ان الفاظ سے ہمارا دعویٰ بالکل ثابت ہو گیا۔ اگر یہ اب بھی نہیں مانتے تو نہ مانیں۔ ویسے مفتی صاحب کی شان میں سرد آہیں بھرتے ہوئے کلیجہ پہ ہاتھ رکھ کر اس شعر کو صبح اور شام کو گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھا کریں ؎

دورِ گردوں میں کبھی، تلاشِ غمخواری نہ کی!

دشمنوں نے دشمنی کی یار نے یاری نہ کی!

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

عقائد علماء بریلویہ

در مسئلہ بشریت

حوالہ ۱ انبیاء علیہ السلام سب بشر تھے۔ اور نہ کوئی جن نبی ہوا اور نہ کوئی عورت۔ بہار شریعت ص ۹ ا

حوالہ ۲ نبی اس بشر کو کہتے ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کیلئے وحی بھیجی ہو، بہار شریعت، مولوی امجد علی بریلوی

حوالہ ۳ سوال کیا جن اور فرشتہ نبی ہوتے ہیں،

جواب: نبی صرف انسانوں میں ہوتے ہیں۔ اور ان میں بھی صرف مرد نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت، بہار شریعت ص۹ حصہ اول،

حوالہ ۴ اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم ہیں، قرآن پاک میں ان کے تذکرے موجود ہیں، اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے اور قرآن و حدیث کے منکر ہیں، تفسیر کنز الایمان ص ۳۲۳ ف ۵۳

حوالہ ۵ عقیدہ ۔ نبی وہ انسان مرد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے احکام شریعت کی تبلیغ کیلئے بھیجا، جاء الحق ص ۱۷۱ مولوی احمد یار گجراتی،

حوالہ ۶ نبی جنس بشر سے آتے ہیں، اور انسان ہی ہوتے ہیں جن یا فرشتہ نہیں ہوتے جاء الحق ص ۱۷۳

حوالہ ۷ بشر اولاد آدم علیہ السلام کا نام ہے، جس کے معنی انسان ہے خدا نے آدم علیہ السلام کو بھی بشر کہا ہے چنانچہ خدا نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں مٹی سے ایک بشر پیدا کروں گا، اور کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آدم علیہ السلام کی ہی اولاد ہیں اور جب باپ بشر ہے تو بیٹا بھی ضرور بشر ہی ہوگا، العقائد الصحیحہ فی تردید الوہابیہ النجدیہ ص ۴۸، محمد حسن جان نقشبندی

حوالہ ۸ انبیاء علیہم السلام عموماً اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً خدا کے فضل و کرم سے قرب الٰہی کے اعلیٰ درجات پر پہنچ چکے ہیں، یہاں تک کہ آپ علیہ السلام تو قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ کے مقام تک پہنچے ہوئے ہیں، کیونکہ خدا کا فضل آپ پر بے حد تھا باوجود اس قرب الٰہی کے پھر بھی آپ بشر اور انسان ہی ہیں، العقائد الصحیحہ ص ۴۸

حوالہ ۹ فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا ۔ بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے یعنی انہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی و نافہمی ہے پھر بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کر لیا۔ تفسیر کنز الایمان ص ۹۰

حوالہ ۱۰ یعنی نہ میں خدا ہوں، اور نہ خدا کا بیٹا بلکہ میں تمہاری طرح خالص بندہ ہوں، جاء الحق ص ۱۶۹

حوالہ ۱۱ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں فرمایا، ہم تم جیسے بشر ہیں، یعنی جس طرح تم محض بندے ہو نہ خدا کے بیٹے نہ خدا کی صفات سے موصوف اسی طرح میں عبد اللہ ہوں۔ نہ اللہ ہوں نہ ابن اللہ ہوں، عیسائیوں نے چند معجزات دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہدیا، تم ہمارے صدہا معجزات دیکھ کر یہ نہ کہدینا کہ ابن اللہ، بلکہ کہنا عبد اللہ و رسولہ جاء الحق ص ۱۶۹

حوالہ ۱۲ اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ۔ اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول مثل حضرت ابراہیم ع و حضرت موسیٰ ع و حضرت عیسیٰ ع و حضرت سید عالم صلوات اللہ علیہ، شان نزول ۔ یہ آیت ان کفار کے رد میں نازل ہوئی جنہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ بشر کیسے رسول ہو سکتا ہے ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ اور ارشاد فرمایا ۔ کہ اللہ مالک ہے جسے چاہے رسول بنائے وہ انسانوں میں سے بھی رسول بناتا ہے اور ملائکہ میں سے بھی جسے چاہے، العقائد الصحیحہ ص ۵۰

حوالہ ۱۳ ایسی بشریت جو نقصانی کدورتوں سے صاف ہو، ایک بڑی تعریف اور مدح ہے اور بہت بڑا کمال ہے ۔ مجھے ایسے لوگوں پر تعجب آتا ہے ۔ کہ وہ کیسے کمال کو نقص جانتے ہیں اور کس طرح مدح کو مذمت سمجھتے رہے ہیں، العقائد الصحیحہ ص ۵۰

حوالہ ۱۴ مجھے معلوم نہیں کہ یہ لوگ حضور علیہ السلام سے بشریت کی نفی کیوں کرتے ہیں حالانکہ بشریت ہی آپ کی رسالت کی تصدیق اور آپ کے معجزات اور خرق عادات کی تصدیق کا سبب ہے، کیونکہ انسان سے جب معجزات صادر ہوں یا خرق عادات تو یہی تصدیق رسالت کا سبب بنا کرتے ہیں، العقائد الصحیحہ ص ۴۹،

حوالہ ۱۵ نبی بشر اس لیے ہوتے ہیں ۔ کہ اگر فرشتہ ہوتے تو لوگ ان کے معجزات کو انکی ملکی طاقت پر محمول کر لیتے ۔ آپ جب بشر ہو کر یہ معجزات دکھاتے ہیں ۔ تو ان کا کمال معلوم ہوتا ہے غرض کہ انبیاء کی بشریت ان کا کمال ہے ۔ لہٰذا آیت کا مقصود یہ ہوا ۔ کہ ہم تم جیسے بشر ہو کر ایسے کمالات دکھاتے ہیں ۔ تم تو دکھا دو، جاء الحق ص ۱۶۹،

حوالہ ۱۶ مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا كَالْبَشَرِ يَاقُوتٌ حَجَرٌ لَا كَالْحَجَرِ،
حضور علیہ السلام بشر ہیں عام بشر نہیں، یاقوت پتھر ہے عام پتھر نہیں جاء الحق ص ۱۹۱

حوالہ ۱۷ ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہوتے ہیں ۔ جاء الحق ص ۱۹۲،

حوالہ ۱۸ تورات شریف میں بھی حضور علیہ السلام کو بندہ کہا گیا ہے، چنانچہ نعیم الدین مرادآبادی)

کنزالایمان میں حاشیہ ۲۹۸ پر لکھتے ہیں۔ توریت شریف میں بھی حضور علیہ السلام کے یہ اقوال منقول ہیں، میرے بندے احمد ان کا جائے ولادت مکہ مکرمہ اور جائے ہجرت مدینہ طیبہ ہے۔ تفسیر کنزالایمان ص ۲۴۷

حوالہ ۱۹ لقد جاءکم رسول من انفسکم = بے شک تشریف لائے تم میں سے وہ رسول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عربی قریشی جن کے حسب نسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے اعلیٰ نسب ہیں۔ تفسیر کنزالایمان ص ۳۰۰ ف ۳۰۷ جاء الحق ص ۱۷۱

حوالہ ۲۰ فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ = وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ اس آیت کی تفسیر میں مولوی نعیم الدین مرادآبادی تفسیر کنزالایمان کے حاشیہ ۱۳ پر لکھتے ہیں، اکثر علماء مفسرین کے نزدیک اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ خاص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی فرمائی۔ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو وحی فرمائی۔ تفسیر کنزالایمان ص ۷۴۱

حوالہ ۲۱ فقال الملؤ الذین کفروا من قومہ ما ھذا الا بشر مثلکم یرید ان یتفضل علیکم = تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے یہ تو نہیں، مگر تم جیسا آدمی چاہتا ہے۔ کہ تمہارا بڑا بنے، فائدہ ۳۳ کہ بشر بھی رسول ہوتا ہے۔ یہ ان کی حماقت تھی کہ بشر کا رسول ہونا تو تسلیم نہ کیا۔ پتھروں کو خدا مان لیا۔ تفسیر کنزالایمان ص ۴۹۲

حوالہ ۲۲ ما ھذا الا بشر مثلکم یاکل مما تاکلون منہ ویشرب مما تشربون = بولے یہ تو نہیں۔ مگر تم جیسا آدمی جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے۔ اور جو تم پیتے ہو اسی سے پیتا ہے، اس آیت کی تفسیر میں مولوی نعیم الدین مرادآبادی کنزالایمان کے ص ۴۹۸ ف ۵۳ پر لکھتا ہے۔ یعنی اگر نبی ہوتے تو ملائکہ کی طرح کھانے پینے سے پاک ہوتے ان باطن کے اندھوں نے کمالات نبوت کو نہ دیکھا، اور کھانے پینے کی اوصاف دیکھ کر نبی کو اپنی طرح بشر کہنے لگے۔ یہ بنیاد ان کی گمراہی کی ہوئی،

حوالہ ۲۳ فقالوا انؤمن لبشرین مثلنا = تو بولے کیا ہم ایمان لے آئیں۔ اپنے جیسے دو آدمیوں پر، اس آیت کی تفسیر میں مولوی نعیم الدین لکھتا ہے۔ کہ بشرین سے کون مراد ہیں، چنانچہ کنزالایمان کے ص ۴۹۹ پر ف ۵۶ کے تحت لکھتا ہے، کہ دو آدمیوں سے مراد یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام،

حوالہ ۲۴ خواص بشر یعنی انبیاء علیہم السلام خواص ملائکہ سے افضل ہیں، تفسیر کنزالایمان ص ۹،۱۰

حوالہ ۲۵ واذکر عبادنا ابراھیم واسحاق ویعقوب =
ترجمہ: جس کا ترجمہ مولوی احمد رضا بریلوی یوں کرتا ہے، کہ اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو، تفسیر کنزالایمان ص ۶۶۰

حوالہ ۲۶ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ، اس آیت کا ترجمہ مولوی احمد رضا بریلوی یوں کرتا ہے۔ کہ بڑی برکت والا ہے۔ وہ کہ جس نے اتارا قرآن کو اپنے بندہ پر جس کی تفسیر میں مولوی نعیم الدین ف ۲ پر عبدہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ یعنی سید عالم انبیاء محمد مصطفےٰ علیہ السلام پر، تفسیر کنزالایمان ص ۵۲۳،

حوالہ ۲۷ وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم = ترجمہ اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد۔ جن کی طرف ہم وحی کرتے ہیں، اس آیت کی تفسیر اور شان نزول کے متعلق (مولوی نعیم الدین) ف ۹۹ پر لکھتے ہیں، یہ آیت مشرکین مکہ کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس طرح انکار کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے۔ کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے، انہیں بتایا گیا کہ سنت الٰہی اسی طرح جاری ہے ہمیشہ اس نے انسان میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا، تفسیر کنزالایمان ص ۳۹۳

حوالہ ۲۸ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا = اس آیت کا ترجمہ مولوی احمد رضا بریلوی یوں لکھتا ہے، کہ پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا، مولوی نعیم الدین بندے کی تفسیر میں لکھتے ہیں، کہ اپنے بندے سے مراد محبوب خدا محمد مصطفےٰ ہیں ص کنزالایمان ۳۹۸

حوالہ ۲۹ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم =، جس کا ترجمہ مولوی احمد رضا بریلوی یوں کرتا ہے، کہ بے شک اللہ کا بہت احسان ہے مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے رسول بھیجا، وبعث فیھم رسولا من انفسھم کی تفسیر میں مولوی نعیم الدین کنزالایمان ص ۱۰۵ ف ۲۱۴ پر لکھتا ہے، کہ سید عالم خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے،

حوالہ ۳۰ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا، جس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں، اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے ان خاص بندے پر اتارا خاص بندے کی کرتے ہوئے مولوی نعیم الدین تفسیر کنزالایمان ص ۶ پر لکھتے ہیں۔ کہ بندہ خاص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں،

حوالہ ۳۱ لوگ اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں، وہ سب جھوٹے ہیں اللہ نے اپنے بندوں کو سچا راستہ دکھانے کیلئے اپنے نیک بندے بھیجے، جنہیں نبی اور رسول کہتے ہیں، ان میں

سے سب سے بڑے اور سب کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،
ملفوظات مولوی احمد رضا خان بریلوی صـ۹۰ جـ اول،

حوالہ ۲۳۲ بشریت وغیرہ اس دنیا میں نبوت کیلئے ضروری ہے، اسرار الاحکام صـ۲۳۹

حوالہ ۲۳۳ حضور علیہ السلام نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں، رسالہ نور صـ۷۸،

حوالہ ۲۳۴ یہ تمام سوالات اس صورت میں ہو سکتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کیا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں بشر بھی ہیں، رسائل نعیمیہ ۹۱

حوالہ ۲۳۵ حضور علیہ السلام دوسرے بندوں کی طرح ہیں نہ خدا ہیں نہ خدا کی اولاد اور نہ خدا کے رشتہ دار بھائی وغیرہ اللہ کے خالص بندے ہیں، آپ میں الوہیت کا شائبہ بھی نہیں ہے، رسائل نعیمیہ صـ۱۰۹،

حوالہ ۲۳۶ قل انما انا بشر مثلکم، اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ میں بشر ہوں میرے سوا کوئی بشر نہیں، بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں بشر ہی ہوں نہ رب ہوں نہ اس کا جزو، جیسے انما الٰھکم واحد، اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ ہی ایک ہے اور کوئی چیز ایک نہیں بلکہ اس کے یہ معنیٰ ہے کہ اللہ ایک ہی ہے، اس میں کوئی دوئی نہیں، نہ ذاتاً نہ صفاتاً، رسائل نعیمیہ صـ۴۹۹

حوالہ ۲۳۷ لفظ بشر یہ اگر نبی کی صفت ہو تو یہ بہت ہی عظمت کا لفظ ہوگا، رسائل نعیمیہ صـ۵۰۰

حوالہ ۲۳۸ آیت انما انا بشر مثلکم۔ سما منکر کوئی اہل اسلام نہیں سب کا یہی اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی اولاد میں ہیں، انوار ساطعہ صـ۲۹۶، مولوی عبدالسمیع رام پوری،

حوالہ ۲۳۹ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو، میلاد النبی مولوی احمد سعید شاہ کاظمی صـ۱۹

حوالہ ۲۴۰ حضور علیہ السلام نے فرمایا، کہ میرے تمام آباد اجداد سفاح سے پاک ہیں، یعنی میرے والدین ماجدین سے لیکر حضرت آدم و حوا علیہما السلام تک کوئی مرد عورت ایسا نہیں ہوا جس نے معاذ اللہ کسی قسم کی فحاشی اور بے حیائی کا کام کیا ہو، میلاد النبی ۱۹

حوالہ ۲۴۱ ترمذی کی روایت حضرت عباسؓ سے مروی ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں محمد ہوں، عبداللہ کا بیٹا ہوں اور عبدالمطلب کا پوتا، اللہ نے جو مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اچھے گروہ میں بنایا یعنی انسان بنایا انسان میں دو فرقے

پیدا کیے۔ عرب اور عجم مجھے اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا پھر عرب کئی قبیلے بنائے اور مجھے سب سے اچھے قبیلے میں پیدا کیا یعنی قریش میں پھر قریش میں کئی خاندان بنائے، اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا یعنی بنی ہاشم میں، میلاد النبی صـ۲۴

حوالہ ۲۴۲ اللہ تعالیٰ مجھ کو اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کیطرف مصفیٰ ومہذب کر کے منتقل کرتا رہا۔ جب کبھی دو شعبے ہوتے جیسے عرب وعجم پھر قریش وغیر قریش اس بہترین شعبہ میں رہا، میلاد النبیؐ صـ۲۷

حوالہ ۲۴۳ شق صدر ہونا بشریت مطہرہ کی دلیل ہے، میلاد النبیؐ صـ۳۵،

حوالہ ۲۴۴ ہم نے اپنے عبد مقدس کو اس لیے معراج کرائی کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں تسکین الخواطر ۹ مصنف سعید کاظمی

حوالہ ۲۴۵ بے شک وہی عبد مقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تسکین الخواطر صـ۹

حوالہ ۲۴۶ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ملائکہ کی ملکیت سے افضل اور اعلیٰ ہے اور برتر و بالا ہے تسکین الخواطر صـ۱۰۲

حوالہ ۲۴۷ اگر بشریت مطہرہ کے ساتھ ذات اقدس متصف نہ ہوتی تو انسانوں کو اپنی جسمانی زندگی کے ہر شعبے میں رشد و ھدایت کی دولت سے کون سرفراز کرتا، تسکین الخواطر صـ۱۰۳

حوالہ ۲۴۸ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے ساتھ بشریت مطہرہ کو بھی تسلیم کرتے ہیں تسکین الخواطر صـ۱۲۷

حوالہ ۲۴۹ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت مقدسہ کے ساتھ ہرگز حاضر و ناظر تسلیم نہیں کرتے تسکین الخواطر صـ۱۲۷

حوالہ ۲۵۰ قبر شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بشریت مطہرہ کے ساتھ رونق افروز ہیں تسکین الخواطر صـ۱۳۵

حوالہ ۲۵۱ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر کے معنیٰ ہیں بحسب لغت عربیہ عظمت وکمال پایا جاتا ہے یا حقارت میری ناقص رائے میں لفظ بشر مفہوماً و مصداقاً متضمن باکمال ہے
(فتاویٰ مہریہ صـ۱ مصنف پیر مہر علی شاہ،

حق تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام بشریت سے مقام رسالت پر فائز کیا فتویٰ نظیریہ صـ۳۵۶ حضور پر بشر کا اطلاق ضرور آتا ہے قل انما انا بشر مثلکم جس پر دلیل قطعی ہے پس اس کو لباس سے تعبیر کرنا مناسب نہیں، فتویٰ نظیری صـ۳۶۹،

وما علینا الا البلاغ

سنّتِ رسول ﷺ

ہی مدارِ نجات ہے، اور بدعت گمراہی ہی گمراہی ہے

فقہاءِ احناف اہل السنۃ والجماعۃ کا فیصلہ

الحمد للہ کفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الرسل وخاتم الانبیاء

امّا بعد

بدعتِ لغوی اور شرعی کی تعریف، اس کی اقسام اور اس کے احکام کے بیان میں

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرک کے بعد جس طرح بدعت اور اہل بدعت کی تردید فرمائی ہے شاید ہی کسی اور چیز کی ایسی تردید فرمائی ہو اور حقیقت بھی یہی ہے کیونکہ بدعات سے دین کا اصلی علیہ اور صحیح نقشہ بدل جاتا ہے، اور اصل و نقل اور حق و باطل میں کوئی تمیز باقی نہیں رہتی اور قرآن کریم نے صراحت سے اس امر کو بیان کیا ہے کہ دین کے مٹ جانے کے اصول دو طریقے ہیں۔ کتمانِ حق اور تلبیسِ حق و باطل اور اسی اختلاط اور تلبیس کی وجہ سے دینِ الٰہی لوگوں کی خواہشات اور اہواء کا ایک کھلونا بن کر رہ جاتا ہے۔ جس کا جی چاہا کسی چیز کو اپنی مرضی سے دین بنا دیا، اور جس کی خواہش ہوئی کسی چیز کو دین سے خارج کر دیا۔ خدا تعالیٰ کا دین نہ ہوا بچوں کا کھیل ہوا (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ کسی امر کے باعث ثواب اور موجب عذاب ہونے کا فیصلہ صرف باری تعالیٰ کا کام ہے اور اسی کو لوگوں تک پہنچانا اور بیان کرنا نبی اور رسول کا کام ہے، اپنی مرضی اور خواہش سے کسی چیز کا کارِ ثواب اور کارِ عقاب کہنے والا گویا در اصل اپنے لئے منصب الوہیت اور رسالت تجویز کرتا ہے (عیاذاً باللہ تعالیٰ)۔ اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کامل اور مکمل نمونہ بنا کر ہمیں ہر کام میں (جو آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص نہ ہو) آپ کی اتباع اور پیروی کرنے کا حکم دیا ہے، اور ہمیں اپنی مرضی پر ہرگز نہیں چھوڑا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ

البتہ تمہارے لئے بھلی ہے چال اور نمونہ رسول اللہ، اس شخص کے لئے جو کوئی امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور

اللَّهَ كَثِيرًا ۝ (پ ۲۱، احزاب، رکوع ۲)۔

آخرت کے دن کی۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو بہترین اور اعلیٰ نمونہ قرار دے کر ہم سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ہم ہر معاملہ میں اور ہر ایک حرکت و سکون میں اور ہر نشست و برخاست میں اور ہر قسم کی غمی اور خوشی کے معاملات میں آپ کے نقش قدم پر چلیں۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ط (پ ۳، آل عمران، رکوع ۴)

اے محمدؐ! آپ اعلان کر دیں کہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے تو میری اتباع اور پیروی کرو۔ تاکہ محبت کرے تم سے اللہ تعالیٰ اور بخشے گناہ تمہارے۔

یہ آیت کریمہ اس امر کی صاف اور واضح دلیل ہے کہ اگر آج کسی جماعت یا شخص کو اپنے مالکِ حقیقی کی محبت کا دعویٰ ہے تو لازم ہے کہ اس کو جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کی کسوٹی پہ پرکھ کر دیکھ لینا چاہیئے، سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔

آپ کے اس بہترین اسوہ اور ہدیٰ و سیرت کی اتباع کا نام سُنّت، اور خلاف ورزی کا نام بدعت ہے۔ حضرت جابرؓ بن عبد اللہؓ (المتوفی ۷۴ھ) روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے خطبہ میں جبکہ ہزاروں کا مجمع سامنے ہوتا تھا، پُر زور اور بلند آواز سے یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ:

امّا بعد فانّ خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۸۵ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۷)

امّا بعد! بہترین بیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، بہترین نمونہ اور سیرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے، اور وہ کام بُرے ہیں جو نئے گھڑے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ہدیٰ اور سیرت کا بدعت سے تقابل کرکے یہ بات واضح کر دی ہے کہ آپ کی سیرت اور نمونہ کے خلاف جو کچھ ایجاد کیا جائے گا وہ سب بدعت ہوگا اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر بدعت بُری نہیں تاکہ دنیاوی ایجادات بھی مذموم

ہو جائیں بلکہ وہ بدعت بری ہے جو کتاب اللہ اور ہدیِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہو۔ لہٰذا جو چیز کتاب و سنت کی روش کے خلاف نہ ہوگی وہ بدعت اور گمراہی نہ ہوگی اور گمراہی سے خدا تعالیٰ کبھی راضی نہیں ہوتا بلکہ برائی کو مٹانے کے لئے اس نے حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کیا اور ان پر کتابیں صحیفے اور وحی نازل کی۔ امام نسائیؒ (المتوفی ۳۰۳ھ) کی اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں :

وکل ضلالة فی النار (نسائی ج ۱ ص ۱۷۹)

اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہلِ بدعت کو تمام کائنات کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے، اور ان کی تعظیم و توقیر کرنے سے منع کیا ہے، اور ان کی تمام عبادات کو بیکار فرمایا ہے۔ تاوقتیکہ وہ اپنی بدعت سے باز نہ آجائیں۔ اور نیز فرمایا کہ اہل بدعت کو توبہ تک نصیب نہیں ہوتی۔ اعاذنا اللہ منہا ومن سائر انواع المعاصی۔

چنانچہ حضرت علیؓ، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینة حرام مابین عیر الی ثور فمن احدث فیها حدثا او اوی محدثا فعلیه لعنة اللہ والملئکة والناس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳۸ و بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۳ و مسلم ج ۱ ص ۱۴۴۲)

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ مقام عیر سے لے کر مقام ثور تک حرم ہے سو جس نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، نہ تو اس کی فرضی عبادت قبول کی جائے گی اور نہ نفلی۔

اس حدیث میں حدودِ حرم کی قید محض تقبیح اور تشنیع کے لئے ہے۔ یہ قید احترازی نہیں ہے کہ حرم مدینہ میں تو بدعت بری ہو اور خارج از حرم وہ بری نہ ہو۔ جو چیز بدعت اور بری ہے وہ ہر جگہ اور ہر وقت بدعت اور بری ہی ہوگی۔ ہاں البتہ شرفِ مکان یا فضیلتِ زمان کی وجہ سے اس کی برائی اور قباحت اور بڑھ جائے گی بدعت اور بدعتی کی تردید اور مذمت کے لئے اس سے بڑھ کر اور سخت الفاظ کیا ہو سکتے ہیں جو جناب رؤف و رحیم اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ پاک سے نکلے ہیں۔ بدعت کی تردید کے لئے یہ روایتیں بالکل کافی ہیں۔ صرف بطور شاہد اور اعتبار کے چند روایتیں اور بھی ملاحظہ کر لیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ابی اللہ ان یقبل عمل صاحب بدعة حتی یدع بدعته۔ (ابن ماجہ ص ۶)

کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بدعتی کے عمل کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے تاوقتیکہ وہ اپنی بدعت کو ترک نہ کر دے۔

اور حضرت حذیفہؓ، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا یقبل اللہ لصاحب بدعة صوما ولا صلوٰة ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جهادا ولا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرة من العجین (ابن ماجہ ص ۶)

کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے اور نہ نماز، نہ صدقہ قبول کرتا ہے اور نہ حج نہ عمرہ اور نہ جہاد اور نہ کوئی فرضی عبادت قبول کرتا ہے اور نہ نفلی۔ بدعتی اسلام سے ایسے خارج ہو جاتا ہے، جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم بن میسرۃؒ (المتوفی ۱۳۲ھ) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلا۔ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۱)

کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم و توقیر کی، تو اس نے اسلام کو گرانے میں اس کی مدد اور اعانت کی۔

یہی وجہ تھی کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو بدعت اور اہل بدعت سے انتہائی نفرت تھی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (المتوفی ۷۳ھ) کے پاس ایک شخص کسی کا سلام لایا تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا :

بلغنی انه قد احدث فان کان قد احدث فلا تقرئه منی السلام۔ (ترمذی ج ۲ ص ۳۸، دارمی ص ۵۵، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۸، ابن ماجہ ص ۳۰۲، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۲)

کہ مجھے سلام بھیجنے والے کی یہ شکایت پہنچی ہے کہ اس نے کوئی بدعت ایجاد کی ہے۔ اگر واقعی اس نے کوئی بدعت ایجاد کی ہے تو میرا سلام اس کو نہ دینا۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ :

الاقتصاد فی السنة احسن من الاجتهاد

سنت میں میانہ روی اختیار کرنا بدعت میں

فی البدعة۔ (مستدرک ج ا ص ۱۰۳ علیٰ شرطہما)۔ کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت انسؓ بن مالک (المتوفی ۹۳ھ) روایت کرتے ہیں کہ :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حجب التوبة عن کل صاحب بدعة۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۹)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے (اعاذنا اللہ منہا)۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ بدعت ایسی قبیح، بری اور منحوس چیز ہے کہ انسان کے دل میں فطری طور پر جو نورانیت اور صلاحیت ہوتی ہے، بدعت اس کو بھی ختم کر دیتی ہے اور اس کی نحوست کا یہ اثر ہوتا ہے کہ توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ اور عقلی طور پر بھی یہ بات بالکل درست ہے اس لئے کہ جب بدعتی بدعت کو کار ثواب سمجھ کر کرتا ہے تو اس سے وہ توبہ کیوں کرے گا؟ توبہ تو گناہوں اور جرائم پر کی جاتی ہے نہ کہ نیکیوں پر۔ کوئی مسلمان نماز پڑھ کر اور روزہ رکھ کر یہ نہیں کہتا۔ اے اللہ! میری نماز اور روزہ سے توبہ۔ بدعتی نے توبہ کا دروازہ اپنے اوپر اسی وقت بند کرا دیا ہے جس وقت کہ اس نے بدعت کو کار ثواب سمجھا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔ جس کسی نے ہمارے اس معاملے میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ مردود ہوگی

(بخاری ج ۱ ص ۳۷۱ واللفظ لہ، مسلم ج ۲ ص ۷۷، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹، ابن ماجہ ص ۳، مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۳ وج ۶ ص ۱۴۰)

نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم فی امرنا ھذا کی قدرے تشریح کر دیں تاکہ کسی کوتاہ فہم کو مغالطہ پیش نہ آئے۔ حافظ ابن رجب حنبلیؒ لکھتے ہیں :

کل من احدث فی الدین مالم یاذن بہ اللہ ورسولہ فلیس من الدین فی شیء۔ (جامع العلوم والحکم طبع مصر ص ۴۲)

جس نے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کا اذن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نہیں دیا۔ تو اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

علامہ موصوفؒ یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہر احداث مردود نہیں بلکہ جو احداث فی الدین ہو وہ

لحضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ بدعت از معصیت بالاتر است و کفر از بدعت بالاتر بدعت بکفر نزدیک است (فوائد الفواد ص ۱۰۹)

مردود ہے۔ نیز لکھتے ہیں کہ اسی حدیث کے بعض الفاظ میں فی امرنا ہذا کی جگہ صریح طور پر دین کا لفظ آیا ہے :

وفی بعض الفاظہ من احدث فی دیننا ما لیس منہ فھو رد۔ (ص ۴۳)

اور اس حدیث کے بعض الفاظ میں فی دیننا کے الفاظ آئے ہیں یعنی جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی تو وہ مردود ہوگی

جب جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی روایت کے اندر دوسرے الفاظ میں فی امرنا ھذا کی جگہ فی دیننا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں تو پھر اس سے بڑھ کر صحیح تفسیر اور کیا ہو سکتی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فی امرنا ھذا کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :

"والمراد امر الدین" (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۱)۔ فی امرنا ھذا سے دین کا امر مراد ہے یعنی جس نے دین کے اندر کوئی نئی چیز نکالی تو وہ مردود ہوگی۔

علامہ عزیزیؒ (المتوفی سنہ ھ) لکھتے ہیں کہ :

"من احدث فی امرنا ھذا ای فی دین الاسلام"۔ (السراج المنیر ج ۳ ص ۳۲۱) یعنی فی امرنا ھذا سے دین اسلام مراد ہے۔

ان اقتباسات سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ہر بدعت اور ہر احداث برا اور مردود نہیں ہے۔ بلکہ وہ بدعت اور وہ احداث برا اور مردود ہے جو دین اسلام کے اندر دین سمجھ کر کیا یا چھوڑا جائے، اور یہ صرف شراح حدیث نے ہی نہیں کہا۔ بلکہ بقول ابن رجبؒ اسی حدیث کے بعض الفاظ میں دین کی قید (فی دیننا) خود جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لگائی ہے۔ یہ حدیث اس بات کے لئے نص صریح ہے کہ جتنی بدعتیں لوگوں نے دین کے امور میں نکالی ہیں، وہ سب کی سب مردود ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا خرم علی صاحب الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۷۱ھ) مترجم مشارق الانوار لکھتے ہیں :

"جتنی بدعتیں لوگوں نے خلاف شرع نکالی ہیں اس حدیث سے سب رد ہو گئیں۔ تفصیل کی کچھ حاجت نہیں۔ مثلاً قبر پر گچ کرنا۔ گنبد بنانا، قبروں پر روشنی کرنا، تعزیہ بنانا، بزرگوں کا میلہ کرنا، اولیاء کی منت ماننا، جھنڈے نشان کھڑے کرنا سراسر دین کے خلاف ہیں۔ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس شرعی میں ان کی کچھ اصل نہیں"۔ (ترجمہ مشارق الانوار ص ۱)۔

اکابرینِ علماء دیوبند | اس حدیث سے اکابرینِ علماء دیوبند بھی یہی سمجھے ہیں کہ فی امرنا ھذا سے امر دین مراد ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوریؒ (المتوفی ۱۳۴۶ھ) لکھتے ہیں کہ فی امرنا ھذا سے امرِ دین مراد ہے۔ (بذل المجہود ج ۵ ص ۱۹۵)۔ اور حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (المتوفی ۱۳۶۹ھ) لکھتے ہیں: "والمراد بالامر الدین کما صرحوا بہ" (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۰۳)، کہ مراد اس سے امرِ دین ہے، علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔

بریلوی عقائد کے علماء | اس حدیث کی تفسیر بریلوی حضرات نے بھی امر دین سے کی ہے چنانچہ مولوی محمد صالح صاحب (مشہور بریلوی عالم) لکھتے ہیں کہ "مراد امر سے امر دین کا ہے۔ مطلب یہ ہے، کہ اُمور وغیرہ عبادات ہوں یا معاملات کہ جن کے حدود شارع نے مقرر کئے ہیں، ان میں کمی بیشی کرنا مردود ہے" (تحفۃ الاحباب فی تحقیق ایصال الثواب ص ۱۱)۔

مولوی عبدالسمیع صاحب رام پوری لکھتے ہیں کہ "یہ حدیث صحیحین کی ہے، یعنی جس نے نکالی اس دین میں وہ بات جو دین کی قسم سے نہیں یعنی کتاب اور سنت کے مخالف ہے، وہ بات اس کی رد ہے" (انوار ساطعہ ص ۳۲)

فریقِ مخالف کے مجددِ ملت اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) تمباکو کو حلال بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رہا اس کا بدعت ہونا یہ کچھ باعثِ ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ کہ اُمورِ دین میں، تو اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے" (احکامِ شریعت حصہ سوم ص ۱۶۸)۔ آپ نے فریقِ مخالف کے محقق اور مسلّم علماء سے بھی یہ سُن لیا کہ بدعت وہی مذموم ہے، جو امورِ دین سے سمجھ کر کی جائے۔ جس کا تعلق امورِ دین سے نہیں اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار امر ہے۔

بدعت کی تعریف ائمہ لغت سے | قارئینِ کرام نے یہ ملاحظہ کر لیا کہ جو چیز قرآن کریم، حدیث، اجماع اور شرعی قیاس سے ثابت نہ ہو اور وہ کام جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت اسوۂ حسنہ اور نمونہ کے خلاف ہو، اور وہ کام جب دین کے اندر ایجاد کیا گیا تو یقیناً بدعت ہوگا۔ اب آپ بدعت کی تعریف ائمہ لغت سے سُن لیجئے کہ وہ کیا کرتے ہیں:

مشہور امام لغت ابو الفتح ناصر بن عبد السید المطرزی الحنفیؒ (المتوفی ۶۱۶ھ) لکھتے ہیں کہ:

البدعۃ اسم من ابتداع الامر اذا ابتدأہ واحدثہ کالرفعۃ اسم من الارتفاع والخلفۃ اسم من الاختلاف ثم غلب علی ماھو زیادۃ فی الدین او نقصان منہ۔ (مغرب ج ۱ ص ۳۰)۔

بدعت ابتداع کا اسم ہے جس کا معنی یہ ہے کہ کوئی نئی چیز ایجاد کی جائے، رفعت ارتفاع کا اور خلفت اختلاف کا اسم ہے۔ لیکن پھر بدعت کا لفظ ایسی چیز پر غالب آگیا، جو دین میں زیادہ یا کم کر دی جائے۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادیؒ (المتوفی ۸۱۶ھ) لکھتے ہیں:

بدعت بالکسر الحدث فی الدین بعد الاکمال او ما استحدث بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاھواء والاعمال۔ (قاموس ج ۲ ص ۳)

بدعت (کسرۂ بار کے ساتھ) ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو تکمیلِ دین کے بعد نکالی گئی ہو، یا وہ چیز جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خواہشات اور اعمال کی شکل میں ظہور پذیر ہوئی ہو۔

امام راغب اصفہانیؒ (المتوفی ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں:

والبدعۃ فی المذھب ایراد قول لم یستن قائلہا و فاعلہا فیہ بصاحب الشریعۃ و اماثلہا المتقدمۃ واصولہا المتقنۃ۔ (مفردات قرآن ص ۳۷)

مذہب میں بدعت کا اطلاق ایسے قول پر ہوتا ہے جس کا قائل یا فاعل صاحبِ شریعت کے نقشِ قدم پر نہ چلا ہو۔ اور شریعت کی سابق مثالوں اور اس کے محکم اصولوں پر وہ گامزن نہ ہوا ہو۔

امام محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازیؒ (المتوفی ســہ) لکھتے ہیں کہ:

والبدعۃ ۔ الحدث فی الدین بعد الاکمال۔ (مختار الصحاح ص ۲۸)

بدعت، اکمالِ دین کے بعد اس میں احداث کا نام ہے۔

علامہ ابو الفضل محمدؒ بن عمر الجمال القرشیؒ (المتوفی ســہ) لکھتے ہیں:

بدعت نو بیروں آوردن رسمے در دین بعد اکمال دین"۔ (صراح ۲ ص ۳۰۱)

اُردو کی مشہور لغت فیروز اللغات میں ہے:

بدعت : ۱ : دین میں کوئی نئی بات یا نئی رسم نکالنا ، نیا دستور یا رسم و رواج - ۲ : سختی ظلم - ۳ : جھگڑا ، فساد ، شرارت - (فیروز اللغات ص۱۹۴)

اور مصباح اللغات میں ہے :

البدعة : بغیر نمونہ کے بنائی ہوئی چیز - دین میں نئی رسم - وہ عقیدہ یا عمل جس کی کوئی اصل قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں نہ ملے - (مصباح اللغات ص۲۷)

امام نوویؒ بدعت کا لغوی معنیٰ یہ بیان کرتے ہیں کہ :

کل شیء عمل علی غیر مثال سبق " (نووی شرح مسلم ج ۱ ص۲۸۵) یعنی ہر وہ چیز جو کسی سابق نمونہ کے بغیر کی جائے ۔

بدعت کا شرعی معنیٰ حافظ بدر الدین عینی الحنفیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ :

والبدعة فی الاصل احداث امر لم یکن فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عمدۃ القاری ج ۵ ص۳۵۶)

بدعت اصل میں ایسی نو ایجاد چیز کو کہتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی ۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ :

والبدعة اصلها ما احدث علی غیر مثال سابق وتطلق فی الشرع فی مقابل السنة فتکون مذمومة ۔ (فتح الباری ج ۴ ص۲۱۹) ۔

بدعت اصل میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی سابق مثال اور نمونہ کے ایجاد کی گئی ہو - اور شریعت میں بدعت کا اطلاق سنت کے مقابلہ میں ہوتا ہے لہٰذا وہ مذموم ہی ہوگی ۔

علامہ مرتضیٰ الزبیدی الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۰۵ھ) لکھتے ہیں :

کل محدثة بدعة انما یرید ما خالف اصول الشریعة ولم یوافق السنة ۔ (تاج العروس ج ۵ ص۲۷۱) ۔

کل محدثۃ بدعۃ (کی حدیث) کا معنیٰ یہ ہے کہ جو چیز اصول شریعت کے خلاف ہو اور سنت کے موافق نہ ہو ۔

حافظ ابن رجبؒ لکھتے ہیں کہ :

والمراد بالبدعة ما احدث مما لا اصل له فی الشریعة یدل علیه واما ما کان له اصل

بدعت سے مراد وہ چیز ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو جو اس پر دلالت کرے ، اور بہرحال وہ چیز جس کی

من الشرع یدل علیه فلیس ببدعة شرعا و ان کان بدعة لغة (جامع العلوم والحکم ص۱۹۳) ۔

شریعت میں کوئی اصل ہو جو اس پر دال ہے ، تو وہ شرعاً بدعت نہیں ہے - اگرچہ لغۃً بدعت ہوگی ۔

اور بعینہٖ ان الفاظ سے بدعت کی تعریف علامہ معین بن صفیؒ (المتوفی ۸۸۹ھ) نے شرح اربعین نوویؒ میں کی ہے (المجموعہ ص۱۵۱) - حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ :

" بدیع السمٰوٰت کا یہ معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بغیر کسی سابق مثال اور نمونہ کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ، اور لغت میں ہر نئی چیز کو بدعت کہا جاتا ہے اور بدعت کی دو قسمیں ہیں - ۱ : بدعت شرعی جس کے متعلق جناب نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة - کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ، ۲ : کبھی بدعت لغوی ہوتی ہے ،

پھر آگے لکھتے ہیں کہ :

وکذٰلك کل محدث قولًا او فعلًا لم یتقدم فیه متقدم فان العرب تسمیه مبتدعا ۔ (تفسیر ج ۱ ص۱۶۱) ۔

اور اسی طرح ہر وہ قول یا فعل جس کو پہلے کسی نے نہ کیا ہو ، اہل عرب ایسے کام کو بدعت کہتے ہیں ۔

علامہ ابو اسحاق غرناطیؒ بدعت شرعی کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ :

طریقة فی الدین مخترعة تضاهی الشریعة یقصد بالسلوك علیها المبالغة فی التعبد للّٰہ سبحانهٗ ۔ (الاعتصام ج ۱ ص۳۰) ۔

وہ دین کے اندر ایسا اختراع کیا ہوا طریقہ ہے جو شریعت کے مشابہ ہے اور جس پر عمل پیرا ہونے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ قصد کیا جاتا ہے ۔

مولوی عبد السمیع صاحب ، حضرات فقہاء کرامؒ سے بدعت کا معنیٰ یہ نقل کرتے ہیں کہ علامہ شمنیؒ وغیرہ محققین نے بدعت سیئہ مذمومہ کی تعریف اس طرح فرمائی ہے :

ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن

(کہ بدعت وہ چیز ہے) جو اس حق کے خلاف ایجاد کی گئی ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبہۃ واستحسان وجعلہ دینا قویما وصراطا مستقیما (انوار ساطعہ ص۱۴۲)

جو آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اخذ کیا گیا ہو، یا عمل یا حال اور کسی شبہ کی بنا پر اس کو اچھا سمجھ کر دین قویم اور صراط مستقیم بنا لیا گیا ہو۔

بدعتِ شرعیہ اور بدعتِ سیئہ کی بعینہٖ اسی عبارت سے بحر الرائق اور درمختار وغیرہ فقہ حنفی کی مستند اور معتبر کتابوں میں تعریف کی گئی ہے۔ (دیکھئے البحنہ ص۱۶۱)۔

مولانا سخاوت علی صاحب الحنفی جونپوریؒ (المتوفی ۱۲۷۴ھ) لکھتے ہیں:

"بدعت وہ کام خواہ عقیدہ کہ دین کا ہو اور آخرت کا نفع اور ضرر اس میں سمجھتے ہو ثابت نہ ہوا ہو رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اور آپ کے صحابہؓ سے"۔ (رسالہ تقویٰ ص۹)۔

اور نواب قطب الدین خان صاحب دہلوی الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۸۹ھ مؤلف مظاہر حق) لکھتے ہیں: "پس بدعت اور نو احداث دین میں تو ہے تعزیہ اور مہندی اور چھڑی مدار اور سالار کی الخ"۔ (رسالہ گلزار جنت ص۵۹)

فریق مخالف کے مشہور محقق عالم مولوی محمد صالح صاحب لکھتے ہیں کہ: "اصطلاحِ شریعت میں بدعت اُس چیز کو کہتے ہیں جو اُمورِ دینیہ سے سمجھی جائے مگر کسی دلیلِ شرعی سے اس کا ثبوت نہ ملتا ہو، نہ کتاب سے نہ احادیثِ نبویہ سے، نہ اجماعِ مجتہدین سے نہ قیاسِ شرعی سے"۔ (تحفۃ الاحباب ص۹۵)

اکابرینِ علماء دیوبند

اکابرینِ علماء دیوبند ہر مسئلہ میں اتباعِ سنت کے ساتھ سلف صالحینؒ کی تحقیق پر کامل اعتماد رکھتے ہیں۔ دیگر مسائل کی طرح وہ بدعت کی تعریف میں بھی سلف کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ حضرت مولانا کریم بخش صاحبؒ (المتوفی ۱۳۶۵ھ) لکھتے ہیں: "اصطلاحِ شریعت میں بدعت ہر وہ فعلِ دین ہے جس کو قرونِ ثلاثہ کے اہلِ حق کی اکثریت نے قبول نہ کیا ہو، یا ان پاک زمانوں میں اس کو خلافِ دین کہا گیا ہو، یا خود ان زمانوں کے بعد پیدا ہو جس میں عقیدۃً غیر ضروری کو ضروری سمجھا جائے، یا ضروری کو غیر ضروری"۔ (حقیقۃ الایمان ص۳۸)۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "بدعت کہتے ہیں ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب و سنت اور قرونِ مشہود لہا بالخیر میں نہ ہو اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے"۔ (حمائل شریف ص۱۰۰)

اور حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ (المتوفی ۱۳۷۲ھ) لکھتے ہیں کہ "بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں اس کا ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو، اور اُسے دین کا کام سمجھ کر کیا یا چھوڑا جائے"۔ (تعلیم الاسلام حصہ چہارم ص۴۷)

قارئین کرام! ان ٹھوس حوالجات کو پڑھ پڑھ کر اور سُن سُن کر آپ یقیناً اُکتا چکے ہوں گے، مگر ہم بھی مجبور ہیں۔ ہمیں ایسے حضرات سے سابقہ پڑ چکا ہے جو دین سے یقیناً بے بہرہ ہیں مگر لوگوں کے ایمان اور دین کو شبہات کی بدولت لُوٹنے میں بڑے چُست اور ہوشیار ہیں، اور عوام بیچارے ان کے جُبوں اور قبہ نما دستاروں میں اُلجھ کر متاعِ ایمان گنوا دیتے ہیں۔ اللہ تعالٰی ان گندم نما جو فروشوں سے محفوظ رکھے۔ ان عبارات میں آپ نے بخوبی ملاحظہ کر لیا کہ کیا دیوبندی حضرات اور کیا بریلوی اور کیا وہ اکابرِ علماء اُمت جو فریقین کے نزدیک مسلّم ہیں۔ بدعت کی تعریف میں دین کی قید لگاتے ہیں اور علم اور عمل اور حال ــ عبادات و معاملات سب کو اس میں درج کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ جو عقیدہ یا عمل یا حال کتاب و سنت اجماع و قیاس شرعی کے تحت درج نہ ہو وہ بدعت ہے۔ دین کی اور عقیدہ کے علاوہ عمل کی خاص طور پر قید لگاتے ہیں اور حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ کی عبارت میں حضراتِ صحابہ کرامؓ کا ذکر بھی (کل قول وفعل لم یثبت عن الصحابۃؓ ھو بدعۃ) اس سب بحث کو پیشِ نظر رکھ کر آپ مفتی احمد یار خان صاحب بدایونی ثم گجراتی کی تحقیقِ انیق بھی ملاحظہ کیجئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"دینی کام کی قید لگانا محض اپنی طرف سے ہے۔ احادیثِ صحیحہ اور اقوالِ علماء و فقہاء اور محدثین کے خلاف ہے۔ حدیث میں ہے کل محدثۃ بدعۃ (مشکوٰۃ باب الاعتصام) ہر نیا کام بدعت ہے۔ اس میں دینی یا دُنیاوی کی قید نہیں۔ نیز ہم اشعۃ اللمعات اور مرقات کی عبارتیں نقل کر چکے ہیں۔ اُس میں دینی کام کی قید نہیں لگائی"۔ (جاء الحق وزہق الباطل ص۲۱۲)۔

نیز لکھتے ہیں کہ: "ان دونوں عبارتوں (مرقات اور اشعۃ اللمعات کی عبارت) میں نہ تو دینی کام کی قید ہے اور نہ زمانۂ صحابہؓ کا لحاظ ہے، جو کام بھی ہو دینی ہو یا دُنیاوی، حضور علیہ السلام کے بعد جب بھی ہو، خواہ

زمانۂ صحابہؓ میں یا اس کے بعد، وہ بدعت ہے"۔ (جاء الحق ص۲۱۰)۔

مفتی صاحب کا یہ ارشاد سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ سابق عبارات میں اس کی پوری تحقیق عرض کی جا چکی ہے کہ شرعی بدعت ہی جو مذموم اور قبیح ہے، دین کی قید ملحوظ ہے بلکہ ایک روایت میں فی دیننا کے الفاظ آئے ہیں۔ وثانیاً اگر بالفرض مرقات اور اشعۃ اللمعات کی عبارتوں میں دین کی قید اور صحابہ کرامؓ کا ذکر نہیں تو کیا کسی اور کی عبارت میں بھی اس کا ذکر نہ ہوگا؟ لیجئے ہم مفتی صاحب کو مرقات اور اشعۃ اللمعات سے دین کی قید بتاتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کی ایک بدعتی کو سلام کا جواب نہ دینے کی روایت باحوالہ پہلے عرض کی جا چکی ہے۔ اس روایت میں بلغنی قد احدث کی شرح کرتے ہوئے علامہ ملا علی ن القاریؒ لکھتے ہیں کہ:

قد احدث ای ابتدع فی الدین ما لیس منه۔ (مرقات علی المشکوٰۃ ج ۱ ص۱۲۳)۔ یعنی اس نے دین میں ایسی چیز نکالی ہے، جو دین سے نہیں ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ: رسیدہ است مرا کہ وے احداث نمودہ و پیدا کردہ است در دین چیزے را کہ نبودہ است"۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص۱۰۲)

لیجئے مفتی صاحب کی منہ مانگی مراد پوری ہوگئی اور مرقات و اشعۃ اللمعات کی عبارتوں میں دین کی قید نکل آئی۔ اب مفتی صاحب ان سے پوچھ لیں کہ انہوں نے محض اپنی طرف سے دین کی قید کیوں لگائی ہے اور احادیث صحیحہ اور اقوال علماء و فقہاء اور محدثین کی خلاف ورزی کیوں کی ہے؟ اسی طرح علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین اور ما انا علیه و اصحابی کی شرح میں ان دونوں بزرگوں کی عبارتیں ملاحظہ کرلیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ کا عمل سنت ہے یا بدعت، طبیعت صاف ہو جائے گی۔ اور اشعۃ اللمعات کی یہ عبارت پہلے نقل کر دی گئی ہے کہ حضرات خلفاء راشدینؓ نے اجتہاد و قیاس سے جو احکام صادر کئے ہیں وہ بھی سنت ہیں: و اطلاق بدعت بر آں نتواں کرد، چناں کہ فرقہ زائغہ کنند۔ مفتی احمد یار خان صاحب تو صحابہؓ کے عمل کو بھی الزامی طور پر بدعت کہہ کر بدعت کا چور دروازہ کھولتے ہیں تعجب اور حیرت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو حضرات خلفاء راشدینؓ کے عمل کو سنت فرمائیں اور حضرات صحابہ کرامؓ کو معیار حق

قرار دیں اور خیر القرون کے نقش قدم پر چلنے کی وصیت فرمائیں، اور مفتی احمد یار خان صاحب یہ کہیں کہ خواہ زمانۂ صحابہؓ میں یا اس کے بعد، وہ بدعت ہے۔ وثالثاً مفتی صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ دینی کام کی قید لگانا محض اپنی طرف سے ہے، احادیث صحیحہ اور اقوال علماء و فقہاء اور محدثین کے خلاف ہے یہ ان کا خالص بہتان اور افتراء اور سفید جھوٹ ہے۔ دینی کام کی قید نہ تو احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور نہ اقوال فقہاء اور محدثین کے خلاف ہے کسی ایک معتبر امام و فقیہ اور محدث عالم کا حوالہ پیش نہیں کیا جا سکتا جو یہ کہتا ہو کہ بدعت مذمومہ اور شرعی بدعت کی تعریف میں دین کی قید ملحوظ نہیں۔ فهل من مبارز؟ سه

ستعلم لیلٰی ای دین تداینت
و ای غریم فی التقاضی غریمها

حضرت امام مالکؒ کا حوالہ الاعتصام سے نقل کیا جا چکا ہے کہ وہ ابتدع فی الاسلام کی قید لگاتے ہیں اور باقی علماء اور فقہاء و محدثین کی عبارتیں (بلکہ فریق مخالف کے محقق اور مسلم علماء کی عبارتیں بھی) عنقریب نقل کی جا چکی ہیں، اور ائمہ لغت سے بھی یہ بات نقل کی جا چکی ہے کہ وہ بدعت کی تعریف کرتے ہوئے دین کی قید سے بے اعتنائی اور بے پروائی نہیں کرتے اور کل محدثة بدعة کے متعلق بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتاب و سنت کے مقابلہ میں اس کو بیان کرکے یہ متعین فرما دیا ہے کہ اس سے مراد شرعی بدعت ہے اور حافظ ابن کثیرؒ اور علامہ زبیدیؒ کے حوالے سے نقل کیا جا چکا ہے کہ اس سے مراد شرعی بدعت ہے، لغوی نہیں۔ ضرورت تو نہیں کہ ہم کچھ اور عرض کریں۔ مگر مفتی صاحب کی خود فریبی اور مغالطہ آفرینی کے پیش نظر چند حوالجات اور سپرد قلم کئے جاتے ہیں:

حبر اُمت ترجمان القرآن حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ (المتوفی ۶۸ھ) آیت فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ الآیة کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

لہ شیخ عبدالحق صاحبؒ۔ حضرت ابن مسعودؓ کی مرفوع روایت خط لنا الخ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ صراط مستقیم صرف وہ ہے جس پر سلف صالحینؒ از صحابہؓ و تابعین باحسان و من بعدہم بودہ اند و ایں بدع و اہواء در مذاہب و اقوال بعد صدر اوّل حادث شدہ۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص۱۴۷)

دخل فی هذه الآية كل محدث فی الدين و كل مبتدع الی يوم القيمة۔

اس آیت میں ہر وہ بدعت جو دین میں نکالی جائے اور تمام بدعتی جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے داخل ہیں۔

(خازن ج ۲ ص ۵۰۹ ومعالم برخازن ج ۲ ص ۵۰۹)

مفتی صاحب ہمت کر کے مفسر قرآن اور بلند پایہ صحابی سے دریافت کریں کہ آپ نے فی الدین کی قید محض اپنی طرف سے کیوں لگائی ہے۔ بدعت تو ہر نئی چیز کا نام ہے، دینی ہو یا دنیاوی؟

حضرت حسانؒ تابعیؒ (المتوفی بعد ۱۳۰ھ) فرماتے ہیں:

ما ابتدع قوم بدعة فی دينهم الا نزع الله من سنتهم مثلها ثم لا يعيدها اليهم الی يوم القيمة۔ (دارمی ص ۲۶ ومشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۱)

کوئی قوم دین میں بدعت نہیں نکالے گی مگر اللہ تعالیٰ اتنی ہی مقدار میں سنت اُن سے اُٹھائے گا۔ اور پھر قیامت تک ان کو وہ سنت واپس نہ دے گا۔

حضرت حسانؒ بھی بدعت کے ساتھ فی دینھم کی قید لگاتے ہیں اور سنت اور بدعت کا تقابل کر کے یہ بات ثابت کر رہے ہیں کہ اگر سنت دینی کام ہے تو بدعت بھی دینی ہی کام کا نام ہے بلکہ حضرت غضیفؓ بن الحارث الثمالی (المتوفی ۶۵ھ) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خير من احداث بدعة۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۵ ومشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۱)

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم بدعت ایجاد نہیں کرے گی مگر اسی کی مقدار میں سنت اُن سے اُٹھالی جائے گی۔ سو سنت کو مضبوطی سے پکڑنا بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی بدعت کا تقابل سنت سے کیا ہے۔ اگر سنت دینی کام ہے، تو بدعت بھی دینی کام ہوگا۔ اگر بدعت دنیاوی کام ہو جیسا کہ مفتی صاحب کو دھوکا ہوا ہے تو اتحادِ محل نہ رہا۔ پھر بدعت کے نئے احداث سے سنت کیسے رفع ہوگی؟

---

[1] شیخ عبدالحق دہلویؒ لکھتے ہیں کہ سنت بمعنی سیرت وطریقہ مسلوک در دین (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۸) یعنی سنت کے معنی سیرت کے اور دین میں اُس راستے کے ہیں جس پر چلا جائے۔

علامہ سعد الدین تفتازانیؒ (المتوفی ۷۹۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

ان البدعة المذمومة هو المحدث فی الدين من غير ان يكون فی عهد الصحابة والتابعين ولا دل عليه دليل الشرعی (شرح مقاصد ص ۔۔)

مذموم بدعت وہ ہے جو دین کے اندر ایجاد کی جائے۔ اور وہ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین کے عہد میں نہ ہو اور نہ اس پر کوئی شرعی دلیل دلالت کرتی ہو۔

علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ رد بدعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو كل ما حدث فی الدين بعد زمن الصحابة بلا حجة شرعية (نبراس ص ۲۱)

بدعت ہر وہ چیز ہے جو حضرات صحابہ کرامؓ کے زمانہ کے بعد بلا حجتِ شرعیہ دین میں نکالی جائے۔

اس سے صاف طور پر یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ جس بدعت کی مذمت کی گئی ہے وہ بقول مفتی احمد یار خان صاحب ہر نیا کام نہیں جو دینی ہو یا دُنیاوی، بلکہ وہ بدعتِ مذموم ہے جو محدث فی الدین ہو، اور یہی بدعت حرام ہے۔ اور جو بدعت امورِ دین میں نہ ہو اس کی حرمت ثابت کرنا بقول خان صاحب بریلوی ایک دشوار کام ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ ایک مقام پر ارقام فرماتے ہیں:

"از حق تعالیٰ تضرع است کہ ہرچہ در دین محدث شدہ است ومبتدع گشتہ کہ در زمانِ خیر البشر وخلفاء راشدین او نبودہ اگرچہ آں چیز در روشنی مثل فلق صبح بود ایں ضعیف را با جمعے کہ با دمستند اند گرفتار عمل نگرداناد ومفتونِ حسن آں مبتدع نکناد بحرمۃ سید المرسلین۔" (مکتوبات حصہ سوم ص ۲۲ مکتوب ۱۸۶)

اسی مکتوب میں حضرت مجدد صاحبؒ نے حضرات خلفاء راشدین کے علاوہ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا ذکر بھی کیا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے لے کر فریقِ مخالف کے مسلّم عالم مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی تک سب بدعت کے ساتھ دین کی قید لگاتے ہیں مگر مفتی احمد یار خان صاحب ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ دینی کام کی قید لگانا محض اپنی طرف سے ہے۔ سبحان اللہ تعالیٰ! کیا بعید ہے کہ وہ یہ کہہ دیں سے

یہ سب سچ کہ دل لگایا ہے ناصح ۔ نئی بات کیا آپ فرما رہے ہیں

الغرض مذموم بدعت صرف وہ ہے جو کارِ ثواب اور دین سمجھ کر کی جائے اور اسی کی مذمت

پر حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین اور سلف صالحین کا اجماع ہے چنانچہ علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ یعنی :

اجماع السّلف الصالح من الصّحابة والتابعين ومن يليهم على ذمّها كذلك (الاعتصام ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرات صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ وغیرہم سلف صالحینؒ کا اسی بدعت کی مذمت پر اجماع و اتفاق رہا ہے۔

اور اس میں دینی کام کی قید موجود ہے۔ دنیوی اُمور اس بدعت میں ہرگز داخل نہیں ہیں بلکہ تعین سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مکروہ تک بھی نہیں چہ جائیکہ وہ حرام اور بدعت مذمومہ میں داخل ہوں۔ ہمارے کہنے پر یقین نہ آئے تو آپ شیخ الاسلام ابن دقیق العیدؒ (المتوفی ۷۰۲ھ) کی سن لیجئے :

انا اذا نظرنا الى البدع المتعلقة بامور الدنيا لم تساو البدع المتعلقة بامور الاحكام الفرعية ولعل البدع المتعلقة بامور الدنيا لا تكره اصلاً بل كثير منها يجزم فيه بعدم الكراهة واذا نظرنا الى البدع المتعلقة بالاحكام الفرعية لم تكن مساوية للبدع المتعلقة باصول العقائد۔ (احکام الاحکام ج ۱ ص ۵۱)

ہم نے جب ان بدعتوں کو دیکھا جو اُمور دنیا سے متعلق ہیں تو وہ اُن بدعات کے مساوی نظر نہ آئیں جو بدعات فرعی احکام سے متعلق ہیں اور شاید کہ وہ بدعتیں جو اُمورِ دنیا سے متعلق ہیں بالکل مکروہ بھی نہ ہوں بلکہ ایسی بہت سی دنیوی بدعات کے متعلق یقیناً یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مکروہ بھی نہیں ہیں اور جب ہم نے ان بدعات کو دیکھا جو فرعی احکام سے متعلق ہیں تو وہ ان بدعات کے مساوی نہیں جو بدعات اصول عقائد سے متعلق ہیں۔

اس عبارت کو ذہن نشین کر لیجئے جس میں صراحت سے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ بدعت عقائد میں بھی ہوتی ہے اور اعمال میں بھی۔ دینی اُمور میں بھی اور دُنیوی میں بھی۔ مگر دنیوی اُمور کی بدعت نہ تو حرام ہے اور نہ مذموم، بلکہ مکروہ تک بھی نہیں۔ جو لوگ اُمورِ دنیاوی کو بدعت کی مد میں شامل کرتے ہیں، وہ نرے جاہل ہیں

اہلِ بدعت حضرات کے الزامی اعتراضات کے جوابات

پہلا اعتراض :

قرآنِ کریم کا کتابی صُورت میں جمع کرنا، اس پر اعراب لگانا اور موجودہ ترتیب کے ساتھ اس کو چھاپنا بدعت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا ثبوت نہیں ہے۔

الجواب :

امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ :

وقد كان القرآن كتب كلّه فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلّم لكن غير مجموع فى موضع واحد (اتقان ج ۱ ص ۶۰)

قرآن کریم سب کا سب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لکھا گیا تھا لیکن ایک جگہ میں نہ تھا۔

صحیح روایت یہ ہے کہ سورتوں میں ترتیب تھی جیسا کہ بیان ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

امام حارث محاسبیؒ لکھتے ہیں کہ :

كتابة القرآن ليست بمحدثة فانه صلّى الله عليه وسلم كان يامر بكتابته (ایضاً ص ۵۹)

قرآن کریم کی کتابت محدثہ اور بدعت نہیں ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو لکھنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ہم مختلف رقعات سے قرآن کریم کو آپ کے سامنے جمع کرتے تھے

امام حاکمؒ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

فیہ الدلیل الواضح ان القرآن انما جمع فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم (المستدرک ج ۲ ص ۲۲۹)

اس میں واضح دلیل موجود ہے کہ قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جمع ہو چکا تھا۔

اور حضرت ابن لبید انصاریؓ کی یہ روایت کہ وقد اثبت فی الکتاب (المستدرک ج ا ص ۹۹، قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح) بھی اس کی یقین دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم کو کتابی صورت میں جمع کرنے پر رضامندی کا اظہار فرمایا ہے۔ اور بخاری وغیرہ کی یہ حدیث تو آخر مشہور ہی ہے کہ حضرت عمرؓ کے مشورہ سے حضرت ابو بکرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں قرآن کریم جمع کرایا تھا (دیکھئے مشکوٰۃ ج ا ص ۱۹۳ وغیرہ) اور قرآن کریم کی یہ موجودہ ترتیب حضرت عثمانؓ نے دی ہے اور اسی بنا پر ان کو جامع القرآن کے لقب سے خطاب کیا جاتا ہے (دیکھئے اتقان ج ا ص ۔ وغیرہ) مگر یہ یاد رہے کہ یہ ترتیب حضرت عثمانؓ کی خانہ زاد اور ایجاد بندہ نہ تھی بلکہ توقیفی تھی اور اس پر ان کے پاس ثبوت موجود تھا۔ چنانچہ امام ابن الحصارؒ کہتے ہیں کہ سورتوں کی موجودہ ترتیب اور اسی طرح آیات کی ترتیب وحی کے مطابق قائم کی گئی ہے۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ سورتوں کی یہی ترتیب اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوحِ محفوظ میں ہے، اور اسی موجودہ ترتیب سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال قرآنِ کریم حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش کیا کرتے تھے۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ :

کان القرآن علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرتبا سورہ وایاتہ علی ھذا الترتیب (اتقان ج ا ص ۶۲)

قرآن کریم کی سورتوں اور آیات کی یہی ترتیب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں تھی جو آج ہے۔

اور امام سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :

ترتیب الآیات فی سورھا واقع بتوقیفہ صلی اللہ علیہ وسلم وامرہ من غیر خلاف فی ھذا بین المسلمین۔ (تفسیر اتقان ج ا ص ۶۰)۔

آیات کی سورتوں میں جو ترتیب ہے وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے اور آپ کی توقیف یعنی اطلاع دینے سے ہے اس میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

الغرض قرآن کریم کا کتابی شکل میں وجود خود حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں تھا، اور

حضرات خلفاء راشدینؓ نے سرکاری طور پر اس کو جمع کر کے رعایا میں اس کی نشر واشاعت کی تھی اور اسکی جمع و ترتیب پر تمام حضرات صحابہ کرامؓ کا اتفاق تھا۔ چنانچہ شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ :

فھذا عمل لم ینقل فیہ خلاف عن احد من الصحابۃؓ ۔ (الاعتصام ج ۲ ص ۲۸۸)

جمع قرآن کا یہ عمل ایسا ہے جس میں کسی ایک صحابی کا اختلاف بھی منقول نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے عمل کو مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ بدعت کہتے ہیں تو یہ مبارک کام انہیں کو نصیب ہو۔

رہا اعراب کا معاملہ تو اس میں کافی اختلاف ہے۔ محمد بن اسحاق بن ندیمؒ (المتوفی ۳۸۰ھ) اور قاضی شمس الدین احمد بن خلکانؒ (المتوفی ۶۸۱ھ) کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اعراب حجاج بن یوسف (المتوفی ۹۵ھ) نے لگوائے تھے۔ علامہ ابن خلکانؒ کے بیان میں اس کا بھی اختلاف ہے کہ حجاج بن یوسف کے حکم سے اعراب کس نے لگایا؟ ایک قول یہ ہے کہ نصرؒ بن عاصم نے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یحییٰؒ بن یعمر نے۔ لیکن کتاب الاوائل میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم کا اعراب ابو الاسود دؤلیؒ نے لگایا جو حضرت علیؓ کے شاگردِ رشید تھے (ماخوذ از حاشیہ الفلاح مضمون مولانا شبلیؒ المتوفی ۱۳۳۲ھ ص ۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۲۵ھ) اور محدث ابن جوزی کتاب تلقیح ص ۲۶۲ میں اور حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۳۲ میں اور حافظ ابن حجرؒ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۰۵ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کا اعراب سب سے پہلے یحییٰؒ بن یعمر (المتوفی ۹۰ھ) نے لگایا تھا۔ بہر کیف حضرات صحابہ کرامؓ کا دور تھا جس میں قرآن کریم پر اعراب لگایا گیا تھا۔ اگر حجاج بن یوسف کے زمانہ میں بھی یہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس کی وفات کے بعد حضرات صحابہ کرام کا دور باقی رہا ہے کیونکہ حضرت محمودؓ بن لبید کی وفات ۹۶ھ میں اور حضرت محمودؓ بن ربیع کی ۹۹ھ میں اور حضرت ابو امامہ سہل بن حنیفؓ کی ۱۰۰ھ اور حضرت ہرماس بن زیاد باہلیؓ کی ۱۰۲ھ میں اور حضرت ابو الطفیلؓ کی ۱۱۰ھ میں وفات ہوئی ہے (دیکھئے علی الترتیب، تقریب ص ۳۴۸، تہذیب ج ا ص ۶۵، البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۱۹۰، تہذیب ج ۱۱ ص ۲۸، تہذیب ج ۵ ص ۸۲)۔ اور پہلے اس کی پوری بحث گزر چکی ہے کہ خیر القرونؒ کا تعامل شرعی حجت ہے۔

لہ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں، نقطے اور اعراب، ہر دو ہمراہ حروف موضوع شدہ اند زیرا کہ (بقیہ برصفحہ آئندہ)

اس کو بدعت کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے اور اس سے سرِ مو تجاوز کرنا درست نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض: جمعہ کے خطبہ سے قبل تقریر کرنا بدعت ہے مگر تم بھی کرتے ہو۔

الجواب: جمعہ کے خطبہ سے پہلے تقریر کا متعدد حضرات صحابہ کرام سے ثبوت ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے تقریر فرمایا کرتے تھے، اور اس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتے تھے۔ جب امام خطبہ دینے کے لئے آتا تو حضرت ابو ہریرہؓ اپنی تقریر موقوف کر دیتے تھے۔ (مستدرک ج ۱ ص ۱۰۸ و ج ۳ ص ۵۱۲ قال الحاکم والذہبیؒ صحیح)۔

ابو الزاہریہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن بسرؓ جمعہ کے دن خطبہ سے قبل وعظ کیا کرتے تھے جب خطیب خطبہ دینے کے لئے آتا تو وہ وعظ بند کر دیتے تھے (حاکم ج ۱ ص ۲۸۸ وقالا صحیح)

حضرت تمیم داریؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے اجازت طلب کی کہ میں جمعہ کے دن تقریر کیا کروں گا۔ اور اس میں متعدد نصیحت آمیز واقعات بیان کروں گا۔ پہلے حضرت عمرؓ نے انکار فرمایا لیکن حضرت تمیم داریؓ کے اصرار پر انہوں نے اجازت دے دی کہ تم جمعہ کے دن اس سے قبل کہ میں خطبہ کے لئے آؤں، تقریر کر سکتے ہو۔ (اصابہ فی تذکرۃ الصحابہؓ ج ۱ ص ۱۸۴)۔

تیسرا اعتراض: آپ کے زمانہ مبارک میں مسجدوں میں روشنی کا انتظام نہ تھا۔ لہٰذا مسجدوں میں روشنی کا انتظام کرنا بھی بدعت ہے حالانکہ تمہاری مساجد میں بھی روشنی کا انتظام ہوتا ہے۔

الجواب: امام ابوداودؒ نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے، باب التسریج فی المساجد۔ اور اس کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم بیت المقدس نماز کے لئے نہیں جا سکتے تو:

فابعثوا بزیت یسرج فی قنادیلہ۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۶۶)

تم زیتون کا تیل بھیج دو تاکہ بیت المقدس کی قندیلوں میں روشن کیا جا سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے بیت المقدس میں چراغ جلانے کے لئے تیل بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ ہاں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) عاری بودن حروف از نقطہ و اعجام باوجود تشابہ صور یکدیگر بایجین نقط مصحف بدعت ست (اکسیر ص ۵۸)۔

البتہ مسجدِ نبوی وغیرہ میں آپ کے زمانہ مبارک میں روشنی کا انتظام نہ تھا۔ حضرت تمیم داریؓ نے سب سے پہلے مسجد میں چراغ جلایا اور روشنی کا انتظام کیا۔ (ابنِ ماجہ ص ۵۶ و تہذیب ج ۱ ص ۵۱۲)۔

مولانا شبلیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی اجازت سے حضرت تمیم داریؓ نے مسجد میں چراغ جلائے۔ (الفاروق ج ۲ ص ۱۳۲)۔

فتوح البلدان ص ۴۶ اور الاحکام السلطانیہ للماوردیؒ ص ۱۵۴ اور مرآۃ الحرمین ج ۱ ص ۲۲۵ لابراہیم رفعت باشا میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حرم محترم کے گرد دیوار کھنچوائی اور اس سے یہ کام لیا کہ اس پر رات کو چراغ جلائے جاتے تھے۔

فائدہ: مسجد میں جتنی روشنی کی ضرورت ہے اُس سے زیادہ چراغ روشن کرنے حرام ہے چنانچہ ابو حنیفہ ثانی علامہ ابنِ نجیم الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:

ولا یجوز ان یزاد علی سراج المسجد لان ذٰلک اسراف سواء کان ذالک فی رمضان اوغیرہ الی ان قال وفی القنیۃ واسراج السرج الکثیرۃ فی السکک والاسواق لیلۃ البرأۃ بدعۃ وکذا فی المساجد۔ (بحرالرائق ج ۵ ص ۲۱۵)۔

مسجد میں ضرورت سے زیادہ چراغ جلانے جائز نہیں ہیں کیونکہ یہ اسراف ہے، رمضان میں ہو یا غیر رمضان میں۔ پھر فرمایا کہ قنیہ میں ہے کہ شب برأت میں گلیوں اور بازاروں میں بہت سے چراغ جلانا بدعت ہے اور اسی طرح مسجدوں میں بھی ضرورت سے زیادہ چراغ جلانا بدعت ہے۔

حضرات فقہاء احنافؒ کا تو یہ قول ہے۔ مگر چودھویں صدی کے مفتی جو بزعمِ خود حنفیت کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں یہ ارشاد فرماتے ہیں: "پنجاب اور یوپی و کاٹھیاوار میں عام رواج ہے کہ رمضان میں ختم قرآن تراویح کی شب میں مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے۔ بعض دیوبندی اس کو بھی شرک و حرام کہتے ہیں یہ محض اُن کی بے دینی ہے مساجد کی زینت ایمان کی علامت ہے"۔ (بلفظہٖ جاء الحق ص ۲۹۵)۔

مفتی صاحب ہی فرمائیں کہ ضرورت سے زیادہ چراغ جلانے کو دیوبندی ہی منع کرتے ہیں یا علامہ ابنِ نجیم حنفیؒ وغیرہ بھی ان کے ہم نوا ہیں۔ اور کیا یہ بے دینی صرف دیوبندیوں کے حصہ میں آئے گی یا علامہ

ابن نجیمؒ وغیرہ احناف کو بھی اس بے دینی سے کوئی حصہ ملے گا؟ بینوا و توجروا۔ یہ یاد رہے کہ کسی دیوبندی نے ضرورت سے زائد چراغ جلانے کو شرک تو نہیں کہا البتہ فقہاء کرام کی پیروی میں بدعت ضرور کہتے ہیں۔ اور بدعت کا ارتکاب بھی ممنوع و حرام ہوتا ہے۔

لطیفہ: مفتی احمد یار خان صاحب نے اپنی معتبر و مستند تفسیر روح البیان شریف سے نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کے مینارہ پر ایسی روشنی کی تھی کہ بارہ میل تک عورتیں اس کی روشنی میں چرخہ کاتتی تھیں الخ (بلفظہ جاء الحق ص۲۹۱)۔

چوتھا اعتراض:

مسجدوں میں فرش اور چٹائی کا انتظام بھی بدعت ہے کیونکہ آپ کے زمانۂ مبارک میں ایسا نہیں ہوا اور تم لوگ بھی اس کا اہتمام کرتے ہو۔

الجواب:

یہ ٹھیک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجدوں میں چٹائی وغیرہ کا انتظام نہ تھا (دیکھئے میزان الاعتدال ج ۲ ص۲ وغیرہ) لیکن یہ انتظام حضرت عمرؓ کے عہد میں مکمل ہوا ہے۔ جیسا کہ علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں کہ:

"فرش کا انتظام بھی اوّل حضرت عمرؓ ہی نے کیا لیکن یہ کوئی پُرتکلف قالین اور شطرنجی کا فرش نہ تھا بلکہ اسلام کی سادگی یہاں بھی قائم تھی یعنی چٹائی کا فرش تھا۔ جس سے مقصود یہ تھا کہ نمازیوں کے کپڑے گرد و خاک میں آلودہ نہ ہوں"۔ (الفاروق ج ۲ ص۱۴۳)

فائدہ: مسجد میں سب سے پہلے خوشبو جلانے کا باقاعدہ انتظام بھی حضرت عمرؓ نے کیا (خلاصۃ الوفا، ص۱۲۱)۔ اور مسجد میں سب سے پہلے پردے حضرت عثمانؓ نے نصب کئے تھے (مرآۃ الحرمین ج ۱ ص۲۲۵)۔

پانچواں اعتراض:

مسجدوں میں محراب بھی بدعت ہے کیونکہ آپ کے پاک زمانہ میں محراب نہ تھی اور تمہاری مسجدوں میں بھی محراب کا وجود ہوتا ہے۔

الجواب:

امام نوویؒ شرح مہذب ج ۳ ص۲۰۲ میں اور علامہ سمہودیؒ وفاء الوفا ج ۱ ص۲۶۱ میں لکھتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وقت میں مسجد میں محراب کا وجود نہ تھا لیکن علامہ بدرالدین عینی الحنفیؒ عمدۃ القاری ج ۲ ص۲۹۷ میں لکھتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر کعبہ کی جہت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے محراب بنائی تھی۔ اور علامہ مقریزیؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ گو محراب کا کچھ نقشہ پہلے تھا مگر محرابِ مجوّف (جوف دار طاق کی شکل میں جیسا کہ آج کل عموماً مسجدوں میں رواج ہے) خلیفۂ راشد حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ نے بنوائی تھی۔ یہی علامہ مقریزیؒ لکھتے ہیں کہ:-

فاما محاریب الصحابۃؓ التی بفسطاط مصر والاسکندریۃ فان سمتها یقابل مشرق الشتاء۔ (مقریزی ج ۲ ص۲۵۷)۔

مصر اور اسکندریہ کے دیہات میں حضرات صحابہ کرامؓ نے جو محراب بنائے، اُن کا رُخ اس طرف ہے جہاں سے موسمِ سرما میں سورج طلوع ہوتا ہے۔

اور امام قاضی خان الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:

والمحاریب التی نصبتها الصحابۃؓ والتابعون الخ (ج ۱ ص۳۳)۔

وہ محراب جو حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے بنائے ہیں (ان کو اسی حالت میں رہنے دو)۔

الحاصل علامہ عینیؒ کی تحقیق کے موافق محرابیں آپ کے عہدِ مبارک میں موجود تھیں اور دوسرے محققین کی تحقیق کی رُو سے حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین کے پاک ہاتھوں نے محراب بنائے تھے۔

چھٹا اعتراض:

آپ کے زمانہ میں مسجدوں میں مینار نہیں ہوتے تھے، اس لئے یہ بدعت ہیں حالانکہ تمہاری مساجد میں بھی مینار ہوتے ہیں۔

الجواب:

مینار اصل میں اس لئے بنائے جاتے ہیں کہ ان پر اذان ہو اور دُور تک لوگ اذان کی آواز سُنیں

بڑے بڑے شہروں میں ایک سے زیادہ میناروں پر بیک وقت اذانیں دی جاتی ہیں۔ چنانچہ امام ابوداؤد نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ باب الاذان فوق المنارۃ (ج ۱ ص ۷۷)۔ اور حضرت ابو برزہ اسلمیؓ (المتوفی ۶۵ھ) وغیرہ فرماتے ہیں کہ:

من السنۃ الاذان فی المنارۃ والاقامۃ فی المسجد۔ (الزیلعی ج ۱ ص ۲۹۳ ومصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۴)

سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر دی جائے اور اقامت مسجد میں ہو۔

اصولِ حدیث کا مسئلہ ہے کہ مطلق سنت سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مراد ہوتی ہے۔ تاریخ اسلام ج ۲ ص ۲۹ میں بحوالہ اصابہ لکھا ہے کہ مصر کی مسجدوں میں مینار کا رواج نہ تھا حضرت مسلمہؓ بن مخلد انصاری (المتوفی سنہ ھ) نے تمام مسجدوں میں مینار بنوائے۔ قاضی شوکانیؒ (المتوفی ۱۲۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ مساجد میں مینار قائم کرنے کی اصل غرض تو یہ ہے کہ دُور کے آدمی اذان سن سکیں، اور یہ ایک جائز مصلحت ہے الخ۔ (ارشاد السائل الی دلیل المسائل۔ بحوالہ نُقطۃ العجلان ص ۹)

ساتواں اعتراض:

تمہارے مدارس میں جمعہ کے دن چھٹی ہوتی ہے، یہ بھی بدعت ہے۔

الجواب:

نماز جمعہ کے لئے خاص اہتمام کرنا قرآن سے ثابت ہے اور پھر جمعہ کے دن نئے یا دُھلے ہوئے کپڑے پہننا اور غسل و مسواک کرنا، پھر سب سے پہلے مسجد میں جا کر بیٹھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اس لئے اگر مالا یتم الواجب الا بہ فھو واجب کے قاعدہ کے تحت جمعہ کی چھٹی کی جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ علاوہ ازیں عقد الفرید ج ۱ ص ۴۹ میں ہے کہ حضرت عمرؓ کی طرف سے فوج کو یہ حکم تھا کہ ہمیشہ جمعہ کے دن مقام کریں اور پورے ایک شب و روز قیام رکھے، تاکہ لوگ دم لیں اور ہتھیاروں اور کپڑوں کو درست کر لیں۔

فائدہ: اسی طرح رمضان المبارک میں مخصوص عبادت دیگر بشری مشاغل سے فارغ ہو کر ہی

صحیح طور پر ادا کی جا سکتی ہے۔ اور اسی وجہ سے اکثر اسلامی مدارس میں ماہ رمضان کی تعطیلات ہو جاتی ہیں تاکہ طلباء کرام اپنے گھروں میں جا کر خاطر خواہ آرام کر سکیں اور روزے و تراویح اور اعتکاف وغیرہ کے لئے ان کو فراغت مل سکے۔ ہر آدمی اس عبادت کو بھی بغیر تعطیل اور مکمل چھٹی کے ادا نہیں کر سکتا۔ کما لا یخفی۔

آٹھواں اعتراض:

مدارس کا قیام بدعت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدرسے نہ تھے حالانکہ سب سے زیادہ مدرسے اور مدرس اور طلبہ تمہاری ہی جماعت کے ہوتے ہیں لہٰذا تم بھی بدعتی ہوئے۔

الجواب:

فریقِ مخالف کا یہ استدلال بھی نہایت ہی لچر اور کمزور ہے۔ کیونکہ علمِ دین کی نشر و اشاعت جس طرح بھی ہو سکے اور جیسے بھی اور جہاں بھی ہو یہ خود شریعت حقہ کا منشا ہے۔ اس کے لئے جو صورت بھی اختیار کی جائے، درست اور صحیح ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اصحاب صُفّہ کیلئے (جو دُور دراز مقامات سے طلب علم کیلئے حاضر ہوتے تھے) اسی لئے مسجد کے علاوہ اس کے قریب ہی صُفّہ بنوایا تھا تاکہ طلبہ کے لئے سہولت رہے، اور ان کو کوئی دقت پیش نہ آئے۔ امام ابو اسحاق غرناطیؒ لکھتے ہیں کہ:

وانما المدارس فلم یتعلق بها امر تعبدی یقال فی مثله بدعة الاعلی فرض ان یکون من السنة ان لا یقرا العلم الا بالمساجد وهذا لا یوجد بل العلم کان فی الزمان الاول یبث بکل مکان من مسجد او منزل او سفر او حضر او غیر ذالک حتی فی الاسواق فاذا اعد احد من الناس مدرسة یعنی باعدادها الطلبة فلا یزید ذالک علی اعدادها له منزلا من منازله

بہر حال مدارس تو ان کے ساتھ امر تعبدی متعلق نہیں ہے۔ تاکہ یہ کہا جائے کہ یہ بدعت ہیں۔ ہاں اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ سنت صرف یہ ہے کہ علم فقط مسجدوں ہی میں پڑھایا جائے تو الگ بات ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ علم تو زمانہ اول میں بھی ہر جگہ پھیلایا جاتا تھا۔ مسجد میں بھی اور گھر میں بھی سفر میں بھی اور حضر وغیرہ میں بھی حتی کہ بازاروں میں بھی علم کی اشاعت ہوتی رہی۔ تو اگر کوئی شخص مدرسہ بناتا ہے اور مقصد یہ ہو کہ طلبہ کو آرام رہے تو اس نے منزل اور ولدار

اوحائطا من حوائطه او غیر ذٰلك فاین مدخل البدعة ھاھنا؟ (الاعتصام ج ۱ ص۲۷۷)۔

وغیرہ کے علاوہ اور کیا زیادہ کیا ہے؟ تو اسمیں بدعت کا دخل ہی کیا ہے؟ (محصلہ)

نواں اعتراض :

مدارس میں دورۂ حدیث وغیرہ کا نصاب مقرر کرنا اور امتحان لینا بھی بدعت ہے۔

الجواب :

اہلِ عرب اور حضرات صحابۂ کرام کی مادری زبان ہی عربی تھی۔ وہ صرف و نحو اور دیگر مبادی علوم کے حاصل کرنے کے بغیر بھی قرآن کریم اور حدیث شریف کو سمجھ سکتے تھے۔ بخلاف عجمی لوگوں کے کہ ان کے لئے قرآن و حدیث وغیرہ تک اس وقت تک ہرگز رسائی نہیں ہو سکتی۔ جبتک کہ وہ مبادی حاصل نہ کرلیں۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر خلیفۂ راشد حضرت علیؓ نے ابو الاسود دئلی کو یہ امر ارشاد فرمایا کہ وہ اس طرح ایک علم ضبط کرے جس سے فہمِ قرآن میں مدد ملے اور غلطی واقع نہ ہو (دیکھئے متنِ متین ص۳۔ و اقتراح سیوطیؒ ص۸۲ والبدایہ والنہایہ ج ۸ ص۳۱۲ وغیرہ)۔ اس لئے اگر طلبہ کے لئے قرآن و حدیث کے صحیح طور پر حاصل کرنے کے لئے کوئی نصاب حضرات سلف صالحینؒ نے تجویز کیا ہے تو صحیح ہے اور ما لا یتم الواجب الا به فھو واجب کے قاعدہ کے تحت مبادی کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ رہا امتحان و سوال تو یہ بھی ہرگز بدعت نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ج ۱ ص۱۴ میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے:

باب طرح الامام المسئلة علی اصحابه لیختبر ما عندھم من العلم۔

باب امام کا اپنے ساتھیوں پر کوئی ایسا سوال وارد کرنا جس سے اُن کے علم کا امتحان ہو سکے۔

اور اس کے نیچے یہ روایت پیش کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حضرات صحابہ کرامؓ سے یہ سوال کیا کہ ایسا درخت بتاؤ جس کے پتے نہیں جھڑتے وہ مسلم کی مثال ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے اپنے علم کے مطابق جنگل کے درخت گنوا دیئے۔ مگر صحیح جواب سوائے حضرت ابن عمرؓ کے اور کسی کو نہ سُوجھا۔ لیکن حضرت ابن عمرؓ بھی کم سن ہونے کی وجہ سے خاموش رہے۔ پھر آپؐ نے خود بتایا کہ

وہ کھجور کا درخت ہے۔

اس کے علاوہ بھی متعدد نظیریں کتب احادیث میں امتحان کی موجود ہیں۔

دسواں اعتراض :

احادیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا بدعت ہے۔

الجواب :

خود جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں حدیثیں لکھی جاتی تھیں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ حدیثیں کسی کو معلوم نہیں۔ مگر ہاں عبد اللہ بن عمروؓ کو، کیونکہ وہ لکھ لیتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا (بخاری ج ۱ ص۲۲ وغیرہ)۔ حضرت ابو ہریرہ کی کل احادیث کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر ہے ۵۳۷۴ اور تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کہ صحیفہ ابو ہریرہؓ کے نام سے ایک مختصر سا رسالہ طبع ہوا ہے جس کو حضرت ابو ہریرہؓ نے کتابی شکل میں جمع کیا تھا۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کے صحیفہ کا نام صادقہ کتبِ تاریخ میں آتا ہے۔ الغرض یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں حدیثیں نہیں لکھی جاتی تھیں اور کتابی شکل میں جمع نہ ہوتی تھیں، ایک سراسر بہتان ہے۔

گیارھواں اعتراض :

تنخواہ لے کر پڑھانا اور ختمِ بخاری کرنا بدعت ہے۔

الجواب :

پہلے پوری تفصیل درج کی جا چکی ہے کہ اگرچہ بعض حضرات متقدمین کا اس میں کچھ اختلاف تھا۔ مگر متاخرین نے (جن میں صاحب ہدایہ ج ۳ ص۱۵ بھی ہیں اور فرماتے ہیں وعلیه الفتویٰ اور امام قاضی خانؒ بھی جواز کا فتویٰ نقل کرتے ہیں (ج ۳ ص۴۹۲)۔ اور امام سرخسیؒ بھی ہیں اور فرماتے ہیں نفتی بالجواز (بحوالہ البنایہ ج ۳ ص۶۵۵) جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اور بحر الرائق وغیرہ کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے اور حضرات خلفاء راشدینؓ خود بھی نماز و خطبہ اور قضاء وغیرہ پر بیت المال سے روزینہ لیا کرتے تھے۔

اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ نے باقاعدہ سرکاری طور پر ائمہ اور مدرسین اور مؤذنین کیلئے تنخواہیں مقرر کی تھیں تفصیل گزر چکی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ باقی بیماری اور مصیبت وغیرہ کے وقت قرآن کریم اور بخاری شریف کا پڑھ کر اس پر اُجرت لینا بھی جائز ہے۔ حضرت ابو سعید الخدریؓ کی روایت اور حضرات فقہاء کرامؒ کی عبارتیں پہلے عرض کی جا چکی ہیں علامہ بدرالدین عینی حنفیؒ لکھتے ہیں یعنی کہ:

والرقية نوع مداواة والمأخوذ عليها جعل و المداواة يباح اخذ الاجر عليها (البنایہ ج ۲ ص۶۵۲)

جھاڑ پھونک علاج کی ایک قسم ہے۔ اُس پر اُجرت لینا جائز ہے۔

حضرات! فریقِ مخالف کے اعتراضات اور بھی کافی ہیں۔ مگر ہم نے چند ایک بطورِ مشتے نمونہ از خروارے آپ کے سامنے عرض کر دیئے ہیں۔ ایک عقل مند کے لئے ان میں کافی عبرت موجود ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ اس عدد سے اپنی گیارھویں ثابت کرنا شروع کر دیں۔ رَأَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا۔

یہ اعتراضات جو پیش کئے گئے ہیں محض عوام ہی کے نہیں بلکہ فریقِ مخالف کے بڑے بڑے محقق یہ اعتراضات اُٹھا رہے ہیں۔ چنانچہ مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ "کیونکہ دیوبند کا مدرسہ، وہاں کا نصاب، دورۂ حدیث شریف، تنخواہ لے کر مدرسوں کا پڑھانا، امتحان اور تعطیلات کا ہونا، آج قرآن پاک میں اعراب لگانا، قرآن و بخاری چھاپنا، مصیبت کے وقت ختمِ بخاری[1] کرنا جیسا کہ دیوبند میں پندرہ روپے لے کر کرایا جاتا ہے (یہ مفتی صاحب کا مفتیانہ اجتہاد ہے۔ ورنہ راقم الحروف بحمداللہ تعالیٰ دیوبند کا خوشہ چین ہے، وہاں پندرہ روپے کی کوئی تعیین نہیں ہے۔ ختمِ اتفاق کا معاملہ ہی جُدا ہے اور بغیر اُجرت لئے ہی ہم نے بارہا وہاں ختم کیا ہے)۔ بلکہ سارا فنِ حدیث بلکہ خود احادیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا بلکہ خود قرآن کا کاغذ پر جمع کرنا، اس میں رکوع بنانا، اس کے تیس سیپارے کرنا وغیرہ

[1] صاحب لکھتے ہیں کہ "ختم این کتاب مبارک برائے شفائے بیمار و صون از نوازل و حوادث امان جائز ست زیرا کہ در حکم رقیہ است و جواز رُقی باحادیث ثابت بشرطیکہ دراں چیزے از شرک نباشد و در صحیح بخاری شرکی از اشراک نیست اھ (ہدایۃ الرسائل ص۲۶۳)

وغیرہ سب ہی دینی کام ہیں اور بدعت ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ان میں سے کوئی کام نہ ہوا۔ بولو یہ حرام ہیں یا حلال؟ (بلفظہٖ جاء الحق ص۲۱۲)۔ ان اعتراضات کے جوابات عرض کر دیئے گئے ہیں، ملاحظہ فرمالیں۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت امام الانبیاء سید الرسل خاتم النبیین محمد مصطفٰی احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ یہی پہلو ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے اور معصیت کے راستہ سے ہرگز اس کو راضی نہیں کیا جا سکتا۔ (لما جاء فی الحدیث ان اللہ لاینال فضلہ بمعصیۃ۔ مستدرک ج ۲ ص۴)۔ اور جس پہلو کو جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ترک کر کے اُمت کو بتایا ہے، ہمارے لئے بھی اس کا ترک کرنا ہی سنت ہوگا اور صرف اسی پہلو کو لینا اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے:

ان اللہ یحب ان یوخذ برخصتہ کما یکرہ ان توتی بمعصیتہ رواہ احمد وابن خزیمۃ فی صحیحہ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص۱۵)

تحقیق سے اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے جیسا کہ وہ اس کو ناپسند کرتا ہے کہ اس کی نافرمانی کی جائے۔

یہ روایت مسند احمد ج ۲ ص۱۰۸، اور موارد الظمآن ص۲۲۸ اور ص۱۲۵ میں حضرت ابن عمرؓ سے اور ص۲۲۸ میں حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ہمیں حضرات صحابہ کرامؓ کی بے تکلف زندگی کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت ملا علی قاریؒ نے حدیث اقلها تکلفا کی شرح میں ان کی سادہ زندگی کا نقشہ کھینچ کر بتایا ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ ذکر اور درود شریف مسجدوں یا گھروں میں حلقہ بنا کر بلند آواز سے نہ پڑھتے تھے۔ وہ اپنے اجسام کے لحاظ سے فرشی تھے لیکن اپنے ارواح کے اعتبار سے عرشی تھے۔ ظاہری طور پر تو وہ مخلوق کے ساتھ تھے مگر باطن کے رُو سے مخلوق سے جُدا ہو کر حق تعالیٰ کے ساتھ تھے (مرقات ج ۱ ص۲۲۶)

اور شاطبیؒ لکھتے ہیں:

واما ارتفاع الاصوات فی المساجد فناشیٔ عن

یعنی مسجدوں میں آواز بلند کرنا، تو یہ دین کے اندر جھگڑا

بدعة الجدال فی الدین (الاعتصام ج ۲ ص ۲۵۶) کہنے سے بدعت گمراہی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا صاحب لواء الفخر محمد وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و ازواجہٖ وجمیع من تبعہ الیٰ یوم الدین، آمین یارب العٰلمین!

اذان سے قبل صلوٰۃ تسمیہ تعوذ بلند آواز سے پڑھنا غیر مشروع ناجائز اور بدعت ہے

[illegible]

سوال [illegible]

جواب [illegible]

سوال [illegible]

الجواب ھو الموفق للصواب [illegible]

از دار العلوم حزب الاحناف [illegible]

شائع کردہ: مرکز سواد اعظم اہلسنت والجماعت آستانہ عالیہ چشتیہ صابریہ دار الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمازِ جنازہ کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا بدعت ہے

فقہاء احناف اہل السنۃ والجماعۃ کا فیصلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ اَلْفُ اَلْفِ تَحِيَّةٍ وَالتَّسْلِيْمِ۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے جناب امام الانبیاء سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عظیم الشان قانون اور آئین عطا فرمایا ہے جو قرآن کریم اور حدیث شریف کی شکل میں آج بھی امت کے ہاتھوں میں صحیح اور اصلی رنگ میں موجود ہے گو باطل پرستوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے تحریف لفظی اور معنوی کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ ہم اس کے محافظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ہر زمانہ میں انتظام فرمایا اور آج بھی دین اسلام کا وہ چشمہ بغیر کسی آمیزش کے ہمارے سامنے موجود ہے، اور وہ ایسا مکمل نظام ہے جس کے بعد کسی اور نظام اور آئین کی مطلقاً ضرورت ہی باقی نہیں رہتی اور کیوں مکمل نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (پ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۸) آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا ہے، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو میں دین پسند کر چکا ہوں۔

یہ قرآن کی آخری آیت حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں نازل ہوئی، اور ایک لاکھ سے زائد ان نفوس پاک نے اپنے کانوں سے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی جن کو اہل اسلام صحابہ کرام رض کی بہترین جماعت سے تعبیر کرتے ہیں اس آیت کے پیش نظر سوچنا یہ ہے کہ جس چیز کا وجود اور سبب تو خیر القرون میں موجود تھا مگر اس پر ایسی کاروائی نہ کی جاتی تھی جو آج کی جاتی ہے اور اس کو دین کا رنگ دیا جاتا ہے تو وہ یقیناً بدعت ہوگی اور اس کی ترویج واشاعت کرنے والا گویا عملی طور پر اس کا ادعا کر رہا

ہے کہ دین مکمل نہیں اور میری سمجھ میں رائے سے اس کی تکمیل ہوگی مثلاً ولادت اور ختنے اس وقت بھی ہوتے تھے۔ شادی اور غمی اس وقت بھی ہوتی تھی، وفات اور جنازے اس وقت بھی ہوتے تھے، قبریں بھی موجود تھیں، اور مصائب بھی لوگوں کو پیش آتے تھے مگر نہ تو ولادت اور ختنوں کے موقعوں وہ بدعات کی جاتی تھیں جو آج کی جاتی ہیں، اور نہ شادی اور وفات پر وہ رسمیں ادا ہوتی تھیں جو آج رائج ہو چکی ہیں اور نہ میت پر نماز جنازہ پڑھ چکنے کے بعد وہ مصنوعی طریقہ دعا تھا جو آج کیا جاتا ہے۔ قبریں بھی موجود تھیں مگر ان پر میلے اور عرس نہیں لگا کرتے تھے۔ مصیبتیں اور تکلیفیں بھی لوگوں کو پیش آتی تھیں مگر نہ تو وہاں قبروں کے طواف ہوتے تھے، اور نہ قبروں پر نذریں اور منتیں ہی مانی جاتی تھیں۔ جب یہ تمام اسباب ودواعی اس وقت موجود تھے مگر یہ خود ساختہ کاروائیاں ہرگز وہاں نہ تھیں تو کیسے سمجھ لیا جائے کہ آج یہ کام جائز اور کار ثواب ہیں۔ یقین جانیے کہ جو کام اس وقت دین نہ تھا وہ آج بھی ہرگز دین نہیں ہو سکتا۔ حضرت امام مالک نے کیا خوب ارشاد فرمایا فما لم یکن یومئذ دینا فلا یکون الیوم دینا (اعتصام للشاطبی جلد ۱ ص ۲۸) کہ جو چیز اس وقت دین نہ تھی وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتی۔

اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فهو رد (بخاری جلد ۱ ص ۳۷۱ ومسلم، جلد ۲ ص ۷۷ وابو داؤد جلد ۲ ص ۲۷۹) کہ جس شخص نے ہمارے اس معاملہ میں کوئی نئی چیز نکالی جو اس میں سے نہیں تھی تو وہ مردود ہوگی۔

فی امرنا سے امر دین اور شریعت مراد ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

والمراد به امر الدین (فتح الباری جلد ۵ ص ۲۳۱) اس سے مراد دین کا کام ہے۔

اور یہ واضح امر ہے کہ مذموم وہ بدعت ہے جو امر دین سے ہو۔ محض لغوی بدعت یا زمانہ اور سائنس کی ترقی کے تحت جو چیزیں ایجاد ہو چکی ہیں یا تا قیامت ہوں گی وہ یقیناً

مذموم نہیں ہیں اور ایسی جماعت ہرگز مذموم نہیں ہے۔ بہت سے لوگ ہوائی جہاز گاڑی، بس، عینک، گھڑی، نلکہ اور اس قسم کی بے شمار نوایجاد اشیاء کو لے کر لمبا اوقات اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ یہ بھی تو آخر بدعت ہیں ان کو کیوں استعمال کیا جاتا ہے؟ لیکن آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مذموم وہ بدعت ہے جو امر دین سمجھ کر کی یا چھوڑی جائے۔ یہ چیزیں امر دین سے نہیں ہیں بلکہ تمدن اور ترقی کے لوازمات سے ہیں۔ ایسی کسی نوایجاد چیز کا استعمال ناجائز نہ ہوگا بشرطیکہ ان کا استعمال کسی خلاف شرع امر کے لئے نہ ہو۔ فقہائے کرام کا تمباکو کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ اس کو مطلقاً حرام دوسرا مکروہ تحریمی اور تیسرا مکروہ تنزیہی کہتا ہے فیضی کے مسلّم عالم مولوی احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تمباکو حلال کیسے ہوگیا۔ جب کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھا تو اس کا استعمال بدعت ہوگا اور بدعت کیسے حلال ہوگی۔ اس کا جواب خاں صاحب یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

" رہا اس کا بدعت ہونا یہ کچھ باعث ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ امور دین میں تو اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے "

بلفظہ (احکام شریعت حصہ سوم ص ۱۶۸)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ بدعت وہی بُری ہوتی ہے جو امور دین سے ہو۔ کھانے پینے اور دیگر تمدنی اور تہذیبی امور میں بدعت لغوی ہوگی اور وہ مذموم نہ ہوگی اور اس کا حرام ثابت کرنا ایک دشوار امر ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بدعت سے نہایت سختی سے منع فرمایا ہے چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے۔

وشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ (نسائی شریف جلد ۱ ص ۱۷۹) بُرے کام وہ ہیں جو نئے نئے نکالے گئے ہوں، اور ہر نئی چیز بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ بدعت بظاہر کوئی بُرا کام ہی ہو تب ہی بدعت ہوگی بلکہ اگر بالفرض نماز بھی ہو مگر کسی خاص وقت اور اس کیفیت سے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو تو وہ بھی بدعت ہی ہوگی۔ حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عروہ بن الزبیر رح مسجد میں داخل ہوئے۔

فاذا عبد اللہ بن عمر جالس الی حجرۃ عائشۃ ؓ والناس یصلون الضحی فی المسجد فسألناہ عن صلوتھم فقال بدعۃ۔ (بخاری جلد ۱ ص ۲۳۸ ومسلم جلد ۱ ص ۴۰۹) تو دیکھا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ حضرت عائشہ ؓ کے حجرے کے پاس بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے ہیں ہم نے حضرت ابن عمر ؓ سے ان لوگوں کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا یہ بدعت ہے۔

حضرت امام نووی رح اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ مرادہ ان اظہارھا فی المسجد والاجتماع لھا ھو البدعۃ لا ان اصل صلوٰۃ الضحی بدعۃ۔ (نووی رح جلد ۱ ص ۴۰۹) حضرت ابن عمر ؓ کی مراد یہ ہے کہ چاشت کی نماز کا مسجد میں اظہار کر کے پڑھنا اور اس کے لیے خاص اہتمام اور اجتماع کرنا یہ بدعت ہے نہ یہ کہ چاشت کی نماز ہی بدعت ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ چاشت کی نماز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایات سے ثابت ہے مگر اس کے لیے اجتماع اور خاص اہتمام آپ سے ثابت نہیں ہے اور اس نماز کا یہی اہتمام اور اجتماع حضرت ابن عمر ؓ کے نزدیک بدعت ہے آج کل عاشق اور محب دہاں بھی ہوتے تو حضرت ابن عمر ؓ پر وہابیت کا فتویٰ لگا دیتے کہ مسجد نبوی میں نماز جیسی عبادت کو بدعت کہتے ہیں مگر وہ بزرگ صحیح معنی میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے۔ وہ ہر قول اور فعل میں آپ کی اقتدا کو دین اور آپ کی خلاف ورزی کو بے دینی اور بدعت سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔

فیضی جیسے بعض لوگ ازراہِ جہالت یہ کہا کرتے ہیں کہ اگرچہ یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا مگر اس سے منع بھی تو نہیں کیا لہٰذا یہ مکروہ اور بدعت نہ ہوگا۔ مگر یہ

ان کی اشد غلطی ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ جب آپ نے قانون کلی اور ضابطہ یوں بیان فرما دیا ہے کہ شر الامور محدثاتها۔ کل محدثة بدعة۔ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهورد۔ پھر الگ الگ جزئیات کے لیے جداگانہ ارشاد فرمانے کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ کیوں کہ قانون کلی ہی ہوتے ہیں اور جزئیات ان کے تحت داخل ہوتی ہیں۔ ثانیاً فقہاء کرام نے آپ کے کسی فعل کو نہ کرنے سے بھی ایک قانون ہی سمجھا ہے اور اس سے فعل کے مکروہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ مشہور حنفی مسلّم فقیہ صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں کہ طلوع صبح صادق کے بعد صبح کی دو سنتوں کے علاوہ کوئی اور نفلی نماز پڑھنی مکروہ ہے کیوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو رکعتوں کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھی حالانکہ آپ نماز پڑھنے پر بہت حریص تھے (ہدایہ جلد ا صفحہ)۔

جب کوئی کام سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو (کہ من وجہ وہ سنت سے ثابت ہوسکتا ہے اور من وجہ وہ بدعت ہے) تو فقہاء کرام کا اس کے متعلق ارشاد یوں ہے۔

ویلزمان ماتردد بین بدعة وواجب اصطلاحی فانه یترک کالسُّنّةِ (بلفظہ بحر الرائق جلد ۲ ص ۱۶۵ طبع مصر) جو چیز بدعت اور واجب اصطلاحی (بین الفقہاء) کے درمیان دائر ہو اس کو بھی سنت کی طرح ترک کر دینا لازم ہے۔ نہایت حیرت اور تعجب تو فیقی اور اس کے اجداد پر ہے جو خالص بدعت اور مکروہ پر اصرار کرتے ہیں۔

یہ چند اصول تھے جو بدعت کی تشریح میں عرض کر دیئے گئے ہیں تاکہ کوئی انجان اور ناواقف آدمی بدعت کی چمک اور ظاہری زینت میں مبتلا ہو کر آخرت ضائع نہ کر بیٹھے۔

دعا بعد الجنازہ کو فقہاء احناف مکروہ کہتے ہیں اور اس سے منع کرتے ہیں۔

۲۸

دُعا بعد نماز جنازہ کے عدم جواز پر فقہاء کرام کی تصریحات

نماز جنازہ حقیقت میں دعا ہے اور میت کے لئے استغفار ہے۔ اس کے بعد کوئی اور دعا مسنون نہیں نہ اس کا ثبوت قرونِ ثلاثہ میں پایا جاتا ہے جیسا کہ ہدایہ باب الجنائز میں لکھا ہے:

والاتیان بالدعوات استغفار	دعاؤں کا ادا کرنا میت کے لئے استغفار ہے
للمیت والبدایة بالثناء ثم	اور ثنا سے شروع کرنا اور درود شریف پڑھنا
بالصلوٰة سنة الدعاء۔	دعا کے لئے سنت طریقہ ہے۔

نماز جنازہ میں دوسری نمازوں کی طرح تمام شرائط وارکان نہیں پائے جاتے اس لئے اس کو دوسری نمازوں پر کلیۃً قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ اس کو دوسری دعاؤں کی نظیر ہی قرار دیا جائے گا جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی نے اپنی کتاب مبسوط جلد دوم کے ص۵۰ پر شہید پر نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں ایک روایت نقل فرمائی ہے۔

قال النبی صلے اللہ علیه وسلم السیف محاء الذنوب والصلوٰة علیه شفاعة له ودعاء (فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے اور (شہید) پر نماز جنازہ پڑھنا اس کے لئے شفاعت اور دعا ہے۔

جس سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ دراصل دعا ہے۔ اس لئے اس کو دعا کی نظیر قرار دینا قیاس میں معتبر ہے۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے باب الجنائز میں ایک مسئلہ کے جواز میں لکھا ہے۔

اجزاهم فی القیاس لانها دعاء قیاس میں ان کو کافی ہے کیوں کہ یہ دُعا ہی تو ہے۔

عنایہ میں ہدایہ کے اس قول "الایتان بالدعوات استغفار للمیت" کے نیچے لکھا ہے۔

اشارۃ الی ان المقصود ھو الدعاء (حاشیہ فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۸۷)۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اصل مقصود دعا للمیت ہے۔

مبسوط شمس الائمہ سرخسی جلد دوم صفحہ ۶۴ پر ہے۔

والمقصود بالصلوٰۃ علی الجنازۃ استغفار للمیت والشفاعۃ له فلهذا یاتی به ویذکر الدعاء المعروف اللّٰھم اغفر لحینا و میتنا

نماز جنازہ سے مقصود میت کے لئے استغفار اور اس کی شفاعت ہے لہٰذا دعا میں مشہور دعاء اللّٰھم اغفر لحینا ومیتنا آخر تک پڑھنی چاہیئے۔

آگے چل کر شمس الائمہ سرخسی اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔

لان ھٰذہ لیست بصلوٰۃ علی الحقیقۃ انما ھی دعاء واستغفار للمیت واشتراط الطھارۃ واستقبال القبلۃ فیھا لایدل انھا صلوٰۃ حقیقۃ۔

کیونکہ یہ حقیقت میں نماز نہیں ہے بلکہ محض میت کے لئے دعا و استغفار ہے۔ اور وضو کا شرط ہونا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا اس میں یہ دلالت نہیں کرتا کہ وہ حقیقت میں نماز ہے۔

کتب فقہ کی ان عبارتوں سے یہ بات اچھی طرح سے واضح ہوگئی کہ نماز جنازہ سے اصل مقصود دعا و استغفار میت ہے۔ دوسری نمازوں کی طرح اس میں اذان و اقامت نہیں ہے، تعوذ، تسمیہ، قرأت قرآن نہیں ہے، قومہ، جلسہ، قعود نہیں، تسبیح و تحمید نہیں، نہ اس میں رکوع ہے نہ سجود، اور التحیات اور تشہد بھی نہیں۔ پھر اس میں اوقات مکروہہ کے علاوہ کسی خاص وقت کی پابندی نہیں۔ صرف وضو کر کے قبلہ رو کھڑے ہو کر چار تکبیریں پڑھی جاتی ہیں۔ جس کا سنت طریقہ کتب فقہ میں اس طرح لکھا ہے۔

والصلوٰۃ ان یکبر تکبیرۃ یحمد اللّٰہ عقیبها ثم یکبر تکبیرۃ یصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ثم یکبر تکبیرۃ یدعوا فیھا لنفسه وللمیت وللمسلمین ثم یکبر الرابعۃ ویسلم (ہدایہ صفحہ ۱۲۵ باب الجنائز)

نماز جنازہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد اللہ کی ثناء پڑھے، پھر دوسری تکبیر کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھے، پھر تیسری تکبیر کے بعد اپنے لئے اور میت اور دیگر مسلمانوں کے لئے دعا کرے پھر چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے۔

جس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ دراصل میت کے لئے دعاء مغفرت ہے جس میں خدا کی ثنا اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنا سنت طریقہ ہے۔ اس طریق سے دعا کرنا بہت مقبول ہوتا ہے۔ اس کے بعد کوئی اور دعا میت کے لئے جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ جس صورت میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میت کے لئے استغفار و دعا کرنے کا طریقہ چار تکبیروں کے اندر کھڑے ہونے کی حالت میں مقرر فرما دیا ہے تو اب میت کے لئے کسی اور خود ساختہ طریقہ سے دعا کرنا جائز نہیں ہوگا اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے طریقہ سے دعا کرنے سے مخالفت ہو جائے گی اور اگر بعد نماز جنازہ کے کوئی اور دعا میت کے لئے کی جائے گی تو نماز جنازہ والی دعا کو لوگ ناکافی خیال کریں گے۔ جس سے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو ناکافی اور نامکمل سمجھنے کا قوی شبہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے فقہائے احناف رحمہم اللہ نے دعا بعد نماز جنازہ کو زیادت اور مکروہ فرمایا ہے۔

نماز جنازہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جو چھپ کر اندرون خانہ پڑھی جاتی ہو۔ یہ تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لے کر آج تک کھلے میدانوں میں پڑھی جاتی رہی۔ اکثر لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوتے رہے۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود کئی جنازوں پر نماز ادا فرمائی۔ آپ کے ساتھ بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک نماز ہوتے رہے صحابہؓ پر صحابہؓ و تابعینؒ نے اور تابعینؒ پر تابعینؒ و تبع تابعینؒ نے جنازہ کی نمازیں پڑھیں۔ ایسی صورت میں بعد نماز جنازہ کے دعاء و استغفار کی شہادت کئی طرق سے احادیث صحیحہ

میں ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ نماز جنازہ کو کثرت سے کھلے میدانوں میں جماعت کے ساتھ پڑھنے کے باوجود اس کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ اور نہ ائمہ مجتہدین رحمہ نے اس کی کہیں صراحت فرمائی ہے۔ ایسی صورت میں اس دعا کو سنت و مستحب قرار دے کر اس پر اصرار کرنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔

قرآن حکیم، احادیث اور آثار کو جاننے والے فقہائے عظام رحمہ نے اس دعا کو جائز نہیں کہا، بلکہ انہوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں اس نماز جنازہ کے بعد کی دعا کو صاف طور پر ناجائز اور مکروہ فرمایا ہے۔ آپ فقہ کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھئے اور تعصب کو دُور کر کے انصاف کی نظر سے فقہائے احناف رحمۃ اللہ علیہم کی تصریحات کو ملاحظہ فرماتے جایئے آپ کو صراط مستقیم مل جائے گی۔

پہلا ثبوت۔ کنز الدقائق میں نماز جنازہ کی ترکیب میں لکھا ہے وھی اربع تکبیرات بثناء بعد الاولی وصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الثانیۃ ودعاء بعد الثالثۃ۔ اور جنازہ کی چار تکبیریں ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد ثناء دوسری تکبیر کے بعد حضور اکرم علیہ السلام پر درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد دعا ہو۔

دعاء بعد الثالثۃ کے بعد بحر الرائق جلد دوم صـ۱۸۳ پر لکھا ہے۔

وقید بقولہ بعد الثالثۃ لانہ لا یدعو بعد التسلیم (کما فی الخلاصۃ)

اور مقید کیا اس کو ساتھ قول بعد الثالثۃ کے کیونکہ بعد سلام کے کوئی اور دعا نہ مانگے۔

(جیسا کہ خلاصہ میں ہے)۔

دوسرا ثبوت: طاہر بن محمد عبد الرشید البخاری رحمہ نے خلاصۃ الفتاوی کے صفحہ ۲۲۵ پر لکھا ہے۔

ولا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ۔ نماز جنازہ سے فراغت کے بعد کوئی دعا نہ مانگے۔

تیسرا ثبوت: خلاصۃ الفتاوی کے صـ۲۲۵ پر دوسری جگہ لکھا ہے۔

ولا یقوم بالدعاء فی قراءۃ القرآن لاھل المیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ وقبلھا اور نہ دعا مانگی جائے اہل میت کے لئے قرآن پڑھ کر نہ بعد نماز جنازہ کے اور نہ پہلے اس کے۔

چوتھا ثبوت: کتاب المسمّٰی نفع المفتی والسائل (مولانا عبد الحئی صاحب رحمہ) کے صـ۹۱ پر لکھا ہے۔

بعد نماز جنازہ کے دعا کرنا مکروہ ہے۔

پانچواں ثبوت: فتاویٰ سراجیہ کے باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ میں صـ۱۴۱ پر یہ عبارت ہے۔

اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدعاء جب فارغ ہو نماز جنازہ سے دعا نہ مانگے

چھٹا ثبوت: مشکوٰۃ المصابیح کے باب الجنائز میں صـ۱۴۷ پر مالک بن ہبیرہ رضہ سے روایت ہے۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مامن مسلم یموت فیصلی علیہ ثلاثۃ صفوف من المسلمین الا اوجب فکان مالک اذا استقل الجنازۃ جزأھم ثلاثۃ صفوف لھذا الحدیث (رواہ ابوداؤد)

فرمایا انہوں نے میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ نہیں کوئی مسلمان مرتا کہ اس پر تین صفیں مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھ لیں مگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے پس مالک جب اہل جنازہ کو کم دیکھتے تھے تو ان کی تین صفیں بنایا کرتے تھے اس حدیث نبوی پر عمل کرتے ہوئے

اس حدیث کے تحت حاشیہ مشکوٰۃ میں بحوالہ مرقاۃ مُلّا علی قاری حنفی رحمہ المتوفی

ولا یدعو للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ

اور نہ دعا مانگے کوئی بعد نماز جنازہ کے کیوں کہ یہ دعا نماز جنازہ میں زیادت کے مشابہ ہے

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب جنازے کی نماز میں شامل ہونے والے لوگ کم

ہوتے تھے تو مالک بن ہبیرہؓ ان کی تین صفیں بنا لیا کرتے تھے تاکہ اس طریقہ سے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق اس میت کے لئے بھی جنت واجب ہو جائے۔ اس کی شرح یوں بیان کی گئی کہ یہ طریقہ اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد تو کوئی اور دعا نہیں ہے۔ کیوں کہ ایسی دعا نماز میں زیادت سے مشابہت رکھتی ہے

ساتواں ثبوت:۔ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ المصابیح میں اسی حدیث مذکور الصدر کی شرح میں لکھا ہے۔

"جنازے کی نماز کے بعد کوئی دعا نہ مانگے۔ کیوں کہ یہ نماز جنازہ میں زیادت کے مشابہ ہے۔"

آٹھواں ثبوت:۔ شرح وقایہ برجندی باب الجنائز میں ہے۔

لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فیہا۔ کذا فی المحیط
نہ مانگے کوئی شخص دعا بعد نماز جنازہ کے کیوں کہ وہ اس میں زیادت کے مشابہ ہے۔ ایسا ہی محیط میں ہے۔

نواں ثبوت:۔ محیط میں باب الجنائز کے اندر امام ابو بکر بن حامد رح سے روایت ہے۔

انّ الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہٌ۔ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنی یقیناً مکروہ ہے۔

دسواں ثبوت:۔ قنیہ میں ابو بکر رح بن حامد رح والی روایت بھی درج ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔

لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ قال لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ ناقلا عن علاء السغدی وشرح السرخسی۔ نہ مانگے کوئی مرد دعا بعد نماز جنازہ کے۔ کہا اس نے کیوں کہ وہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے نقل کرتے ہوئے علاء السغدی اور شرح سرخسی سے۔

گیارہواں ثبوت:۔ قدوری کے صفحہ ۴۶ پر ثم یکبر تکبیرۃ رابعۃً ویسلم کے حاشیہ پر شرح وقایہ برجندی اور قنیہ کے حوالے سے دعا بعد نماز جنازہ کو مکروہ کہا گیا ہے۔

بارہواں ثبوت:۔ مالابدمنہ کے صفحہ کی اس عبارت۔ کہ بعد تکبیر چہارم سلام گوید کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ:۔

بعد تکبیر چہارم سلام گوید و بعد آں ہیچ دعا نخواند۔ چوتھی تکبیر کے بعد سلام کہے اور اس کے بعد کوئی دعا نہ پڑھے۔

آگے چل کر اس حاشیہ میں لکھا ہے۔

بعد سلام برائے دعا ایستادن ہم نشاید بلکہ در حمل جنازہ مشغول شوند کذا فی در المختار
بعد سلام کے دعا کے لئے کھڑا نہ ہونا چاہیئے بلکہ جنازہ کے اٹھانے میں مشغول ہونا چاہیئے ایسا ہی دُر مختار میں ہے۔

تیرھواں ثبوت:۔ فتاویٰ سعدیہ کے صفحہ ۱۳۰ پر مفتی سعد اللہ صاحبؒ المتوفی ۱۲۹۴ھ نے بعد نماز جنازہ کے دعا مانگنے کے متعلق فرمایا ہے۔

خالی از کراہت نیست زیرا کہ اکثر فقہاء بوجہ زیادہ بودن بر امر مسنون منع مے کنند
یہ دعا کراہت سے خالی نہیں کیوں کہ اکثر فقہاء کرام امر مسنون سے زیادہ ہونے کی وجہ سے اس دعا سے منع کرتے ہیں۔

چودھواں ثبوت:۔ جامع الرموز میں ترکیب نماز جنازہ اور تسلیم کے بعد یہ عبارت ہے۔

ولا یقوم داعیاً لہٗ (نماز جنازہ کے بعد) کوئی آدمی اس کے لئے دعا نہ کرے۔

پندرہواں ثبوت:۔ زاد الآخرت کے صفحہ ۱۵۲ میں ہے۔

و بعد فراغ از نماز برائے خواندن دعا نایستد۔ نماز جنازہ سے فراغت کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔

ان سب دلائل فقہیہ سے صاف طور پر ثابت ہو گیا۔ کہ فقہاء کرام رح نے اس کے

سنت و مستحب ہونے کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ اس کو مکروہ و زیادت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ بعد نماز جنازہ کے دفن میت میں جلدی کرنی چاہیئے اور غیر معروف اور زائد کاموں میں مشغول ہو کر میت کے ضروری حقوق میں تاخیر کرنی ہرگز درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

اذا مات احدکم فلا تحبسوہ و اسرعوا بہ الی قبرہٖ۔ (مشکوٰۃ شریف صـ۱۴۹)

سولھواں ثبوت:۔ دیکھیئے کافی کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔

وان فرغوا فعلیہم ان یمشوا خلف الجنازۃ الی ان ینتھوا الی القبر۔
اور جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائیں تو ان پر یہ حق ہے۔ کہ جنازے کے پیچھے قبر تک پہنچ جائیں۔

سترہواں ثبوت:۔ اور صراط مستقیم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ بعد نماز جنازہ کے اس طرح لکھا ہے۔

چوں نماز بر میت گذار دے باوے ہمراہ شدے و پیادہ با مدفن رفتے۔ جب حضور علیہ السلام میت پر نماز جنازہ ادا فرما لیتے تو آپ اس کے ہمراہ پیدل مدفن تک جاتے۔ ان عبارتوں سے صرف نماز جنازہ کے بعد جنازہ کو قبر تک پہنچانے اور دفن کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ دعا بعد نماز جنازہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ نماز جنازہ کے بعد اہم کام تدفین کا ہوتا ہے۔ اس لئے دفن میت میں تاخیر کرنی سنت کے خلاف اور رافع سنت ہوگی۔

اٹھارھواں ثبوت:۔ فتاویٰ سراجیہ جلد اول کتاب الجنائز صـ۹۲ میں ہے۔

وان لم یکبر مع الامام حتی کبر الامام اربعا کبر ہو للافتتاح قبل ان یسلم الامام و یکبر ثلاثا قبل ان یرفع الجنازۃ متتابعا لا دعاء فیہا فاذا رفعت الجنازۃ من الارض یقطع التکبیر۔

مسبوق نے اگر امام کے ساتھ تکبیر نہیں کہی یہاں تک کہ امام نے چار تکبیریں کہہ لیں تو وہ امام کے سلام پھیرنے سے قبل تکبیر افتتاح کہہ لے اور باقی تین تکبیریں جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے بغیر دعا کے پے در پے کہے پھر جب جنازہ زمین پر اٹھا لیا جائے تو تکبیر کو ختم کر دے۔

انیسواں ثبوت:۔ مبسوط شمس الائمہ سرخسی جلد دوم صـ۹۶ پر ہے۔

اذا کبر الامام تکبیرۃ او تکبیرتین ثم جاء رجل فانہ ینتظر حتی یکبر معہ فاذا سلم قضی ما بقی علیہ قبل ان ترفع الجنازۃ فی قول ابی حنیفۃؒ ومحمدؒ۔ جب امام ایک یا دو تکبیریں کہہ چکا ہو اور کوئی آدمی آگیا تو یہ آدمی انتظار کرے یہاں تک کہ امام کے ساتھ تکبیر کہے پس جب امام سلام پھیرے تو یہ آدمی جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے ہی فوت شدہ تکبیریں کہہ لے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحؒ اور امام محمد رحؒ کا یہی قول ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مسبوق کو اپنی فوت شدہ تکبیروں کو امام کے سلام پھیرتے ہی پے در پے کہہ لینا چاہیئے۔ تاکہ وہ جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے ہی تکبیروں سے فارغ ہو سکے اس میں دعا وغیرہ پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنازہ کو نماز کے بعد فوراً اٹھا لینا چاہیئے۔ مسبوق کی تکبیروں کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔ اور مسبوق کو بھی دعا وغیرہ میں لگ کر دیر نہیں کرنی چاہیئے تو اب نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا شغل کیسے جائز اور درست ہو سکتا ہے؟

بیسواں ثبوت:۔ دُرّ المختار میں پہلی دوسری، تیسری تکبیر کا ذکر کرنے کے بعد آتا ہے۔

ویسلم بلا دعاء بعد الرابعۃ بتسلیمتین ناویا المیت مع القوم بعد چوتھی تکبیر کے بغیر دعا کے دونوں طرف سلام پھیر دے جس میں میت کی مع قوم کے نیت رکھے۔

اکیسواں ثبوت:۔ نور الایضاح کے باب احکام الجنائز میں آتا ہے۔

ویسلم بعد الرابعۃ من غیر دعاء فی ظاہر الروایۃ۔ اور سلام پھیر دے بعد

چوتھی تکبیر کے بغیر دعا کے یہی ظاہر روایت میں ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ظاہر روایت میں چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے قبل یا سلام کے بعد کوئی اور دعا معہود نہیں ہے۔

ثبوت بائیسواں ویسلم بعد التکبیرۃ الرابعہ ولا یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ قاضی خاں ص۹۰

اور سلام کہے بعد تکبیر چوتھی کے اور نہ کہے ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ (یعنی دے ہم کو اے رب دنیا میں بھلائی)۔

ثبوت تیئیسواں ویسلم عقبھا بلا دعاء بعد التسلیمتین۔

و بعد تکبیر چہارم کے دونوں طرف سلام پھیرے اور دعا نہ مانگے ملتقی الابحر ص۱۸۴

ثبوت چوبیسواں - دوجی بعد درود پڑھیئے۔ تریجی بعد دعا۔ چوتھی بعد سلام کہیئے۔ دت دعا نہ کا!

بعد فراغ نماز جنازے ڈھیل دعا نہ کریئے

نال شتابی چا کر میت کول قبر دے دھریئے! (انواع بارک اللہ)

ثبوت پچیسواں لا یدعوا بعد التسلیم مسائل مھمہ۔

نہ دعا مانگے بعد تسلیم کے

ثبوت چھبیسواں لا یجوز الفاتحۃ علی المیت قبل الدفن جامع الفواید ص۹۱

نہیں جائز فاتحہ میت پر دفن کرنے سے پہلے۔

ثبوت ستائیسواں بعدہ ایستادہ نماند برائے دعا۔ فتاویٰ برہنہ ص۳۵۹

ثبوت اٹھائیسواں لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ قد دعا مرۃ لان اکثر صلوٰۃ الجنازۃ الدعاء

نہ ٹھہرے آدمی دعا کے لئے بعد نماز جنازہ کیوں کہ وہ ایک بار دعا مانگ چکا ہے کیونکہ اکثر نماز جنازہ دعا ہی ہے۔

محیط برہانی ورق ۳۲۷ ص ۲۔

ثبوت انتیسواں لا یقوم بالدعا۔ بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ۔ فتاویٰ سعدیہ ج۲ ص۸

نہ ٹھہرے دعا کے لئے بعد نماز جنازہ کے کیونکہ اس نے ایک دفعہ دعا مانگ لی ہے۔

ثبوت تیسواں لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ فتاویٰ بزازیہ ج۴ ص۸۳۔ بحر الرائق ج ۲ ص۱۸۳۔

ثبوت اکتیسواں لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ کشف الرمز علی الکنز سید الحموی ص۱۳۱

نہ کھڑا ہو بعد نماز جنازہ کے کیونکہ وہ زیادت کا شبہ رکھتی ہے نماز میں۔

ثبوت بتیسواں اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدعاء فتاویٰ سراجیہ ص۲۳

جب فارغ ہو جائے نماز سے نہ کھڑا ہو دعا کے لئے۔

ثبوت تینتیسواں بعد از چہارم سلام در راست و چپ بگوید و دراں حال و دو دست بکشاید و بعد از سلام بقرأۃ قرآن و بہیچ دعا مشغول نشود کہ مسنون نیست۔ (مصباح الہدایہ قلمی ص۲۵)

بعد تکبیر چہارم کے سلام دائیں بائیں کہے اور اسی وقت دونوں ہاتھ کھول دے اور بعد سلام ساتھ قرأۃ قرآن و کسی دعا کے مشغول نہ ہو کہ سنت نہیں ہے۔

ثبوت چونتیسواں و در مقام آخر گوید مضمرات از طحاوی آوردہ است کہ بعد از سلام راست و چپ امام چیزی خواندنی نیست۔ (مصباح الہدایہ)

اور دوسرے مقام پر) مضمرات میں طحاوی سے روایت لاتے ہیں بعد از سلام دائیں بائیں امام کو کوئی چیز پڑھنے کی نہیں۔

ثبوت پنتیسواں در کراہت خواندن دعا بعد

دعا بعد نماز جنازہ کی کراہت کا ذکر

از نماز جنازہ در کنز و ذخیرہ مے آرد کہ خواندن دعا بعد از نماز جنازہ مکروہ است زیرا کہ مشابہ بزیادتی میشود

(حاشیہ زاد الآخرت فصل ۱۶)

کنز و ذخیرہ میں آتا ہے کہ پڑھنا دعا کا بعد نماز جنازہ کے مکروہ ہے کیونکہ مشابہ زیادتی کے ہو جائے گا۔ نماز ادا کرنا جنازہ پر کامل ترباب ہے۔

ثبوت چھتیسواں

لا یدعوا بعدہ ای (بعد التسلیم) صفحہ ۳۶ وفی صفحہ ۷۷ ولا یدعوا بعد السلام۔ درہم القیس

نہ دعا مانگے بعد اس کے یعنی بعد تسلیم کے صفحہ ۴۳ اور صفحہ ۷۷ پر ہے۔ نہ دعا مانگے بعد سلام کے۔

درہم القیس۔

ثبوت سینتیسواں

لا یدعوا بعد السلام اے ولا یقوم الامام بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ وعلیہ الفتویٰ وکذا فی مجموعۃ الفتاویٰ)

(حاشیہ جواہر النفیس ص۷۷)

نہ دعا مانگے بعد سلام کے یعنی نہ ٹھہرے امام ساتھ دعا کے بعد نماز جنازہ کے اور اسی پر فتویٰ ہے اسی طرح مجموعۃ الفتاوی میں۔

(حاشیہ جواہر النفیس ص۷۷)

کرہ صلوٰۃ الجنازۃ فی مسجد جماعۃ وکذا القیام بعدھا بالدعاء لانہ یشبہ الزیادۃ فیھا۔

(حجابتہ الفقہ ص۱۳۹)

مکروہ ہے نماز جنازہ جماعت والی مسجد میں اور اسی طرح مکروہ ہے ٹھہرنا دعا کے لئے نماز جنازہ کے بعد کیونکہ یہ مشابہ زیادت کے ہے بیچ نماز کے

ثبوت انتالیسواں

ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہٌ

(حاشیہ شرح الیاس ص۲۲۸)

بے شک دعاء بعد نماز جنازہ کے مکروہ ہے۔

(حاشیہ شرح الیاس)

ثبوت چالیسواں

در بعض کتب نوشتہ کہ بعد نماز جنازہ نشستہ یا ایستادہ دعا خواندن مکروہ است کما فی مسائل مہمہ کہ بعد از نماز جنازہ بزودی او را دفن کنند

(دجیز الصراط ص۲۴)

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ بعد نماز جنازہ کے بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعا پڑھنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ مسائل مہمہ میں ہے۔ بعد نماز جنازہ کے جلدی اس کو دفن کر دیں

ثبوت اکتالیسواں

وت سلام سجے اتے کھبے آکھے وت ہور دعا کھلو کے نہ پڑھے کیونکہ ہور دعا اوپر پڑھنی بدعت ہے بعد جنازے دے

(دیکھی روٹی ص۵۵)

وت سلام سجے اتے کھبے آکھے وت ہور دعاء کھلو کے نہ پڑھے کیونکہ ہور دعا اوپر پڑھنی بدعت ہے بعد نماز جنازے دے۔

ثبوت بتالیسواں

مولانا احمد رضا خاں صاحب بذل الجوائز میں لکھتے ہیں کہ ذخیرہ کبریٰ میں ہے

لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ

بذل الجوائز ص۹ بحوالہ ذخیرہ کبریٰ)

نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔

نسل بریلویت کے مغالطے اور اسکے جوابات

رافضیوں اور مرزائیوں کا ایجنٹ یہود ونصاریٰ کے آلۂ کار، منظور احمد فیضی اور فیض احمد اویسی کی فریب کاریاں جوان کو اپنے آباؤ اجداد مولوی احمد رضا خان بریلوی رافضی اور مولوی احمد یار گجراتی رافضی اور مولوی محمد عمر اچھروی اور مولوی احمد سعید کاظمی رافضی سے وراثتاً ملی ہیں، یہ وہ فریب کاریاں ہیں جن کی دھجیاں ہمارے اکابرین علماء دیوبند اہلسنت والجماعت پہلے بکھیر چکے ہیں اور ان کے ایسے منہ توڑ مسکت جوابات دے چکے ہیں کہ اب ان کے جوابات کی ضرورت تو نہیں تھی، لیکن استاد محترم شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رئیس جامعہ انوریہ حبیب آباد ومفتی اعظم ریاست بہاولپور کے حکم کے مطابق تعمیل کرتے ہوئے اور مختلف شہروں کے احباب کے بار بار اصرار پر وقت کی قلت کے تحت کچھ جوابات لکھ دیئے ہیں تاکہ عوام اہلسنت کو فیضی، اویسی، کاظمی وغیرہ کے دجل وفریب وکذب بیانی کا پتہ چل جائے کہ یہ لوگ کتنے بڑے دجال وکذاب اور مفتری ہیں کہ مرزائیوں اور رافضیوں کی طرح قرآن وحدیث کا غلط معنیٰ ومطالب بیان کرکے قرآن وحدیث کے دامن میں ڈال کر امت مسلمہ کا ایمان سلب کرنے میں مصروف ہیں جن کو آج تک پوری امت مفسرین ومحدثین ومجتہدین و محققین علماء نے نہیں سمجھا۔

نسل بریلویت کے مغالطے اور ان کے جوابات

اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء

کاظمی اویسی وفیضی کا مغالطہ ۱: اذا صلیتم شرط ہے اور فاخلصوا جزا ہے۔ شرط اور جزا میں تغایر ہونا چاہیئے نہ کہ اس میں داخل ہو۔

جواب نعمانی ۱: اگر آپ کی تغایر سے یہ مراد ہے کہ نماز جنازہ دعا کو شامل نہیں بلکہ دعا نماز جنازہ سے الگ ہے تو اس قسم کا تغایر مراد لینا نہایت مضحکہ انگیز ہے۔

جواب نعمانی ۲: اگر نماز جنازہ میں سے دعا واستغفار ہی کو الگ کردیا جائے۔ تو ایسی نماز سے میت کو کیا فائدہ ہوا اور ایسی نماز جنازہ پڑھنے والوں کو کیا ثواب حاصل ہوگا۔ میت کا حق تو اسی طرح مسلمانوں کے ذمہ باقی رہ جائے گا۔ نماز جنازہ سے اہم مقصود تو یہی دعا واستغفار ہے۔ جیسا کہ کتب فقہ کے حوالوں سے واضح ہے۔ اس حدیث میں بھی نماز جنازہ کے اندر کی دعا کو اخلاص کے ساتھ مانگنے کا حکم فرمایا گیا۔

جواب نعمانی ۳: اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ نماز جنازہ کے اندر کی دعا تو کسی نماز میں نہیں ہے۔ اور اس میں اخلاص کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس حدیث میں تو نماز جنازہ کے بعد ایک اور دعا کو اخلاص کے ساتھ مانگنے کا حکم فرمایا گیا ہے تو اس معنی کی تائید میں کسی شارح حدیث اور فقیہ ومجتہد کا قول نقل کردینا چاہیئے تھا۔ صرف اپنی غلط تاویل سے حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے معنوں میں تبدیل کرکے اپنے مدعا کو ثابت کرنا سراسر گمراہی ہے اس قسم کے تغایر اس حدیث میں قطعاً مراد نہیں لیا جاسکتا۔ دیکھئے سورۂ احزاب کی اس آیت سے یہ قاعدہ درہم برہم ہوجاتا ہے۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔ اور جب تم (ازواج مطہرات) سے سامان کا سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو۔

اس آیت میں اذا سألتموھن متاعًا شرط ہے اور فسئلوھن من وراء حجاب اس کی جزا ہے اس میں آپ کے بیان کردہ قاعدہ کی رو سے تغایر کی یہ صورت ہوگی کہ سامان کا سوال الگ ہے اور پردے کے پیچھے سوال کرنے کا حکم الگ ہے وہ سامان کا سوال نہیں بلکہ کوئی اور سوال ہوگا۔ کیونکہ شرط اور جزا میں تغایر ضروری ہے۔ بقول آپ کے ظاہر ہے کہ اس آیت میں اس قسم کا تغایر ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ فعل سألتموھن

میں جس متاع کے سوال کا ذکر ہے اسی متاع کے سوال کرنے کا حکم فسئلوھن میں دیا گیا ہے۔

جواب نعمانی ۷: اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ نماز جنازہ بعض وجوہ کے اعتبار سے صلوٰۃ ہے اور بعض وجوہ کے اعتبار سے دعا للمیت ہے شرائط نماز وضو استقبال قبلہ، قیام) ادا کر لئے تو اب تکبیر تحریمہ کے بعد سنت طریق سے ثناء۔ اور درود شریف پڑھ کے میت کے لئے دعا و استغفار کر لیا جائے تو اس قسم کا تغایر حنفیوں کے نزدیک مسلم ہے۔ جس طرح دوسری نمازوں میں سجدہ رکوع سے متغایر ہے۔ جواب اس کا یہ مطلب نہیں کہ سجدہ اور رکوع نماز سے باہر ہیں۔ نماز کے اندر نہیں ہیں۔ بالکل اسی طرح نماز جنازہ میں بھی یہی سمجھ لینا چاہیئے کہ ثنا اور درود شریف اور دعا للمیت باہم متغایر ہونے کے باوجود نماز جنازہ کے اندر شامل ہیں۔ اس سے باہر نہیں ہیں۔

جس سے یہی ثابت ہوا کہ اس حدیث سے بھی نماز جنازہ کے اندر کی دعا مراد ہے۔ بعد کی نہیں ہے۔

مغالطہ فیضی ۸: اذا صلیتم ماضی کا صیغہ ہے اور فاخلصوا امر ہے جس سے معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز پڑھ چکنے کے بعد ہے۔

جواب نعمانی ۸: اذا جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اکثر استقبال کے معنی دیتا ہے جیسا کہ شرح جامی میں آتا ہے۔

ومنھا اذا وھی اذا کانت زمانیۃ للمستقبل ای للزمان المستقبل وان کانت داخلۃ علی الماضی۔ اور ظروف مبنیہ) میں سے اذا ہے جب وہ زمانیہ ہو تو مستقبل کے لئے ہو گا یعنی زمانہ استقبال کے لئے اگرچہ ماضی پر داخل ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کا خود ساختہ قاعدہ یہاں بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اور نہ اس سے آپ کا مدعا ثابت ہو سکتا ہے۔

مغالطہ فیضی ۹: ف سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد فوراً دعا کی جائے بلا تاخیر اور حرف ف تعقیب کے لئے آتا ہے۔

جواب نعمانی ۹: فا، ثم کی طرح تعقیب بالفعل کے لئے نہیں آتا بلکہ تعقیب مع الوصل کے لئے آتا ہے۔ اس میں لمحہ بھر کی تعقیب زمانی کرنی ہوتی ہے جیسا کہ کتب نحو اور اصول فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوا کہ جب امام اور مقتدی نماز میں قیام کر کے تکبیر تحریمہ کہہ لیں تو فوراً دعا للمیت کو سنت طریق سے شروع کر دیں۔ پہلے رب العزت کی ثنا پھر حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پھر میت کے لئے دعا و استغفار کر کے سلام پھیر دیں۔ اس طریق سے دعا قبولیت کے زیادہ قریب ہو جاتی ہے ثنا درود شریف اور دعا للمیت کو نماز جنازہ سے الگ سمجھنا ہرگز درست نہیں ہے۔

اس حدیث کے یہ معنی جس قاعدے سے ہم نے بیان کئے ہیں۔ اس کی شہادت قرآن کی چند آیات اور احادیث نبویہ سے ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

اور جب قرآن کریم پڑھا جائے پس اس کو سنو اور چپکے رہو تاکہ تم رحم کئے جاؤ

یعنی جب قرآن کریم کی تلاوت شروع ہو اسی وقت قرآن حکیم کو سننے اور چپ رہنے کا حکم ہے تلاوت ختم ہو جانے کے بعد سننے اور چپ رہنے کا نہیں ہے اس آیت میں قُرِئَ ماضی کا صیغہ ہے اذا شرطیہ اس پر داخل اور فا جزائیہ بھی فاستمعوا لہ وانصتوا پر آگئی ہے جس سے تعقیب کے معنی لئے جاتے ہیں۔ اس آیت میں تعقیب زمانی صرف اتنی ہے کہ ادھر تلاوت شروع ہوئی ادھر نماز کے اندر یا باہر لوگوں نے استماع و انصات شروع کر دیا۔ اگر تلاوت کے وقت استماع و خاموشی اختیار نہ کی جائے تو بعد قرأت کے استماع و انصات کی کیا صورت ہو سکتی ہے!

۲۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ۔ پس جس وقت پڑھیں ہم اس کو پس پیروی کر پڑھنے ہمارے کی۔

اِتَّبِعْ کا معنی صحیح بخاری میں اِسْتَمِعْ وَاَنْصِتْ آیا ہے (یعنی سن اور چپ رہ) جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس آیت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ جب جبرئیل علیہ

السلام قرآن مجید حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑھتے ۔ تو آپ کو یہی حکم ہوا تھا کہ آپ اپنی زبان کو پڑھنے کے لیے حرکت نہ دیں ۔ بلکہ خاموشی سے سنتے جائیں ۔ اس آیت سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ سننے اور خاموش رہنے کا حکم تو جبرئیل علیہ السلام کی قرأت کے ساتھ ہی تھا نہ کہ بعد قرأت کے یہاں بھی شرط اور جزا موجود ہیں اور فاء تعقیب بھی جزاء پر داخل ہے ۔ لیکن اس قسم کا تغایر یہاں مراد نہیں لیا جاسکتا کہ قرأت قرآن جس سورۃ سے جس وقت یا جس مکان میں ہو رہی تھی استماع وانصات کا حکم اس سورۃ سے متعلق نہیں تھا یا استماع وانصات کے زمان ومکان بھی الگ الگ تھے ۔

مشکوٰۃ المصابیح کے صفحہ ۱۰۱ پر ایک حدیث آتی ہے ۔ جس میں شرط اور جزا کے متعدد جملے آتے ہیں ۔

انما جعل الامام لیؤتم بہ (۳) فاذا صلّٰی قائمًا فصلّوا قیامًا (۴) واذا رکع فارکعوا (۵) واذا رفع فارفعوا (۶) واذا قال سمع اللہ لمن حمدہٗ فقولوا ربنا لک الحمد (۷) واذا سجد فاسجدوا (۸) و اذا صلّٰی جالسًا فصلّوا جلوسًا اجمعون	امام اسی لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے ۔ پس جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ نماز بیٹھ کر پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو ۔

(۹) وعن ابی ھریرۃ (مرفوعًا) واذا قرأ فانصتوا ۔ اور ابوہریرہ سے مرفوع روایت ہے اور جب امام پڑھے تو تم چپ رہو ۔

اس قسم کی ہزارہا مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے آپ کے بیان کردہ قاعدے کی خوب تردید ہوتی ہے لیکن یہاں صرف انہی چند مثالوں پر اکتفا کی جاتی ہے ۔ ان کو نہایت غور وتدبر کے ساتھ پڑھئے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیے کہ جس قاعدے سے آپ لوگوں نے حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء کے معنی کئے ہیں ۔ وہ

کہاں تک درست اور صحیح ہیں ۔ ظاہر ہے کہ آپ کے بیان کردہ قاعدے سے اگر ان مذکورہ بالا آیات واحادیث کا ترجمہ کیا جائے تو ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا ۔ کیونکہ فاذا صلّٰی قائمًا فصلّوا کا اس قاعدہ کے تحت مطلب یہ ہوگا کہ جب امام نماز پڑھ چکے تو پھر تم نماز پڑھو اور جب وہ رکوع سے فارغ ہوجائے تو پھر تم رکوع کرو اور جب وہ سجدہ سے فارغ ہوجائے تو تم پھر سجدہ کرو اگر یہی مراد ہو تو امام کی اتباع اور اقتداء اور جماعت کا کیا فائدہ !

تمام مفسرین کرام اور یہ لوگ خود بھی جہاں تعقیب کے معنی فاء میں متعذر ہوں وہاں کوئی فعل مقدر مان لیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے خود اذا طعمتم فانتشروا میں فرغتم فعل کو مقدر مان لیا ہے (یعنی جب تم طعام سے فارغ ہوجاؤ تو تم باہر نکل جاؤ) یا جس طرح انہوں نے اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم میں اردتم فعل کو مقدر مان کر ارادہ نماز مراد لیا ہے تاکہ نماز کے بعد وضو کرنا ثابت نہ ہو جو بے کار ہوگا بلکہ ارادہ نماز کے بعد وضو کرنا ثابت ہوجائے یا جس طرح اس آیت اذا قرأت القراٰن فاستعذ باللہ ۔ میں ان کے بیان کردہ قاعدے کے مطابق یہ معنی ہوں گے کہ جب تو قرأت قرآن کر چکے تو اعوذ باللہ پڑھ ، تو یہ معنی ان کے نزدیک بھی خلاف واقع ہوں گے یہ مولوی صاحبان خود اذا اردت قرأۃ القراٰن فاستعذ باللہ " یعنی جب تو قرأت قرآن کا ارادہ کرے تو اعوذ باللہ پڑھ " اس کا ترجمہ کرتے ہیں اور اردت کو مقدر مانتے ہیں تو اس حدیث میں بھی اگر ان کے نزدیک معنی متعذر تھے تو قمتم فعل کو مان لیتے تاکہ فاء تعقیب اپنے موقع پر صحیح معنی دے سکتی ۔ لیکن یہ صورت تو ہرگز جائز نہیں کہ اپنی مرضی اور خواہش نفسانی سے آیات واحادیث کے معانی تبدیل کرکے امر شریعت میں کوئی نیا کام جاری کرکے اس کو کار ثواب سمجھ لیا جائے ۔

اس حدیث کے صحیح معنی یہی ہیں کہ جب تم نماز جنازہ پڑھو تو اس نماز جنازہ میں دعا للمیت کو نہایت اخلاص سے پڑھو ۔ شراح حدیث کے نزدیک بھی اس حدیث کے یہی معنی ہیں ۔ جیسا کہ بذل المجہود شرح ابی داؤد جلد چہارم صفحہ ۲۰۶ پر اس حدیث کی شرح میں آتا ہے

اُدعوالہٗ باخلاص التام۔ میت کے لئے نہایت اخلاص سے دعا کرو۔

مرقاۃ علی المشکوٰۃ جلد دوم ص۲۲۵ پر ملا علی القاری حنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ۔ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فلخلصوا لہ الدعاء قال ابن الملك ای اُدعوالہ بالاعتقاد والاخلاص وقال ابن حجر الدعاء للمیّت بخصوصہ بعد التکبیرۃ الثالثۃ رکن۔

پس اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو کہا ابن مالک نے یعنی اس کے لئے اعتقاد اور اخلاص سے دعا کرو۔ اور کہا ابن حجر نے دعا میت کے لئے خاص طور پر بعد تکبیر تیسری کے رکن ہے۔

جوابؔ۲ فاخلصوا جزا ہے صلیتم کی اور مقصود بالحکم جزا ہوتی ہے۔ شرط اس کی قید ہے اس لئے اخلاص فی الدعا مقید بفعل صلوٰۃ ہے۔ بعد کی دعا پر دلالت نہیں کرتا۔

مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کو باب المشی بالجنازہ والصلوٰۃ علیہا کی دوسری فصل میں پہلے نقل کیا گیا ہے اور سنن ابوداؤد جلد ثانی کتاب الجنائز ص۱۰۰ میں بھی اس حدیث کو باب الدعا للمیت میں پہلے لکھا گیا ہے اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو نقل کیا گیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

اذا صلّی علی الجنازۃ قال اللّٰھم اغفر لحیّنا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا الخ

جب حضورؐ جنازہ پڑھتے فرماتے اے اللہ ہمارے زندہ اور مردہ اور ہمارے حاضر اور غائب کو بخش دے۔ الخ

جوابؔ۳: اس حدیث میں صلّی ماضی پر اذا شرطیہ داخل ہے۔ لیکن سب لوگ اس دعا کو نماز جنازہ کے اندر تیسری تکبیر کے بعد پڑھتے ہیں کسی نے اس حدیث سے نماز جنازہ کے بعد کی دعا کو ثابت نہیں کیا۔ اسی طرح حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء میں اذا کے صلیتم ماضی پر آجانے سے دعا بعد نماز جنازہ کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

سنن الکبریٰ البیہقی جلد ثانی ص۴۰ کتاب الجنائز میں باب الدعا فی صلوٰۃ الجنازہ کے تحت میں اس حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء کو نقل کیا گیا ہے۔ اس کے

بعد اور ماثورہ دعائیں جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہیں۔ ان سب کو نقل کر دیا گیا ہے جس سے یہی ثابت ہوا کہ اس حدیث سے بھی نماز جنازہ کے اندر کی دعا کو اخلاص تام کے ساتھ مانگنے کا حکم ہے۔ احادیث اور فقہ کی کتابوں میں نماز جنازہ کی دعاؤں کا کوئی باب نہیں باندھا گیا کیونکہ ایسی دعاؤں کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔ بلکہ نماز جنازہ کے بعد باب التدفین کا ذکر کیا جاتا ہے۔ فتاویٰ سعدیہ کے ص۱۳۰ پر لکھا ہے۔

آنچہ در سنن ابی داؤد ایں حدیث منقول است "اذا صلّیتم علی المیّت فاخلصوا لہ الدعاء مراد ازاں دعائیست کہ قبل تکبیر چہارم در نماز میخوانند نہ بعد آں زیرا کہ نہ فرمودہ است کہ اذا فرغتم عن الصلوٰۃ۔

سنن ابی داؤد میں جو یہ حدیث منقول ہے "اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہٗ الدّعاء" مراد اس حدیث سے وہ دعا ہے جو چوتھی تکبیر کے پہلے نماز کے اندر پڑھتے ہیں بعد کی نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا مانگو۔

نماز اور مناسک حج کے ادا ہو جانے کے بعد اللہ کا ذکر کرنے کا حکم اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ اس میں اس قسم کے الفاظ اور صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ۔ (الآیۃ) پس جب تمام کر چکو تم نماز کو پس یاد کرو اللہ کو، فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ۔ (الآیۃ) پس جب کر چکو تم عبادتیں اپنی پس یاد کرو اللہ کو۔

نماز پڑھنے کے بعد زمین میں پھیل جانے اور اللہ کا فضل تلاش کرنے کا حکم دیا۔ تو اس طرح فرمایا۔

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (الآیۃ)

پس جب تمام کی جائے نماز پس پھیل جاؤ بیچ زمین کے اور چاہو اللہ کے فضل سے۔

ان دلائل سے یہی ثابت ہوا کہ صرف اذا صلیتم سے یہ معنی مراد نہیں لئے جا سکتے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ"۔ اس مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے ایسے الفاظ ہونے چاہئیں۔ جن سے صاف طور پر یہ سمجھا جا سکے کہ دعا کا حکم نماز جنازہ کے بعد ہے۔ جیسا کہ فرغتم قضیتم اور تقضیت وغیرہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یا جس طرح فقہ کی کتابوں میں صاف اور غیر مبہم الفاظ میں فرما دیا گیا ہے۔ جیسا کہ امام ابوبکر بن حامد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الدُّعَاءَ بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہٌ۔ یقیناً بعد نماز جنازہ کے دعا کرنا مکروہ ہے۔

مغالطہ فیضی نمبر ۲: منتخب کنز العمال میں ابراہیم ہجری سے روایت ہے۔

قال رایت ابن ابی اوفیٰؓ وکان من اصحاب الشجرۃ ماتت ابنتہٗ قال ثم کبّر علیہا اربعًا ثم قام بعد ذالک قدر ما بین التکبیرتین یدعو وقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصنع علی الجنائز ھکذا۔

کہا اس نے میں نے حضرت ابن ابی اوفیٰ کو دیکھا جو بیعت الرضوان والے صحابہ میں سے تھے کہ ان کی دختر کا انتقال ہوا پھر ان پر چار تکبیریں کہیں پھر اس کے بعد دو تکبیروں کے فاصلہ کے بقدر کھڑے ہو کر دعا کی اور فرمایا کہ حضور علیہ السلام جنازوں پر ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

حدیث میں لفظ ثم ہے۔ جو تراخی کے لئے آتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے"۔

جواب نعمانی نمبر ۲: سب سے پہلے ہم سنن الکبریٰ للبیہقی جلد چہارم ص۴۳ میں سے یہ روایت مکمل طور پر نقل کیے دیتے ہیں ناظرین کرام کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس حدیث کے پیش کرنے میں کس خیانت سے کام لیا گیا ہے اور حقیقت کو چھپا کر یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ اس حدیث سے دعا بعد نماز جنازہ ثابت ہوتی ہے حالانکہ اس حدیث سے قبل سلام کے نماز جنازہ کے اندر کی دعا کا ثبوت ملتا ہے۔ دیکھئے سنن الکبریٰ بیہقی میں اس حدیث کو جس باب میں نقل کیا گیا ہے اس کا عنوان یہ ہے۔

باب ما روی فی الاستغفار والدعاء ما بین التکبیرۃ الرابعۃ والسلام عن الھجری یعنی ابراھیم قال رایت ابن ابی اوفیٰ وکان من اصحاب الشجرۃ ماتت ابنتہٗ فتبعھا علی بغل خلفھا فجعل النساء یرثین فقال لا ترثین فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نھٰی عن رثاء لتفق احدکن عن عبرتھا ما شاءت ثم کبّر علیہا اربعًا فقام بعد ذالک قدر ما بین التکبیرتین یستغفر لھا ویدعو وقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یضع علی الجنائز ھکذا

باب، جو روایت کیا گیا ہے استغفار اور دعا کے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان کرنے میں ہجری یعنی ابراہیم سے روایت ہے کہا اس نے دیکھا میں نے ابن ابی اوفیٰ کو اور وہ اصحاب شجرہ سے تھا کہ اس کی لڑکی مر گئی۔ پھر پیچھے گیا اس کے خچر پر سوار ہو کر۔ پس عورتوں نے نوحہ شروع کر دیا تو اس نے ان کو کہا نوحہ مت کرو۔ پس تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے سے روک دیا ہے تم میں سے ہر ایک آنسو بہائے جتنے چاہے پھر اس پر چار تکبیریں کہیں اور کھڑا رہا بعد اس کے دو تکبیروں کے درمیانی فاصلے کے قدر اس لڑکی کے لئے دعا و استغفار کرتے ہوئے اور کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنازوں پر ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

سنن الکبریٰ للبیہقی کے اس باب میں صرف یہی ایک روایت ہے جس کے شروع میں ہی محدث بیہقی نے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا و استغفار کرنے کی روایت کا عنوان ثبت کر دیا تا کہ اس روایت کا اصلی مفہوم ظاہر ہو جائے کیونکہ ہجری جو اس حدیث کا راوی ہے اس نے یستغفر لھا ویدعو کے بعد کی عبارت کو حذف کر دیا تھا۔ جیسا کہ علامہ نووی نے ہجری کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ایک روایت سے اس کے پورے الفاظ نقل کرتے ہوئے کتاب الاذکار میں تصریح فرما دی ہے۔ اور وہ روایت یہ ہے۔

فی روایۃ انہ کبر اربعًا فمکث ساعۃً حتی ظننا انہ سیکبر خمسًا ثم سلم عن یمینہ وعن شمالہ فلما انصرف قلنا لہ ما ھذا فقال انی لا ازیدکم علی ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور ایک روایت میں ہے کہ چار تکبیریں کہہ کر اتنا ٹھہرے کہ ہم نے خیال کیا کہ پانچ تکبیریں کہیں گے پھر دائیں بائیں سلام پھیرا پس جب وہ پھرے تو ہم نے ان کو کہا یہ کیا کیا، تو فرمایا میں تمہارے لئے اس سے زیادہ نہ کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔

اس حدیث اور علامہ بیہقی کے عنوان سے یہ ثابت ہوگیا کہ یہ دعا و استغفار کرنا نماز جنازہ کے اندر سلام سے پہلے تھا۔ اس روایت سے بعد سلام کے دعا و استغفار کرنے کا استدلال درست اور صحیح نہیں ہو سکتا۔

جواب نعمانی ۱: بیہقی کی اس روایت کے الفاظ اور ترکیب سے بھی دعا بعد نماز جنازہ ثابت نہیں ہوتی۔ جواب نعمانی ۳: ثم کبّر علیہا اربعًا کے بعد فسلّم نہیں جس سے دعا سلام کے بعد سمجھی جائے جواب نعمانی ۴: ما بین التکبیرتین کا فیصلہ مقرر کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان تھی۔ ورنہ اس فاصلے کے مقرر کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ جواب ۵: کھڑے ہو کر دعا نماز جنازہ کے اندر کی جاتی ہے۔ بعد نماز کے تو آپ لوگ بھی بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں۔ جواب ۴: اس روایت میں کان یصنع علی الجنازۃ ھکذا کے الفاظ ہیں بعد الجنائز کے الفاظ نہیں کہ بعد نماز جنازہ کے دعا کرنا اس سے ثابت ہو سکے۔ جواب ۶: اگر ایسا ثابت ہوتا تو فقہاء احناف ہرگز دعا بعد الجنازہ کو مکروہ اور بدعت نہ فرماتے اس لئے آپ کا یہ استدلال بالکل غلط اور نادرست ہے۔ جس پر آپ نے مذہب کی بنیاد ڈالی ہے۔

علاوہ ازیں محدثین کرام نے اس حدیث کو معتبر اور قابل حجت ہی قرار نہیں دیا ابراہیم ہجری جو اس حدیث کا راوی ہے وہ محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں ہے۔ غیر معتبر ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب جلد اول ص ۱۶۴ و ص ۱۶۵ پر حافظ ابن حجر عسقلانی رح

فرماتے ہیں۔

ابراھیم بن مسلم العبدی ابو اسحاق الکوفی المعروف بالھجری روی عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال ابن معین لیس حدیثہ بشیءٍ و قال ابو زرعہ ضعیف وقال ابو حاتم ضعیف الحدیث ومنکر الحدیث وقال البخاری منکر الحدیث وقال الترمذی یضعف فی الحدیث و قال النسائی منکر الحدیث وقال فی موضع اٰخر لیس بثقۃ لا یکتب حدیثہ وقال الحاکم ابو احمد لیس بالقوی عند ھم وقال النسائی فی التمیز ضعیف وقال عبد اللہ بن احمد عن ابیہ کان الھجری رفاعا وضعفہ و قال ابن سعد کان ضعیفًا فی الحدیث وقال الحربی فیہ ضعف وقال السعدی یضعف حدیثہ وقال علی بن حسین بن الجنید

ابراہیم بن مسلم العبدی ابو اسحاق کوفی جو ہجری سے مشہور ہے روایت کرتا ہے عبد اللہ ابن ابی اوفیٰ سے کہا ابن معین نے اس کی حدیث کچھ نہیں اور کہا۔ ابو زرعہ نے ضعیف ہے اور کہا ابو حاتم نے ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے اور کہا بخاری نے منکر الحدیث ہے اور کہا ترمذی نے وہ ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ حدیث میں اور کہا نسائی نے منکر الحدیث ہے اور دوسری جگہ پر کہا کہ وہ ثقہ نہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ اور کہا حاکم ابو احمد نے وہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے اور کہا نسائی نے تمیز میں کہ وہ ضعیف ہے اور کہا عبد اللہ بن احمد نے اپنے باپ سے کہ ہجری حدیث کو مرفوع کر دیتا تھا اور وہ ضعیف تھا اور کہا ابن سعد نے وہ حدیث میں ضعیف تھا اور کہا سعدی نے اس کی حدیث کو ضعیف کہا جاتا ہے اور کہا علی بن حسین بن جنید نے متروک ہے اور کہا ازدی نے کہ وہ

متروک وقال الازدی رفاع کثیر الوھم۔ کثیر الوہم تھا۔

اس شہادت کے بعد معلوم ہوگیا کہ ابراہیم ہجری تمام محدثین کے نزدیک غیر معتبر غیر ثقہ اور نہایت درجہ کا ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے کسی محدث نے اس کی

حدیث کو قابل حجت قرار نہیں دیا بلکہ متروک ٹھہرایا ہے، اور اس کی حدیث کو ترک کردیا۔

مغالطہ فیضی ۵: مبسوط شمس الائمہ سرخسی جلد دوم ص۶۷ میں ہے۔

ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہ۔

اگر تم جنازہ مجھ سے پہلے پڑھ چکے ہو تو اب دعا کے ساتھ مجھ سے سبقت نہ کرو۔ یعنی مجھے دعا میں تو شامل کرلو۔

جواب نمبر ۱: پہلے تو مبسوط سرخسی سے اصل عبارت بتمامہ نقل کئے دیتے ہیں تاکہ ہمارے دوستوں پر پوری حقیقت کھل جائے۔ شمس الائمہ سرخسی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ دلائل جو انہوں نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق دیئے ہیں نقل فرماتے ہیں

وقال الشافعی رحمۃ اللہ علیہ تعاد الصلوٰۃ علی الجنازۃ مرۃ بعد مرۃ لما روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر جدید فسأل عنہ فقیل قبر فلانۃ فقال ہلا اذنتمونی بالصلوٰۃ علیہا فقیل انہا دفنت لیلاً فخشینا علیک ہوام الارض فقام وصلی علی قبرہا ولما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الصحابۃ علیہ فوجا بعد فوج۔

اور کہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز دہرائی جائے جنازہ پر ایک بار کے بعد دوسری بار جیسا کہ روایت کیا گیا کہ تحقیق نبی کریم علیہ السلام ایک نئی قبر پر گذرے آپ نے اس کے بارے پوچھا تو کہا گیا کہ فلاں عورت کی قبر ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے اس پر نماز کے لئے کیوں نہ خبر دی تو کہا گیا کہ وہ رات کو دفن کی گئی تھی۔ پس آپ نے کھڑے ہو کر اس کی قبر پر نماز پڑھی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت ہوئی تو آپ پر صحابہ نے فوج در فوج نماز پڑھی۔

پھر ان دلائل کا جواب دیتے ہوئے شمس الائمہ سرخسی اپنے دلائل پیش کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں بلکہ غیر مشروع ہے

فرماتے ہیں۔

ولنا ماروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وابن عمر رضی اللہ عنہ فاتتہما الصلوٰۃ علی جنازۃ فلما حضرا مازادا علی الاستغفار لہ، وعبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ فاتتہ الصلوٰۃ علی جنازۃ عمرؓ فلما حضر قال ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہ، والمعنی فیہ ان حق المیت قد تأدی بفعل الفریق الاول فلو فعلہ فریق الثانی کان تنفلاً بالصلوٰۃ علی الجنازۃ وذلک غیر مشروع ولو جاز ہذا لکان الاولیٰ ان یصلی علی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرزق زیارتہ الآن لانہ فی قبرہ کما وضع فان لحوم الانبیاء حرام علی الارض بہ ورد الاثر ولم یشتغل احد بہذا ندل انہ لاتعاد الصلوٰۃ علی المیت الا ان یکون الولی ہو الذی حضر فان الحق لہ ولیس لغیرہ ولایۃ اسقاط

اور ہماری دلیل وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان دونوں کی ایک جنازہ پر نماز فوت ہوگئی پس جس وقت وہ دونوں حاضر ہوئے تو اس کے لئے استغفار سے زیادہ کچھ نہ کیا۔ اور عبد اللہ بن سلام کی نماز حضرت عمرؓ کے جنازہ پر فوت ہوگئی۔ پس جس وقت وہ حاضر ہوئے تو کہا کہ اگر تم اس پر مجھ سے پہلے نماز پڑھ چکے ہو تو اب دعا میں مجھ پر سبقت نہ کرسکو گے معنیٰ اس کے یہ ہیں کہ حق میت کا تو ادا ہوگیا پہلے فریق کے فعل سے۔ پس اب اگر دوسرا فریق کرے گا تو جنازے پر نفل نماز ہوگی اور یہ غیر مشروع ہے۔ اور اگر جائز ہوتی تو بہتر یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر نماز جنازہ پڑھتا جس شخص کو اب اس کی زیارت نصیب ہوتی کیونکہ وہ قبر میں اسی طرح ہیں جس طرح رکھے گئے تھے کیونکہ پیغمبر کا بدن مبارک کھانا زمین پر حرام ہے۔ اس پر آثار وارد ہیں۔ لیکن کسی نے ایسا نہیں کیا پس ثابت ہوا کہ نہ دہرائی جائے۔ نماز میت پر مگر یہ کہ ولی ہو جو حاضر ہوا ہے پس تحقیق حق اس کا تھا کسی دوسرے کو اس کا حق ساقط

حقہ وهو تاويل فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم فان الحق كان لهٗ قال الله تعالى النبيُّ اولى بالمؤمنين من انفسهم وهكذا تاويل فعل الصحابة فان ابابكر كان مشغولاً بتسوية الامور وتسكين الفتنة وكانوا يصلون عليه قبل ظهوره وكان الحق لهٗ لانهٗ هو الخليفة فلما فرغ صلى عليه ثم لم يصل احد بعدهٗ عليه

کرنے کی ولایت نہیں اور یہی حقیقت ہے فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پس حق ان کا تھا کہا اللہ تعالیٰ نے نبی خیر خواہ ہے مومنوں کا ان کے نفسوں سے بھی اور یہی تاویل ہے فعل صحابہ رضی اللہ عنہم کی پس حضرت ابوبکر مشغول تھے انتظام امور میں اور فتنہ کے فرو کرنے میں لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھتے رہے ان کے آنے سے قبل اور حق ان کا تھا کیونکہ وہ خلیفہ تھے پس جب فارغ ہوئے تو نماز پڑھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر نہ پڑھی۔ بعد اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ کسی ایک نے۔

اس تمام عبارت کو نہایت غور سے پڑھ جایئے اور خط کشیدہ روایات کی عبارت کو سامنے رکھ لیجئے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کسی جنازہ پر حاضر نہ تھے، نماز جنازہ ان سے فوت ہو گئی تو کیا وہ دونوں حضرات امام کے سلام پھیرتے ہی وہاں آ گئے تھے یا بعد دفن کے یا اپنے اپنے گھروں میں سب لوگ پہنچ چکے تھے تو اس وقت وہ تشریف لائے ایک دن بعد آئے یا دو تین دن بعد آئے۔ ان کے اس قول میں تو یہ صراحت موجود نہیں کہ وہ کس وقت آئے تھے۔

دونوں تثنیہ کے صیغے ہیں جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس وقت بھی آئے صرف ان دونوں نے میت کے لئے انفرادی طور پر استغفار کر لیا۔ کسی دوسرے کی ان کے ساتھ شرکت ثابت نہیں ہوتی۔ اس سے دعا بعد نماز جنازہ (قبل از دفن) کو ثابت کرنا درست نہیں اور بہت ممکن ہے کہ یہ استغفار دفن کے بعد قبر پر ہوا ہو جس کا ثبوت صحیح حدیث میں موجود ہے باقی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قول کے متعلق یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے سے رہ گئے نماز جنازہ ان سے فوت ہو گئی جیسا کہ اس

روایت کے پہلے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

وعبد الله بن سلام رضی الله تعالیٰ عنه فاتتهُ الصلوٰة على جنازة عمرؓ فلما حضر قال ان سبقتمونى بالصلوٰة عليه فلا تسبقونى بالدعاء لهٗ۔

اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کی نماز فوت ہو گئی تو وہ جس وقت بھی حاضر ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر تم نے اس پر نماز میں سبقت کی ہے تو اب مجھ سے دعا کرنے میں سبقت نہ کرو۔

جواب نمبر ۲: اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ جس وقت بھی حاضر ہوئے (اسی دن یا دوسرے تیسرے دن آئے) انہوں نے حضرت عمرؓ کے حق میں دعا مغفرت کر لی اور بس

جواب نمبر ۳: اس سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہوتی کہ وہ امام اور مقتدیوں کے سلام پھیرتے ہی جنازہ گاہ میں آ گئے تھے اور لوگوں کو پکار کر فرما رہے تھے کہ تم مجھ سے دعا کرنے میں سبقت نہ کرو۔ مجھے بھی دعا میں شامل کر لو۔ (حاشا وکلا) اس روایت کے یہ معنیٰ کرنے نہایت ہی مضحکہ انگیز معلوم ہوتے ہیں۔ وجہ اول تو یہ ہے کہ اگر وہ جنازہ گاہ سے کچھ دور تھے تو ان کو یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی جس صورت میں کہ وہ نماز جنازہ کے بعد دفن میت سے قبل دعا و استغفار کرنا جائز سمجھتے تھے یہ تو وہ دوسرے لوگوں کے دعا کر لینے کے بعد بھی انفرادی طور پر کر سکتے تھے اور اگر یہ خیال ہو کہ وہ اجتماعی رنگ میں دعا مانگنا چاہتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن سلامؓ کو ان لوگوں کے دعا کر لینے کے بعد اجتماعی صورت میں دعا کرنے سے کیا چیز مانع تھی جس کی وجہ سے ان کو اسی دعا میں شامل ہونے کی ضرورت پیش آ گئی، کیا ان کو اس دعا میں بھی یہ خدشہ دامنگیر تھا کہ کہیں یہ دعا بھی نماز جنازہ کی طرح فوت نہ ہو جائے؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر وہ جنازہ گاہ میں آ چکے تھے تو پھر بھی ان کو یہ الفاظ فرمانے کی ضرورت نہیں تھی وہ خاموشی کے ساتھ دوسرے اصحاب کے ساتھ شامل ہو کر دعا

واستغفار کر سکتے تھے اور اگر وہ قریب آچکے تھے تو وہ ذرا فاصلے پر بھی یہ دعا واستغفار کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس دعا میں نہ تو نمائش کی ضرورت تھی نہ صف بندی کی حاجت تھی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ صرف استغفار و دعا کرنے کے لئے نماز جنازہ کی طرح وضو اور استقبال قبلہ کی بھی شرط نہیں تھی کہ حضرت عبداللہ بن سلام نماز جنازہ ہو چکنے کے بعد آئے تھے اور وضو کرنے کے لئے کہیں جا رہے تھے اس لئے انہوں نے فرمایا جلدی نہ کرو ذرا وضو کر لینے دو مجھے بھی اس دعا میں شامل کر لینا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کا کوئی قرینہ وہاں موجود نہیں تھا اس لئے صرف فلا تسبقونی بالدعاء لہٗ یہ مراد نہیں لی جا سکتی کہ مجھے دعا میں شامل کر لو۔"

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگر نماز جنازہ کے بعد متصلاً دعا مانگنا آثار و احادیث سے ثابت ہوتا اور قرون مشہود لہا بالخیر میں یہ دعا معہود و مشہور ہوتی تو ہم حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی یہی سمجھ لیتے کہ شاید آپ نے یہ فقرہ اسی دعا میں شامل ہونے کے متعلق فرمایا ہوگا۔ لیکن احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین سے اس دعا کا ہرگز ثبوت نہیں ملتا۔ پھر اس میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ تم میرے ساتھ شامل ہو کر دعا کرنے میں سبقت نہ کرو۔ کیونکہ تم نماز جنازہ میں سبقت کر چکے ہو اور نماز جنازہ خود دعا للمیت ہے اس لئے تمہیں میرے ساتھ مل کر دعا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ان وجوہ اور احتمالات پر غور کرنے کے بعد ہر عقلمند انسان یہ نتیجہ از خود نکال سکتا ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں جو دعا معہود و مشہور تھی۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے یہ کلمہ اسی دعا میں شامل ہونے کے لئے فرمایا تھا۔ اور وہ دعا یقیناً وہی ہے۔ جو تمام اہل اسلام بالاتفاق دفن میت کے بعد قبر پر مانگتے ہیں اور جس کا ثبوت احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور فقہ حنفیہ میں موجود ہے اور اس دعا کو فقہائے احناف نے مستحب قرار دیا ہے۔

مغالطہ فیضی نمبر ۲۶: فتح القدیر کتاب الجنائز میں ہے۔

فصلّٰی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودعا لہٗ وقال استغفروا لہٗ۔

پس نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اور دعا کی اس کے لئے اور کہا استغفار کرو اس کے لئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر قیام فرما کر غزوہ موتہ کی خبر دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز جنازہ غائبانہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور لوگوں سے فرمایا کہ تم بھی اپنے بھائی کے لئے دعا مغفرت کرو۔

مغالطہ فیضی نمبر ۲۷: ودعا لہٗ کی واؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا نماز کے علاوہ تھی۔

جواب نعمانی نمبر ۱: اس روایت میں سے صرف ودعا لہٗ کی واؤ سے یہ سمجھ لینا کہ یہ دعا نماز کے علاوہ تھی نہایت درجہ کی رکیک تاویل ہے۔ آج تک کسی محدث و فقیہ نے اس حدیث سے یہ تاویل کر کے دعا بعد نماز جنازہ کو ثابت نہیں کیا۔ فتح القدیر میں اس حدیث کو نماز جنازہ کے غائبانہ پڑھنے کی خبر دینے کے ضمن میں نقل کیا گیا ہے۔ بعد نماز جنازہ کی دعا کے ثبوت میں اس کو پیش نہیں کیا گیا۔ **جواب نعمانی نمبر ۲:** واؤ مطلق جمع کے لئے آتی ہے اس میں ثم کی طرح ترتیب اور تراخی کے معنی نہیں ہوتے۔ جیسا کہ شرح جامی میں ہے۔

فالواو للجمع مطلقاً لا ترتیب	پس واؤ مطلق جمع کے لئے ہے اس میں ترتیب
فیہا فقولہ لا ترتیب فیہا بیان	نہیں ہے پس اس کا قول لا ترتیب فیہا
لاطلاقہا ای لا ترتیب بین	بیان ہے واسطے مطلق ہونے کے یعنی نہیں
المعطوف والمعطوف علیہ	ترتیب درمیان معطوف اور معطوف علیہ کے
بمعنی لا یفہم ہذا	اس معنی کے ساتھ کہ اس سے ترتیب وجوداً
الترتیب منہا وجوداً ولا عدماً	وعدماً نہیں سمجھی جاتی۔

جیسے جاءنی زید وعمرو (میرے پاس زید اور عمرو آیا) سے یہ ترتیب مراد نہیں لی جائے گی کہ زید پہلے آیا اور عمرو بعد میں آیا۔ ممکن ہے کہ عمرو پہلے آیا ہو اور زید بعد میں یا دونوں اکٹھے آگئے ہوں۔ بہرحال فعل کی نسبت میں معطوف اور معطوف علیہ دونوں متحد ہوتے ہیں اس مثال میں زید اور عمرو کی ذات الگ الگ ہے اور صفات میں باوجود تغایر کے معطوف

اور معطوف علیہ میں ایسا تغایر نہیں ہوتا کہ وہ ایک موصوف میں جمع نہ ہو سکیں۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں آتا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ۔ تحقیق آیا تمہارے پاس بشیر اور نذیر۔

اس آیت میں اس قسم کا تغایر نہیں ہے۔ کہ بشیر کی ذات الگ ہے اور نذیر کی الگ بلکہ بشیر و نذیر کی ذات ایک ہے دوسری جگہ قرآن کریم میں آتا ہے يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ اے نبی (علیک السلام) تحقیق بھیجا ہم نے تجھ کو شاہد اور مبشر اور نذیر اور داعی الی اللہ ساتھ حکم اپنے کے اور سراج منیر بنا کر۔

اس آیت میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاہد مبشر نذیر اور داعی الی اللہ اور سراج منیر فرمایا گیا ہے اور سب کے درمیان واؤ عاطفہ بھی موجود ہے۔ لیکن اس میں نہ تو یہ ترتیب ہے کہ آپ پہلے شاہد تھے پھر مبشر پھر نذیر بنے پھر داعی الی اللہ ہوئے اور اس کے بعد سراج منیر بنا دیئے گئے اور نہ یہ سمجھا جائے گا کہ آپ صرف شاہد تھے، مبشر اور تھا نذیر کوئی اور ہوگا، داعی الی اللہ کی ذات الگ ہے۔ اور سراج منیر سے کوئی اور ہستی مراد ہے بلکہ حضور اکرم علیہ السلام میں یہ سب صفات بیک وقت موجود تھیں۔ ان میں تقدم و تاخر ہرگز نہیں تھا۔

اسی طرح جب جملے کا عطف جملے پر ہو جیسا کہ اس روایت میں ہے کہ معطوف علیہ بھی جملہ فعلیہ ہے اور معطوف بھی جملہ فعلیہ ہے تو اس صورت میں بھی ترتیب کے معنیٰ نہیں لیے جائیں گے اور نہ فعل میں ہر جگہ اور ہر لحاظ سے تغایر مراد لیا جائے گا بلکہ اکثر دوسرا فعل پہلے فعل کی تفسیر اور وضاحت کے لئے آجاتا ہے جس کو عطف تفسیری کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں آتا ہے۔

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (شیطان) نے انکار کیا اور تکبر کیا اور تھا وہ کافروں سے۔

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ میں واؤ عاطفہ موجود ہے۔ لیکن یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ شیطان نے پہلے انکار کیا تھا پھر تکبر کیا بلکہ صحیح تر بات یہ ہے کہ شیطان نے تکبر کی وجہ سے انکار کیا تھا اور نہ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ میں من کل الوجوہ تغایر ہے۔ یہاں دوسرا فعل پہلے کی تاکید اور مزید وضاحت کے لئے آیا ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں آتا ہے وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ اور جو کوئی انکار کرے گا بندگی اس کی سے اور بڑا بنے گا۔

اس آیت میں استنکاف اور استکبار دونوں معنی کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں اور واو عاطفہ بھی درمیان میں موجود ہے۔

دعا قنوت میں سے ایک مثال ملاحظہ فرمایئے نَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ہم چھوڑ دیتے ہیں اور ترک کر دیتے ہیں اس کو جو تیری نافرمانی کرے۔

نخلع و نترک۔ دونوں ہم معنیٰ ہیں درمیان میں واؤ عاطفہ تفسیر اور وضاحت کے لئے آتی ہے۔

اور اگر یہ لوگ وقال استغفروا لہ۔ سے دعا بعد نماز جنازہ کو ثابت کرتے ہیں تو اس حکم میں بھی واو عاطفہ موجود ہے اس میں بھی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ بہت ممکن ہے بلکہ اقرب الی الحق یہ ہے کہ آپ نے نماز جنازہ سے پہلے دوسرے لوگوں کو نماز میں شامل ہونے کے لئے فرمایا ہو اور اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ استغفار سے نماز جنازہ مراد نہیں لی جا سکتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب عبداللہ بن ابی منافق کے جنازے پر کھڑے ہوئے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دامن پکڑ کر عرض کیا تھا کہ حضرت آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو یہ شخص تو منافق ہے اور منافقین کے حق میں استغفار کرنے سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے آپ کیوں اس پر نماز جنازہ پڑھنے لگے ہیں، تو آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (پارہ ۱۰ رکوع ۱۶) بخشش مانگ واسطے ان کے یا نہ بخشش مانگ واسطے ان کے اگر بخشش مانگے

تو واسطے ان کے ستر بار پس اللہ ہرگز نہ بخشے گا واسطے ان کے۔

پس نماز جنازہ میں اہم مقصود اور خاص چیز استغفار اور دعا للمیت ہے۔ اس سے نماز جنازہ مراد لی جاتی ہے جس طرح صرف رکوع سے وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ اور سجدہ اور رکوع سے وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ۔ میں ساری نماز مراد لی جاتی ہے اسی طرح یہاں بھی سمجھ لینا چاہیے کہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے اس موقع پر استغفروا لہ کا ارشاد فرما کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز جنازہ میں شامل ہونے کے لیے دعوت دی تھی۔ اس سے نماز جنازہ کے بعد کی دعا ثابت کرنا درست نہیں۔

اس روایت سے فقہا مجتہدین کے خلاف فتویٰ دے کر دعا بعد نماز جنازہ کو شریعت میں زیادہ کرنا اور اس پر اصرار کرنا صریحاً ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

مغالطہ فیضی ۸: اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ دعا کرے۔

قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ مطلق ہے اور اذا وقتیہ ہے کہ جس وقت دعا کی جائے رب تعالیٰ قبول فرماتا ہے جنازہ کے بعد بھی ایک وقت ہے۔ لہذا از روئے قرآن مجید ثابت ہوا کہ اس دعا کے متعلق جواز ہے۔

جواب نعمانی ۲۱: اس آیہ کریمہ کو مطلق اور اذا کو وقتیہ کہا گیا ہے۔ پھر مطلق کو اپنی مرضی سے مقید کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جواب ۲۲: آیت میں نماز جنازہ کے بعد کی دعا کا قطعاً ذکر نہیں ہے۔ جواب ۲۳: اس کو خاص دعا سے مقید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جواب ۲۴: جس صورت میں نماز جنازہ بھی دعا للمیت ہے اور فرض کفایہ ہے۔ جس وقت اس کو ادا کر لیا اس آیہ کریمہ پر بھی عمل ہو گیا جس وقت نماز پڑھی جاتی ہے اس پر وقت یا زمان کا اطلاق نہیں ہو سکتا کہ اس کے بعد ایک اور دعا پر اتنا اصرار ہے۔ جواب ۲۴: کیا رب العزت نماز جنازہ جیسی اہم اور بہترین دعا کو قبول نہیں فرمائیں گے جب حکم عام ہے جس قسم کی دعا ہو یا ذکر ہو اللہ تعالیٰ اس کو سنتے ہیں اور قبول فرماتے ہیں۔

جواب ۲۵: نماز جنازہ ادا ہو جانے کے بعد دوسری دعا کی ضرورت نہیں رہتی۔

شریعت نے دعا للمیت کے لیے جنازہ کی نماز مقرر کر دی ہے۔ بغیر دلیل اور ثبوت کے اس پر زیادتی کرنا ہرگز مناسب نہیں۔

مغالطہ فیضی ۹: الم نشرح پ ۳۰ قرآن شریف میں ہے۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ۔ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو بعد میں اللہ سے دعا کرو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو بعد میں اللہ سے دعا مانگو نماز جنازہ ہو یا اور تو اس کے بعد وہیں ٹھہرے رہنا اور بحکم الٰہی وہیں دعا مانگنا ضروری ہوا۔

جواب نعمانی ۲۶: اگر ہر نماز کے بعد دعا مانگنا ضروری ہے تو آپ لوگ کیوں اس کے خلاف نماز عید الفطر اور عید الاضحےٰ کے بعد دعا نہیں مانگتے اور خطبہ کے لیے کھڑے ہو جاتے ہو؟ اس آیت کی تفسیر کے ساتھ یہ فقرہ کہ جب کسی نماز سے فارغ ہو وے نماز جنازہ ہو یا اور، آپ لوگوں نے اصل تفسیر پر از خود بڑھا لیا ہے۔ ان تفسیروں میں نماز جنازہ اور نماز عیدین کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف صلوٰۃ مکتوبہ کے بعد دعا مانگنے کا حکم ہے۔

جواب ۲۷: فرائض پنجگانہ پر نماز جنازہ کو قیاس نہ کرنا چاہیے، کیونکہ فرائض کو مسجد میں ادا کیا جاتا ہے نماز جنازہ کو کھلے میدانوں میں پڑھا جاتا ہے، فرائض میں اذان، اقامت اور وقت کی پابندی ہوتی ہے۔ نماز جنازہ میں یہ تینوں باتیں نہیں ہیں۔ دیکھیے قتادہ، ضحاک مقاتل کلبی اور مجاہد فرماتے ہیں اذا فرغت من الصلوٰۃ المکتوبۃ فانصب الی ربك فی الدعاء وارغب الیہ فی المسئلۃ یعطك جب تو نماز مکتوبہ سے فارغ ہو تو کوشش کر تو طرف رب اپنے کے دعا کرنے میں اور رغبت کو اس کی طرف سوال کرنے میں وہ تجھے عطا کرے گا۔

جواب ۲۸: اس تفسیر میں صرف صلوٰۃ مکتوبہ کا ذکر ہے نماز جنازہ وغیرہ نمازوں کا ذکر نہیں ہے اور صلوٰۃ مکتوبہ اس نماز کو کہا جاتا ہے جس کو وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرقان حمید میں فرماتا ہے۔

فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔

پس قائم کرو نماز کو تحقیق نماز اوپر مومنوں کے لکھی ہوئی ہے وقت مقرر کئے ہوئے

نماز جنازہ میں کسی خاص وقت کی پابندی نہیں اس لئے یہ نماز مکتوبہ نہیں ہے۔

جواب ۲۲: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بے شمار جنازے ہوئے، تابعینؒ تبع تابعینؒ کے زمانوں میں بھی اکثر جنازے ہوتے رہتے تھے لیکن نہ حضورؐ نے اس دعاء کا ذکر کیا نہ صحابہؓ نے نہ تابعینؒ تبع تابعینؒ نہ ائمہ مجتہدینؒ میں سے کسی نے اس کو سنت کہا یا مستحب۔ جواب ۲۳: اس دعاء پر تمام بزرگوں کا سکوت اور خموشی ہی اس کے مکروہ اور بدعت ہونے کی علامت ہے

جواب ۲۴: اس کے علاوہ اس دعاء کے حلال ہونے کا ذکر تو قرآن پاک میں موجود نہیں لیکن اس کے برعکس اس کے زاید از سنت ہونے کا ذکر قرآن حکیم میں بطریق اشارۃ النص موجود ہے وہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو منافقین کے جنازے سے روک دیا اور فرمایا

لا تصل علی احد منهم مات ابدًا ولا تقم علی قبره

اے نبی نماز جنازہ تم ان میں سے کسی ایک پر نہ پڑھو جو مر جائے کبھی بھی اور نہ اس کی قبر پر دعاء کے لئے کھڑے ہو۔

اس آیت شریفہ میں دو چیزوں سے حضور علیہ السلام کو روک دیا گیا۔ منافقین پر نماز جنازہ نہ پڑھنا اور قبر پر کھڑے ہو کر دعاء نہ مانگنا اسی آیت سے بطریق اشارۃ النص ثابت ہو گیا کہ حضورؐ کی عادت مبارکہ مومنین کے جنازہ میں یہی تھی کہ مومن کے جنازہ پر آپ نماز پڑھا کرتے تھے اور ان کی قبروں پر کھڑے ہو کر دعا مانگا کرتے تھے تیسری کوئی دعاء قبل از دفن نہ حضورؐ نے مانگی نہ صحابہؓ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ نے بعد نماز جنازہ کے پڑھی اور نہ اس کو مستحب قرار دیا۔ اسی اصل سے فقہاء نے یہ فتویٰ دے دیا ہے کہ اس سے شریعت ساکت ہے لہٰذا یہ مکروہ اور بدعت ہے۔ اور اس آیت سے نماز جنازہ بطریق اشارۃ النص مومنین کے لئے جنازہ پڑھنا ثابت ہوا، اور دعا بھی قبر پر

کھڑے ہو کر مانگنی ثابت ہو گئی اس سے تیسری دعاء بعد از نماز جنازہ قبل از دفن ثابت نہ ہوئی جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ یہ دعاء زاید از سنت ہے فقہاء نے اس کو لشبہ الزیادہ فرما کر منع کر دیا کیونکہ قرآن حکیم بھی اس سے ساکت ہے۔ قرآن کریم میں نماز جنازہ کے متعلق اور کوئی آیت نہیں جس سے عبارتًا یہ نماز ثابت ہو سکے۔

مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ میں ابوالدرداءؓ سے روایت ہے

قال اوصانی خلیلی ان لا تشرك بالله شيئًا وان قطعت وحرقت ولا تترك صلوٰة مكتوبة متعمدًا فمن تركها متعمدًا فقد برئت منه الذمة

کہا اس نے مجھے میرے خلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ تم اللہ کا شریک کسی کو نہ بنانا اگرچہ تم کاٹے جاؤ اور جلائے جاؤ اور صلوٰۃ مکتوبہ کو جان بوجھ کر نہ چھوڑیو جو اس کو چھوڑتا ہے اس سے عہد دور ہو جاتا ہے۔

نماز جنازہ میں اگر کوئی شخص حاضر نہ ہو تو وہ گنہگار نہیں ہوتا جس سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نماز مکتوبہ کے ترک کو کفر سمجھتے تھے۔ لیکن نماز جنازہ کے ترک کو کوئی شخص کفر نہیں سمجھتا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہزاروں آدمی نماز جنازہ میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے کافر قرار دیئے جاتے جس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں۔

ہدایہ کے صفحہ ۱۲۶ کتاب الجنائز میں ہے۔

ولا یصلی علی میت فی مسجد جماعة لقول النبی صلی الله علیه وسلم من صلی علی جنازة فی المسجد فلا اجر له۔ اور نہ نماز جنازہ پڑھے کوئی مسجد جماعت میں واسطے قول نبی علیہ السلام کے جو نماز جنازہ پڑھے گا مسجد میں۔ پس اس کوئی اجر نہ ملے گا۔

اس کے بعد صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔

لانه بنی لاداء المکتوبات۔ (ہدایہ صفحہ ۱۲۶) کیونکہ وہ مکتوبہ نمازوں کی ادائیگی کے لئے بنائی گئی ہیں۔

فقہاء کے نزدیک بھی نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ میں داخل نہیں اور نہ کوئی نماز جنازہ کو (بلاضرورت شرعی) مسجد میں پڑھنے کا فتویٰ دے سکتا ہے۔ اپنے خیال سے نماز جنازہ کو صلوٰۃ مکتوبہ میں داخل کر کے ، اس کے بعد ایک اور دعا ثابت کرنا نہایت شرمناک امر ہے۔

آخری گذارش فیضی وغیرہ فقہاء کرام کے یہ صریح فتوے دیکھ کر بھی اس بدعت اور مکروہ امر کو ترک ذکر دتو آپ کی مرضی۔ ایک دن ضرور ایسا آئے گا جس میں احکم الحاکمین کے سامنے اس کا جواب دینا پڑے گا۔ باقی رہا آپ اور آپ کے آباؤ اجداد کے استدلال تو بندہ نے آپ کے تمام پیش کردہ دلائل پر علمی اور تحقیقی رنگ میں جو کچھ تحریر فرمادیا ہے اس سے زیادہ کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ کے استدلات کا تعلق اس مسئلہ سے قطعاً کوئی نہیں کہ "نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد متصل دفن سے قبل دعا مانگنی جائز ہے" دور دراز کی عمومی دلیلوں سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اس کے مقابلہ میں ترک دعا صریح الفاظ کے ساتھ فقہاء کرام سے منقول ہے۔ رہی یہ بات کہ فیضی بھی تو فی الجملہ کچھ نہ کچھ وہ ضرور پیش کرتا ہے۔
علامہ ابواسحاق غرناطی رح نے کیا خوب کہا ہے۔

انك لاتجد مبتدعا ممن ينتسب الى الملة الا وهو يشهد على بدعته بدليل شرعى (الاعتصام ص۱۰۲) تم کسی ایسے مبتدع کو نہ پاؤ گے جو ملت سے وابستگی کا مدعی ہو، اور وہ اپنی بدعت پر دلیل شرعی سے استناد نہ کرتا ہو۔

مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس کی پیش کردہ دلیل سے وہ بدعت ثابت بھی ہوتی ہے! اور کیا صحابہ کرام اور تابعین اور اتباع تابعین اور فقہاء کرام اور محدثین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اس دلیل سے یہی سمجھا جو ان مبتدعین نے سمجھا؟ اور اگر وہ حضرات اس سے یہ مطلب نہ سمجھ سکے۔ تو آج آپ اور آپکے آباؤ اجداد جیسے مبتدعین کو یہ مطلب کہاں سے موصول ہوا

پہلی صدی کے مجدد اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ المتوفی ۱۰۱ھ نے

اہل بدعت کے ایک فرقہ منکرین تقدیر کی دانشگاف الفاظ میں تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے منکرین تقدیر اگر تم یہ کہو کہ قرآن کریم کی بعض آیات سے تقدیر کا انکار معلوم ہوتا ہے تو ان آیات کا کیا کیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے۔
لقد قرؤا منه ما قرأتم وعلموا من تاويله ما جهلتم وقالوا بعد ذلك كله بكتاب وقدر (ابوداؤد جلد۲ ص۲۸۲) سلف صالحین نے قرآن کی یہ آیتیں پڑھی ہیں جیسے تم پڑھتے ہو مگر وہ ان کے مطلب کو سمجھے اور تم نہیں سمجھ سکے اور باوجود ان آیات کے پڑھنے کے وہ پھر بھی تقدیر کے قائل تھے۔

مطلب واضح ہے کہ اگر تم کی طرف سے پیش کردہ آیات کا یہی مطلب ہوتا جو تم مراد لے رہے ہو تو سلف صالحین کے سامنے بھی یہ آیتیں تھیں مگر باوجود اس کے وہ یہ مطلب نہیں لیتے تھے جو تم لے رہے ہو۔ ناچار یہی کہنا پڑے گا کہ وہ حق پرست تھے اور تم باطل پرست ہو کیا خوب اور مزے دار بات کہی خلیفہ راشد نے اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ان پر نازل ہوں اسی نہج پر نعمانی کہتا ہے اذا فرغت فانصب کی آیت اور اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء کی حدیث ان اکابر کے سامنے بھی تھی مگر ان کو دعاء بعد الجنازہ کا جواز اس سے سمجھ نہ آسکا بلکہ فقہاء کرام نے صاف اور صریح الفاظ میں اس کو مکروہ کہا تو پھر کیسے باور کر لیا جائے کہ اس کا وہی مطلب ہے جو تم لے رہے ہو! یہ ایک ایسا قاعدہ ہے جس پر کسی بھی منصف مزاج کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ البتہ نہ ماننے والے کے لیے دفتر بھی بیکار ہیں۔ اور بدعت ایک ایسی بلا ہے کہ بدعت کی تاریکی سے نور ایمان جاتا رہتا ہے اور دل پر ایسے غلاف چڑھ جاتے ہیں کہ بدعتی کو توبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ان الله حجب التوبة عن كل صاحب بدعة (مجمع الزوائد جلد۱۰ ص۱۸۹) بے شک اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ ہر بدعتی پر بند کر دیا ہے۔

جب بدعتی بدعت کو کار ثواب سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں قبول کرے گا؟ اعاذنا الله من البدعات۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو تمام بدعات و رسومات سے محفوظ فرمائیں۔

مزید تبصرہ

ان تمام فقہاء کی تصریحات سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ نماز جنازہ کے سلام کے بعد اور قبل از دفن دعا مانگنا مکروہ بلکہ بدعت وحرام ہے دفعل مکروہ کوسنت سمجھنے والے بدعتی ہیں جن کا سنت رسول سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ اگر یہ دعا فقہائے احناف رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک جائز ومسلم ہوتی تو ضرور اس کا کتب فقہ میں ذکر کر دیا جاتا ہر شخص قرآن کریم واحادیث سے قیاس واجتہاد کر کے مسائل کو استنباط کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اس کے لئے علم کثیر ہونے کے ساتھ تفقہ فی الدین کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ آج کل جو لوگ اس دعا کو اصول شرعیہ سے برکنار رہ کر صرف اپنے قیاس فاسد سے جائز ومستحب قرار دیتے ہیں۔ وہ یقیناً غلطی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ان کی باتوں کا ہرگز اعتبار نہیں کرنا چاہیے اور نہ ایسے لوگوں کی کورانہ تقلید سے فلاح ونجات ہی حاصل ہو سکتی ہے بلکہ یقین جانیے کہ اس قسم کی تقلید میں دنیا وآخرت کا نقصان ہے۔ الحاصل نماز جنازہ خود دعا ہے۔ نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد میت کو قبر تک پہنچانے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے۔ فقہائے احناف نماز جنازہ کے بعد دعا کو غیر ثابت اور مکروہ کہتے ہیں اور اس ترک دعا بعد از جنازہ کو ظاہر روایت سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ظاہر روایت کو چھوڑ کر غیر ظاہر روایت کی تلاش کرنا (جب کہ بحمد اللہ اس مسئلہ میں کوئی ایسی غیر ظاہر روایت بھی موجود نہیں جس میں صراحت سے اس دعا کی اجازت بلا کراہت ملتی ہو۔) کہاں کا انصاف اور دیانت ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اب دعا نماز جنازہ کے بعد دعا نہ مانگنے اور زیادت علی السنۃ ہونے اور بدعت ومکروہ ہونے کے چند اور وجوہ لکھے جاتے ہیں۔ فانظروا واعتبروا۔

وجہ اول۔ دعا بعد نماز جنازہ قرآن کریم کی کسی آیت سے عبارۃً یا دلالۃً یا اشارۃً ثابت نہیں ہوتی۔

وجہ دوم۔ اثبات الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ کے بارے میں تمام کتب احادیث میں ایک روایت بھی نہیں۔

وجہ سوم۔ کسی محدث نے باب الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ کا عنوان قائم نہیں کیا نہ اس کا کوئی اشارہ کیا ہے۔

وجہ چہارم۔ کسی صحابی۔ تابعی سے ثابت نہیں کہ اس نے بعد نماز جنازہ کے دعا مانگی ہو۔

وجہ پنجم کسی مجتہد امام نے کسی آیت یا روایت سے دعا بعد نماز جنازہ کو استنباط کر کے جائز قرار نہیں دیا۔

وجہ ششم۔ فقہ کی کسی مشہور ومستند کتاب میں دعا بعد نماز جنازہ کا جواز ثابت نہیں۔

وجہ ہفتم۔ تیرھویں صدی کے آخر تک کسی مفتی یا فقیہ نے اس دعا کے جائز ہونے کا فتویٰ نہیں دیا۔

وجہ ہشتم۔ قرآن کریم کی آیت لا تصل علی احد منھم مات ابداً ولا تقم علی قبرہ سے بطریق اشارۃ النص کے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے کوئی دعا نہیں ہے۔

وجہ نہم۔ فقہ کی اکثر وبیشتر کتابوں سے بیان ضرورت کے ضابطہ کے تحت نماز جنازہ کے بعد دعا کی نفی مستنبط ہوتی ہے۔

وجہ دہم۔ اصول فقہ کی کتب میں مذکور ہے کہ السکوت فی موضع البیان بیان للنفی بیان کے موقع پر اور ضرورت کے موقع پر خاموش رہنا نفی اور ممانعت کی علامت ہے۔ (تلک عشرۃ کاملہ)

نمازِ جنازہ کے بعد دُعا پر عجیب تحقیق

کسی مسلمان کی وفات کے بعد اس کے عزیز و اقارب اور دوست و احباب، اس کو جو بہترین تحفہ بھیج سکتے ہیں اور اس کے ساتھ جو حسنِ سلوک کر سکتے ہیں، وہ اس کے حق میں دُعا کرنا ہے۔ انفرادی طور پر جس وقت بھی کوئی چاہے اُس کی وفات کے بعد تا زیست اس کے لئے دعا کرے۔ اس میں کوئی قباحت اور خرابی نہیں ہے اور نصوصِ شرعیہ سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ لیکن بصورتِ اجتماع میت کے لئے دُعا کرنے کا ثبوت صرف نمازِ جنازہ کی صورت میں اور قبر پر تلقینِ شرعی کی شکل میں ہے۔ اس کے علاوہ جہاں شریعت نے اجتماعی صورت میں دعا کا طریقہ نہیں بتلایا، وہ درست نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور اتباعِ تابعینؒ نے ایک دو نہیں سینکڑوں بلکہ ہزاروں جنازے پڑھے اور پڑھائے مگر کسی سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے نمازِ جنازہ سے فارغ ہونے کے فوراً بعد اجتماعی رنگ میں دعا مانگی ہو۔ باقی میت کے لئے مطلق دعا سے، بل کہ اجتماعی شکل میں یا نمازِ جنازہ کے متصل بعد دُعا ثابت کرنا، افسوس ناک مغالطہ یا قلتِ تدبر کا حیرت ناک مظاہرہ ہے۔ احکامِ عامہ سے اُمورِ خاصہ کا اثبات درست نہیں ہے بلکہ یہ ایک عیارانہ مغالطہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضراتِ فقہاء احناف کثر اللہ تعالیٰ سوادہم نے نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنے سے منع کیا ہے اور اس کو مکروہ کہا ہے۔ چنانچہ امام ابو بکرؒ بن حامد الحنفی (معاصر ابو الحفص کبیرؒ المتوفی ۲۶۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

الدعا بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ (حیلہ باب الجنائز)

نماز جنازہ کے بعد دُعا مکروہ ہے۔

امام شمس الائمہ حلوانی الحنفیؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) اور بخارا کے مفتی قاضی شیخ الاسلام علامہ سغدی الحنفیؒ (المتوفی ۴۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ (قنیہ ص ۵۶)

نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے کوئی آدمی نہ ٹھہرے۔

امام طاہر بن احمد البخاری الحنفی (المتوفی ۵۴۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

لا یقوم بالدعاء فی قراءۃ القرآن لاجل المیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ وقبلہا (خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۲۵)

نماز جنازہ کے بعد اور اسی طرح اس سے قبل میت کیلئے قرآن پڑھ کر دُعا نہ کی جائے۔

علامہ سراج الدین اودی الحنفیؒ (المتوفی فی حدود ۶۰۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدعاء (فتاوی سراجیہ ص ۲۳)

جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائے تو دعا کیلئے نہ ٹھہرے۔

امام حافظ الدین محمد بن شہاب کردری الحنفیؒ (المتوفی ۸۲۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ۔ (فتاوی بزازیہ ج ۱ ص ۲۵۳)۔

نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے کیونکہ اس نے ایک مرتبہ دعا کر لی ہے (یعنی نماز جنازہ کے اندر)۔

امام شمس الدین محمد خراسانی کوہستانی الحنفیؒ (المتوفی ۹۶۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

ولا یقوم داعیا لہ (جامع الرموز ج ۱ ص ۱۲۵)۔

اور میت کے حق میں دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔

اور علامہ فہامہ ابو حنیفہ ثانی ابن نجیم الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:

ولا یدعوا بعد التسلیم (بحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳)

سلام پھیر لینے کے بعد دُعا نہ کرے۔

اور مفتی محمد نصیر الدین الحنفیؒ (المتوفی ۔۔۔) لکھتے ہیں کہ:

وبعد ایستادہ نماند برائے دعا (فتاوی برہنہ ص ۳۶)

نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔

اور حضرت ملا علی القاریؒ لکھتے ہیں کہ:

ولا یدعوا للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ (مرقات ج ۲ ص ۲۱۹)

نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دُعا نہ کرے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

اور فقہ کی مشہور کتاب مجموعہ خانی میں ہے:

دعا نخواند و فتویٰ بریں قول است (مجموعہ خانی قلمی ص۴۹)	یعنی دعا نہ کرے اور فتویٰ اس قول پر ہے ۔

اور مفتی سعد اللہ صاحب الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۹۲ھ) لکھتے ہیں کہ :

خالی از کراہت نیست زیرا کہ اکثر فقہاء بوجہ زیادہ	یعنی یہ کراہت سے خالی نہیں ہے کیونکہ اکثر حضرات فقہاء
بودن بر امر مسنون منع میکنند (فتاویٰ سعدیہ ص۱۳۰)	کرام اس کو امر مسنون پر زائد ہونے کی وجہ سے منع کرتے ہیں ۔

مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ لکھتے ہیں کہ :

"بعد نماز جنازہ کے دعا کرنا مکروہ ہے ۔" (نفع المفتی والسائل ص۱۱۶)

اور علامہ برجندی الحنفیؒ نے بھی دعا بعد نمازِ جنازہ کو مکروہ کہا ہے ۔ (برجندی حاشیہ شرح وقایہ)

اِس کے علاوہ بھی متعدد حضرات فقہاء کرامؒ نے نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو منع کہا ہے مثلاً دیکھئے مدخل ج ۳ ص۲۲ لابن امیر الحاجؒ، مظاہر حق ج ۲ ص۵۷ لنواب قطب الدین خان صاحبؒ وغیرہ ۔

حضرات فقہاء احنافؒ کی یہ عبارتیں بھی ملاحظہ کیجئے اور مولوی محمد عمر صاحب کا یہ فیصلہ بھی دیکھ لیجئے کہ :

"احناف نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگتے ہیں، وہابی بُرا جانتے ہیں، دیوبندی بھی منکر ہیں ۔ اب تم فیصلہ کرو کہ دعا کا انکار کرتے ہو، تم کون ہو؟" (بلفظہٖ مقیاس الحنفیت ص۵۲۹)

یہ فیصلہ مولوی محمد عمر صاحب کو خود کرنا چاہیئے کہ وہ کون ہیں؟ حنفی یا غیر حنفی؟ ذرا مولوی صاحب ہمت کرکے دو چار حضرات فقہاء کرامؒ کی عبارتیں تو نقل کر دیں جن سے ان کا مسلک ثابت ہوتا ہے ۔ دیدہ باید ۔

مولوی محمد عمر صاحب کا ایک اور کمال ملاحظہ ہو، وہ ایک عبارت کے مطلب کو نہ سمجھتے ہوئے یوں نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ "جو دعا سے روکے وہ تمام زمانے سے زیادہ احمق ہے ۔" (مقیاس ص۵۳۷)

مولوی محمد عمر صاحب یہ فرمائیں کہ جن حضرات فقہاء احنافؒ کے حوالے ہم نے ذکر کئے ہیں وہ تو تمام اس دعا سے منع کرتے ہیں، کیا وہ بھی تمام زمانے سے زیادہ احمق ہیں؟ (العیاذ باللہ) سوچ کر اور ہوش میں آکر جواب دینا ۔ قارئین کرام! غور فرمایئے کہ اکابرین علماء احنافؒ جنازہ کے بعد کی دعا کو مکروہ بھی کہتے

ہیں اور اس سے محض اس لئے منع کرتے ہیں کہ یہ امرِ مسنون پر زیادتی ہے ۔ اگر خیر القرون میں یہ دعا ہوتی تو یہ اکابر ہرگز اس کو خلافِ مسنون اور مکروہ کہنے کی جرأت نہ کرتے ۔ مگر افسوس ہے کہ آج مفتی احمد یار خان صاحب اور ان کی بدعت نواز پارٹی اس خلافِ مسنون اور مکروہ کام کو جائز اور مستحب سمجھتے ہیں، اور اس کے اثبات کے درپے ہیں، اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے کو حنفی کہتے ہوئے حضرات فقہاء احنافؒ کی صریح مخالفت کرتے ہیں ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ :

"و مکروہ را مستحسن دانستن از اعظم جنایات است چہ	مکروہ کو اچھا سمجھنا بڑا گناہ ہے ۔ کیونکہ حرام کو
حرام را مباح دانستن منجر بکفر است و مکروہ را حسن	مباح سمجھنا کفر تک نوبت پہنچا دیتا ہے اور مکروہ
پنداشتن یک مرتبہ ازاں پایاں است شناعت ایں فعل	کو اچھا جاننا اس سے ایک مرتبہ فروتر ہے ۔ اس
را نیک ملاحظہ باید نمود ۔ (مکتوبات ج۱ حصہ پنجم ص۱۴۷)	فعل کی قباحت کو اچھی طرح ملاحظہ کرنا چاہیئے ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان عبارات پر فریقِ مخالف کی طرف سے جو اعتراضات (یا بزعمِ خود جوابات) پیش کئے گئے ہیں، ان پر بھی ایک نگاہ ڈال لی جائے ۔

اعتراض : مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ "اس اعتراض کے (کہ حضرات فقہاء کرامؒ کی عبارات میں دعا بعد الجنازہ کی ممانعت آئی ہے) دو جواب ہیں ۔ ایک اجمالی دوسرا تفصیلی ۔ اجمالی جواب تو یہ ہے کہ اس دعا سے ممانعت کی تین وجہیں ہیں ۔ اوّلاً یہ کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے ہو ۔ دوم یہ کہ دعائیں زیادہ لمبی نہ ہوں جس سے کہ دفن میں بہت زیادہ تاخیر ہو، اسی لئے نماز جمعہ کے انتظار میں دفن میں تاخیر کرنا منع ہے ۔ تیسرے یہ کہ اسی طرح صف بستہ بہیئتِ نماز کی جاوے کہ دیکھنے والا سمجھے کہ نماز ہو رہی ہے کہ یہ زیادتی کے مشابہ ہے ۔ لہٰذا اگر بعد سلام بیٹھ کر یا صفیں توڑ کر، تھوڑی دیر دعا کی جاوے تو بلا کراہت جائز ہے ۔ یہ وجوہ اس لئے نکالے گئے ہیں کہ فقہاء کی عبارتیں آپس میں متعارض نہ ہوں اور یہ اقوال احادیثِ مذکورہ اور صحابہ کرامؓ کے قول و عمل کے خلاف نہ ہوں ۔ تفصیلی جواب یہ ہے کہ عبارات میں سے جامع الرموز، ذخیرہ، محیط، کشف الغطاء کی عبارتوں میں تو دعا سے ممانعت ہے ہی نہیں ۔ بلکہ کھڑے ہو کر دعا کرنے سے منع فرمایا ہے، وہ ہم بھی منع کرتے ہیں

مرقات اور جامع الرموز میں یہ بھی ہے لانہ یشبہ الزیادۃ، یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔ یعنی اس دعا سے دھوکا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ زیادہ ہوگئی الخ (جاء الحق ص ۲۶۸)"

جواب : یہ جملہ اعتراضات یا بزعم خود جوابات مفتی احمد یار خان صاحب کی جہالت اور بے خبری کا نتیجہ ہیں اور کئی وجوہ سے یہ قابل التفات ہی نہیں ہیں :

اوّلاً اس لئے کہ اگرچہ حضرات فقہاء احناف اور شوافع کا اس میں اختلاف ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے قبل دعا کرنا درست ہے یا نہیں، حضرات احناف اس کے منکر اور حضرات شوافع اس کے قائل ہیں۔ مگر حضرات فقہاء کرام کی وہ عبارتیں جو ہم نے پیش کی ہیں (بلکہ وہ عبارتیں بھی جو مفتی احمد یار خان صاحب نے پیش کی ہیں بجز ایک عبارت کے) اُن کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے کے متعلق حضرات فقہاء کرام یہ فرما رہے ہیں۔ وہ تو اس امر کی صراحت کرتے ہیں کہ نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد دُعا نہ مانگی جائے۔ بعد صلوٰۃ الجنازۃ۔ اذا فرغ من الصلوٰۃ کی قید لگاتے ہیں۔ اس سے بھلا سلام سے قبل کی دُعا کیسے مُراد ہو سکتی ہے؟ اور بحر الرائق کی یہ عبارت تھی لا یدعوا بعد التسلیم، سلام پھیرنے کے بعد دُعا نہ کی جائے۔ الغرض حضرات فقہاء احناف کی ان عبارات کا مطلب یہ بیان کرنا کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے کے متعلق ہیں ان کی خالص تحریف ہے محض کچھ نہ کچھ لکھ دینے کا نام جواب نہیں ہوتا۔

وثانیاً کسی مستند اور معتبر فقیہ سے یہ ثابت نہیں کہ ممانعت لمبی لمبی دعائیں پڑھنے سے ہے، اور مختصر قسم کی دُعا جائز ہے۔ یہ مفتی صاحب کی خود تراشیدہ منطق ہے۔ حضرات فقہاء کرام تو لا یدعوا وغیرہ جملہ سے بالکل اس کی نفی کرتے ہیں۔ جملہ فعلیہ نکرہ کے معنی میں ہوتا ہے اور نکرہ جب سیاق نفی میں آئے تو اس سے عموم ہی مراد ہوتی ہے، اِلّا یہ کہ کوئی مخصص دلیل ہو اور یہاں کوئی مخصص دلیل موجود نہیں ہے۔ محض اختراعات سے تخصیص ہرگز نہیں ہو سکتی۔

وثالثاً مفتی صاحب اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ لا یقوم بالدعاء کا یہ معنی ہے کہ صف بستہ کھڑے ہو کر دُعا نہ کی جائے تاکہ دیکھنے والوں کو نماز کا شبہ نہ ہو، بلکہ صفوں کو توڑ

کر اور بیٹھ کر دُعا کی جائے جو جائز ہے۔ مگر اس پر غور نہیں کیا کہ یہاں صرف یقوم ہی نہیں بلکہ یقوم بالدّعاء ہے۔ معنی یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد وہ دُعا کو قائم نہ کرے اور دُعا کے لئے نہ ٹھہرے۔ بالفاظ دیگر دعا نہ مانگے۔ مفتی صاحب لغت کی کتابوں میں قام بامرٍ کذا کے معنی دیکھ لیں کہ کیا ہوتے ہیں تو سمجھ آجائے گی۔ خود انہی الفاظ سے بذل المجہود ص۳ میں قیام کا معنی ظاہر نہیں کیا ہے۔

ورابعاً اگر بالفرض لا یقوم بالدّعاء کا یہ مطلب لے لیا جائے کہ کھڑے ہو کر دُعا نہ کی جائے تو بحر الرائق کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا کہ لا یدعوا بعد التّسلیم (کہ سلام کے بعد دُعا نہ کرے) اس میں تو لا یقوم کا ذکر ہی نہیں۔ اور مجموعہ خانی کے یہ لفظ تھے "و دعا نخواند و فتویٰ بریں قول است"۔ ان میں تو مطلقاً دُعا کی نفی کی گئی ہے عام اس سے کہ کھڑے ہو کر کی جائے یا بیٹھ کر صف بستہ ہو یا صف توڑ کر۔ الغرض مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ ارشاد کہ دعا سے ممانعت ہی نہیں بلکہ کھڑے ہو کر دُعا سے منع فرمایا، سراسر باطل اور مردود ہے۔

وخامساً مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ ہم نے یہ وجہ اس لئے نکالے ہیں کہ فقہاء کرام کی عبارتیں آپس میں متعارض نہ ہوں اور یہ احادیث مذکورہ اور صحابہ کرام کے قول و عمل کے مخالف نہ ہوں ایک خیالی اور ہوائی قلعہ ہے جس میں مفتی صاحب پناہ گزیں ہیں۔ حضرات فقہاء کرام کی عبارتیں آپس میں جب متعارض ہی نہیں تو پھر بلا وجہ یہ وجہ نکالنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور جب کسی صحیح حدیث سے اور کسی صحابی کے قول و عمل سے جنازہ کے بعد دُعا کا ثبوت ہی نہیں تو ان کی مخالفت کا کیا مطلب! یہاں تو مخالفت کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وسادساً مفتی صاحب یہاں تو لکھتے ہیں کہ کھڑے ہو کر دُعا کرنے سے ہم بھی منع کرتے ہیں مگر ص۲۶۳ میں حضرت ابن اوفیٰ کی روایت یوں نقل کرتے ہیں کہ :

"کھڑے ہو کر دعا کی اور فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا۔"

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر دُعا کی ہے تو مفتی صاحب کو اس سے منع کرنے کا حق کس نے دیا ہے؟ یہ یاد رہے کہ مفتی صاحب اصل بات ہی نہیں سمجھے حضرت عبد اللہ بن

ابی اوفیؓ کی روایت سے، باوجود ضعیف ہونے کے کیونکہ اس کی سند میں ابراہیم ہجری نہایت ضعیف اور کمزور راوی ہے، جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے قبل انہوں نے دُعا مانگی، جس پر حضرات شوافعؒ کا عمل ہے۔ امام بیہقیؒ نے باب قائم کر کے یہ ثابت کیا ہے (سُنن الکبریٰ ج۴ ص۴۲) اور ان کی یہ روایت مسند احمد ج۴ ص۳۵۶ میں بھی موجود ہے۔ لیکن یہاں جو بحث ہے وہ یہ ہے، کہ نماز جنازہ سے فراغت کے بعد قبل از دفن دعا۔ مکروہ نہیں ہے اور مفتی صاحب اس کے اثبات سے قاصر ہیں۔

مفتی احمد یار خان صاحب کی بدحواسی مفتی صاحب نے جاء الحق ص۲۶۷ میں جامع الرموز کا تین مرتبہ حوالہ دیا ہے۔ ان کے قائم کردہ نمبروں کے لحاظ سے ع۱ و ع۲ و ع۳، حالانکہ ع۱ کی عبارت تو جامع الرموز ج۱ ص۱۲۵ کی ہے اور ع۲ و ع۳ کی عبارت ہی جامع الرموز کی نہیں ہے۔ خدا جانے انہوں نے کس رسالہ یا اخبار سے بدحواسی میں یہ نقل کر دیا ہے۔ کیا خوب تحقیق ہے۔ ٹائیٹل پر انہوں نے لکھا ہے کہ ان کی اس کتاب میں ــــ "عام مختلف فیہ مسائل کا نہایت محققانہ مدلل فیصلہ کر دیا گیا ہے" ــــ سُبحان اللہ تعالیٰ، یہ ہیں مفتی صاحب کی تحقیق انیق کے چند نمونے۔

مفتی احمد یار خان صاحب کے دُعا بعد الجنازہ کے اثبات کے دلائل اور اُن کے جوابات

مفتی صاحب لکھتے ہیں: مشکوٰۃ باب صلوٰۃ الجنازہ فصل ثانی میں ہے اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء (جب تم میت پر نماز پڑھ لو تو اس کے لئے خالص دُعا مانگو) ف سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد فوراً دُعا کی جاوے بلا تاخیر۔ جو لوگ اس کے معنی کرتے ہیں کہ نماز میں اس کے لئے دُعا مانگو وہ ف کے معنی سے غفلت کرتے ہیں۔ صلیتم شرط ہے ماضی اور فاخلصوا ہے جزاء۔ شرط اور جزا میں تغایر چاہیئے نہ یہ کہ اُس میں داخل ہو۔ پھر صلیتم ہے ماضی اور فاخلصوا ہے امر جس سے معلوم ہوا کہ دُعا کا حکم نماز پڑھ چکنے کے بعد ہے جیسے فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا میں کھا کر جانے کا حکم ہے نہ کہ کھانے کے درمیان، اور إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ میں نماز کے لئے اٹھنا مراد ہے نہ کہ نماز کا قیام جیسا کہ إِلَى سے معلوم ہوا، لہٰذا یہاں بھی وضو ارادۂ نماز کے بعد ہی ہوا، اور ف سے تاخیر ہی معلوم ہوئی حقیقی معنی

کو چھوڑ کر بلا قرینہ مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں۔ (جاء الحق ص۲۶۲)

جواب: مفتی صاحب نے حدیث کا جو یہ معنی کیا ہے کہ جب تم میت پر نماز پڑھ لو تو اس کے لئے خالص دُعا مانگو، خیالی ہی سب اس میں ہے ؎ سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جا است۔

اولاً اس لئے کہ یہ معنی اس حدیث کے رُوح کے خلاف ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تو یہ تعلیم دینا چاہتے ہیں کہ میت پر جب تم نماز جنازہ پڑھو تو اس میں نہایت اخلاص سے دعا کرو۔ یہ مطلب تو نہیں کہ نماز جنازہ تو بغیر اخلاص کے پڑھ لو اور اس کے بعد اخلاص سے دُعا کرو۔ علاوہ ازیں المدونۃ الکبریٰ ج۱ ص۱۷۴ میں ہے: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قال فی الصلوٰۃ علی المیت اخلصوہ بالدعاء اس میں صراحت ہے کہ اخلاص فی الدعاء نماز کے اندر مطلوب ہے۔ ثانیاً: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے یہ واضح کر دیا ہے کہ یہ اخلاص نمازِ جنازہ کے اندر ہی ہونا چاہیئے۔ آپ ایسے پُرخلوص دل اور رقت آمیز الفاظ سے جنازہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے کہ زندہ صحابی یہ آرزو کیا کرتے تھے کہ کاش یہ جنازہ ہمارا ہوتا۔ دیکھئے حضرت عوف بن مالکؓ (وغیرہ) کی روایت مسلم ج۱ ص۳۱۱ اور مشکوٰۃ ج۱ ص۱۴۵ وغیرہ میں ہے اور سنن الکبریٰ ج۴ ص۳۹ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے نماز جنازہ کا طریقہ بتایا جس میں یہ بھی فرمایا کہ درود شریف پڑھنے کے بعد اخلاص کے ساتھ میت کے لیے دُعا کرے۔ (ثم یسلم سرًّا فی نفسہ) پھر آہستہ دل میں سلام کہے اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ یہ اخلاص فی الدعاء سلام پھیرنے سے پہلے ہے۔

ثالثاً اگر اس روایت کا یہی معنی ہوتا جو مفتی صاحب نے کیا ہے تو جنازہ کے بعد کی دُعا کو حضرات فقہاء کرامؒ اور خصوصاً فقہاء احنافؒ خلافِ مسنون اور مکروہ کیوں کہتے ہیں؟ کیا حضرات فقہاء کرامؒ سے یہ جسارت ہو سکتی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے فعل اور قول کو بھی خلافِ سنت اور مکروہ کہہ دیں؟

ورابعاً باوجودیکہ یہ حدیث حضرات فقہاء کرامؒ کے پیش نظر ہے، مگر وہ پھر بھی جنازہ کے بعد دُعا کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اگر اس حدیث کا وہی مطلب ہوتا جو مفتی صاحب اور ان کی بدعت پسند پارٹی نے گھڑا ہے تو حضرات فقہاء کرامؒ کیوں "لا یدعوا" اور "دعا نخواند" سے اس کو منع کرتے۔ وہی حضرت ملا علی القاریؒ (وغیرہ) جب اس حدیث کی شرح کرتے ہیں تو ان کو مفتی صاحب کا یہ معنی سمجھ نہیں آتا۔

اور جب اُس کے صرف ایک صفحہ بعد حضرت مالکؓ بن ہبیرہ کی حدیث کی شرح کرتے ہیں تو صاف لکھتے ہیں کہ "جنازہ کی نماز کے بعد میت کے لئے دُعا نہ مانگے کیونکہ یہ نمازِ جنازہ کے اندر زیادت کے مشابہ ہے" (مرقات ج ۲ صلا۲۱۹) الغرض کوئی اندرونی اور بیرونی قرینہ ایسا نہیں ہے جس کے تحت اس حدیث کا وہ مطلب صحیح ہو جو مفتی صاحب نے کیا ہے۔

رہا مفتی صاحب کا یہ ارشاد کہ شرط اور جزا میں تغایر ہونا چاہیئے تو یہ مسلّم ہے مگر یہ تغایر کبھی ذات اور ذات کا ہوتا ہے جیسے فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا میں کھانا الگ ایک حقیقت ہے اور انتشار الگ۔ اور کبھی یہ تغایر جزو و کُل کا ہوتا ہے جیسے وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مطلق قرآن کا پڑھنا کُل ہے اور صرف اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کا پڑھنا جزو ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الخ قرآن کریم کے بالکل مغایر ہے۔ اسی طرح کبھی یہ تغایر اطلاق و تقیید کا ہوتا ہے جیسے اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ میں جملہ شرطیہ کے اندر جو سوال ہے وہ مطلق ہے۔ اور جملہ جزائیہ میں جو سوال ہے وہ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ کے ساتھ مقید ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جملہ شرطیہ میں جو سوال ہے وہ اُس سوال کے بالکل متغایر ہے جو جملہ جزائیہ میں ہے جیسا کہ کسی بھی اہلِ علم پر یہ مخفی نہیں ہے، اسی طرح سمجھنا چاہیئے کہ مطلق نمازِ جنازہ (جس میں ثناء اور درُود شریف وغیرہ کا پڑھنا اور باوضو ہو کر قبلہ رُخ ہو کر قیام کرنا وغیرہ بھی کچھ ہے) کُل ہے اور میت کے لئے دعا جزو ہے اور شرط و جزا کے لئے اتنا تغایر کافی ہے۔ اور اگر مفتی صاحب اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ (الآية) اور اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ (الآية) اور اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ (الآية) وغیرہ میں ارادہ وغیرہ مقدر تسلیم کرتے ہیں تو وہ فرمائیں کہ اذا صلیتم علی المیت (الحدیث) میں اس ارادہ کے نکالنے سے کیا چیز مانع ہے؟ وجہ فرق بیّن ہونی چاہیئے۔ الغرض یہ مفتی صاحب کی صواب دید پر موقوف ہے کہ اگر وہ ان آیات میں کوئی مقدر نکالتے ہیں تو حدیث میں بھی تسلیم کرلیں یا جزو و کُل وغیرہ کا تغایر مانتے ہیں تو وہ مان لیں۔ یہ اُن کی مرضی ہے۔ باقی حرف اِلٰی نماز کے قیام کے لئے بھی آیا ہے سینکڑوں حدیثیں اس پر پیش کی جاسکتی ہیں مگر بخوفِ طوالت ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ رہا مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ فَ سے تاخیر ہی معلوم ہوئی،

حقیقی معنٰی کو چھوڑ کر بلا قرینہ مجازی معنٰی مراد لینا جائز نہیں، تو اُن کا یہ کہنا اُصول سے بے خبری پر مبنی ہے۔

اوّلاً اس لئے کہ جیسے تاخیر و تعقیب زمانی ہوتی ہے ایسے ہی مرتبی بھی ہوتی ہے، اور جزا کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ زمانہ کے لحاظ سے مشروط سے متاخر ہو، بلکہ بسا اوقات جزا۔ شرط کیلئے علت ہوتی ہے اور علت کا معلول پر مقدم ہونا ایک بیّن امر ہے۔ علماءِ اصول نے اس کی تصریح کی ہے کہ:

اذا الجزاء قد تكون علة للشرط كان وجد النهار فالشمس طالعة۔ (شرح تلویح ص۲۴۱)

کبھی جزاء شرط کے لئے علت ہوتی ہے جیسے کہ یہ مثال (اِنْ وجد النهار فالشمس طالعة) کہ اگر دن موجود ہے تو اس سے کہ سورج نکل چکا ہے۔

ثانیاً اس لئے کہ میت کے لئے نمازِ جنازہ میں جو دُعا کی جاتی ہے تو وہ ثناء اور درُود شریف کے بعد کی جاتی ہے اور اس میں جملہ جزائیہ کی جملہ شرطیہ سے زمانی تاخیر بھی متحقق ہے۔ اور علماء نے تصریح کی ہے:-

التراخي بزمان وان قلّ (حاشیہ تلویح ص۲۴۱)

کہ تراخی بہت قلیل زمانہ سے بھی متحقق ہو جاتی ہے۔

ثالثاً اس میں حقیقی معنٰی کسی نے ترک ہی نہیں کیا تاکہ ان پر یہ الزام صحیح ہو کہ بلا قرینہ مجازی معنٰی مراد لینا جائز نہیں۔ علاوہ بریں اگر مفتی صاحب وغیرہ کے پاس ارادہ وغیرہ نکالنے کے لئے کوئی قرینہ اور منطق موجود ہے تو شاید کسی اور کے پاس بھی کوئی ایسا ہی حربہ موجود ہو کیونکہ ع

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سُنو

رابعاً کیا مفتی صاحب لوگوں کو یہ فتویٰ دیا کرتے ہیں کہ وہ قرآن مجید پڑھ لینے کے بعد اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الخ پڑھا کریں۔ اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ (الآية) میں بھی فَ ہے جس سے بقول مفتی صاحب تاخیر ہی معلوم ہوئی۔ پھر حقیقی معنٰی کیوں چھوڑا جائے؟ اسی طرح اور بہت سی آیات میں ایسا ہی کرنا پڑے گا۔ غرضیکہ کوئی صحیح عقلی اور نقلی دلیل ایسی موجود نہیں ہے جس سے اذا صلیتم علی المیت (الحدیث) سے یہ ثابت کیا جاسکے کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا ہونی چاہیئے اور اس سے اس کا ثبوت مل سکتا ہے۔

فریقِ مخالف کا استدلال اور اس کا حشر

مفتی احمد یار خان صاحب منتخب کنز العمال کے

حوالہ سے اور مولوی محمد عمر صاحب بیہقی اور فتح ربانی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی بن ابی اوفی رضی نے اپنی لڑکی کا جنازہ پڑھا اور چوتھی تکبیر کے بعد دُعا کی، اور فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے (جاء الحق ص۲۶۳ اور مقیاس حنفیت ص۵۲۶ محصلہ)

الجواب: اس روایت سے استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ اس کی سند میں ابراہیم ہجری واقع ہے (دیکھئے جاء الحق وغیرہ) اور حضرات محدثین کرامؒ اس کی روایت کو نہایت ہی ضعیف سمجھتے ہیں۔ امام ابن معینؒ کہتے ہیں۔ اس کی حدیث محض ہیچ ہے۔ امام ابوزرعہؒ کہتے ہیں: وہ ضعیف ہے۔ امام ابوحاتمؒ اس کو ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ اور امام نسائیؒ اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں حدیث میں ضعیف ہے۔ امام ابو احمد الحاکمؒ کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک وہ حدیث میں ضعیف ہے۔ علامہ ابن عدیؒ کہتے ہیں، اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ علامہ ابن سعدؒ، امام سعدیؒ اور امام حبانؒ وغیرہ اس کو ضعیف کہتے ہیں (دیکھئے تہذیب التہذیب ج۱ ص۱۶۵) لہٰذا یہ روایت سرے سے قابلِ التفات ہی نہیں ہے۔

وثانیاً یہ دُعا نمازِ جنازہ کے ختم ہونے کے بعد کی دُعا نہیں ہے، جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ نے لکھا ہے کہ ــــ پھر نمازِ جنازہ ختم کرنے کے بعد آپ وہیں کھڑے رہے، اندازہ دو تکبیروں کے مابین کا دُعا فرماتے رہے (مقیاس ص۵۲۶) بلکہ یہ دُعا چوتھی تکبیر اور سلام پھیرنے کے درمیان کی دُعا ہے جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا اور حضرات شوافعؒ کا اس پر عمل ہے۔ اور حضرات احنافؒ چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے قبل دُعا کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ:

وفی روایة کبر اربعا فمکث ساعةً حتی ظننت انه سیکبر خمسا ثم سلم عن یمینه وعن شماله الخ (ریاض الصالحین ص۳۶۹ وکتاب الاذکار ص۱۲۵)

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی بن ابی اوفی نے چار تکبیریں کہیں اور ایک ساعت ٹھہرے رہے۔ حتیٰ کہ ہم نے یہ خیال کیا کہ وہ پانچویں تکبیر بھی کہیں گے، مگر پھر انہوں نے دائیں اور بائیں سلام پھیر دیا۔

حضرت امام بیہقیؒ اس روایت پر یوں باب قائم کرتے ہیں کہ:

باب ما ورد فی الاستغفار للمیت والدعاء له ما بین التکبیرة الرابعة والسلام (سنن الکبریٰ ج۴ ص۴۳)

وہ باب جس میں اس کا ذکر ہوگا کہ میت کے لئے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا اور استغفار کرنا چاہئے۔

اس روایت سے نمازِ جنازہ سے فارغ ہو چکنے کے بعد کی دُعا ثابت کرنا جہالت یا خیانت ہے۔ مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ بیہقی میں ہے کہ حضرت علی رضی نے ایک جنازے پر نماز کے بعد دُعا مانگی (جاء الحق ص۲۶۳)۔ مگر یہ بھی مفتی صاحب کی کوتاہ فہمی کا ایک کرشمہ ہے ورنہ بیہقیؒ کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی نے ایک جنازہ پڑھایا اور چند حضرات نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

فقالوا یا امیر المؤمنین لم نشهد الصلوٰة علیه فصلی بهم فکان امامهم قرظة رضی بن کعب۔ (سنن الکبریٰ ج۴ ص۴۵)

انہوں نے کہا، اے امیر المؤمنین رضی! ہم اس کے جنازے میں شریک نہیں ہو سکے تو انہوں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ ان کے امام قرظہ رضی بن کعب تھے۔

اور دوسری روایت میں یہ آتا ہے کہ:

فجاء قرظة رضی بن کعب واصحابه بعد الدفن فامرهم ان یصلوا علیه (سنن الکبریٰ ج۴ ص۴۵)

قرظہ رضی بن کعب اور اُن کے ساتھی دفن کے بعد آئے اور انہوں نے ان کو صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا۔

اس روایت سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ دوبارہ جنازہ پڑھنا یا دفن کے بعد جنازہ پڑھنا ہے۔ اس مقام پر اس کا جھگڑا نہیں ہے۔ اس روایت سے دُعا بعد الجنازہ کا اثبات بالکل بے بنیاد امر ہے اسی طرح مفتی احمد یار خان صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ رضی بن رواحہ کا (غائبانہ) جنازہ پڑھا اور پھر دُعا کی (محصلہ جاء الحق ص۲۶۲) بالکل بے اصل اور بے حقیقت بات ہے۔ حضرت اصحمہ نجاشی رضی کے بغیر غائبانہ جنازہ پڑھنا سرے سے ثابت ہی نہیں۔ اگر کسی میں ہمت ہے تو کسی صحیح اور متصل سند کے ساتھ پیش کر دے۔ دیدہ باید۔ جب اصل نمازِ جنازہ ہی ثابت نہیں تو دُعا بعد الجنازہ کا کیا مطلب؟ اسی طرح مبسوط کے حوالہ سے حضرت ابنِ عمر رضی، حضرت ابنِ عباس رضی اور حضرت ابنِ سلام رضی سے یہ ثابت کرنا کہ ان حضرات نے دعا بعد نماز جنازہ

کی قلتِ فہم یا عدمِ تدبر کا حیرت ناک مظاہرہ ہے (دیکھئے مبسوط ج۲ ص۶۷ وغیرہ)۔ رہا یہ قصہ کہ حضرت عبداللہ بن سلام ایک جنازہ پر نماز کے بعد پہنچے اور فرمایا کہ:

ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاءِ۔ (مبسوط جلد۲ ص۶۷)

(ترجمہ مفتی احمد یار خان صاحب کا ہے) اگر تم نے مجھ سے پہلے نماز پڑھ لی تو دعا میں مجھ سے آگے نہ بڑھو۔ یعنی آؤ میرے ساتھ مل کر دعا کرلو۔

تو اس سے استدلال بھی باطل ہے اس لئے کہ اس میں کوئی جملہ ایسا نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو کہ آؤ میرے ساتھ مل کر دعا کرلو۔ یہ مفتی صاحب کی ذاتی اور خانہ زاد اختراع ہے جو ہرگز قابلِ التفات نہیں ہے۔ یہ دعا کب ہوئی؟ دفن سے قبل یا بعد؟ قبرستان میں یا مسجد یا گھر میں؟ اس روایت میں اس کی کوئی تعیین نہیں ہے۔ پھر اس کی بھی کوئی تعیین نہیں ہے کہ اس میں سبقتِ زمانی ہے یا کیفی اور کمی؟ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگرچہ میں نمازِ جنازہ میں شریک نہیں ہو سکا مگر میں کثرت سے ایسی پُراز اخلاص دعا کروں گا کہ اس کی تلافی ہو جائے گی اور اس میں تم مجھ سے ہرگز سبقت نہیں لے جا سکتے۔

نوٹ: دفن کے بعد قبر کے سرہانے اور اس کی پائنتی میں سورۃ بقرہ کا ابتدائی اور آخری حصہ پڑھنا جائز ہے، اور صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح تسبیح و تہلیل اور تثبت وغیرہ کی دعا احادیث سے ثابت ہے۔ یہ چیز محلِ نزاع سے بالکل خارج ہے۔ اسی طرح مطلق دعا بھی منع نہیں جب کسی کا جی چاہے کرے۔ ہاں البتہ نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا درست نہیں ہے، جیسا کہ باحوالہ عرض کیا گیا ہے۔ اور مفتی احمد یار خان صاحب کشف الغطاء کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ "قائم نشود بعد از نماز برائے دعا" (جاء الحق ص۲۶۱)۔ رہا مفتی احمد یار خان صاحب کا اس پر بزعمِ خود عقلی دلائل پیش کرنا، تو بیکار ہے۔ اولاً[1] اس لئے کہ دین کا ہر معاملہ عقل سے ثابت نہیں ہوتا۔ ابوداؤد ج۱ ص۲۲ میں حضرت علیؓ کی مسح والی روایت ملاحظہ کیجئے۔ وثانیاً[2] عقل سے بھی ہر عقل مراد نہیں ہوتی۔ ہماری عقل کیا اور ہم کیا؟ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔ وثالثاً[3] الدعاء مخ العبادۃ وغیرہ روایات سے دعا بعد الجنازہ ثابت کرنا، اپنی رائے کو شریعت میں دخل دینا ہے۔ گذر چکا ہے کہ امورِ عامہ سے احکامِ خاصہ

کا اثبات نہیں ہو سکتا۔ ورابعاً[4] اگر واقعی ان روایات سے یہ دعا ثابت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ وغیرہم سے اس کا ثبوت ہوتا، اور حضرات فقہاء احنافؒ اس کو مکروہ نہ کہتے۔

جنازہ کے ساتھ ساتھ ذکر کرنا اور قرآن کریم وغیرہ پڑھنا حدیث شریف اور فقہ حنفی کے پیشِ نظر اس کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی کہ جنازہ کے ساتھ اجتماعی طور پر ذکر کیا جائے اور خاص طور پر جہر کے ساتھ۔ چنانچہ حافظ ابنِ کثیرؒ بحوالہ طبرانی حضرت زید بن ارقمؓ (المتوفی ۶۶ھ) سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

ان اللہ یحب الصمت عند ثلاث عند تلاوۃ القرآن وعند الزحف، وعند الجنازۃ۔ (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۲۱۹)

اللہ تعالیٰ تین موقعوں پر خاموشی کو پسند کرتا ہے قرآن کریم کی تلاوت کے وقت، میدانِ جنگ میں اور جنازہ کے ساتھ۔

حضرت امام محمدؒ اور علامہ ابن نجیمؒ، حضرت قیس بن عبادؒ (المتوفی ۸۰ھ) سے روایت نقل کرتے ہیں کہ:

قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرھون الصوت عند ثلاث الجنائز[1]، والقتال[2] والذکر[3]۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ کرامؓ تین مواقع پر آواز بلند کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ جنازہ[1] کے ساتھ، لڑائی[2] میں اور ذکر[3] کے وقت۔

(السیر الکبیر للامام محمد مع شرح السرخسی ج۱ ص۸۹ وبحر الرائق ج۵ ص۷۶ وراجع مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ ص۵۳۰ وج۱۲ ص۴۶۳)

بلکہ حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود تین مقامات پر آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ قراءۃ[1] قرآن، جنازہ[2] اور لڑائی[3] کے وقت۔ (السیر الکبیر ج۱ ص۸۹)

یہ روایتیں اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ مکروہ سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی اس وقت خاموشی کو پسند کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہاء احنافؒ نے یہ مسئلہ پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ لکھا ہے

کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا، قرآن کریم پڑھنا اور اسی طرح کل حی یموت (کہ ہر زندہ مرنے والا ہے) وغیرہ پڑھنا مکروہ اور بدعت ہے، اور کراہت بھی اس میں تنزیہی نہیں بلکہ تحریمی ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے:

وعلی متبعی الجنازۃ الصمت ویکرہ لھم رفع الصوت بالذکر وقرأۃ القرآن۔ (کذا فی شرح الطحاوی وعالمگیری مصری ج۱ ص۱۶۲)

کہ جو لوگ جنازہ کے ساتھ جانے والے ہوں ان پر لازم ہے کہ وہ خاموش رہیں اور ان کے لئے بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔

امام سراج الدین اودیؒ لکھتے ہیں:

رفع الصوت بالذکر وقرأۃ القرآن وقولھم کل حی یموت ونحو ذٰلک خلف الجنازۃ بدعۃ (سراجیہ ص۲۳ طبع نول کشور)

کہ جنازہ کے پیچھے بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن کریم پڑھنا اور یہ کہنا کہ ہر زندہ مرے گا، بدعت ہے۔

اور اسی کے قریب قریب عبارت ہے درمختار کی (دیکھئے کتاب الجنائز)

اور علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں کہ:

وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت ویکرہ رفع الصوت بالذکر وقرأۃ القرآن وغیرھما فی الجنازۃ والکراھۃ فیھا کراھۃ تحریم۔ (بحر الرائق ج۲ ص۱۹۹ مصری)

اور مناسب ہے کہ جو لوگ جنازہ کے ساتھ جائیں وہ طویل خاموشی اختیار کریں اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن کریم پڑھنا، اور اسی طرح کچھ اور پڑھنا مکروہ ہے، اور کراہت بھی اس میں تحریمی ہے۔

یہ تمام عبارتیں ذمہ دار حضرات فقہاء احناف کی ہیں جو اپنے مفہوم میں بالکل صاف ہیں کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا، قرآن کریم پڑھنا، کل حی یموت پڑھنا اور اسی طرح کچھ اور پڑھنا بدعت اور مکروہ تحریمی ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب کی سینہ زوری ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں کہ بعض فقہاء نے میت کے ساتھ ذکر بالجہر کو مکروہ فرمایا، اُن کی مراد مکروہ تنزیہی ہے۔" (جاء الحق ص۳۹۱)

ہاں اگر کوئی شخص اپنے دل میں آہستہ ذکر کرے تو اُس کیلئے گنجائش ہے چنانچہ امام قاضی خان لکھتے ہیں:

ویکرہ رفع الصوت بالذکر فان اراد ان یذکر اللہ یذکر فی نفسہ۔ (قاضی خان ج۱ ص۹۱ طبع نولکشور)

اور مکروہ ہے کہ (جنازہ کے ساتھ) بلند آواز سے ذکر کیا جائے۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنے دل میں ذکر کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ آہستہ دل میں ذکر کر سکتا ہے۔

آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرات فقہاء احنافؒ جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کو مکروہ (تحریمی) اور بدعت کہتے ہوئے اس سے منع کرتے ہیں۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب بزعم خویش کئی آیات سے یہ ثابت کرتے ہیں اور پھر یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں:

"جنازہ کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھنا" اور پھر جامع الصغیر سیوطیؒ، کنوز الحقائق مناویؒ، اور کنز العمال سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ جنازہ میں زیادہ پڑھا کرو ــــ اور دوسری روایت یوں نقل کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے موتٰی کے لئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا سامان تیار کرو ــــ تو ان مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ جنازہ کے ساتھ کلمے کا ذکر ثواب ہے اور میت کو مفید ہے۔ اور اس زمانہ میں ذکر جہری بالمیت کرنا اہل سنت کیلئے ضروری ہے کیونکہ مسلمانوں کو وہابی اور سنی کے جنازے کا علم ہو جاتا ہے۔ (مقیاس الحنفیت ص۵۸۴)

سبحان اللہ تعالیٰ! یہ ہیں مولوی محمد عمر صاحب کے جنازہ کے ساتھ ساتھ ذکر کرنے کے اثبات کے دلائل، کہ قرآن کریم میں جہاں بھی ذکر کا تذکرہ اور اس کی فضیلت آئی ہے اس سے جنازہ کے ساتھ ذکر کرنا بھی ثابت ہو گیا۔

پہلے یہ باحوالہ درج کر دیا گیا ہے کہ احکام عامہ سے امور خاصہ کا اثبات درست نہیں ہوتا۔ یہی قرآن کریم کی آیات جن سے مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک جنازہ کے ساتھ ساتھ کلمہ طیبہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے، حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرات فقہاء احنافؒ کے سامنے بھی تھیں مگر اُن کو یہ مبارک اجتہاد نہ سوجھا۔ یہ مولوی محمد عمر صاحب کی خوش قسمتی ہے کہ اُن کو قرآن کی ایک آیت ہی سے نہیں بلکہ کئی آیات سے یہ مسئلہ معلوم ہو گیا۔ باقی جو حدیث پیش کی ہے اس سے استدلال بھی ناکافی ہے اسلئے

کہ جھگڑا اس میں ہے کہ جو آدمی خلف الجنازہ یا متبعی الجنازہ (کہ جنازہ کے پیچھے جا رہے ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ چل رہے ہوں) کی فہرست میں شامل ہو، اس کے لئے جہر سے ذکر کرنا یا قرآن کریم وغیرہ پڑھنا کیسا ہے؟ ہم نے حضرات فقہاء کرامؒ کی عبارتیں بتلائی ہیں، وہ اپنے مفہوم میں نص صریح ہیں اور مولوی محمد عمر صاحب کی پیش کردہ یہ روایتیں خلف الجنازہ یا متبعی الجنازہ کے مفہوم کے بیان سے قاصر ہیں۔ ان روایات کا صحیح مطلب ہے کہ وفات کے وقت ان کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرو جیسا کہ سنت سے ثابت ہے۔ اور ملاؤں میں تلقین شہادتین کا مسئلہ معمول بہا ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب کی انوکھی دلیل

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ وہابی — فقہاء نے ذکر بالجہر فی الجنازہ مکروہ لکھا ہے (محمد عمر)۔ بحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۱ میں مذکور ہے کہ ولا بأس بمرثیۃ المیت شعرًا۔ میت کا شعروں میں مرثیہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ تم اپنے جنازہ کے ساتھ فقہاء کی اتباع میں مرثیہ خوانی کر لیا کرو، ہم ذکر کلمہ کر لیا کریں گے۔ (مقیاس حنفیت ص ۵۸۵)

جواب: مولوی محمد عمر صاحب کا تقریر و تحریر میں یہی وطیرہ ہے کہ وہ خاموش نہیں رہ سکتے۔ ان کے نزدیک کچھ نہ کچھ کہہ دینا یا لکھ دینا ہی جواب تصور ہوتا ہے عام اس سے کہ وہ حقیقت اور نفس الامر میں جواب ہو یا نہ ہو۔ صاحب بحر الرائق تو یہ فرماتے ہیں کہ شعروں کے اندر میت کا مرثیہ پڑھنا جائز ہے یعنی مردہ کے دنیا سے چلے جانے پر افسوس اور صدمہ کا ذکر اور مردہ کے کمالات اور خوبیوں کا تذکرہ درست ہے۔ یہ انہوں نے کب اور کہاں کہا ہے کہ جنازہ کے ساتھ ساتھ مرثیہ پڑھا کرو۔ جھگڑا تو جنازہ کے ساتھ ساتھ پڑھنے کا ہے اور یہ حوالہ اس کا ہرگز جواب نہیں ہے۔ یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب کا طرز استدلال اور اس کا پس منظر۔

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں۔ ابن عدیؒ نے کامل میں اور امام زیلعیؒ نے نصب الرایہ تخریج احادیث الہدایہ جلد دوم ص ۲۹۲ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل میں لکھا ہے عن ابن عمرؓ قال لم یکن یُسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یمشی خلف الجنازۃ الا قول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مبدیا و راجعا اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو پھر بھی فضائل اعمال میں معتبر ہے۔ انتہی (جاء الحق ص ۳۸۶)

جواب: مفتی صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ ضعیف حدیث فضائل اعمال میں معتبر ہے۔ اس کی تحقیق اپنے مقام پر آئے گی (انشاء اللہ تعالیٰ) کہ فضائل اعمال میں کیسی ضعیف حدیث معتبر ہوتی ہے؟ لیکن یہ تو ضعیف بھی نہیں۔ اس میں غیرے ایک راوی ہے جس کا نام ابراہیم بن ابی حمید ہے۔ امام ابو عروبہؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ کان یضع الحدیث (لسان المیزان ج ۱ ص ۲۸) کہ وہ جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ موضوع اور جعلی حدیثوں سے بھی مفتی احمد یار خان صاحب فضائل اعمال ثابت کرتے ہیں رہا مفتی احمد یار خان صاحب کا امام شعرانیؒ، شیخ عبد الغنی نابلسی اور شیخ عثمان بحیرمیؒ وغیرہ سے جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کے جواز کے حوالجات نقل کرنا، تو اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ یہ صوفیوں کا گروہ ہے اور حل و حرمت میں ان کی بات ہرگز حجت نہیں ہوتی (میدان فتویٰ میں حضرات فقہاء کرامؒ کی بات معتبر ہوتی ہے نہ کہ حضرات صوفیاءؒ کی) اس کا مختصر جواب مفتی صاحب کی زبانی سن لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں "ابن حجرؒ شافعی ہیں تو احناف کے مقابل شوافع کے فتوے پر عمل ہوگا؟ ہرگز نہیں"۔ (بلفظہ جاء الحق ص ۳۲۷ ومثلہ فی ص ۲۰۱)۔ ہم بھی کہہ دیں گے کہ حضرات احنافؒ کے مقابل حضرت امام شعرانیؒ وغیرہ شوافع کی بات پر ہرگز عمل نہ ہوگا، کیونکہ حضرات فقہاء احنافؒ کی صریح عبارات سے اس کی ممانعت ثابت ہے۔ جیسا کہ باحوالہ یہ بات بیان کر دی گئی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین —

خسرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

دامادِ علی رضی اللہ عنہ

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

مصنف

فاتح رافضیت، قاطع خارجیت، وکیل اصحاب رسول وسفیر اہلبیت رسول

مناظرِ اعظم علامہ محمد رمضان صاحب حسن عسکری،

رئیس مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم عثمانیہ احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور

جسمیں کتب معتبرہ شیعہ و سُنی ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت اُمّ کلثوم بنت فاطمہ بنت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا

شائع کردہ: دارالتصنیف والاشاعت احمد پور شرقیہ بہاولپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذان کے ساتھ

بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا بدعت ہے

فقہاء احناف اہل السنۃ والجماعۃ کا فیصلہ

اذان کے ساتھ بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی بدعت

یہ ایک بین حقیقت ہے کہ اذان سے قبل یا اذان کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا رواج نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا اور نہ خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں تھا۔ اور نہ خیر القرون میں کوئی شخص اس بدعت سے واقف تھا اور نہ اس کا فتویٰ دیا اور نہ آئمہ اربعہؒ میں سے کسی بزرگ نے یہ کارروائی کی بلکہ تقریباً ۷۹۰ھ تک کسی بھی مقام پر یہ بدعت رائج نہ تھی۔ اس بدعت کی ابتداء کب ہوئی۔ اور کس نے کی؟ اس میں قدرے اختلاف ہے لیکن قدرے مشترک یہ ہے کہ اس کی ابتداء مصر میں ۷۹۱ ہجری میں ہوئی۔ اور اس وقت رافضیوں کی حکومت تھی۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء سیوطیؒ صـ۴۹۸ درمختار جلد نمبر ۱ صـ۶۴ اور طحطاوی علی مراقی الفلاحؒ صـ۱۱۴ میں اس کی تصریح ہے کہ اس کی ایجاد ۷۹۱ھ کو ہوئی۔ اور درمختار میں ۷۸۱ھ میں لکھا ہے۔

اصل واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک جاہل صوفی نے یہ طریقہ خواب میں دیکھا (حالانکہ مدار شریعت خوابوں پر نہیں ہے اور نہ وہ شرعاً حجت ہیں) تو مصر کے ایک ظالم اور راشی حاکم کے سامنے پیش کیا اُس نے قانوناً یہ بدعت جاری کر دی چنانچہ علامہ مقریزیؒ فرماتے ہیں کہ

فمضی الی محتسب القاھرۃ	وہ جاہل صوفی قاہرہ کے محتسب کے
وھو یومئذٍ نجم الدین محمد	پاس گیا اس وقت نجم الدین محمد

الطنبدی وکان شیخا جھولا	الطنبدی تھا جو ایک جاہل شیخ تھا
سیٔ السیرۃ فی الحسبۃ	قضا اور محاسبہ میں بد اخلاق تھا۔
والقضاء متھافتا علی الدرھم	ایک ایک درہم پر جان دیتا تھا اور
ولو قادہ الی البلاء لا یحتشم	کینگی اور بے حیائی کا پتلہ تھا حرام
من اخذ البرطیل والرشوۃ	اور رشوت لینے سے دریغ نہیں کرتا
ولا یراعی فی مومن الاً ولا	تھا۔ اور کسی مومن کی قرابت اور
ذمۃ قد جرئ علی الاثام و	ذمہ کا پاس اس کو نہ تھا گناہوں
تجسد من اکل الحرام یری	پر بڑا حریص تھا اور اس کا جسم
ان العلم ارخاء العذبۃ	مال حرام سے پلا ہوا تھا اس کے
ولبس الجبۃ ویحسب	نزدیک علم کا کمال لبس دستار
ان رضاء اللہ تعالیٰ فی ضرب	وجبہ تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ رضاء
العباد بالدرۃ وولایۃ	الٰہی اللہ تعالےٰ کے بندوں کو کوڑے
الحسبۃ وجھالاتہ شائعۃ	لگانے اور عہدہٗ قضاء پر برابر
وقبائح افعالہ ذائعۃ	جما رہنے سے ہے اس کی جہالتوں
(بحوالہ الابداع فی	کے قصے اور اس کے گندے
مضار الابتداع صـ۱۶۱)	افعال کے قصے ملک میں مشہور تھے

علامہ طحطاویؒ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ یہ کارروائی محمد الطنبدی کے حکم سے ہوئی

(طحطاوی صـ۱۰۲ طبع مصر)

امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں کہ

قال شیخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لم یکن التسلیم الذی یفعلہ
المؤذنون فی ایام حیاتہ
صلی اللہ علیہ وسلم ولا
الخلفاء الراشدین قال کان
فی ایام الروافض بمصر شرعوا
التسلیم علی الخلیفۃ ووزرائہ
بعد الاذان الیٰ ان
توفی الحاکم بامر اللہ
وولوا اختہ فسلموا علیہا
وعلیٰ وزرائہا من النساء
فلما تولی الملک
صلاح الدین
فابطل ھذہ البدع
وامر المؤذنین بالصلوٰۃ
والتسلیم علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بدل تلک البدعۃ
وامر بھا اھل الامصار
والقریٰ

ہمارے شیخ نے اللہ تعالےٰ ان سے
راضی ہو، یہ فرمایا کہ یہ سلام کہنا جیسا
کہ مؤذن اب کرتے ہیں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات
خلفاء راشدینؓ کے زمانہ میں نہ تھا
اور فرماتے ہیں کہ یہ رافضیوں کے
دور میں مصر میں رائج ہوا کہ انہوں
نے اپنے خلیفہ اور اس کے وزراء
پر اذان کے بعد سلام کہنا شروع کردیا
یہاں تک کہ حاکم بامر اللہ کا انتقال
ہوگیا اور لوگوں نے اس کی بہن
کو اقتدار سونپا تو اس پر اور
اس کی وزراء عورتوں پر مؤذن یہ
سلام کرتے رہے جب بادشاہ
صلاح الدین کے ہاتھ
اقتدار آیا تو اس نے اس بدعت کو
ختم کردیا اور مؤذنوں کو حکم دیا کہ
اس بدعت کی جگہ وہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و
سلام پڑھا کریں اور شہروں اور

۲۲ (کشف الغمہ جلد ۱ ص ۸، طبع سنہ ۱۳۷۰ھ) دیہاتوں کے باشندوں کو اس نے اس کا حکم دیا

اس سے معلوم ہوا کہ یہ معہود صلوٰۃ وسلام نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک میں تھا اور نہ حضرات خلفاء راشدینؓ کے دور مسعود میں بلکہ اس کی ابتداء مصر میں اس زمانہ میں ہوئی جب کہ وہاں رافضیوں کا اقتدار تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو امت کو ملک کی اتباع کا حکم نہیں دیا بلکہ محکم تو یہ دیا ہے کہ میری اور میرے خلفاء راشدینؓ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور خود اس عبارت میں اس کی تصریح ہے کہ یہ کارروائی نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت ہوئی اور نہ حضرات خلفاء راشدین کے دور میں، حالانکہ اس وقت اذان بھی ہوتی تھی، مسجدیں بھی تھیں پڑھنے والے بھی ہوتے تھے اور ان میں محبت بھی کمال درجہ کی ہوتی تھی پھر وہ کون سی نئی مجبوری لاحق ہوگئی کہ اس بدعت پر عمل کرنے کی شرعی ضرورت پیش آگئی؟ امام ابن حجر المکیؒ فرماتے ہیں کہ

قد احدث المؤذنون الصلوٰۃ
والسلام علیٰ رسول اللہ
صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
عقب الاذان للفرائض
الخمس الا الصبح والجمعۃ
فانھم یقدمون ذٰلک

بلاشبہ مؤذنوں نے فرضی نمازوں
کی اذانوں کے بعد آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام
پڑھنے کی بدعت گھڑی ہے۔ مگر
صبح اور جمعہ کی اذان سے پہلے وہ
یہ کارروائی کرتے ہیں اور مغرب کے

فیہما علی الاذان والا
المغرب فانھم لا یفعلونَ
غالبًا لضیق وقتھا
وکان ابتداء حدوث
ذلك فی ایامِ السلطان
الناصر صلاح الدین
بن ایوب وبامرہٖ فی
مصر واعمالھا وسبب
ذلكَ ان الحاکم المخذول
لما قتل امرت اختہٗ
المؤذنین ان یقولوا فی حق
ولدہٖ السلام علی الامام
الطاھر ثم استمر السلام علی
الخلفاءِ بعدہٗ اِلٰی ان ابطلہٗ
صَلاح الدین المذکور و
جعل بدلہ الصلوۃ والسلام
علی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ولقد استفتی
مشائخنا وغیرھم فی الصلوۃ
والسَّلام علیہ صلی اللہ
علیہ وسلم بعد الاذان

وقت کے تنگ ہونے کی وجہ سے
وہ غالباً نہیں پڑھتے اور اس کی
ابتدا سلطان ناصر الدین رح بن ایوب
کے دور میں اور اس کے حکم سے
مصر اور اُس کے قلمرو میں ہوئی
اور اس کی وجہ تھی کہ جب حاکم
مخذول کو قتل کر دیا گیا تو اس کی
بہن نے مؤذنوں کو حکم دیا کہ وہ
اُس کے لڑکے کے حق میں یوں
سلام کہیں السلام علی الامام
الطاھر پھر اُس کے بعد اور
حکمرانوں پر بھی یہ سلام ہوتا رہا
یہاں تک کہ صلاح الدین رح نے
اس کو ختم کیا اور اُس کے عوض
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پر صلوٰۃ وسلام جاری کیا،

اور ہمارے مشائخ اور اسی طرح
دوسرے بزرگوں سے اس کے
بارے میں فتویٰ طلب کیا گیا کہ
اذان کے بعد اس کیفیت سے

علی الکیفیۃ التی یفعلھا
المؤذنون فافتوا بان
الاصل سنتہ والکیفیۃ
بدعت وھوظاھر کما
علم مما قررتہٗ من
الاحادیث
(الفتاوٰی الکبرٰی
الفقہیتہ جلد نمبر ۱ صـ ۱۳۱)

جس طرح کہ اب مؤذن آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ
وسلام پڑھتے ہیں، اس کا کیا
حکم ہے؟ تو انہوں نے یہ فتویٰ
دیا کہ نفس درود شریف تو سنت
ہے مگر اس کیفیت سے پڑھنا
بدعت ہے اور یہ بالکل ظاہر
ہے جیسا کہ میں نے احادیث سے
اس کو ثابت کر دیا ہے.

اس سے قبل انہوں
نے صلوٰۃ وسلام کی چند احادیث بیان کی ہیں اور پھر لکھتے ہیں. کہ

ووردت احادیث اُخر بنحو
تلك الاحادیث السابقۃ و
لم نر فی شیٔ منھا التحریض
للصلوٰۃ علیہ صلی اللہ علیہ
وسلم قبل الاذان ولا الی
محمد رسول اللہ بعدہ ولم
نر ایضًا فی کلام ائمتنا تعرضا
لذالك ایضًا فحینئذٍ کل
واحد من ھذین لیس
بسنۃ فی محلہ المذکور

ان گزشتہ احادیث کی طرح اور
بھی اس مضمون کی کئی حدیثیں
وارد ہوئی ہیں اور ہم نے ان میں
سے کسی میں یہ اشارہ نہیں دیکھا
کہ اذان سے پہلے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام
پڑھا جائے اور نہ یہ کہ اذان کے
بعد محمد رسول اللہ کے الفاظ پڑھے
جائیں اور ہم نے اپنے اماموں کے
کلام میں بھی نہیں دیکھا کہ انہوں

فيه فمن أتى بواحد منهما فى ذلك معتقداً سنيته فى ذلك المحل المخصوص نهى عنه ومنع منه لانه تشريع بغير دليل ومن شرع بلا دليل يزجر عن ذالك وينهى عنه ۔

جلد نمبر ا صہ ۱۳۱

نے اس سے کچھ تعرض کیا ہو اندریں حالات یہ دونوں باتیں اس مذکور مقام میں سنت نہیں (بلکہ بدعت) ہیں سو جس شخص نے ان میں سے کوئی ایک بات بھی سنت سمجھ کر اس مخصوص محل میں کی تو اُسے منع کیا جائے گا اور روکا جائے گا۔ کیونکہ یہ بلا دلیل شریعت بنانا ہے اور جو شخص بغیر دلیل کے شریعت بنائے تو اس کو اُس سے ڈانٹا جائے گا اور روکا جائے گا۔

ملاحظہ کیجئے کہ کس صفائی سے امام ابن حجرؒ نے اس بدعت کو کنے کی سعی اور جرأت کی ہے۔

مطلق درود شریف اور ذکر کی فضیلت کی حدیثوں سے اذانوں اور نمازوں سے قبل یا بعد جہراً پڑھنے پر استدلال کرنا اپنی غیر معصوم رائے سے دین میں دخل دینا ہے چنانچہ علامہ ابو اسحاق الشاطبیؒ (المتوفی ۷۹۰ھ) ایک خاص مقام پر لکھتے ہیں کہ

فالتقييد فى المطلقات التى لم يثبت بدليل الشرع تقييد ها رأى فى التشريع

ان مطلق احکام میں قید لگانا جن میں شریعت کی طرف سے کوئی قید لگانا ثابت نہیں ہے شریعت میں

فكيف اذا عارضه الدليل وهو الامر باخفاء النوافل مثلاً

(الاعتصام جلد نمبر ا صہ ۲۸۴) طبع مصر

اپنی رائے کو دخل دینا ہے پھر اس کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے جب اُس کے مقابلہ میں دلیل موجود ہو مثلاً نفلوں کو مخفی کر کے ادا کرنا

اسی طرح ذکر وغیرہ کا معاملہ ہے حدیث میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

خير الذكر الخفى وخير الرزق ما يكفى (رحم حب' هب) عن سعدؓ صحيح الجامع الصغير جلد ۲ صہ ۸

بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہتر رزق وہ ہے جو کفایت کرے

اگر ذکر بالجہر اپنی شرائط کے ساتھ درست بھی ہو تو اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ آہستہ ذکر کرنا بہرحال بہتر ہے اور ترجیح اس کو ہے، کیونکہ یہ ریاء سے بھی بعید ہے، اور نمازیوں، سونے والوں مطالعہ کرنے والوں اور بیماروں کو اس طرح سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

اور امام سخاویؒ لکھتے ہیں کہ۔

قد احدث المؤذنون الصلوٰة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم عقب الاذان للفرائض الخمس الا الصبح والجمعة

مؤذنوں نے پانچ فرض نمازوں کی اذانوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی بدعت گھڑی ہے مگر صبح اور جمعۃ المبارک کے موقع پر وہ یہ

فانهم يقدمون ذلك فيها
على الاذان والا المغرب
فانهم لا يفعلونه اصلا لضيق
وقتها وكان ابتداء حدوث
ذلك من ايام السلطان
الناصر صلاح الدين ابي
المظفر يوسف بن ايوب و
امره واما قبل ذلك فان
لما قتل الحاكم بن العزيز
امرت اخته ست الملك
ان يسلم على ولده الظاهر
فسلم عليه بما صورته السلام
على الامام الظاهر ثم استمر
السلام على الخلفاء بعده
خلفا عن سلف الى ان ابطله
الصلاح المذكور.

کارروائی اذان کے پہلے کرتے ہیں
اور مغرب کے وقت بالکل نہیں
کرتے کیونکہ اس کا وقت تنگ
ہوتا ہے اور اس کی ابتداء سلطان
صلاح الدین ابو المظفر یوسف
بن ایوب کے دور میں اور اس
کے حکم سے ہوئی کیونکہ جب حاکم
ابن عزیز قتل ہوا تو اس کی بہن
ست الملک نے حکم دیا کہ اس
کے لڑکے ظاہرؒ پر اس طرح
سلام کہا جائے۔ السلام علی الامام
الظاہر پھر اس کے بعد حکمرانوں
پر یکے بعد دیگرے سلام کا یہ سلسلہ
جاری رہا یہاں تک کہ صلاح الدین
مذکور نے اس کو بند کر دیا

حافظ ابن کثیرؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ۔

واما اهل السنة والجماعة
فيقولون فى كل فعل وقول لم
يثبت عن الصحابة رضى الله
تعالى عنه هو بدعة لانه لو

بہر حال اہلسنت والجماعت یہ
فرماتے ہیں کہ جو فعل اور قول حضرات
صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہوا ہو تو وہ
بدعت ہے کیونکہ اگر وہ خیر اور

كان خيرا لسبقونا اليه لا
نهم لم يتركوا خصلة من
خصال الخير الا وقد بادروا
اليها
(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۱۵۶)

بہتر ہوتا تو ضرور وہ ہم سے اس کے
کرنے میں سبقت لے جاتے کیونکہ
انہوں نے بھلائی کی خصلتوں میں
سے کوئی خصلت ایسی نہیں چھوڑی
جس میں وہ سبقت نہ لے گئے ہوں۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں ۔

اقول الفرقة الناجية هم
الآخذون فى العقيدة والعمل
جميعا بما ظهر من الكتاب
والسنة وجرى عليه جمهور
الصحابة والتابعين اهـ
(حجۃ اللہ البالغہ جلد نمبر ۱ ص ۱۷۰
طبع مصر)

میں کہتا ہوں کہ نجات حاصل کرنے
والا فرقہ وہی ہے جو عقیدہ اور عمل
دونوں میں اس چیز کو لیتا ہے جو
کتاب اور سنت سے ظاہر ہو اور
جمہور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا
اس پر عمل ہو۔

اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ

وغير الناجية كل فرقة
انتحلت عقيدة خلاف
عقيدة السلف او عملا دون
اعمالهم اهـ (الفوز ص ۱۷۰)

اور غیر ناجی ہر وہ فرقہ ہے جس نے
سلف (یعنی صحابہؓ اور تابعینؒ)
کے عقیدہ اور عمل کے خلاف کوئی
عقیدہ اور عمل اپنا لیا ہو۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے کس واضح انداز سے ناجی اور غیر ناجی
فرقہ میں فرق بیان کیا اور خط امتیاز کھینچ دیا ہے ۔

الغرض اذانوں سے قبل اور بعد بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام کے بدعت کہنے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے

الصّلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبل الاذان و بعدہ من محدثات الامور التی لم یکن فی عہد رسول

اذان سے پہلے اور بعد درود شریف پڑھنا ان بدعات میں سے ہے جن کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور خلفاء راشدین اور

فتاویٰ ذخیرۃ السالکین میں لکھا ہے کہ :

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدین والتا بعین ومن تبعھم رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین . (بحوالہ غایۃ الکلام صـ ۱۲۸)

تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھا

اور مؤلف مجالس الابرار فرماتے ہیں کہ اہلِ بدعت نے صرف اذان میں راگ ہی پر اکتفا نہیں کی.

بل زادوا علیہا بعض الکلمات من الصلوٰۃ والتسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان کان مشروعا بنص الکتاب والسنۃ وکان من اکبر العبادات و اجلھا لکن اتخاذھا عادۃ فی

بلکہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کے بعد کلمات بھی اضافہ کیے ہیں اگرچہ درود شریف قرآن وسنت سے ثابت ہے اور بڑی اور عمدہ عبادات میں سے ہے لیکن منارہ پر

الاذان علی المنارۃ لم یکن مشروعا اذ لم یفعلہ احد من الصحابۃ رض والتابعین ولا غیرھم من ائمۃ الدین ولیس لاحد ان یضع العبادات الا فی مواضعھا التی وضعھا فیھا الشرع ومضی علیھا .

(مجالس الابرار صـ ۳۰۰ طبع کانپور)

اذان کے بعد اس کے پڑھنے کی عادت اختیار کر لینا مشروع نہیں کیونکہ صحابہ کرام رض اور تابعین رح اور آئمہ دین رح میں سے کسی ایک نے ایسا نہیں کیا اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ عبادات کو ایسے مقامات پر ادا کرے جہاں شریعت نے نہیں بتائیں اور جس پر سلف صالحین رح نے عمل نہیں کیا.

اور علامہ ابن امیر الحاج رح فرماتے ہیں کہ

فالصلوٰۃ والتسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلّم احدثوھا فی اربعۃ مواضع لم تکن تفعل فیھا فی عہد من مضی والخیر کلہ فی الاتباع لھم مع انھا قریبۃ العہد بالحدوث جدا وھی عند طلوع الفجر من کل لیلۃ وبعد اذان العشاء لیلۃ الجمعۃ اھ

(مدخل جلد ۲ صـ ۲۴۹)

(اہلِ بدعت نے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چار مقامات پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی بدعت ایجاد کی ہے جس کا وجود سلف صالحین کے زمانہ میں نہ تھا اور خیر تو ان کی پیروی ہی میں ہے حالانکہ یہ بدعت تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے کہ ایجاد ہوئی ہے ان مقامات میں سے ایک طلوع فجر کے وقت روزانہ اور دوسرا جمعہ کی رات کو عشا کی اذان کے بعد درود پڑھنا ہے۔

اور شیخ عبدالحق دہلوی رح فرماتے ہیں۔

کہ در فضیلت صلوٰۃ بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کراسخن است لیکن چنانکہ فرمودہ اند باید کرد ہر چیز را محلے وموقتے تعین کردہ ہماں جا باید گفت وکرد (مدارج النبوۃ جلد 1 صـ ۳۷۸)

ان تمام حوالوں اور خصوصاً مقریزی رح اور کشف الغمہ کے حوالہ سے روز روشن کی طرح یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ اذان کے بعد اور اس سے پہلے بلند آواز کے ساتھ درود شریف کا پڑھنا بدعت ہے اور اس کی ابتدا رافضیوں کے دور میں ہوئی اور ایسے ظالم حاکم کے ہاتھوں پر ہوئی جو بداخلاق، راشی، حرام خور اور انتہائی کمینہ تھا اور موجودہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کا طریقہ رافضیوں کے سلام کا چربہ ہے

حضرت مجدد صاحب رح فرماتے ہیں کہ:

چیزیکہ مردود باشد حسن از کجا پیدا کند الخ) یعنی بدعت جب شرعاً مردود ہے تو اس میں حسن کہاں سے پیدا ہوگا۔

حیرت ہے کہ اپنے آپ کو سُنّی کہلانے والے بدعت پر چل رہے ہیں اور جو لوگ سُنت صحیحہ پر عامل ہیں اُلٹا انکو کوستے اور وھابی کہتے ہیں نہایت ہی افسوس ہے اس بے بنیاد نظریے پر۔

حضرت مجدد الف ثانی رح تحریر فرماتے ہیں کہ۔

از حق تعالےٰ تضرع است کہ ہر چیز دار دین محدث شدہ است و مبتدع گشتہ کہ در زمان خیر البشر

حق تعالےٰ سے عاجزی اور زاری کے ساتھ دعا ہے کہ جو چیز دین میں گھڑی گئی ہے اور بدعت جاری

وخلفاء راشدین او نبود اگرچہ آن چیز در روشنی مثل فلق صبح بود ایں ضعیف را با جمعے کہ باد متسند اند گرفتار عمل نگرداناد ومفتون حسن آں مبتدع نکناد بحرمۃ سید المرسلین اھ۔
(مکتوبات حصہ سوم مکتوب ۱۸۶ صـ ۷۲ طبع امرتسر)

کی گئی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے خلفاء راشدین رض کے دور میں نہ تھی۔ اگرچہ وہ چیز روشنی میں صبح کی روشنی کی مانند ہو اس ضعیف کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس جماعت میں نہ کرے جو اس بدعت کے عمل میں گرفتار اور بدعت کے حُسن کے فتنہ میں مُبتلا ہے

یہ یاد رہے کہ جس طرح کسی ثابت شدہ چیز کا کرنا اپنے مقام پر سنت ہے۔ اسی طرح غیر ثابت شدہ چیز کا ترک اور نہ کرنا بھی اپنی جگہ اور اپنے محل میں سنت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات خلفاء راشدین رض نے اذان سے قبل اور بعد بُلند آواز سے نہ تو صلوٰۃ وسلام پڑھا اور نہ اس کا حکم فرمایا تو اب اس کے خلاف کرنا یقیناً ان کی سنت کا رافع ہوگا۔

علم غیب، حاضر ناظر، نور و بشر وغیرہ

مسائل میں دیوبندی بریلوی اختلاف نہیں

مقدمہ حسام الحرمین صـ۲

بریلوی (اہل سنت وجماعت) اور دیوبندی اختلافات کی نوعیت بھی ایسی ہی ہے، یہ دوسری بات ہے کہ عوام کو مغالطہ دینے کے لیے ایصال ثواب، عرس، گیارھویں شریف، نذر و نیاز، میلاد شریف، استمداد، علم غیب، حاضر و ناظر اور نور و بشر وغیرہ مسائل پر دھواں دار تقریریں کر کے یہ یقین دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اختلاف انہی مسائل میں ہے، حالانکہ اصل اختلاف ان مسائل میں نہیں ہے۔

بدعتی با جماع مسلمین کافر ہے

(اعلام الاعلام مولوی احمد رضا صـ۱۵ بریلوی)

جواب سوال سوم

فی الواقع جو بدعتی ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہو باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے پیشانی اوسکی سجدے میں ایک ورق ہو جائے بدن اوسکا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے عمر میں ہزار حج کرے لاکھ پہاڑ سونے کے راہ خدا پر دے لاوللہ ہرگز ہرگز کچھ مقبول نہیں جب تک حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ادن تمام ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے تصدیق نہ کرے۔ ضروریات اسلام اگر مثلاً ہزار ہیں تو ان میں سے ایک کا بھی انکار ایسا ہی جیسا نو سو ننانوے (۹۹۹) کا

رسول اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں

ملفوظات حصہ ۴ صـ۷۶ فتویٰ مولوی احمد رضا بریلوی۔

ملفوظات ۷۶ حصہ چہارم

عرض۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کھانا جائز ہے؟

ارشاد۔ نہیں۔

قبر کا اونچا بنانا خلاف سنت ہے

ملفوظات احمد رضا صـ۷۹ ح ۳

عرض۔ قبر کا اونچا بنانا کیسا ہے۔

ارشاد۔ خلاف سنت ہے میرے والد ماجد میری والدہ ماجدہ میرے بھائی کی قبر دیکھیے ایک بالشت سے اونچی نہ ہوگی۔

مزارات و قبور کی زیارت کرنیوالی

عورتوں پر اللہ کی لعنت برستی ہے، ملفوظات صـ۱۱۲ ح ۳ ۱۱۵ فتویٰ احمد رضا خاں

عرض۔ حضور اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ غنیہ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں

عورتوں کا قبرستان کو جانا جائز ہے فرمایا ایسی باتیں جائز ناجائز نہیں پوچھتے یہ پوچھو کہ جائے گی تو اس پر کتنی لعنت ہوگی خبردار جب وہ جانے کا ارادہ کرتی اللہ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں اور جب گھر سے چلتی ہے سب طرف سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں اور جب قبر پر آتی ہے میت کی روح اسے لعنت کرتی ہے۔ اور جب پلٹتی ہے اللہ کی لعنت ساتھ ہوتی ہے۔

بدعتی سے سلام، مصافحہ جائز نہیں

(ملفوظات ص ۱۰۶ جلد ۳ مولوی احمد رضا) بریلوی کا فتویٰ

عرض۔ فاسق اگر مصافحہ کرنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں۔
ارشاد۔ اگر وہ کرنا چاہے تو جائز ہے ابتداء نہ چاہیے۔
عرض۔ حضور اگر فاسق معلن ہو۔
ارشاد۔ اگرچہ معلن ہو بمتدع سے نہ چاہیے۔۔

المسمیٰ باسم تاریخی

ملفوظات

مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ

(کامل)

[illegible] محمد احمد رضا خان [illegible]

مرتبہ

[illegible] محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب [illegible]

دامت [illegible]

السنیۃ الانیقہ فی فتاویٰ افریقیہ

مصنفہ

حضرت امام اہل سنت قامع بدعت ناصر ملت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ
اعلیٰحضرت مولانا مولوی حاجی قاری شاہ احمد رضا خان صاحب قدس اللہ اسرارہم

مکتبہ عثمانیہ ۹۰ سی جمیل ٹاؤن گوجرانوالہ
الناشر
مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

بدعتی جہنم کے کتے ہیں

فرمان رسول ﷺ اصحاب البدع کلاب اہل النار بدعتی جہنمی کتے ہیں
فتاوی افریقہ ص ۱۲۴ فتویٰ مولوی احمد رضا بریلوی -

ابن سنیو سنیو اگر سنی ہو تو گوش ہوش سنیو لیس لنا مثل السوء التی صارت فراش مبتدع کالتی کانت فراشا لکلب ہمارے لئے بری مثل نہیں جو عورت کسی بدمذہب کی جورو بنی وہ ایسی ہی ہے جیسے کسی کتے کے تصرف میں آئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی چیز دے کر پھیر لینے کا ناجائز ہونا اسی وجہ اتیق سے بیان فرمایا العائد فی ہبتہ کالکلب یعود فی قیئہ لیس لنا مثل السوء اپنی دی ہوئی چیز پھیرنے والا ایسا ہے جیسے کتا قے کر کے اسے پھر کھا لیتا ہے ہمارے لئے بری مثل نہیں اب اتنا معلوم کرنا رہا کہ بدمذہب کتا ہے یا نہیں ہاں ضرور ہے بلکہ کتے سے بھی بدتر و ناپاک تر کتا فاسق نہیں اور یہ اہل دین و مذہب میں فاسق ہے کتے پر عذاب نہیں اور یہ عذاب شدید کا مستحق ہے میری نہ مانو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مانو ابوحاتم خزاعی اپنے جزو حدیثی میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں اصحاب البدع کلاب اہل النار بدمذہبی والے جہنمیوں کے کتے ہیں۔"

مبتدعین بحکم شرع مرتد ہیں

(اعلام الاعلام ص ۲۱، ۲۲، ۲۳، مولوی احمد رضا) بریلوی کا فتویٰ

یہ مبتدعین بحکم شرع مطلقاً مرتدین ہیں خواہ یہ بدعت انکے باپ دادا سے چلی آتی ہو یا خود انہوں نے ابتدا سے اختیار کی ہو خواہ مبدایک

زمانہ کے کسی ہو کسیطرح فرق نہین بس اتنا چاہیے کہ باوجود دعویٰ اسلام و اقرار شہادتین بعض ضروریاتِ دین سے انکار رکھتا ہو اوسپر احکام مرتدین جاری کیے جائینگے۔

ان بدمذہبین منکرین ضروریاتِ دین پر حکم مرتدین جاری ہوتا ہے منقول و مقبول بلکہ علمائے مذاہب اربعہ کا مفتیٰ بہ ہے بالجملہ ان اعداء اللہ پر حکم ارتداد ہی جاری کیا جائے گا نہ اون سے سلطنت اسلام مین معاہدہ ذمی جائز نہ ہمیشہ کو امان دینا جائز نہ جزیہ لینا جائز نہ کسی وقت کسی حالت مین اون سے بلا کے کہنا جائز نہ پاس بیٹھنا جائز نہ بٹھانا جائز نہ اون کے کسی کام مین شریک ہونا جائز نہ اپنے کام مین شریک کرنا جائز نہ مناکحت کرنا جائز نہ ذبیحہ کھانا جائز قاتلہم اللہ انی یؤفکون قال اللہ تعالیٰ ومن یتولہم منکم فانہ منہم جو تم مین سے اون سے دوستی رکھیگا وہ انھین مین سے ہے ھدانا اللہ تعالیٰ الی الصراط المستقیم ودین ھذا النبی الکریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم وثبتنا بالقول الثابت فی الدنیا والآخرۃ انہ ولی ذلک واھل التقویٰ واھل المغفرۃ لا الہ الا ھو سبحنہ وتعالیٰ عما یشرکون ○ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم

۳۴

اذان میں انگوٹھے چومنا

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو پردۂ خفا میں ہو اور اُمّت کی نگاہوں سے اوجھل رہا ہو۔ آپ کی ایک ایک ادا، ایک ایک حرکت اور نشست و برخاست غرضیکہ کوئی بھی آپ کا قول و فعل پوشیدہ نہیں۔ اذان جیسی عبادت جو دن میں پانچ مرتبہ ادا کی جاتی تھی اور ہجرت کے بعد تقریباً دس سال مدینہ طیبہ میں آپ کے سامنے ہوتی رہی اور اذان کے کلمات نیز اذان دینے والوں کے نام اور اذان کی جملہ کیفیات احادیث کے ذخیرہ میں موجود ہیں۔ مگر کسی بھی صحیح روایت میں اس کا ذکر نہیں کہ اذان سُنتے وقت انگوٹھے چُومنے چاہئیں۔ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نامِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ہی محبت ہے (اور ہر مسلمان کو ہونی چاہیئے) تو اذان دینے والے کے منہ کو چُومنا چاہیئے جس کے مبارک ہونٹوں اور زبان سے یہ مبارک نام نکلا ہے۔ اپنے انگوٹھے تو ہر وقت ساتھ ہی رہتے ہیں۔ نہ تو ان سے آپ کا اسمِ گرامی صادر ہوتا ہے اور نہ ان پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جب اس فعل کا صحیح احادیث سے ثبوت ہی نہیں (اور اذان جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اور خیر القرون میں ہوتی رہی) تو پھر اس کو آج کیسے دین کہا جا سکتا ہے اور کس طرح اس کو شعارِ دین بنانا درست ہے اور نہ کرنے والوں کو کیونکر ملامت کرنا روا ہے۔

انگوٹھے چومنے کے ثبوت میں جو روایتیں پیش کی جاتی ہیں وہ اُصولی طور پر دو ہیں: ایک حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے جب مؤذن کا یہ قول سنا کہ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو اس وقت اُنہوں نے

قبل باطن الانملتین السباحتین و مسح عینیہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم من فعل — اپنے کلمے کی انگلیوں کے باطنی حصوں کو چُوما اور آنکھوں سے لگایا۔ پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو

مثل ما فعل خلیلی فقد حلت لہ شفاعتی — شخص میرے اس پیارے کی طرح کرے، اس کیلئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

یہ روایت مسند فردوس دیلمیؒ کے حوالہ سے تذکرۃ الموضوعات صـ۳۶ اور الموضوعات کبیر صـ۷۵ میں نقل کی گئی ہے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے مقاصدِ حسنہ کے حوالہ سے جاء الحق صـ۳۷۸ میں نقل کی ہے اور ترجمہ بھی مفتی صاحب ہی کا ہے اور یہ روایت مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس حنفیت صـ۶۰۳ میں بھی نقل کی ہے۔

جواب: علامہ محمد طاہر حنفیؒ لکھتے ہیں ولا یصح (تذکرۃ الموضوعات صـ۳۶) کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ ملا علی قاریؒ، علامہ سخاویؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں لا یصح (موضوعاتِ کبیر صـ۷۵) کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ جب سرے سے یہ روایت ہی صحیح نہیں تو اس پر عمل کرنے کی کیسے گنجائش؟ اور خود مفتی احمد یار خان صاحب نے امام سخاویؒ سے ولم یصح نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے: "یہ حدیث پایۂ صحت تک نہ پہنچی" (جاء الحق صـ۳۷۸)۔ مولوی محمد عمر صاحب کا یہ کمال ہے کہ اُنہوں نے تذکرۃ الموضوعات اور الموضوعاتِ کبیر سے حوالے تو نقل کئے ہیں۔ لیکن لا یصح کا جملہ شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں۔* تُف ہے اس علمی خیانت اور بد دیانتی پر۔

مفتی احمد یار خان صاحب کی اُپج | مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے۔ لہٰذا اگر یہ حدیث حسن ہو تب بھی کافی ہے (جاء الحق صـ۳۸۲) مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی محدث جب مطلق لا یصح کہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اگر حدیث حسن ہوتی ہے تو اس کی تصریح کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے یا لیس بصحیح بل حسنٌ وغیرہ سے اس کو تعبیر کرتے ہیں۔ مطلق لا یصح سے حسن سمجھنا قلتِ فہم کا نتیجہ ہے۔

ایک وہم اور اُس کا ازالہ | حضرت ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں کہ جب اس حدیث کا رفع حضرت صدیق اکبرؓ تک صحیح ہو گیا تو عمل کے لئے یہی کافی ہے کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم پر میری اور میرے خلفاء راشدینؓ کی سنّت لازم ہے (موضوعاتِ کبیر صـ۷۵)۔ اور یہی دلیل مفتی احمد یار

خان صاحب نے جاء الحق ص۳۸۲ میں اور مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس حنفیت ص۲۰۶ میں پیش کی ہے۔ لیکن یہ حضرت ملا علی القاریؒ کا وہم ہے۔ اس لئے کہ اگر واقعی یہ روایت حضرت ابوبکرؓ تک موقوف بھی صحیح ہوتی تب بھی حجت تھی مگر حضرت ابوبکرؓ سے جو روایت منقول ہے وہ مرفوع ہے اور اس کی سند سرے سے صحیح ہی نہیں ہے نہ یہ کہ مرفوع صحیح نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ مرفوع صحیح نہیں ہے موقوف صحیح ہے اور عمل کے لئے کافی ہے کیسے صحیح ہوا؟ باقی جن حضرات نے یہ کہا ہے کہ لا یصح رفعہ یا لا یصح فی المرفوع تو وہ ابن صالحؒ وغیرہ بعض شیوخ کی موقوف روایات کے پیش نظر ہے۔ وہ اگر بالفرض صحیح بھی ہوں تب بھی موقوف ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہیں خصوصاً جبکہ ابن صالحؒ وغیرہ صحابی بھی نہیں ہیں۔ ملا علی القاریؒ کا وہم کوئی نئی چیز نہیں، امام عبداللہ ابن المبارکؒ نے خوب کہا ہے ومن ذا یسلم من الوھم (لسان المیزان ج ۱ ص۱۷) وہم سے کون بچ سکتا ہے؟ الا من عصمہ اللہ تعالیٰ۔

ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تحقیق مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، پھر بھی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے (جاء الحق ص۳۸۳)۔

جواب: یہ بھی مفتی صاحب کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ یہ کہہ دینا کہ فضائل اعمال میں ہر قسم کی حدیث غیر مشروط طور پر حجت ہوتی ہے، قطعاً غلط ہے۔ امام قاضی ابن العربی المالکیؒ (المتوفی ۵۴۳ھ) وغیرہ تو ضعیف حدیث کے متعلق فرماتے ہیں لا یعمل به مطلقاً (القول البدیع ص۱۹۵) مطلقاً اس پر عمل صحیح نہیں ہے۔ اور جو عمل کرتے ہیں وہ شرطیں لگاتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن دقیق العیدؒ (المتوفی ۷۰۲ھ) لکھتے ہیں:

العمل بالحدیث الضعیف مقید بشروط (احکام ج ۲ ص۱۷۱)

ضعیف حدیث پر عمل کرنا چند شرطوں سے مقید ہے۔

وہ شرطیں کیا ہیں۔ امام سخاویؒ (المتوفی ۹۰۲ھ) اپنے شیخ حافظ ابن حجرؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

ان شرائط العمل بالضعیف ثلاثة الاول[1] متفق علیه ان یکون الضعیف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتھمین

ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرطیں ہیں۔ اول[1] جو تمام حضرات محدثین میں متفق علیہ ہے کہ حدیث زیادہ ضعیف نہ ہو۔ لہٰذا جس حدیث میں کوئی کذاب یا متہم بالکذب

بالکذب ومن فحش غلطه الثانی[2] ان یکون مندرجا تحت اصل عام فیخرج ما یخترع بحیث لا یکون له اصل اصلا الثالث[3] ان لا یعتقد عند العمل به ثبوته لئلا ینسب الی النبی صلی الله علیه وسلم ما لم یقله۔ (القول البدیع ص۱۹۵)

یا ایسا راوی منفرد ہو جو زیادہ غلطی کا شکار ہوا ہو تو اس کی ضعیف حدیث معمول بہ نہ ہوگی۔ دوم[2] یہ کہ وہ عام قاعدہ کے تحت درج ہو۔ اس سے وہ خارج ہوگئی جس کی کوئی اصل نہ ہو اور محض اختراع کی گئی ہو۔ سوم[3] عمل کرتے وقت یہ اعتقاد نہ کیا جائے کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے تاکہ آپ کی طرف ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے نہیں فرمائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر یہ شرطیں مفقود ہوں تو روایت ہرگز قابلِ عمل نہ ہوگی۔ اور آخری شرط تو خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے کیونکہ جو چیز وثوق کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، اس کو آپ کی طرف منسوب کرنا اور پھر اس کو ثابت ماننا، سنگین جرم ہے اور یہ درجۂ اول کی متواتر حدیث من کذب علیّ (الحدیث) کے بظاہر خلاف ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں کہ:

واما العمل بالضعیفة فی فضائل الاعمال فدعوی الاتفاق فیه باطلة نعم هو مذهب الجمهور لکن مشروط بان لا یکون الحدیث ضعیفا شدید الضعف فان کان کذلك لم یقبل فی الفضائل ایضاً (الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة ص۳۱۰)

فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر بالاتفاق عمل کا دعویٰ کرنا باطل ہے۔ ہاں جمہور کا یہ مذہب ہے۔ مگر اس میں شرط یہ ہے کہ حدیث سخت ضعیف نہ ہو ورنہ فضائل اعمال میں بھی قابلِ قبول نہیں ہے۔

افسوس ہے کہ مبتدعین حضرات ایسی حدیثوں کے اثبات کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں، فوا اسفا! خان صاحب بریلوی نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ "حدیث ماننے اور حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے کے لئے ثبوت چاہیئے، بے ثبوت نسبت جائز نہیں (بلفظہ عرفان

شریعت حصہ سوم ص۲۷) ۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اگرچہ سابقہ شرطوں کے ساتھ فضائلِ اعمال میں عمل کرنا جائز اور مستحب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ موضوع نہ ہو۔ اگر روایت موضوع ہوگی تو ہرگز قابلِ عمل نہ ہوگی۔ حافظ ابن دقیق العیدؒ لکھتے ہیں :

وان کان ضعیفا لا یدخل فی حیز الموضوع فان احدث شعاراً فی الدین منع منه وان لم یحدث فهو محل نظر۔ (احکام الاحکام ج۱ ص۵۱)

یعنی اگر ضعیف حدیث ہو بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو تو اس پر عمل جائز ہے لیکن اگر اس سے دین کے اندر کوئی شعار قائم اور پیدا ہوتا ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا ورنہ اس پر غور کیا جائے گا۔

لیجئے یہاں ایک اور بات بھی حل ہوگئی۔ وہ یہ کہ ضعیف حدیث اس وقت قابلِ عمل ہوگی جبکہ موضوع اور جعلی نہ ہو، اور ساتھ ہی وہ دین کا شعار اور علامت نہ ٹھہرالی گئی ہو۔ اگر دین کی علامت یا شعار کا خطرہ ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا۔ اور اہلِ بدعت حضرات تو ایسی ان چیزوں کو سنت اور حنفیت کا معیار قرار دیتے ہیں اور ان بدعات کو نہ کرنے والوں کو گستاخ اور وہابی کہتے ہیں، اور ان کے خلاف مقیاسِ حنفیت جیسی کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں بھلا یہ ضعیف روایتیں کیونکر حجت ہو سکتی ہیں؟ اور علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں :

یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا۔ (القول البدیع ص۱۹۵)

کہ جائز اور مستحب ہے کہ فضائلِ اعمال اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ وہ موضوع اور جعلی نہ ہو۔

نیز لکھتے ہیں :

واما الموضوع فلا یجوز العمل به بحال (ص۱۹۶)

بہرحال موضوع حدیث تو اس پر کسی حالت میں عمل جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ فضائلِ اعمال میں ہر ضعیف حدیث قابلِ عمل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے حضرات محدثین کے نزدیک چند شرطیں ہیں، اور جو حدیث موضوع اور جعلی ہو اس پر کسی حالت اور کسی صورت میں

عمل جائز نہیں ہے، نہ فضائلِ اعمال میں اور نہ ترغیب و ترہیب وغیرہ میں۔ اب بقائمی ہوش و حواس سن لیجئے کہ انگلیاں چومنے کی تمام حدیثیں صرف ضعیف ہی نہیں ہیں بلکہ موضوع اور جعلی ہیں۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں :

الاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلها علی العینین عند سماع اسمه صلی الله علیه وسلم عن المؤذن فی کلمة الشهادة کلها موضوعات انتهی (تیسیر المقال للسیوطی بحوالہ العادلین ص۱۳۳ طبع ۱۳۳۰ھ)

وہ حدیثیں جن میں مؤذن سے کلمہ شہادت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سننے کے وقت انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب کی سب موضوع اور جعلی ہیں۔

لیجئے اب تو قصہ ہی ختم ہوگیا۔ مفتی احمد یار خان صاحب کو یہ الفاظ دیکھ کر غور کرنا چاہیئے کہ "الحمد للہ کہ اس اعتراض کے پرخچے اڑ گئے ہیں اور حق واضح ہوگیا"۔ (بلفظہ جاءالحق ص۳۸۴)۔ پرخچے کس کی دلیل کے اڑ گئے اور حق کس کی طرف سے واضح ہوگیا ہے؟ عیاں را چہ بیاں ؏

ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

امام سیوطیؒ کے کلها موضوعات کے حوالہ کے بعد یہ ضرورت تو نہیں کہ ہم کچھ اور عرض کریں مگر محض تکمیلِ فائدہ کے لئے حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایت کا ذکر بھی کر دیتے ہیں۔ اسی مضمون کی روایت حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی منقول ہے مگر اس کے الفاظ یہ ہیں :

ثم یقبل ابهامیه۔ (الحدیث) پھر اپنے دونوں انگوٹھے چومے۔

پہلی روایت میں انگوٹھوں کا ذکر نہیں بلکہ شہادت کی انگلیوں (اور ایک روایت میں ابہام اور سبابہ) کا ذکر تھا اور وہ مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کے باب یا سرخی کے مطابق نہ تھی مگر یہ روایت مطابق ہے۔ یہ روایت موضوعاتِ کبیر ص۷۵ اور تذکرۃ الموضوعات ص۳۶ وغیرہ میں ہے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے مقاصدِ حسنہ کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ (جاءالحق ص۳۷۵) اور مولوی محمد عمر صاحب نے طحطاوی ص۱۲۲ کے حوالہ سے نقل کی ہے (مقیاس ص۶۰۱) لیکن علامہ محمد طاہرؒ اور ملا علی القاریؒ لکھتے ہیں :

بسند فیه مجاهیل مع انقطاعه الخ — کہ اس کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں، اور سند
(تذکرہ ص۳۶ و موضوعات ص۶۴) — بھی منقطع ہے۔

تو اس ضعیف روایت سے دین کیسے اخذ کیا جا سکتا ہے؟ امام بیہقیؒ ایک مقام پر لکھتے ہیں
فی هذا الاسناد قوم مجهولون ولم یکلفنا الله تعالیٰ ان نأخذ دیننا عمن لا نعرفه (کتاب القراءۃ ص۱۴۲) — کہ اس سند میں کئی راوی مجہول ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا کہ ہم اپنا دین مجہول راویوں سے اخذ کریں۔

انگوٹھے چومنے کا ایک اور وزنی ثبوت

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں:

"صدر الافاضل مولائی مرشدی استاذی مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی دام ظلہم فرماتے ہیں کہ ولایت سے انجیل کا ایک بہت پرانا نسخہ برآمد ہوا جس کا نام انجیل برنباس آج کل وہ عام طور پر شائع ہے اور ہر زبان میں اس کے ترجمے کئے گئے ہیں۔ اس کے اکثر احکام اسلامی احکام سے ملتے جلتے ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے روح القدس (نورِ مصطفوی) کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور اُن کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں چمکایا گیا۔ انہوں نے فرطِ محبت سے اُن ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا" (جاء الحق ص۳۷۹ و ص۳۸۰)۔ مولوی محمد عمر صاحب نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور انجیل برنباس کا صفحہ بھی دیا ہے (انجیل برنباس ص۵۱) اور عبارت بھی نقل کی ہے جو اغلب ہے کہ انجیل برنباس کی ہی عبارت ہوگی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ "پس آدم علیہ السلام نے منت سے یہ کہا کہ اے پروردگار یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما۔ تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی" (پھر آگے ہے) "تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا" (مقیاس حنفیت ص۲۰۴)۔

اب بھی اگر کوئی شخص انگوٹھے نہ چومے تو اس کی مرضی۔ یہ تو بقول مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ، قوی حدیثوں اور حضرات صوفیاء کرامؒ اور حضرات فقہاءؒ سے ثابت ہے بلکہ عیسائیوں سے بھی ثابت ہے اور انجیل برنباس کی یقینی شہادت ہے۔ سبحان اللہ تعالیٰ! غیر مسلموں کی بات کو اپنی تائید میں پیش کرنا کوئی گناہ

نہیں ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اصل چیز کسی معقول طریقہ سے اسلام سے بھی تو ثابت ہو۔ جب انگوٹھے چومنے کی سب حدیثیں ہی موضوع اور جعلی ہیں تو پھر اصل کیا اور اس کی تائید کیا؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سابق زمانہ میں عیسائیوں کی اقتداء کرتے ہوئے کسی نے اسی انجیل برنباس کو پیش نظر رکھ کر یہ جعلی حدیثیں بنا ڈالی ہیں اور یار لوگوں نے ان کو پلے باندھ لیا ہے، اور دوسروں سے یوں تخاطب فرماتے ہیں کہ "انشاء اللہ کراہت کے لئے صحیح حدیث تو کیا، ضعیف بھی نہ ملے گی، صرف یاروں کا اجتہاد اور عداوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے"۔ (جاء الحق بلفظہ ص۳۸۴) لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ معاذ اللہ تعالیٰ، ثم معاذ اللہ تعالیٰ۔

دیکھا آپ نے اہل بدعت حضرات کو کہ دعویٰ کرتے وقت تو گاؤ زبان مگر ثبوت پیش کرتے وقت ریشہ خطمی۔ مفتی صاحب کو اس کا علم ہونا چاہیئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کسی چیز کو ترک کرنا بھی سنت ہے اور آپ کا عدمِ فعل بھی حضرات فقہاء کرام کے نزدیک کراہت کی دلیل ہے اور یہ صرف یاروں کا اجتہاد نہیں بلکہ ان کے پاس سو فیصدی محدثین کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ جعلی اور موضوع حدیث قابلِ عمل نہیں ہے۔ مفتی صاحب ہی فرمائیں کہ کیا جعلی اور موضوع حدیث کو تسلیم کرنے اور اس کی ترویج سے عداوتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتی ہے یا جعلی حدیث کے انکار سے؟ اس کا جواب مفتی صاحب پر موقوف ہے، جیسا مناسب سمجھیں ارشاد فرمائیں۔ (وما علینا الا البلاغ)

قولہ تعالیٰ وجاءو علی قمیصہ بدم کذب

الآیۃ سورہ یوسف

حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتہ پر برادران یوسف جھوٹا خون ڈال کر لائے

آج تم اسکا بیٹے کل خود قتل کیا تھا

قاتلانِ حسینؓ کون تھے؟

واقعاتِ کربلا اور شیعوں کی حضرت حسینؓ سے عقیدت و سلوک کا تحقیقی جائزہ

کتب شیعہ کی روشنی میں

مصنف

فاتح رافضیت، قاطع خارجیت، مناظر اعظم

حضرت علامہ مولانا محمد رمضان صاحب حسن عسکری

رئیس مدرس مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم عثمانیہ احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور

شائع کنندہ ابو طارق منیر احمد اختر شعبادی

ملنے کا پتہ دار التصنیف والاشاعت احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قبر پر اذان دینا

خلاف سنت ہے، اسکا مرتکب بدعتی ہے

فقہاء احناف اہل السنۃ والجماعۃ کا فیصلہ

اَلحمدُ لولیہ والصلوۃ علی نبیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین

اما بعد

قبر پر اذان

جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہو چکنے کے بعد میت کو قبر میں دفن کیا جائے اور بسم اللہ علیٰ سنۃ رسول اللہ وغیرہ پڑھا جائے، اور دفن کے بعد ورہ بقرہ کا ابتدائی اور آخری حصہ پڑھنا بھی احادیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح بعض روایات میں سورۃ تحہ کا ذکر بھی آتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ بن معاذ کی قبر سبحان اللہ اور الحمد للہ وغیرہ خود بھی پڑھا اور حضرات صحابہ کرامؓ کو اس کی تلقین بھی کی۔ اسی طرح تغفار اور تثبیت کا سوال بھی کیا۔ یہ سب اُمور صحیح اور ثابت ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ قبر پر کھڑے لہ آپ نے دُعا بھی کی ہے اور اس کا حکم بھی فرمایا ہے۔ لیکن قبر پر اذان کا ثبوت نہ تو جناب نبی کریم لی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے اور نہ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے۔ اس وقت ریں بھی ہوتی تھیں، مُردے دفن بھی کئے جاتے تھے اور اذان بھی تھی اور اذان دینے والے بھی ہوتے تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس وقت تو اذان علی القبر سنت اور جائز نہ ہوئی، اور کئی صدیاں گزرنے کے مد یہ جائز ہو گئی، اور اس کے جواز پر رسالے بھی لکھے جانے لگے۔

اذان ایک خاص عبادت ہے اور اس کے لئے شریعتِ مقدسہ میں مخصوص مواقع مقرر کئے گئے ہیں۔ ان سے تجاوز کرنا حدود اللہ سے تعدی اور معصیت ہے۔ اگر ایسی تمسکیں جائز ہوتیں تو عیدین

کی نماز کے لئے بھی اذان واقامت درست ہوتی اور اس کے لئے اذان علی القبر سے بہت زیادہ اور بہتر اچھے وجوہ بھی پیش کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس بارہ میں تمام حضرات فقہ کرامؒ متفق ہیں۔ چنانچہ امام غرناطیؒ لکھتے ہیں:

ومن ذٰلک الاذان والاقامۃ فی العیدین فقد نقل ابن عبد البر اتفاق العلماء علی ان لا اذان ولا اقامۃ فیھا۔ (الاعتصام ج ۲ ص ۱۳)

اور اسی قبیل سے اذان واقامت عیدین میں امام ابن عبد البرؒ نے تمام حضرات فقہاء کا اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہاء احنافؒ قبر پر خلافِ سنت اُمور کا سختی کے ساتھ انکار کرتے ہیں چنانچہ امام ابن ہمام الحنفیؒ اپنی بے نظیر تالیف میں لکھتے ہیں کہ:

ویکرہ عند القبر کل ما لم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الا زیارتھا والدعاء عندھا قائما کما کان یفعل صلی اللہ علیہ وسلم فی الخروج الی بقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون اسأل اللہ لی ولکم العافیۃ۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳ طبع مصر)

اور قبر کے پاس ہر وہ چیز مکروہ ہے جو سنت سے ثابت نہ ہو، اور ثابت من السنۃ صرف قبروں کی زیارت ہے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر دُعا کرنا جیسے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت البقیع میں جا کر کیا کرتے تھے اور یوں فرما کرتے تھے سلامتی ہو تم پر اے مومنوں کی بستی میں بسنے والو ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں میں اپنے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دُعا کرتا ہوں۔

اور اسی طرح کی عبارت بحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۲ اور در المختار ج ۱ ص ۱۶۶ اور فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۱ میں بھی ہے۔ اس سے بھی صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ اذانِ قبر بلکہ اس قسم کے وہ جملہ مراسم جو سنت سے ثابت نہیں، قبر کے پاس مکروہ ہیں۔

علامہ ابنِ عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

وفی الاقتصار علی ما ذکر من الوارد اشارۃ الی

اور (زیارت اور دعا پر) اقتصار کرنے سے اس طرف اشارہ

ہ لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ ماھو معتاد الاٰن وقد صرح ابن حجرؒ فی تاواہ بانہ بدعۃ۔ (شامی ج ۱، ص ۶۵۹)

ہے کہ میت کو دفن کرتے وقت اذان کہنا جیسا کہ آج کل عادت ہوگئی ہے مسنون نہیں ہے اور امام ابن حجرؒ نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح کی ہے کہ قبر پر اذان دینا بدعت ہے۔

اور درر البحار میں ہے :

ن البدع التی شاعت فی الھند الاذان علی قبر بعد الدفن۔

اُن بدعات میں سے جو (بعض) بلادِ ہند میں شائع ہوگئی ہیں ایک دفن کے بعد قبر پر اذان دینا بھی ہے۔

اور توشیح شرح تنقیح لمحمود البلخیؒ میں اس اذان کے متعلق لکھا ہے :

یس بشیئ۔

یہ اذان کوئی چیز نہیں۔

یہ تمام عبارتیں اس امر کو واضح کرتی ہیں کہ دفن کے بعد قبر پر اذان دینے کا شریعتِ مطہرہ میں کے کوئی ثبوت ہی نہیں۔ یہ خلافِ سنت بھی ہے اور بدعت بھی۔ حضرات فقہاء کرامؒ کے احکام کے خلاف ہی ہے اور لیس بشئی بھی۔ ایک منصف آدمی کے لئے یہ حوالجات بالکل کافی ہیں۔ البتہ متعنت کیلئے ئی چیز بھی سود مند نہیں ہوتی۔ فریقِ مخالف کی طرف سے جو اعتراضات کئے گئے ہیں وہ بھی سُن لیجئے رساتھ ساتھ جوابات بھی دیکھ لیجئے تاکہ حق و باطل میں بخوبی فرق معلوم ہوسکے۔

پہلا اعتراض : مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں : "(ان عبارات میں جو دُعا کا ذکر کیا ہے) کہ اذان خود دُعا بلکہ بہترین دعا ہے کہ وہ ذکرِ الٰہی ہے اور ہر ذکرِ الٰہی دعا، تو وہ بھی سنّتِ تہ کی ایک فرد ہوئی" (ایذان الاجر ص ۸)

جواب : خان صاحب کا یہ ارشاد ایک مجتہدانہ مغالطہ ہے اور کئی وجوہ سے باطل ہے۔

اوّلاً اس لئے کہ اگرچہ بعض اعتبارات سے ذکر اور دُعا ایک ہی ہے لیکن عرف میں یہ دو الگ سی چیزیں ہیں۔ دُعا میں طلب اور سوال پیدا ہوتا ہے اور ذکر اس سے خالی ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ ماطبی لکھتے ہیں :

و فی العرف غیر الدعاء (الاعتصام ج ۲ ص ۲۸۸)

ذکر عُرف میں دُعا کے علاوہ ہے۔

اور فتح القدیر کے حوالے سے نقل کیا جاچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنت البقیع والوں کے لئے جو دُعا کی تھی اس میں عافیت کا سوال تھا اور یہی سنّت سے ثابت ہے۔

وثانیاً خود خان صاحب اذان کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ تو خالص ذکر بھی نہیں (فتاویٰ رضویہ، جلد دوم ص ۵۰۲) تو پھر یہ کیسے صحیح ہوا کہ اذان ذکرِ الٰہی ہے اور ہر ذکرِ الٰہی دُعا ہے ؟

وثالثاً اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ اذان دُعا ہے تو سوال یہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ و تبع تابعینؒ وغیرہ کو یہ بات کیوں سمجھ نہ آئی کہ اذان دُعا ہے، اور قبر پر یہ بھی ہونی چاہئے۔ جب یہ طریقہ اُن کو سمجھ نہ آسکا اور حضرات ائمہ مجتہدین نے بھی اس کو نہ سمجھا، تو کسی دوسرے کی سمجھ کیسے حجت ہوسکتی ہے ؎

سرِ خدا کہ عارف و زاہد کسے نگفت درحیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

دوسرا اعتراض : مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ بحر الرائق کا یہ فرمانا کہ قبر پر جاکر بجز زیارت و دُعا اور کچھ کرنا مکروہ ہے، بالکل درست ہے۔ وہ زیارتِ قبور کے وقت فرماتے ہیں یعنی جب وہاں زیارت کی نیت سے جاوے تو قبر کو چومنا یا سجدہ کرنا وغیرہ ناجائز کام نہ کرے اور یہاں گفتگو ہے دفن کے وقت کی، یہ زیارت کا وقت نہیں۔ اگر وقت دفن بھی اس میں شامل ہے پھر لازم ہوگا کہ میت کو قبر میں اُتارنا، تختہ دینا، مٹی ڈالنا اور بعد دفن تلقین کرنا، جس کو فتاویٰ رشیدیہ میں بھی جائز کہا ہے، سب منع ہوالخ (جاء الحق ص ۳۰۳ و ص ۳۰۴ بلفظہٖ)

جواب : یہ ہے مفتی احمد یار خان صاحب بدایونی ثم گجراتی کا جواب۔ مگر بات یہ ہے کہ صاحب بحر الرائق وغیرہ نے تو یکرہ عند القبر کہا ہے یکرہ فی القبر نہیں کہا۔ میت کو قبر میں اُتارنا فی القبر ہے عند القبر نہیں ہے۔ اسی طرح تختہ دینا اور مٹی ڈالنا فی القبر اور علی القبر ہے عند القبر نہیں۔ ہاں البتہ دفن کے بعد تلقین کرنا عند القبر ہے مگر وہ تو والدعا عندھا قائماً کی مد میں ہے جو سنّت سے ثابت ہے۔ اور زیارت و دعا۔ دفن سے قبل خالی قبر کی کوئی نہیں کرتا۔ مگر یاد

رہے کہ تلقین سے سورۂ بقرہ کا ابتدائی اور آخری حصہ پڑھنا مراد ہے۔ جس کا ثبوت حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث سے ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴۹ ج ۱) اگر یہ موقوف بھی ہو تب بھی حکماً مرفوع ہے اس لیے بحر الرائق وغیرہ کے الفاظ ہی اس کو متعین کر دیتے ہیں کہ دفن کے بعد دعا اور زیارت کے علاوہ قبر کے پاس اور جو کچھ بھی کیا جائیگا وہ خلافِ سنّت ہوگا، سجدہ ہو یا طواف، استمداد ہو یا اذان وغیرہ، اور یہی ہم کہنا چاہتے ہیں۔

تیسرا اعتراض : (علامہ شامیؒ نے امام ابن حجرؒ کے حوالہ سے جو یہ نقل کیا ہے کہ قبر کے پاس اذان بدعت ہے) اولاً تو ابنِ حجرؒ شافعی مذہب ہیں۔ بہت سے علماء جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں فرماتے ہیں کہ اذانِ قبر سنّت ہے اور امام ابنِ حجرؒ شافعی اس کی تردید کرتے ہیں تو بتاؤ کہ حنفیوں کو مسئلہ جمہور پر عمل کرنا ہوگا کہ قولِ شافعی پر؟ دوم امام ابنِ حجرؒ نے بھی اذانِ قبر کو منع نہ کیا بلکہ اس کے سُنّت ہونے کا انکار کیا یعنی یہ سنّت نہیں۔ (بلفظہٖ جاء الحق ص ۳۰۲)

جواب : مفتی صاحب نے یہ جو کچھ لکھا ہے نری دفع الوقتی ہے اور بہت ممکن ہے کہ ان کا ضمیر بھی ان کو ملامت کرتا ہوگا۔ اولاً اس لئے کہ یہی امام ابنِ حجرؒ (اور امام سیوطیؒ) جو شافعی ہیں مگر مسئلہ میلاد وغیرہ مفتی احمد یار خان صاحب اور ان کی بدعت پسند پارٹی ان ہی سے ثابت کرتی ہے اور اُس وقت اُن کی شافعیت پیشِ نظر نہیں ہوتی۔ وہاں تو ان کی تعریفیں کرتے کرتے قلم کند اور زبانیں خشک ہو جاتی ہیں اور یہاں اس طرح جوش و خروش کا اظہار کیا جاتا ہے "تو بتاؤ کہ حنفیوں کو مسئلہ جمہور پر عمل کرنا ہوگا کہ قولِ شافعی پر؟"۔

وثانیاً امام ابنِ حجرؒ نے صرف اس کی سنّیت ہی کا انکار نہیں کیا بلکہ اس کو بدعت بھی کہا ہے۔ چنانچہ خود مفتی احمد یار خان صاحب بحوالہ شامی یہ حوالہ اس طرح نقل کرتے ہیں (ترجمہ بھی مفتی صاحب کا ہے)۔

وقد صرح ابن حجر بانه بدعة وقال من ظن انه سنة فلم يصب۔ — اور ابنِ حجرؒ نے صریح فرما دی کہ یہ بدعت ہے اور جو کوئی اس کو سنّت جانے وہ درست نہیں کہتا (جاء الحق ص ۳۰۳)

اس سے قبل علامہ شامیؒ کی عبارت یوں ہے کہ :

لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما هو المعتاد الآن الخ (شامی ج ۱ ص ۸۳۷) — میت کو قبر میں داخل کرتے وقت جیسا کہ اب عادت بنا لی گئی ہے اذان کہنا سنّت نہیں ہے۔

امام ابنِ حجرؒ کی تصریح کے بعد کہ یہ بدعت ہے، یہ کہہ دینا کہ انہوں نے منع نہیں کیا کتنی حیرتناک بات ہے مگر مفتی صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ بدعت کے ذریعہ ہی سے تو ہماری گاڑی چلتی ہے ہم اس کو منع نہیں کہتے سے

یہ سب سوچ کر دل لگایا ہے ناصح — نئی بات کیا آپ فرما رہے ہیں

وثالثاً رد المحتار والے تو حنفی ہیں وہ تو شافعی نہیں۔ ان کی بات کیوں رد کر دی گئی ہے؟ اسی طرح امام ابنِ عابدین شامیؒ حنفی ہیں اور امام ابنِ حجرؒ کے اس حوالہ کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ اس سے کیوں اغماض کیا گیا ہے؟

ورابعاً وہ کونسے علماء ہیں جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں جو اذانِ قبر کو سنّت کہتے ہیں۔ ان کا نام اور کتاب کا حوالہ تو تحریر فرمایئے۔ یہ بات آپ نے صیغۂ راز میں کیوں رکھ چھوڑی ہے تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو جائے کہ ایسے علماء بھی ہیں (جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں) جو اذانِ قبر کو سُنّت کہتے ہیں۔ باقی خان صاحب بریلوی وغیرہ بدعت پسند مولویوں کی عبارتوں سے صرف اپنے ماؤف دل کی تسکین تلاش کیجئے۔ اہلِ سنّت والجماعت کے نزدیک ایسے مبتدعین کی بات پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی کیونکہ ان کی بات صرف آپ کو ہی پسند آسکتی ہے ع نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

الجواب : قبر پر اذان کہنا خلافِ سنّت اور بدعتِ سیئہ ہے جیسا کہ تصریحاتِ فقہاء سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۸۲)۔ ہمارے اکابر نے تصریح کر دی ہے۔

چوتھا اعتراض : (علامہ محمود بلخیؒ کی توشیح کی عبارت کے جواب میں) مفتی صاحب لکھتے ہیں: توشیح کا فرمانا لیس بشیء اس کے معنی یہ نہیں کہ حرام ہے۔ مراد یہ ہے کہ نہ فرض نہ واجب نہ سُنّت محض جائز اور مستحب ہے اور اس کو سنّت یا واجب سمجھنا محض غلط ہے۔ جو فقہاء کہ اس کو بدعت فرماتے ہیں وہ بدعتِ جائزہ یا کہ بدعتِ مستحبہ فرماتے ہیں نہ کہ بدعت مکروہہ۔ کیونکہ بلا دلیل کراہت ثابت نہیں ہوتی۔ (بلفظہٖ جاء الحق ص ۳۰۵)۔

جواب: مفتی صاحب کا یہ جواب بچند وجوہ باطل ہے۔ اولاً اس لئے کہ یہ ان کے اس زعم باطل پر مبنی ہے کہ جواز اور استحباب کے لئے دلیلِ شرعی ضروری نہیں سمجھتے اور علماء کے قول سے بھی اس کو وہ صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ سراسر باطل ہے کیونکہ جواز اور استحباب بھی شرعی احکام ہیں اور ان کے اثبات کے لئے بھی دلیلِ شرعی کی ضرورت ہے۔

وثانیاً مستحب جیسے شرعی حکم کو جس کے کرنے سے ثواب ملتا ہے لیس بشیء سے تعبیر کرنا اور وہ بھی محض اپنی غرضِ فاسد کے تحت، دین کی سراسر بغاوت ہے اور دُرِّ مختار کے حوالہ سے قیل یستحب سے اس پر استدلال کرنا اور پھر لفظ قیل کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ضعف کی علامت نہیں، تمام بے بنیاد باتیں ہیں کیونکہ دین کسی اکیلے دوکیلے عالم کی رائے یا اُس کی لغزش کا نام نہیں ہے۔ یہاں جمہور کی نقل معتبر ہوگی یا کم از کم معتبر اور مستند عالم کی بات جو بادلیل ہو۔

وثالثاً وہ کون سے حضرات فقہاء کرام ہیں جو اذان علی القبر کو بدعت جائزہ یا بدعتِ مستحبہ فرماتے ہیں؟ شاید وہ مفتی صاحب کے عالمِ خیال، صوبۂ خواہش اور ضلع غرضِ فاسد میں آباد ہوں۔ مفتی صاحب نے ہدایہ کے حاشیہ سے جو یہ نقل کیا ہے کہ لیس بشیء سے وہ چیز مراد ہوگی جس پر ثواب نہ ملتا ہو اور لیس بشیء اباحت پر صادق آتا ہے، اور پھر یہ نتیجہ نکالا کہ: معلوم ہوا کہ لیس بشیء مباح کو بھی کہا جاتا ہے (ص۳۰۵) تو یہ بھی مفتی صاحب اور دیگر بدعت پسند حضرات کے اس نظریہ پر مبنی ہے کہ وہ اباحت کو دلیلِ شرعی کا محتاج نہیں سمجھتے۔ حالانکہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ اباحت بھی حکم شرعی ہے اور اباحت بغیر اذن شارع اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول و فعل کے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے یہ تمام مغز کھپائی مفتی صاحب کے لئے بالکل بے سود ہے۔

الحاصل یہ ایک واضح اور بیّن حقیقت ہے کہ قبر پر اذان نہ تو جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول و فعل سے ثابت ہے اور نہ حضرات صحابہ کرامؓ و تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے اس کا ثبوت ملتا ہے، نہ حضرات مجتہدینؒ سے اس کا جواز منقول ہوا اور نہ ذمہ دار فقہاء کرامؒ سے، بلکہ وہ اس کو خلافِ

سنّت اور بدعت کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جو چیز خلافِ سنّت اور بدعت ہو، وہ کیسے جائز اور مستحب ہو سکتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ خان صاحب بریلی وغیرہ اس کو فردِ سنّت کہتے ہیں۔ مگر اثباتِ سنّت اُن کے منہ کی بات کا نام نہیں ہے، یہاں ٹھوس اور صریح دلیل درکار ہے۔

اذان علی القبر کے جواز کے دلائل

قبر پر اذان دینے کے جواز میں متعدد اہلِ بدعت حضرات نے چھوٹی بڑی کتابیں اور رسالے لکھے ہیں۔ چنانچہ اُن کے اعلیٰ حضرت خان صاحب بریلی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ایذان الاجر ہے (جس کا بہترین جواب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے اعلان الحق سے دیا ہے) اس میں خان صاحب نے بزعمِ خود پندرہ دلیلیں قائم کی ہیں۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں: "یہ پندرہ دلیلیں ہیں کہ چند ساعات میں فیضِ قدیر سے قلبِ فقیر پر فائض ہوئیں" (ایذان الاجر ص۱۲) مگر ان میں ایک بھی دلیل ایسی نہیں ہے جس سے قبر کے اُوپر اذان کا مسئلہ ثابت ہو۔ ان دلائل میں کسی میں اذان کی فضیلت کا ذکر ہے اور کسی میں دُعا اور ذکر کی فضیلت کا تذکرہ ہے۔ کسی میں قبر کے اندر میت کیلئے تثبیت کا سوال ہے، اور کسی میں اس کے لئے تخفیفِ عذاب کا بیان ہے۔ اور کسی میں سُبْحَانَ اللهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وغیرہ کا قبر پر اثبات ہے۔ کسی میں استعاذہ من الشیطان کی دُعا کا ذکر ہے اور کسی میں تلقین کا۔ کسی میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی لینے سے عذاب کے ٹل جانے کا بیان ہے اور کسی میں شیطان کے بھاگ جانے کا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب مسائل اور دلائل اپنے مقام پر حق ہیں اور ان کا کوئی بھی مسلمان منکر نہیں ہے۔ مگر سوال تو صرف یہ ہے کہ کیا معہود اذان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ نے قبر پر دی ہے؟ اگر اس کا ثبوت ہے تو لایئے اللہ بسم اللہ۔ اس دلیل سے یہ مسئلہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ کسی حدیث سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کا جملہ لے لیا اور کسی سے درود شریف کی فضیلت اخذ کر لی، اور کسی حدیث سے شیطان کے بھاگنے کی بات اخذ کر لی اور کسی سے اذان کی، اور سب کو جوڑ کر اذان ثابت کر دی۔ اس کا نام دلیل نہیں ہے۔ ایسے طرزِ استدلال سے اسلام میں کیا کچھ ثابت نہیں کیا جا سکتا؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم خان صاحب کی سب سے بڑی اور وزنی دلیل کو

جس کو انہوں نے دلائل کی مد میں نمبر اوّل پر پیش کیا ہے نقل کر کے اس کے متعلق کچھ عرض کر دیں تاکہ آپ کو نمونہ از خروارے کے طور پر بقیہ دلائل کا معیار اور خان صاحب کا گلستانِ دلائل بھی معلوم ہو جائے، اور ان دلائل سے ان کے اختیار کردہ مسائل کا خاکہ بھی سامنے آ جائے۔ اور یقین کیجئے کہ ان کی ہر دلیل اپنے دعویٰ کے اثبات سے قاصر اور فی نفسہٖ غیر مؤثر ہے۔ بقول علامہ اقبال ؒ

اِک فغانِ بے شرر سینے میں باقی رہ گئی — سوز بھی جاتا رہا جاتی رہی تاثیر بھی

خان صاحب لکھتے ہیں کہ دلیل اوّل وارد ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور سوال نکیرین ہوتا ہے۔ شیطان رجیم وہاں بھی خلل انداز ہوتا ہے اور جواب میں بہکاتا ہے۔ امام ترمذی محمد بن علیؒ نوادر الاصول میں امام اجل سفیان ثوریؒ سے روایت کرتے ہیں۔ جب مُردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے۔ شیطان اس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اس لئے حکم آیا کہ میت کے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے۔ اور جب ثابت ہو گیا کہ وہ وقت عیاذاً باللہ مداخلت شیطان لعین کا ہے اور ارشاد ہوا کہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور ہمیں حکم آیا کہ اس کے دفع کو اذان کہو، تو یہ اذان خاص حدیثوں سے مستنبط بلکہ عین ارشاد شارع کے مطابق اور مسلمان بھائی کی عمدہ امداد و اعانت ہوئی۔ (ایذان الاجر ص۳ و ص۴ بلفظہ ملخصاً)۔

جواب: خان صاحب کا یہ ارشاد ایک خالص مجددانہ مغالطہ اور قلتِ تدبر کا افسوسناک مظاہرہ ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ شرعی اصول کا تقاضا ہے کہ انسان کی تکلیفی زندگی جس میں اغوائے شیطانی کا خطرہ رہتا ہے موت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ قبر میں اغوا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ باقی نوادرُ الاُصول کا حوالہ تو چنداں قابلِ التفات نہیں ہے اس لئے کہ یہ کوئی مرفوع حدیث نہیں بلکہ ایک تابعی کا موقوف قول ہے، اور پھر اس کی سند بھی ذکر نہیں کی گئی اور نوادر الاصول ان کتابوں میں ہے جن میں رطب ویابس سبھی کچھ ہے۔ المزاح فی المزاح لعلامہ بدر الدین غزیؒ (المتوفی ۹۸۴ھ) کے حاشیہ میں ہے:

قال السیوطیؒ فی الجامع الکبیر کل ما عزی الی العقیلی وابن عدی والخطیب البغدادی وابن عساکر او للحکیم الترمذی وذکر جملۃ غیرھم فھو ضعیف فیستغنی بالعزو الیھا عن بیان ضعفہ۔

(حاشیہ المزاح فی المزاح ص۱۵)

امام سیوطیؒ جامع کبیر میں لکھتے ہیں کہ جو روایت عقیلی اور ابن عدیؒ اور خطیب بغدادیؒ اور ابن عساکرؒ اور حکیم ترمذیؒ اور ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت کا ذکر کیا، کی طرف منسوب ہو تو وہ ضعیف ہوگی۔ ان کی طرف روایت کا نسبت کر دینا ہی اس کے ضعف کے لئے کافی ہے اسکے ضعف کے الگ بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

اگر ان کتابوں میں کوئی روایت باسند ہو اور سند بھی متصل ہو اور راوی بھی تمام ثقہ ہوں اور شذوذ اور علتِ قادحہ سے بھی محفوظ ہو، تو الگ بات ہے ورنہ ان کی طرف کسی روایت کا منسوب کر دینا ہی اس کے ضعیف اور کمزور ہونے کی دلیل ہے اور یہی وہ کتابیں ہیں کہ جن سے جملہ اہلِ بدعت اور خصوصاً خان صاحب بریلی اپنے سب مسائل ثابت کرتے ہیں کیا خوب ؏ مذہب معلوم اہلِ مذہب معلوم!

وثانیاً اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ قبر میں بھی شیطان کا دخل ہوتا ہے اور بعض حضرات صحابہ کرامؓ سے دفن کے بعد کی دعاؤں میں اللّٰھم اجرھا من الشیطان اور اللّٰھم اعذہ من الشیطان اور اس قسم کے جو الفاظ وارد ہوتے ہیں وہ اپنی حقیقت ہی پر محمول ہیں۔ تو عرض یہ ہے کہ بہت سے مقامات ایسے ہیں جن میں شیطان کا دخل احادیث سے معلوم ہے مگر ان مقامات پر شاید خانصاحب بھی اذان کو گوارا نہ کریں۔ چنانچہ صحیح بخاری ج ۲ ص۹۴۵ وغیرہ کتب صحاح میں یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس وقت یہ دعا پڑھے:

بسم اللّٰہ جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا (الحدیث۔ بخاری ج ۲ ص۹۴۵)

اللہ کے نام سے اے اللہ ہمیں شیطان سے بچا اور شیطان کو اس چیز (یعنی اولاد) میں جو تو ہمیں دے ہم سے الگ رکھ۔

حافظ ابن حجرؒ حضرت مجاہدؒ سے اس کی شرح میں نقل کرتے ہیں کہ:

ان الذی یجامع ولا یسمی یلتف الشیطان علی احلیلہ الخ (فتح الباری ج ۲ ص۹۲)

جو شخص ہمبستری کے وقت یہ دعا نہیں پڑھتا تو شیطان اس کے آلۂ تناسل پر لپٹ جاتا ہے اور ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔

لیجئے اس سے زیادہ نازک مقام شیطان کو بھگانے کا اور کیا ہوگا؟ کیا قبر پر اذان دینے والے حضرات کے نزدیک اس موقع پر بھی شیطان کو بھگانے کا کبھی خیال پیدا ہوا ہے؟ ان کے نزدیک تو اس موقع پر بھی اذان کم از کم مستحب اور فردِ سنّت ہونی چاہیئے۔ یہاں صرف مسلمان بھائی ہی کی امداد نہیں؛ بلکہ مسلمان بہن کی ہمدردی اور امداد بھی ہوگی، اور وہ بے چاری دوگونہ تکلیف سے بھی محفوظ رہے گی بلکہ اور اولاد پر بھی احسان ہوگا کہ شیطان کی خلل اندازی سے وہ بھی محفوظ رہے گی۔ اس موقع پر اذان دینے میں مسلمان بھائی اور بہن اور اولاد کئی افراد کا بھلا ہے اور نیک آدمی کی اذان کا اثر بھی مخفی نہیں لہٰذا فریقِ مخالف کے نیک حضرات مریدوں مقتدیوں اور شاگردوں کو شغل بکار ہونے کا حکم دیں اور خود اذان دینے کا فریضہ ادا کریں تاکہ انکی امداد ہو جائے۔ اگر اس موقع پر وہ ایسا نہیں کرتے تو وجہِ فرق بیان کریں۔

وثالثاً آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

ان ھذا الحشوش محتضرۃ (الحدیث) — یعنی قضائے حاجت کے مقامات پر شیاطین موجود رہتے ہیں
(ابوداؤد ج ۱ ص۲ ومشکوٰۃ ج ۱ ص۴۳) — پس جب تم میں سے کوئی پاخانے جائے تو یہ دعا کیا کرے۔

نیز فرمایا:

اللّٰھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث (ترمذی ج ۱ ص۳) — کہ اے اللہ مجھے نر اور مادہ جنوں اور شیطانوں سے بچا۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ پاخانوں میں شیاطین موجود رہتے ہیں۔ کیا قبر پر اذان دینے والوں نے کبھی اس موقع پر اذان کہنے کو مستحب اور فردِ سنّت کہا ہے؟ اور اس پر کبھی عمل کیا ہے کہ پیر، مولوی اور مفتی صاحب تو قضائے حاجت میں مشغول ہوں اور باوفا مرید اور شاگرد اذان دے کر شیاطین کو بھگانے کی فکر میں ہوں، اور اگر ایسا کرتے ہیں تو خوب، اور اگر نہیں تو وجہِ فرق کیا ہے؟ بیّنوا و توجروا۔

ورابعاً خان صاحب بریلی کے پیش کردہ جملہ فوائد (اور ان سے اخذ کر کے مفتی احمد یار خان صاحب کے یہ تمام منافع کہ اذان میں پوری تلقین ہے — اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔ — اذان سے دل کی وحشت دور ہوتی ہے — اذان کی برکت سے غم دور ہوتا ہے — اذان کی

برکت سے لگی ہوئی آگ بجھتی ہے — اذان ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ کی برکت سے عذابِ قبر دور ہوتا ہے اور اذان میں حضور علیہ السلام کا ذکر ہے اور صالحین کے ذکر کے وقت نزولِ رحمت ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ دیکھئے ایذان الاجر اور جاء الحق ص۲۹۱ تا ص۳۰۲ بلفظہٖ ملتقطاً) جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ و تبع تابعینؒ کو بھی معلوم تھے۔ مگر کیا وجہ ہے کہ آپ نے مدۃ العمر ایک دفعہ بھی کسی کی قبر پر اذان نہ کہی، نہ اس کا حکم صادر فرمایا، نہ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ میں سے کسی نے اس پر عمل نہ کیا اور نہ حضرات ائمہ دین میں سے کسی نے یہ راز سمجھا، تو آج چودھویں صدی میں کسی شخص کو یہ حق کہاں سے اور کیسے حاصل ہو گیا کہ وہ اپنی ان بے حقیقت قیاس آرائیوں سے دین میں پیوند کاری کرے؟ قبر پر اذان دے کر مسلمان بھائی کی عمدہ امداد کا یہ جادو اثر نسخہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے باوجود رؤف اور رحیم ہونے کے اپنی امّتِ مرحومہ کو نہ بتایا اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کو بھی یہ نسخۂ عجیبہ و مفیدہ معلوم نہ ہو سکا اور حضرات ائمہ مجتہدینؒ بھی اس اکسیرِ اعظم سے محروم رہے اور سلف صالحینؒ بھی اس زود اثر گشتہ کے اثر سے فیض یاب نہ ہو سکے تو پھر آج اس نسخہ کو کون پوچھتا ہے؟ ؎

اور ہوں گے جو سہیں اُن کی جفائیں بے محل — ہم کسی کا غمزۂ بے جا اٹھا سکتے نہیں

وخامساً دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ شیطانِ لعین انسان کا عدوِّ مبین ہے، اور ہر وقت اسی فکر میں رہتا ہے کہ انسان کو اغوا کر کے اپنا رفیق اور ساتھی بنا لے۔ بیداری میں وہ بھلا پیچھا کیسے چھوڑتا، وہ تو خوابِ غفلت میں بھی انسان کو پریشان کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اور خواب کی ایک قسم تحویف من الشیطان ہے جو اس کی واضح دلیل ہے۔ اہلِ بدعت کے قاعدہ کی رُو سے لازم ہے کہ دن اور رات کے جملہ اوقات میں اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی عمدہ امداد اس اذان کے ذریعہ کی جائے، اور سفر و حضر میں اس عمدہ امداد کو فراموش نہ کیا جائے۔ کوئی اس کو پسند کرے یا نہ کرے، یہ کہتے ہوئے اس پر عمل کرنا چاہیئے کہ مان نہ مان میں تیرا مہمان! اور یہ کس سے پوشیدہ ہے کہ اسمبلیوں، کلبوں، سنیماؤں، کالجوں، اسکولوں اور دفتروں میں آج کل جس طرح شیطان کا دخل ہے وہ کسی اور جگہ ہرگز

نہیں۔ لہٰذا اپنے مسلمان بھائیوں کی عمدہ امداد اذان کے ذریعہ ہونی چاہیئے، اور پھر حکومت کے فیصلہ کا انتظار کیجئے کہ وہ اس ہمدردی کا کیا صلہ تجویز کرتی ہے؟ اور آج کون مسلمان ہے جو اس ناپائیدار دُنیا میں وحشت اور غم میں مبتلا نہیں، ہر طرف سے بیچارہ مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے اور وہ کون سنگدل ہے جس کے ماں باپ اور بیٹا یا کوئی عزیز فوت ہو جاتے اور وہ غم والم سے دوچار نہ ہو، اس کی عمدہ امداد اذان کے ذریعہ کیوں نہیں کی جاتی؟ اور سینکڑوں مکانات بعض افراد کی غلطی اور نادانی کی وجہ سے نذرِ آتش ہو جاتے ہیں پھر اذان کے ذریعہ آگ بجھا کر اُن بیچاروں کی یہ عمدہ امداد کیوں نہیں کی جاتی؟ یہ بھی کوئی عجیب نسخہ ہے کہ میت کی عمدہ امداد تو اس سے ہوتی ہے اور زندوں کا ہولِ دل، وحشت اور غم اس سے دُور نہیں کیا جاتا، اور نہ تو آتشِ حسی اس سے بجھائی جاتی ہے اور نہ معنوی (مثلاً حسد، بغض، عداوت وغیرہم) یہ کیا عجیب اور محیرّ العقول منطق ہے، فیصلہ آپ پر ہے ؎

یہاں تک آپ کی تعظیم کر دی — اب آگے آپ کے اعمال جانیں

ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ | اہلِ بدعت حضرات کا ایک اُصولی مغالطہ ہے جس میں وہ سب کے سب گرفتار ہیں۔ چنانچہ مفتی احمد یار خان صاحب کے الفاظ میں وہ مغالطہ یہ ہے کہ نفسِ ذکر اللہ، تسبیح و تکبیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے اور جس کی اصل ثابت ہو وہ سنت ہے۔ اس پر زیادتی کرنا منع نہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ حج میں تلبیہ کے جو الفاظ احادیث سے منقول ہیں، ان میں کمی نہ کرے۔ اگر کچھ بڑھا دے تو جائز ہے (ہدایہ وغیرہ) اذان میں تکبیر بھی ہے اور کچھ زیادہ بھی، لہٰذا یہ سنت سے ثابت ہے (بلفظہ جاء الحق ص۳۰۱)۔

جواب: یہ استدلال بھی سراسر مردود ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ پوری تفصیل کے ساتھ عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ سب منافع اور فوائد جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام وغیرہم کو معلوم تھے۔ مگر انہوں نے اپنی زندگی میں ایک دفعہ بھی قبر پر اذان نہیں دی۔ لہٰذا سنتِ ثابتہ کے مقابلہ میں ایسے خود ساختہ عقلی دلائل ہرگز قابلِ قبول نہیں ہیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ لکھتے ہیں، کہ وہ عقلیات جو شریعت کے معیار اور میزان پر پورے نہ اُترتے ہوں، "قابلِ اعتماد و محلِ اعتبار نمی تواند

بود"۔ (عجالہ نافعہ ص۳)۔

وثانیاً مفتی احمد یار خان صاحب نے ہدایہ کے حوالہ سے اتنی بات (جو مفید طلب تھی) تو نقل کر دی ہے کہ اگر کچھ بڑھا دے تو جائز ہے لیکن صاحبِ ہدایہ کی دلیل نقل نہیں کی کہ یہ زیادت کیوں جائز ہے؟ صاحبِ ہدایہ اپنی عادت کے موافق اس مسئلہ کی نقلی دلیل یوں پیش کرتے ہیں کہ:

ان اجلاء الصحابۃؓ کابن مسعودؓ وابن عمرؓ وابی ھریرۃؓ زادوا علی الماثور (ہدایہ ج۱ ص۲۱۱) — بڑے بڑے حضرات صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ ماثور تلبیہ میں کچھ الفاظ زیادہ پڑھتے تھے۔

یہ وہ صحابی ہیں جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر وقت حاضری دینے والے تھے۔ ان کے اس زیادت والے عمل سے یہ ثابت ہوا کہ اُن کے پاس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی نہ کوئی ثبوت ضرور موجود تھا، ورنہ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عمرؓ وہی جلیل القدر صحابی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اور ہیئت کے بدلنے کو بھی گوارا نہیں کرتے تھے اور تغییر کو بدعتِ ظلماء، اور بدعتِ عظمیٰ وغیرہ سے تعبیر کرتے تھے۔ جس کی پوری تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ اگر ان کے پاس ایسا ثبوت نہ ہوتا تو ہرگز وہ یہ زیادتی نہ کرتے۔

ہم نے جو یہ کہا کہ ان کے پاس ثبوت ہوگا۔ یہ بات محض "ہوگا" پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ حقیقۃً ان کے پاس ثبوت موجود تھا۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

والناس یزیدون لبیك ذا المعارج ونحوہ من الکلام والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یسمع فلا یقول لھم شیئاً۔ (ابوداؤد ج۱ ص۲۵۲ ونصب الرایۃ ج۳ ص۲۵) — کہ لوگوں نے لبیک ذا المعارج اور اسی طرح کا اور کلام تلبیہ میں زیادہ کیا اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کو سُنا اور اُن کو کچھ نہ کہا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تلبیہ کے اندر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ کی موجودگی میں یہ کلمات حضرات صحابہ کرامؓ زیادہ کرتے تھے، اور آپ نے سُن کر بھی اُن کو منع نہیں کیا تو یہ آپ کی تقریری حدیث ہے (دیکھئے نخبۃ الفکر ص۱۷ وغیرہ)۔ وہی حضرت ابو ہریرہؓ جن کا حوالہ صاحب ہدایہ نے دیا ہے کہ وہ تلبیہ میں بعض الفاظ زیادہ کیا کرتے تھے، ان سے (نسائی ج۲ ص۳۱، صحیح ابن حبان اور مستدرک

حاکم ج ۱ ص۲۵ میں علی شرط الشیخین اور اس کے مختص موارد الظمآن ص۲۴۳) یہ روایت آتی ہے کہ وہ زیادت کو جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کرتے تھے (ملاحظہ ہو زیلعی ج ۲ ص ۲۵ وغیرہ) الغرض جلیل القدر حضرات صحابہ کرامؓ تلبیہ میں زیادت کیا کرتے تھے۔ مگر یہ زیادت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قولی اور تقریری حدیث سے ثابت تھی۔ اس پر مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کا قیاس کتنا سراسر باطل اور مردود ہے۔ بغرضیکہ کوئی بھی ایسی صحیح اور صریح دلیل موجود نہیں جس سے قبر پر اذان کا جواز ثابت ہو سکے، چہ جائیکہ وہ فرد سنت ہو۔ اور عرض کیا جا چکا ہے کہ جواز اور اباحت بھی حکم شرعی ہے اور وہ بھی صرف شارع سے ثابت ہوگا اور بس۔

الغرض اذان "علی القبر" اس وجہ سے کہ وہ دین الٰہی میں ایک قسم کا اضافہ ہے، اس وجہ سے کہ وہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا نہ صحابہ کرام نے اس کو کیا، نیز اس وجہ سے کہ اس میں حدود اللہ سے تعدی ہے وہ بدعت ضلالت، اور قانون شریعت سے بغاوت ہے۔

یہاں تک جو بحث کی گئی وہ صرف اصولی تھی مزید اطمینان کے لئے فقہ کی بعض متداول کتابوں سے بھی چند تصریحات نقل کی جاتی ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی رد المحتار میں لکھتے ہیں۔

وفی الاقتصار علی ما ذکر من الوارد اشارة الی انه لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الان وقد صرح ابن حجر فی فتاواه بانه بدعة (شامی ص ۱۰۹ ج ۱)

اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ میت کو دفن کرتے وقت اذان جیسا کہ آج کل عادت ہو گئی ہے، مسنون نہیں ہے اور ابن حجرؒ نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے کہ وہ بدعت ہے۔

اور البحار میں ہے

من البدع التی شاعت فی الهند الاذان علی القبر بعد الدفن۔

ان بدعات میں سے جو (بعض) بلاد ہند میں شائع ہو گئی ہے دفن کے بعد قبر پر اذان دینا بھی ہے۔

اور توشیح شرح تنقیح لمحمود البلخی میں بھی اذان کے متعلق لکھا ہے لیس بشئ کہ وہ کوئی چیز نہیں۔

اور امام ابن ہمام اپنی بے نظیر تالیف "فتح القدیر" شرح ہدایہ "کتاب الجنائز" میں ارقام فرماتے ہیں۔

ویکرہ عند القبر کل مالم یعہد من السنۃ والمعہود
منہا لیس الا زیارتہا والدعاء عندھا قائما۔ (فتح
القدیر مطبوعہ مصر ص ۱۰۲ - جلد ۲)

اور قبر کے پاس ہر وہ چیز مکروہ ہے جو سنت سے ثابت نہ ہو اور ثابت من السنۃ صرف قبروں کی زیارت ہے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر دعاء کرنا

اور بعینہ یہی عبارت بحر الرائق ۱۹۶ ج ۲ اور رد المحتار، ص ۲۶ ج ۱۰۱ اور فتاوی ہندیہ (ص ۱۰۷، جلد ۱) پر بھی ہے۔ اس سے بھی صراحتًا معلوم ہوتا ہے کہ "اذان قبر" بلکہ اس قسم کے تمام وہ مراسم جو سنت سے ثابت نہیں قبر کے پاس مکروہ ہیں۔

استاذ الآفاق حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مائۃ مسائل میں "اذان قبر" ہی کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مندرجہ بالا عبارت نقل کی تھی اور اس سے یہی نتیجہ نکالا تھا کہ "اذان قبر" نادرست ہے۔ مولوی احمد رضا خانصاحب نے "ایذان الاجر فی اذان القبر" میں اس پر لکھا کہ۔

امام ثانی منکرین یعنی مولوی اسحاق صاحب دہلوی نے مائۃ مسائل میں اسی سوال کے جواب میں کہ بعد دفن قبر پر اذان کیسی ہے فتح القدیر و بحر الرائق و نہر الفائق و فتاوی عالمگیریہ سے نقل کیا کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعاء سنت سے ثابت ہے، اور براہ بزرگی استانہ جانا کہ اذان خود دعا بلکہ بہترین دعاء سے ہے کہ وہ ذکر الٰہی ہے اور ہر ذکر الٰہی دعاء، تو وہ بھی اسی سنت ثابتہ کی ایک فرد ہوئی

(انتہی بقدر الحاجۃ)

فی الحقیقت یہ فاضل بریلوی کا مجددانہ مغالطہ ہے اور ممکن ہے کہ وہ خود بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں، اصل بات یہ ہے کہ "دعا" قرآن و حدیث میں کہیں کہیں اگرچہ عبادت، ذکر اللہ، ندا وغیرہ بعض معانی میں بھی مستعمل ہے۔ کما فی المفردات للامام

الراغب) لیکن عرف میں دعاء کے لیے طلب اور سوال ضروری ہے اور جو ذکر طلب و سوال سے خالی ہو اس کو اہل عرف "دعاء" نہیں کہتے۔ کما لا یخفی۔

اور حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو عبارت نقل کی ہے وہ کوئی قرآنی آیت یا حدیث نبوی نہیں ہے، بلکہ ایک مصنف کی عبارت ہے۔ اس میں جو دعاء کا لفظ ہے۔ اس سے وہی چیز مراد ہو گی جس کو عرف میں "دعا" کہتے ہیں، اور اذان ہرگز اس کا فرد نہیں یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص اذان دے رہا ہو تو عرف میں کوئی نہیں کہتا کہ یہ "دعا" ہو رہی ہے۔"

بہر حال "فتح اور بحر" وغیرہ کی مندرجہ بالا عبارت میں لفظ دعاء سے مطلق ذکر اللہ مراد لینا اور پھر اس کو اذان پر منطبق کرنا فاضل بریلوی کا افسوسناک مغالطہ یا قلت تدبر کا حیرتناک مظاہرہ ہے، علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ عرف میں ذکر اور دعاء غیر غیر ہیں۔ چنانچہ امام ابو اسحاق شاطبی فرماتے ہیں۔

هو فی العرف غیر الدعاء (الاعتصام ص ۲۸۸)
ذکر عرف میں دعاء کے بغیر ہے۔

علاوہ ازیں "فتح القدیر" وغیرہ کی پوری عبارت اس موقع پر اس طرح ہے
والمعہود منہا لیس الا زیارتہا والدعاء عندھا قائما
کما کان یفعل صلی اللہ علیہ وسلم فی الخروج الی
البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مومنین وانا انشاء اللہ
بکم لاحقون اسئال اللہ لی ولکم العافیہ" (فتح القدیر،
جلد ۲، ص ۱۴۲)

اور سنت سے ثابت صرف قبور کی زیارت اور ان کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنا ہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع جانے میں کیا کرتے تھے اور وہاں فرمایا کرتے تھے "سلامتی ہو تم پر ایمان والوں کی اس بستی کے بسنے والو، اور ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں میں اپنی اور تمہارے

لیے اللہ سے عافیت کی دعا کرتا ہوں"

اس پوری عبارت سے یہ چیز بالکل ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہاں "دعا" سے مطلق ذکر مراد نہیں ہے بلکہ وہی مراد ہے جس کو عرف میں دعاء کہتے ہیں اور وہی سنت سے ثابت ہے۔

الغرض فتح القدیر بحر الرائق، شامی اور عالمگیریہ کی مندرجہ بالا عبارت کی دلالت "اذان قبر" کے ممنوع اور نادرست ہونے پر نہایت صاف اور واضح ہے اور حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب پر فاضل بریلوی کا اعتراض محض مغالطہ ہے

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا وہ نفس مسئلہ کا حکم معلوم کرنے کے لیے بالکل کافی ہے۔ اس کے بعد ہم ان دلائل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اس اذان کے ثبوت کے لیے فاضل بریلوی نے اپنے مایہ ناز رسالہ "ایذان الاجر" میں لکھے ہیں۔

"والمسئول من اللہ تعالیٰ توفیق الصدق والصواب"

فاضل بریلوی کا ایک مغالطہ عامۃ الورود اور اس کے تین جواب

مولوی احمد رضا خانصاحب نے پہلی بات اس موقعہ پر یہ لکھی ہے کہ چونکہ "اذان قبر" سے شرع مطہر میں منع نہیں فرمایا گیا۔ لہٰذا وہ جائز ہے ۔ اور یہ اسی مسئلہ کے ساتھ خاص

١- اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ دعا سے یہاں ذکر ہی مراد ہے، تب بھی اس سے اسی قسم کے اذکار مراد ہوں گے جو معہود من السنۃ ہیں اور اذان یقیناً ان میں سے نہیں ہے۔

علاوہ ازیں اذان چونکہ کچھ اوصاف مخصوصہ کی حامل ہے اس لیے مطلق ذکر کے عام احکام جاری بھی نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے لیے مستقل دلیل کی ضرورت ہوگی۔

امام ابو اسحاق شاطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

فاذا ندب الشرع مثلا الی ذکر اللہ فالتزم

مثلاً شریعت نے ذکر اللہ کی ترغیب دی ہے پس اگر کوئی جماعت

نہیں بلکہ گویا یہ خان صاحب کا مغالطہ عامۃ الورود ہے جس کو انہوں نے اس قسم کی تمام بدعات مروجہ فاتحہ، مروجہ میلاد، قیام میلاد، عرس وغیرہ کے جواز کے لیے استعمال کیا ہے۔ ان تمام بدعات کے لیے ان کے پاس پہلا برہان یہی ہے کہ چونکہ ان امور سے شریعت میں ممانعت وارد نہیں ہوئی۔ لہٰذا یہ تمام چیزیں "مباح" ہیں کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

پہلا جواب:- اس کے جواب میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ "اباحت اصلیہ" کوئی متفق علیہ مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس میں خود کافی اختلاف ہے کہ آیا اصل اشیاء میں حرمت ہے یا توقف، یا اباحت، اور محققین احناف زیادہ تر اس طرف گئے ہیں کہ اصل اشیاء میں توقف ہے۔

در مختار، کتاب الجہاد باب استیلاء الکفار میں ہے۔

قوم الاجتماع علیہ علی لسان واحد وبصوت واحد او فی وقت معلوم مخصوص عن سائر الاوقات لم یکن فی ندب الشرع مایدل علی هذا التخصیص الخ (الاعتصام ص ٢٠٠ ج ١)

کسی خاص وقت میں جمع ہو کر بیک زبان اور بیک آواز ذکر کرنے کا التزام کرے تو یہ اس عام ترغیب شرعی کے ماتحت نہ ہوگا۔ (ملخصاً)

اس سے ظاہر ہے کہ احکام عامہ سے امور خاصہ کا اثبات درست نہیں۔ پس اگر مان بھی لیا جائے کہ فتح وغیرہ کی مذکورہ بالا عبارت میں "دعا" سے ذکر ہی مراد ہے جب بھی اس سے خاص اذان ثابت نہیں ہو سکتی۔ علاوہ بریں یہی فاضل بریلوی جو یہاں دعا سے ذکر مراد لے کر اور پھر اذان قبر کو ذکر قرار دے کر فرد سنت بتلا رہے ہیں خود تصریح فرماتے ہیں کہ اذان خالص ذکر نہیں۔ اور وہ حاضری دربار کی پکار ہے چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ ٥٠٢ پر اذان کے متعلق فرماتے ہیں

"یہ تو خالص ذکر بھی نہیں"

پھر چند سطر کے بعد فرماتے ہیں کہ "اذان حاضری دربار پکارنے کو ہے" منہ عفرلہ

الصحیح من مذھب اھل السنة من ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحة رای المعتزلة ۔ (در مختار جلد ۴ ص ۱۶)

اہل سنت کا صحیح مذہب یہی ہے کہ اصل اشیاء میں توقف ہے اور اباحت معتزلہ کا خیال ہے ۔

اور اسی در مختار کتاب الوضوء میں ہے

واورد علیه فی البحر المباح بناء علی ما ھو المنصور من ان الاصل فی الاشیاء التوقف (در مختار جلد ۱ ص ۱۰۵)

مذہب منصور یہ ہے کہ اصل اشیاء میں توقف ہے ۔ (ملخصا)

اور طوالع الانوار حاشیہ در مختار میں اس موقع پر ہے ۔

وھذا الایراد بناءً علی ما ھو المنصور ای المؤید بالادلة القویة من ان الاصل فی الاشیاء التوقف ،

مذہب منصور یعنی وہ مسلک جس کی تائید ادلہ قویہ سے ہوتی ہے ۔ یہ ہے کہ اصل اشیاء میں توقف ہے ۔ (ملخصا)

اور یہی مضمون اس موقع پر طحطاوی حاشیہ در مختار میں بھی ہے ۔ اور تعلیقات شرح منار للمصنف میں ہے ۔

قوله قال اصحابنا الاصل فیھا التوقف الخ ھذا اصح شئ عندی فی ھذا الباب لان التوقف اصل التقوی فی الامر والمسکوت عنه و ھو مذھب ابی بکر وعمر و عثمان واشباھھم من الصحابة رضی الله عنھم ۔

ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ اصل اشیاء میں توقف ہے ۔ اور اس باب میں میرے نزدیک یہی صحیح ترین چیز ہے ۔ کیونکہ جس چیز کے بارہ میں شریعت کی طرف سے سکوت ہو اس میں توقف ہی اصل تقویٰ ہے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور ان جیسے دیگر جلیل القدر صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے ۔

یہاں عدم گنجائش کی وجہ سے انہی نقول پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔ ورنہ دیگر کتب اصول و کتب فقہ سے بھی اس مضمون کی سیکڑوں عبارات نقل کی جا سکتی ہیں کہ اس باب میں مذہب منصور توقف ہی ہے اور " اباحت " کا خیال مرجوح ہے اور کم از کم اس چیز سے تو کسی کو بھی انکار کی جرات نہیں ہو سکتی کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے ۔ پس ایسی صورت میں کیونکر اس سے استناد درست ہو سکتا ہے ۔ اور جب کہ اصل ہی مسلم اور ثابت نہیں ہے تو اس پر فروع کی بنیاد کسی طرح رکھی جا سکتی ہے ۔

۳۵

دوسرا جواب : ۔ علاوہ ازیں " اباحت اصلیہ " کے اصول کو " اذان قبر " یا اور ایسی بدعات میں جاری کرنا جو عبادت کی حیثیت رکھتی ہیں ۔ محض مغالطہ اور خالص سفسطہ ہے کیونکہ " اصل فی الاشیا " کا مسئلہ عبادات کے لئے نہیں ہے ، ورنہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہر شخص کو نئی عبادتوں کے ایجاد کا حق ہوگا اور وہ خود ایجاد عبادتیں بھی اس اصول پر مباح اور درست ٹھہریں گی ۔ مثلاً فرض کیجئے کہ خانصاب بریلوی جیسا کوئی بدعت پسند پانچ نمازوں کے علاوہ ایک چھٹی نماز ایجاد کرے اور اس کی ہر رکعت میں دو دو رکوع اور چار چار سجدے رکھے تو کیا اس اباحت اصلیہ کے قانون سے اس نو ایجاد نماز کو بھی جائز کہا جائے گا ؟ الغرض اباحت اصلیہ کے قانون کو عبادات میں جاری کرنا محض جہالت ہے ۔ بعض علماء متقدمین نے بھی اس کی تصریح فرمادی ہے کہ " اصل فی الاشیاء " کے بارے میں جو اختلاف ہے وہ صرف امور عادیہ میں ہے نہ کہ امور تعبدیہ میں چنانچہ امام ابو اسحاق شاطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔

ولا یصح ان یقال فیھا فیه تعبد انه مختلف فیه علی قولین ھل ھو علی المنع ام ھو علی الاباحة بل ھو امر زائد علی المنع لان التعبدیات انما وضعھا الشارع فلا یقال فی صلوٰۃ سادسة مثلا انھا علی الاباحة فللمکلف وضعھا علی احد القولین لیتعبد بھا لله لانه باطل باطلاق ۔ (الاعتصام ص ۳۰۱ ج ۱)

امور تعبدیہ کے متعلق یہ کہنا درست نہیں ہے ۔ کہ ان کے بارے میں بھی اختلاف

ہے کہ آیا یہ ممنوع الاصل ہیں یا مباح الاصل (الغرض وہ اس اختلاف کے ماتحت نہیں ہیں) کیونکہ امور تعبدیہ کو تو شارع ہی نے مقرر کیا ہے فرض کیجئے کہ اگر کوئی شخص چھٹی نماز ایجاد کرے تو اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اباحت اصلیہ کے قول کی بنا پر یہ مباح ہے اور مکلف کو اس کی ایجاد کا حق ہے کیونکہ یہ مطلقاً باطل ہے۔ (ملخصاً)

بہر حال دو اباحت اصلیہ کے جو لوگ قائل بھی ہیں ان کے نزدیک بھی عبادات کیلئے یہ اصول نہیں ہے بلکہ صرف ان امور کے لیے ہے جو تعبدی نہ ہوں پس "اذان قبر" وغیرہ بدعات سے اس مسئلہ کو کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔

تیسرا جواب:۔ اور اگر اس ساری بحث سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تب بھی یہاں "اباحت اصلیہ" سے فاضل بریلوی کا استناد صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اس "اذان" کو صرف جائز اور مباح ہی نہیں کہتے ہیں، بلکہ مستحب اور فرد سنت ہونے کے مدعی ہیں چنانچہ اسی رسالہ "ایذان الاجر" ص ۱۲ کے حاشیہ میں ارقام فرماتے ہیں

"ان دلائل جلائل نے کالشمس فی وسط السماء واضح کر دیا کہ اس اذان کا جواز بلکہ استحباب یقینی بلکہ بنظر عمومات شرع بوجوہ کثیرہ فرد سنت ہے۔"

پس جب کہ فاضل بریلوی کے نزدیک اس اذان کا استحباب بلکہ فرد سنت ہونا دلائل شرعیہ سے ثابت ہے تو پھر اباحت اصلیہ کا اصول کسی طرح منطبق نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کے تحت میں صرف وہی امور آ سکتے ہیں جن کے متعلق شریعت میں کوئی حکم نہ ہو۔

بہر حال "اذان قبر" اور اس قسم کی دوسری بدعات کا جواز ثابت کرنے کے لیئے "اباحت اصلیہ" کے اصول سے فاضل بریلوی کا استناد بوجوہ مذکورہ بالا محض غلط اور خالص مجددانہ مغالطہ ہے۔

فاضل بریلوی کی پہلی دلیل اور اس کا جواب

اباحت اصلیہ کے مغالطہ عامۃ الورود کے ذکر کے بعد فاضل موصوف نے پہلی

دلیل یہ پیش کی ہے۔

"وارد ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا اور سوال نکیرین ہوتا ہے شیطان رجیم وہاں خلل انداز ہوتا ہے اور جواب میں بھکاتا ہے اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے تو یہ اذان (یعنی "اذان قبر") خاص حدیثوں سے مستنبط بلکہ عین ارشاد شارع کے مطابق اور مسلمان بھائی کی عمدہ امداد و اعانت ہوئی جس کی خوبیوں سے قرآن و حدیث مالامال۔" (ایذان الاجر ص ۲،۳ ملخصاً بلفظہ)

اس دلیل کی بنیاد دو مقدموں پر ہے، ایک یہ کہ دفن میت کے بعد قبر میں بھی شیطان خلل انداز ہوتا اور سوال نکیرین کے جواب میں بھکانا چاہتا ہے اور دوسرے یہ کہ اذان سے شیطان بھاگتا ہے۔"

ہم کو ان دونوں مقدموں کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے پہلے مقدمہ کے ثبوت میں فاضل بریلوی نے نوادر الاصول کے حوالہ سے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا جو ایک قول بالا سند کے نقل کیا ہے وہ محض ناکافی بلکہ ناقابل توجہ ہے جب تک کہ اس کی سند نہ پیش کی جائے اور اس کا قابل اعتبار و لائق احتجاج ہونا ثابت کیا جائے کیونکہ نوادر الاصول ان کتابوں میں سے ہے جن میں ہر قسم کی رطب و یابس روایات موجود ہیں۔ پس کسی روایت کا صرف اس کے حوالے سے نقل کر دینا اس کی حجیت کے لیے بالکل ناکافی ہے

علاوہ ازیں اس روایت میں اس کا کوئی خفیف سا بھی اشارہ نہیں کہ یہ امر (یعنی قبر میں شیطان کا میت کو بھکانا) ان کو کسی نص سے معلوم ہوا ہے۔ بلکہ اس کے آخری الفاظ "فلھذا اور دسوال التثبت لہ حین یسئل" صاف اس طرح مشعر ہیں کہ یہ بات انہوں نے اس حدیث سے سمجھی ہے جس میں وارد ہوا ہے کہ بعد دفن کے میت کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اس وقت اس سے نکیرین کے سوالات ہوں گے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث سے ہرگز اس کا پتہ نہیں چلتا کہ وہاں شیطان بھی اس وقت آتا ہے کیونکہ ثابت قدمی کی دعا کے لیے شیطانی اثر کا احتمال بھی ضروری نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خود اپنے لیے ثابت قدمی کی دعا بکثرت ثابت ہے حالانکہ

آپ کے متعلق دخل شیطان کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔

الغرض یہ محض استنباط ہے اور وہ بھی نہایت کمزور بنیاد پر، علاوہ بریں یہ چیز قواعد شرعیہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ شرعی اصول اس کو چاہتے ہیں کہ انسان پر شیطان کا تسلط صرف موت تک ہو نہ کہ بعد موت کے، لہٰذا اس لیے بھی یہ روایت قابل رد ہے اور اس کی نسبت سفیان ثوریؒ کی طرف ناقابل تسلیم۔ والعلم عند اللہ العلیم الحکیم۔

علیٰ ہٰذا بعض صحابہ کرام سے بعض روایات کے اندر بعد دفن کی دعاؤں میں جو "اللھم اعذہ من الشیطان الرجیم یا "من شر الشیطان الرجیم" وارد ہوا ہے، اس سے بھی ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس وقت وہاں قبر میں شیطان موجود ہوتا ہے، بلکہ قواعد شرعیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ ان دعاؤں میں اغواء شیطان کے اس اثر بد سے پناہ مانگی جارہی ہے جو حیاۃ دنیا میں پڑ چکا تھا اور جس کا بدلہ ملنے کا اب وقت شروع ہوا ہے۔

علاوہ ازیں شیطان سے یا شر شیطان سے پناہ مانگنے کے لیے یہ ضروری ہی نہیں کہ وہاں شیطان یا اس کا اثر بالفعل موجود ہی ہو۔ یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان اور شر شیطان سے ہمیشہ کے لئے محفوظ تھے۔ بایں ہمہ آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے شیطان اور شر شیطان سے پناہ مانگی تو کیا نعوذ باللہ یہ کہا جائے گا کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شیطان کا اثر ہو گیا تھا۔ معاذ اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

بہرحال ان روایات سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دفن کے بعد قبر میں شیطان اغواء و اضلال کے لیے آتا ہو۔ پس فاضل بریلوی کا پہلا مقدمہ محض بے بنیاد ہے۔

فاضل موصوف نے اپنی دلیل کے دوسرے مقدمہ کے ثبوت میں صحیحین کی اس حدیث کو پیش کیا ہے جس میں وارد ہوا ہے کہ "موذن جب اذان کہتا ہے تو شیطان گوز زناں دور بھاگتا ہے، اس کے متعلق پہلی گذارش تو یہ ہے کہ یہ اثر حدیث شریف میں نماز کی اذان

کا بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات میں اذا اذن المؤذن" اور "ان الشیطان اذا سمع الندا ء بالصلوٰۃ" کے الفاظ اس پر صریحا دال ہیں، اور جس روایت میں قید مذکور نہ ہو وہ بھی بقاعدۂ محدثین اسی مقید پر محمول ہو گی۔ علاوہ ازیں وہ پوری حدیث اس طرح ہے کہ جب موذن نماز کے لیے اذان کہتا ہے تو شیطان گوز زناں اتنی دور تک بھاگا چلا جاتا ہے کہ اذان کی آواز نہ آئے، پھر جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو فوراً واپس آجاتا ہے پھر جب اقامت شروع ہوتی ہے تو اسی طرح دور بھاگتا ہے۔ اور جب اقامت ختم ہو جاتی ہے نماز شروع ہو جاتی ہے تو پھر واپس آجاتا ہے یہاں تک کہ نماز میں خلل انداز ہوتا ہے۔

اس پوری روایت سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ اس حدیث میں نماز کی اذان کا یہ اثر بتلایا گیا ہے نہ کہ ہر اس اذان کا جس کو یار لوگ خود ایجاد کر لیں اور اوسط طبرانی کی جس حدیث کا فاضل بریلوی نے اس موقعہ پر حوالہ دیا ہے چونکہ اس کے اصل الفاظ ایک خاص وجہ سے انہوں نے نقل نہیں کیے ہیں اس لیے ہم بھی اس کے متعلق یہاں کسی تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں سمجھتے اور صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ وہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔ ہاں محل تائید وتشئید میں پیش کی جا سکتی ہے اور جب صحیح وغیرہ کی روایت سے استدلال صحیح نہیں رہا تو اب محض اس روایت سے مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔

اگر فاضل بریلوی کے کسی لائق جانشین کی سمجھ میں بھی ہمارا یہ مختصر جواب نہ آئے تو وہ اصل روایت مع سند کے پیش کریں، اس کے بعد ہم ان شاء اللہ اس اجمال کی تفصیل بھی کر دیں گے۔

یہ تو خانصاحب کی دلیل کے دونوں مقدموں پر ایک سرسری نظر تھی۔

فریق مخالف سے چند سوال:- اس کے بعد عرض کرتے ہیں کہ اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ دونوں مقدمے تسلیم بھی کر لیے جائیں اور یہ مان بھی لیا جائے کہ واقعی شیطان بعد دفن کے قبر میں آتا ہے اور نکیرین کے جواب میں بھٹکانے کی کوشش کرتا ہے اور میت (خدا نکردہ) اس کے بھٹکانے میں آ بھی سکتا ہے، اور اذان دینے سے وہ فوراً بھاگ جاتا ہے تو سوال یہ ہے کہ نبی کریم بالمومنین رؤف رحیم (علیہ التحیۃ والتسلیم) نے اپنی امت

مرحوم کو یہ جادو اثر نسخہ (اذان قبر) کیوں نہیں بتلایا؟ اور کیوں نہیں مدۃ العمر میں کبھی ایک دفعہ بھی کسی شخص کی قبر پر اذان دلوا کر وہاں سے شیطان کو بھگایا اور صحابہ کرام بھی اس نسخہ عجیبہ کو کیوں نہ معلوم کر سکے؟ اور کیوں نہ تابعین و ائمہ مجتہدین نے کبھی اس پر عمل کیا؟ فی الحقیقت ایسے ہی بدعت پسندوں کے حق میں فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

لقد هديتم لما لم يهتد له نبيكم وانكم لتمسكون بذنب ضلالة

(یعنی) تم کو وہ راستہ مل گیا ہے جو تمہارے پیغمبر کو بھی نہیں ملا تھا؟ فی الحقیقت تم گمراہی کی دم پکڑے ہوئے ہو۔

آج فاضل بریلوی اس دنیا میں موجود نہیں ہیں اس لیے ان کی بجائے ان کے جانشینوں سے ہمارا یہ سوال ہے اور اسی کے ساتھ تین سوال اور بھی حاضر ہیں

(۱) صحیحین کی جس روایت میں یہ وارد ہوا ہے کہ آذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے اسی میں یہ بھی مذکور ہے کہ جیسے ہی اذان ختم ہوتی ہے وہ فوراً پھر واپس آجاتا ہے یہاں تک کہ نماز میں خلل انداز ہوتا ہے پس اگر آپ حضرات کا یہ خیال صحیح ہے کہ وہ قبر میں بھی آتا ہے اور اذان کی آواز سن کر بھاگ جاتا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ آپ کی اذان کے ختم پر وہ پھر وہاں وارد ہو جاتا ہوگا۔ اور پھر خلل انداز ہوتا ہوگا پس ایسی صورت میں محض ایک بار کی اذان کیونکر کافی ہوگی۔ اور اگر فاضل بریلوی سے اس بارے میں غفلت ہوگئی ہے تو کیا اب آپ حضرات دس بیس یا اس سے زیادہ مرتبہ قبر پر اذان دینے کا حکم صادر فرما کر فاضل موصوف کے اس سہو و نسیان کی تلافی فرمائیں گے؟

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ نوادر الاصول جیسی کتاب ہی میں نہیں بلکہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری اور دوسری کتب صحاح میں بھی یہ روایت موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوی کے پاس جانے کے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے

بسم الله اللهم جنبني الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا الخ۔

اور اس حدیث کی شرح کے ذیل میں حافظ ابن حجرؒ نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے۔

ان الذی یجامع ولا یسمی یلتف الشیطان علی احلیله" الخ

(فتح الباری ص ۹۲ جز ۲۱)

اس سے صاف ثابت ہے کہ مجامعت کے وقت بھی شیطان خلل اندازی کے لیے انسان کے پاس آتا ہے اور یہ چیز کسی قاعدہ شرعیہ کے مخالف بھی نہیں ہے تو کیا آپ حضرات کے نزدیک شیطان کو بھگانے کے لیے اس موقعہ پر اذان دینا بھی مستحب اور فرد سنت ہے؟ اور کیا اس پر آپ حضرات عمل فرماتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ وجہ فرق کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(۳) سنن ابی داؤد میں مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ان هذه الحشوش محتضرة الحدیث" یعنی قضائے حاجت کے ان مقامات پر شیاطین موجود رہتے ہیں۔ پس جب تم میں سے کوئی پاخانے جائے تو یہ دعا کر لیا کرے "اللهم انی اعوذ بك من الخبث والخبائث"۔

اس حدیث صحیح صریح سے معلوم ہوا کہ پاخانوں میں شیاطین موجود رہتے ہیں تو کیا آپ حضرات کے نزدیک پاخانہ جاتے وقت بھی اذان پکارنا مستحب اور سنت ہے۔ اگر نہیں تو کیوں وجہ فرق کیا ہے؟ بینوا توجروا!

فاضل بریلوی کا دوسرا استدلال اور اس کا جواب

فاضل بریلوی کا دوسرا استدلال حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہے جس میں وارد ہوا ہے کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفن کیے جا چکے اور قبر درست کر دی گئی تو دیر تک حضور علیہ الصلوۃ والسلام سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے رہے اور آپ کے صحابہ کرامؓ بھی برابر اسی طرح کہتے رہے پھر حضورؐ نے فرمایا "اللہ اکبر" اور آپ کے ساتھ صحابہ نے بھی کہا اس کے بعد صحابہ نے عرض کیا "حضرت! آپ نے کس

واسطے سبحان اللہ سبحان اللہ کہا تھا، تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اس مرد صالح پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے وہ تکلیف دور کردی"۔ فاضل بریلوی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر آسانی کے لیے بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنت ہوا۔

اس کے متعلق پہلی گذارش تو یہ ہے کہ اس حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے تسبیح و تکبیر اس لیے پڑھی تھی کہ صاحب قبر کی تکلیف دور ہو جائے بلکہ احتمال اور قوی احتمال ہے کہ آپ نے اس ہیبتناک منظر، اور خداوند قہار کے اس جلالی نمونے کو دیکھ کر ازراہ تعجب واستغراب یا اتعاذ واعتبار کے طور پر سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہا ہو جیسا کہ ایسے مواقع پر ہر صاحب عرفان کی کیفیت ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات میں اسی طرف اشارہ کیا ہے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرقاۃ میں اسی کو اختیار کیا ہے وہ "سبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وكل التسبيح كان للتعجب او للتنزيه لا دارة تنزيهه تعالى من ان يظلم احدا

اور یہ ساری تسبیح ازراہ تعجب تھی یا تنزیہ کے واسطے یعنی اللہ تعالیٰ کی اس بات سے پاکی بیان کرنی مقصود تھی کہ وہ کسی پر ظلم کرتا ہو۔

اس کے بعد علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ نے قریب قریب یہی مضمون کچھ مزید تفصیل و تشریح کے ساتھ حافظ ابن حجرؒ سے بھی نقل کیا ہے۔

بہر حال قرین قیاس یہی ہے کہ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو تسبیح و تکبیر کا صدور ہوا وہ تعجب و استغراب یا تذکر و اعتبار کے جذبہ کے ماتحت ہوا اور اس کا تعلق اس ہیبتناک منظر سے تھا جو آپ نے مشاہدہ فرمایا اس کا ایک زبردست قرینہ یہ بھی ہے کہ یہ تسبیح

و تکبیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اسی ایک موقع پر یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر پر ثابت ہے لیکن اگر یہ چیز اس غرض کے واسطے سے ہوتی کہ صاحب قبر کی تکلیف دور ہو اور اس پر خدا کی رحمت نازل ہو تو یہ اسی موقع کے ساتھ خاص نہ ہوتی بلکہ ہر قبر پر آپ کا یہ عمل ہوتا۔ کیونکہ اس خاص وقت میں ہر میت خدا کی رحمت کا زیادہ سے زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ لیکن سیرت نبویہ کے تتبع سے نہیں معلوم ہوتا کہ اس موقع کے سوا کہیں اور بھی آپ نے ایسا کیا ہو بلکہ آپ کی عام عادت دفن کے بعد استغفار و دعا کی تھی اور اس کی آپ نے امت کو تعلیم بھی دی ہے۔

بہر حال اس پہلو پر غور کرنے سے یہ چیز متعین ہو جاتی ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر پر بعد دفن کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سبحان اللہ واللہ اکبر کہنا تعجب و استغراب اور تذکر و اعتبار کی بنا پر تھا، نہ کہ دفع عذاب اور انزال رحمت کی نیت سے اس تحقیق کے بعد اس حدیث سے فاضل بریلوی کا استدلال صحیح نہیں رہا، کیونکہ اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تسبیح و تکبیر عالم غیب کے ایک خاص ہیبت ناک امر کا مشاہدہ کی وجہ سے تھی اور حضورؐ کے جن افعال کا تعلق اس قسم کے احوال مخصوصہ سے ہو وہ انہیں مواقع کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ جس کی ایک روشن مثال یہ ہے کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ صلوۃ کسوف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا مشاہدہ فرمایا اور آپ نماز ہی کی حالت میں چند قدم آگے بڑھ گئے، اور آپ نے دوزخ کا مشاہدہ فرمایا اور اس کے آتشیں شراروں کو دیکھ کر اس نماز کی حالت میں آپ چند قدم پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن چونکہ آپ کا یہ فعل ایک خاص غیبی مشاہدہ پر مبنی تھا اس لیے کسی امام نے بھی یہ نہیں کہا کہ نماز کسوف میں اس طرح آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا امت کے لیے سنت، یا مستحب، یا جائز ہی ہے، اسی طرح چونکہ حضرت سعدؓ کی قبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہنا ایک خاص غیبی امر یعنی "ضغطہ قبر" کے مشاہدہ کی وجہ سے تھا۔ اس لیے ہمارے لیے وہ قانون عمل نہ ہوگا۔

اور قطع نظر اس سے حدیث میں تسبیح کے ساتھ "طویلاً" کا لفظ وارد ہوا ہے مگر تکبیر

کے ساتھ اس قسم کا کوئی لفظ وارد نہیں ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر تک فرمایا، لیکن اللہ اکبر ایک دو مرتبہ فرمایا، اور علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تصریح فرمائی ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر حضرت سعد کی تکلیف دور ہو جانے کے بعد کہا" اور یہی انہوں نے حافظ ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے۔ پس ان چیزوں کو ملحوظ رکھنے کے بعد تو اس حدیث میں فاضل بریلوی کے استدلال کے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

(کما لا یخفی علی المتبصر المتیقظ)

اور اگر اس ساری بحث کو تھوڑی دیر کے لیے نظر انداز بھی کر دیا جائے اور فاضل بریلوی کے اس بے بنیاد خیال کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ تسبیح و تکبیر میت (یعنی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ) پر آسانی کے لیے تھی اور اذان سے یہ مقصد آپ کے نزدیک بوجہ اتم اور مع شے زائد، حاصل ہوتا ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات معاذ اللہ معلوم نہ تھی؟ یا آپ اس وقت اس کو بھول گئے تھے، آخر آپ نے وہاں اذان کیوں نہ پکاری؟ یا کیوں کسی صحابی کو حکم نہ دیا کہ تم اذان پڑھ دو؟ کہ اس مرد مومن کی تکلیف دور ہو جائے اور جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا اور (بقول شما) اس غرض کے لیے آپ نے چند بار صرف سبحان اللہ اور اللہ اکبر فرمایا۔ تو آپ اسی کو کیوں نہیں کافی اور بہتر سمجھتے؟ اور کیوں اسی پر عمل نہیں کرتے؟ آپ کو اس سے الگ کسی چیز (یعنی اذان) کے ایجاد کرنے اور اس کو رواج دینے کا کیا حق ہے!

فاضل بریلوی کا تیسرا استدلال اور اس کا جواب

فاضل بریلوی کا تیسرا استدلال حدیث تلقین "لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ" سے ہے اور استدلال کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں مردوں کو کلمہ پاک سکھانے کا حکم ہے تاکہ نکیرین کے سوالات کے جواب میں بہک نہ جائیں اور چونکہ اذان میں بھی کلمہ پاک تین جگہ ہے بلکہ اس کے تمام کلمات نکیرین کے تینوں سوالوں کا جواب بتلا دیتے ہیں لہٰذا بعد

دفن اذان دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل ہے۔

اس کے جواب میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ جمہور حنفیہ کے نزدیک اس حدیث میں لفظ "موتاکم" سے قریب المرگ مراد ہیں جو حالت نزع میں ہوں اور انہی کو یہ تلقین کی جاتی ہے کہ ان کا خاتمہ ایمان پر ہو اور خدا توفیق دے تو آخر کلام پاک بھی کلمہ "لا الہ الا اللہ" ہو۔ اس صورت میں اس مسئلہ کو اذان قبر سے کوئی تعلق ہی نہیں رہتا۔ لیکن اگر اس لفظ سے "حقیقی مردے" مراد لیے جائیں۔ اور اس تلقین کو تلقین علی القبر پر محمول کیا جائے جیسا کہ عام شوافع اور بعض حنفیہ کا بھی خیال ہے اور مسئلہ سماع اموات میں بھی جمہور حنفیہ کے نزدیک قطع نظر کر لیا جائے جب بھی اس سے اذان قبر کسی طرح ثابت نہیں ہو جاتی جس معصوم وجود (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تلقین بہ کلمہ لا الہ الا اللہ کی تعلیم دی ہے وہ بھی اس بات سے باخبر تھے کہ اذان میں یہ کلمہ تین بار ہے، نیز یہ بھی ان کو معلوم تھا کہ اذان میں اس کلمہ کے علاوہ رسالت کی شہادت اور نماز کی ترغیب بھی ہے اور اس سے مردہ کو نکیرین کے تینوں سوالوں کے جواب میں مدد مل سکتی ہے۔ مگر باہمہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ قبر پر اذان کہا کرو، بلکہ صرف یہ فرمایا "لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ" تو اب کسی کو اس میں ترمیم کا کیا حق ہے، اور جو شخص آپ کے تعلیم کردہ طریقۂ تلقین کے علاوہ اسی غرض کے لیے اب اذان کو تجویز کرتا ہے، تو گویا وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ شریعت پر استدراک کرتا ہے، حالانکہ آپ کی شریعت وہ مکمل شریعت ہے جس نے پہلی آسمانی شریعتوں پر بھی خط نسخ کھینچ دیا ہے۔

فاضل بریلوی کا چوتھا استدلال اور اس کا جواب

فاضل بریلوی کا چوتھا استدلال ان روایات سے ہے جن میں وارد ہوا ہے کہ "آگ دیکھو تو اللہ اکبر کہو"۔ اور استدلال کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ قبر میں بھی آگ کا عذاب ہوتا ہے اور اذان میں کلمہ اللہ اکبر چھ مرتبہ کہا جاتا ہے، لہٰذا اس آتش عذاب اور غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرنے کے لیے وہاں اذان دینا بھی فرد سنت ہوگا (ملخصاً)

اس کا جواب بھی وہی ہے جو اوپر عرض کیا جا چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ اللہ اکبر کی اس تاثیر سے واقف تھے اور یہ بھی آپ کو معلوم تھا کہ اذان میں یہ کلمہ مبارکہ چھ دفعہ ہے اور اس کے علاوہ دوسرے کلمات طیبہ بھی اس میں ہیں، لیکن بایں ہمہ عذاب قبر ٹھنڈا کرنے کے لیے نہ کبھی کسی قبر پر خود اذان دی، نہ دلوائی نہ اس کا حکم صادر فرمایا۔ تو اب کسی دوسرے کو اس وضع و ایجاد کا حق نہیں پہنچتا۔

صحابی رسول فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث و ایجاد کا دروازہ بند کرنے کے لیے فرمایا ہے۔

اتبعوا اثارنا ولا تبتدعوا فقد کفیتم (رواہ ابن وضاح کما فی الاعتصام)

تم ہمارے نقوش قدم کی پیروی کرو اور نئی باتیں ایجاد نہ کرو کیونکہ تمہارا دین مکمل کیا گیا ہے۔

فاضل بریلوی کے پانچویں اور چھٹے استدلال کا جواب

فاضل بریلوی کا پانچواں استدلال ان روایات سے ہے جن میں بعد دفن کی دعاؤں میں "اللھم اجرھا من الشیطان"، "او اللھم اعذہ من الشیطان" اور اسی قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں ان کا جواب ہم پہلی دلیل کے جواب کے ذیل میں بتفصیل عرض کر چکے ہیں اب اعادہ کی حاجت نہیں۔

چھٹا استدلال: فاضل موصوف کا یہ ہے کہ دفن کے بعد میت کے لیے قبر پر دعا کرنا احادیث سے ثابت و سنت ہے، اور چونکہ اذان بھی ایک ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے لہٰذا اذان بھی دعا ہونے کی حیثیت سے اسی سنت کا ایک فرد ہے۔"

فاضل موصوف کے اس مجددانہ مغالطہ کا جواب بھی پہلی دلیل کے جواب میں گذر چکا ہے اور بتلایا جا چکا ہے کہ وہاں جو سنت ہے وہ دعا بالمعنی المعروف ہے نہ کہ دعا بمعنی مطلق ذکر اور یہ بات خود ان دونوں حدیثوں سے بھی ظاہر ہے جو فاضل موصوف

نے اس موقعہ پر دعا کی سنت ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہیں۔ کیونکہ ان دونوں میں استغفار اور دعاء عرفی ہی کا ذکر ہے بہرحال چونکہ خانصاحب کے اس مغالطہ کی حقیقت ہم اس سے پہلے اچھی طرح واضح کر چکے ہیں۔ اس لیے یہاں اس سے زیادہ کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

فاضل بریلوی کے ساتویں استدلال کا جواب

فاضل بریلوی کا ساتواں استدلال یہ ہے کہ دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی نیک عمل کر لیا جائے اور اذان بھی ایک عمل صالح ہے۔ لہٰذا دفن کے بعد میت کے لیے دعا کرنے سے پہلے اذان پڑھ لینا مطابق مقصود اور سنت ہوگا۔

اس کے جواب میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ اگر اذان اس واسطے دی جاتی ہے تو پھر تو اس موقع پر نماز اس سے بہتر ہے کیونکہ وہ افضل العبادات ہے اور قطع نظر اس سے سوال یہ ہے کہ اذان ہی کی تخصیص اس کام کے لیے کیوں کی گئی؟ اور اس تخصیص کا حق آپ کو کہاں سے حاصل ہوا؟ مطلق کو اس طرح مقید کر دینا، اور عمومات کو اس طرح سے خصوص کے قالب میں ڈھال دینا ہی تو احداث فی الدین اور منصب تشریع پر دست اندازی ہے امام ابو اسحاق شاطبی فرماتے ہیں۔

فالتقیید فی المطلقات التی لم یثبت بدلیل الشرع تقییدھا رای فی التشریع "ان مطلقات" کو مقید کرنا کہ جن کی تقیید شریعت سے ثابت نہیں، شریعت میں اپنی رائے کو دخل دینا ہے۔

قطع نظر اس سب سے یہ کس نے کہا کہ اذان قبر "عمل صالح" ہے وہ تو بدعت ہونے کی وجہ سے خالص معصیت ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار

فاضل بریلوی کے آٹھویں استدلال کا جواب

فاضل بریلوی کا آٹھواں استدلال ان احادیث سے ہے، جن میں وارد ہوا ہے کہ "اذان کے بعد دعاء قبول ہوتی ہے"، استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ اذان کے بعد دعاء قبول ہوتی ہے اس لیے میت کے لیے دعاء کرنے سے پہلے اذان کہہ لینا بہتر ہوگا۔

فی الحقیقت یہ بھی فاضل موصوف کا نہایت عیارانہ مغالطہ ہے، حضرت سہل بن سعد ساعدی اور حضرت ابوامامہ باہلی اور حضرت انس رضی اللہ عنہم بن مالک کی جو تین حدیثیں خانصاحب نے اس موقعہ پر نقل کی ہیں ان سب میں "اذان نماز" کا ذکر ہے جو معہود فی الشریعت ہے نہ کہ اذان قبر کا جو محدث اور بدعت ہے، اور نہ مطلق الفاظ اذان کا خواہ وہ کسی وقت اور کسی موقع پر کہے ہوں، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ کسی صحابی اور حتی کہ کسی تابعی سے بھی ثابت نہیں کہ انہوں نے کسی موقعہ پر صرف قبولیت دعاء کے لیے مستقل طور پر دعاء سے پہلے اذان پکاری ہو۔ (دمن ادعی فعلیہ البیان)

فاضل بریلوی کے نویں استدلال کا جواب

فاضل بریلوی کا استدلال نہم ان احادیث سے ہے جن میں وارد ہوا ہے کہ مؤذن کے لیے اذان باعث مغفرت ہے، استدلال کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤذن مغفور ہے اور مغفور کی دعاء زیادہ قابل قبول ہے تو اگر دفن کے بعد کسی سے اذان کہلوا کر میت کے لیے دعاء کرائی جائے گی تو اس کی قبولیت کی زیادہ امید ہوگی، لہذا یہ اذان بالکل مقصد شریعت کے مطابق ہوگی۔

اس دلیل میں بھی خانصاحب نے وہی مغالطہ دیا ہے جو اس سے پہلی دلیل میں دیا تھا یعنی احادیث میں اذان معہود فی الشرع یعنی اذان نماز کا ذکر تھا، اور اسی کی یہ فضیلت

وارد ہوئی ہے کہ وہ مؤذن کے لیے باعث مغفرت ہے اور جس خشک و تر چیز کو بھی اذان کی آواز پہنچتی ہے وہی مؤذن کے لیے خدا سے مغفرت طلب کرتی ہے، بہر حال یہ فضیلتیں اذان شرعی کے لیے وارد ہوئی تھیں آپ نے ان کو "اذان قبر" پر بھی ڈھال دیا جو بدعت اور معصیت ہے۔ یا للعجب علاوہ ازیں اگر خانصاحب کے اس اجتہاد کو صحیح مان لیا جائے کہ جب دعاء کرنی ہو تو داعی پہلے اذان پکار لیا کرے تاکہ دعاء سے پہلے اس کے سارے گناہ ببرکت اذان معاف ہو جائیں اور پھر وہ بالکل مرحوم و مغفور ہو کر دعاء کرے تاکہ ضرور ہی اس کی دعاء مقبول ہو تو پھر گذارش یہ ہے۔ پھر تو تمام شرکاء دفن کو دعاء سے پہلے اذان پکارنی چاہیئے تاکہ سب کی دعاء مقبول ہی ہو اور میت کی مغفرت یقینی بلکہ رجسٹرڈ ہو جائے۔

فاضل بریلوی کے دسویں اور گیارہویں استدلال کا جواب

اس اذان قبر پر فاضل بریلوی کا دسواں استدلال یہ ہے کہ "اذان" ذکر الٰہی ہے اور ذکر الٰہی کا دافع عذاب ہونا بہت سی احادیث کریمہ سے ثابت ہے پس قبر پر اذان دینے کے باعث میت سے عذاب ٹل جانے کی امید ہے۔ (ملخصا)

گیارہواں استدلال یہ ہے کہ "اذان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور حضور کا ذکر مبارک باعث نزول رحمت ہے، لہٰذا جب قبور پر اذان دی جائے گی تو اس کی برکت سے میت پر رحمت نازل ہوگی"۔

خانصاحب کی ان دونوں دلیلوں کا جواب اسی قدر کافی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ معلوم تھا کہ اذان ذکر اللہ اور ذکر رسول پر مشتمل ہے۔ نیز آپ اس سے بھی بے خبر نہ تھے کہ اللہ اور اس کے رسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر دافع عذاب اور موجب نزول رحمت ہے، لیکن بایں ہمہ آپ نے مدۃ العمر میں کبھی ایک دفعہ بھی کسی قبر پر اذان نہیں کہی، نہ اس کا حکم صادر فرمایا، نہ صحابہ و تابعین میں سے کسی نے اس پر عمل کیا، نہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے اس راز کو سمجھا تو آج چودھویں صدی کے کسی شخص کو

کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی ان قیاس آرائیوں سے دین میں پیوندکاری کرے۔ علاوہ ازیں پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ احکام عامہ سے امور خاصہ ثابت نہیں ہوسکتے۔ پس صرف اس چیز سے کہ ذکر اللہ اور ذکر رسول باعث دفع عذاب اور موجب نزول رحمت ہیں اذان علی القبر کا اثبات صحیح نہیں، امام ابواسحاق شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ان الاصل اذا ثبت فی الجملۃ لا یلزم اثباتہ فی التفصیل فاذا ثبت مطلق الصلوۃ لا یصح منہ اثبات الظہر والعصر اوالوتر او غیرھا حتی ینص علیھا علی الخصوص۔ (الاعتصام ص ۱۸۲ ج ۱)

کسی چیز کی اصل جب اجمالی درجہ میں ثابت ہو تو اس سے تفصیلی رنگ میں اس کا ثبوت لازم نہیں آتا (مثلاً) جب مطلق نماز ثابت ہو تو اس سے ظہر وعصر یا وتر وغیرہ کسی خاص نماز کا اثبات نہیں ہوتا تاوقتیکہ خصوصیت کے ساتھ اس کی تصریح نہ ہو۔

پس صرف اتنی بات سے کہ "ذکر اللہ اور ذکر رسول باعث دفع عذاب اور موجب نزول رحمت ہے" یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ اذان قبر بھی موجب دفع عذاب اور باعث نزول رحمت ہو۔ کون نہیں جانتا کہ نفل نماز بہترین عبادت، اور تقریب خداوندی کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے اور اس کے فضائل احادیث بلکہ قرآن میں بھی بے شمار آئے ہیں۔ لیکن صرف اتنی بات سے ان نفل نمازوں کی فضیلت ثابت نہیں ہوجاتی جو بعد کو بطور بدعت کے یار لوگوں نے ایجاد کی ہیں جیسے کہ "صلوۃ الرغائب" اور "صلوۃ البرات" وغیرہ

اور اسی واسطے امیر المؤمنین امام المتقین سیدنا حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے دوگانہ عید سے پہلے نفل نماز پڑھنے والوں کو روک دیا، اور اس کو بتلایا کہ تیری یہ نماز نیکی نہیں ہے جس پر کسی ثواب کی توقع ہو بلکہ ایک فعل عبث ہے جس پر عذاب الٰہی کا خطرہ ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر فاضل بریلوی اس موقع پر موجود ہوتے تو سیدنا حضرت علی کو مناظرہ کا چیلنج دیدیتے ورنہ حسب عادت شریفہ کم از کم ایک عدد رسالہ ضرور ہی لکھ دیتے جس میں تمام وہ آیتیں اور حدیثیں جمع کردیتے جو مطلق نماز کی فضیلت میں وارد

ہوئی ہیں بلکہ وہ ساری حدیثیں بھی جن میں رکوع، سجدہ، تسبیح وتقدیس، تکبیر وتہلیل، تلاوت قرآن، ذکر اللہ اور ذکر رسول کی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور آخر میں لکھتے کہ

"ان تمام آیات واحادیث سے ثابت ہے کہ یہ تمام اعمال خیر بے حد محبوب اور بہت مرغوب، اور ان کا کرنے والا خدا کی خاص رحمتوں کا مستحق۔ اور چونکہ نماز عید سے پہلے کی نفل نماز بھی ایک نماز ہی ہے جس سے شریعت میں کوئی خاص نہی وارد نہیں ہوئی، اور اس میں رکوع ہے، سجدہ ہے، خدا کی حمد وثنا ہے، تسبیح وتقدیس ہے، تکبیر وتہلیل ہے، قرآن کی تلاوت اور ذکر اللہ اور ذکر رسول ہے، لہٰذا وہ نماز بھی قطعاً جائز بلکہ باعث ثواب اور موجب تقرب الٰہی ہے اور اس سے منع کرنے والے وہابی ہیں جن کا کام ہی دنیا کو اعمال خیر سے روکنا ہے۔

اور اگر ہم بھی اس وقت موجود ہوتے اور اللہ تعالیٰ خانصاحب کے اس رسالہ کا جواب لکھنے کی توفیق دیتا تو ہم اس وقت بھی یہی عرض کرتے کہ ع "اے سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست"

اور امام ابواسحاق شاطبی کے الفاظ میں کہتے کہ خانصاحب "الشئی اذا ثبت فی الجملۃ لا یلزم اثباتہ فی التفصیل" بہرحال خانصاحب کی یہ دسویں اور گیارہویں دلیل پہلی تمام دلیلوں سے بھی زیادہ مہمل اور لچر ہیں۔

فاضل بریلوی کی بارہویں اور تیرھویں دلیل کا جواب

فاضل بریلوی کی بارہویں دلیل یہ ہے کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ مردے کو قبر میں وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے اور اذان دافع وحشت اور باعث اطمینان خاطر ہے کیونکہ وہ ذکر اللہ ہے اور قرآن پاک میں ہے۔ "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" اور ابونعیم وابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "نزل آدم بالھند الخ" یعنی جب آدم علیہ السلام جنت سے ہندوستان میں اترے انہیں گھبراہٹ ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام نے اتر کر اذان دی (پس

ایسے ہی میت کی قبر پر اذان دینے سے اس کی وحشت دفع ہو گی، اور اس میں اس میت کی اعانت اور ہمدردی ہے جو اللہ کو بہت ہی محبوب ہے، حدیث پاک میں ہے واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ (یعنی اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد میں ہے۔ (ملخصا)

اور تیرھویں دلیل ان کی یہ ہے کہ اذان غم اور پریشانی کو دفع کرتی ہے چنانچہ مسند فردوس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غمگین دیکھا تو ارشاد فرمایا "اے علی میں تجھے غمگین پاتا ہوں اپنے کسی گھر والے سے کہہ کر تیرے کان میں اذان کہے وہ غم اور پریشانی کی دافع ہے" اور میت کے لیے بھی وہ وقت خاص حزن و غم کا ہوتا ہے لہٰذا قبر پر اذان دینے سے اس کا وہ غم و الم دور ہو جائے گا۔ اور وہ خوش ہو گا اور مسلمان کا دل خوش کرنا اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب ہے، ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم (ملخصا)

ان دونوں دلیلوں کے جواب میں بھی ہم وہی عرض کریں گے کہ یہ سب باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معلوم تھیں آپ جانتے تھے کہ اذان میں ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ سے قلب مسلم کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، اس کی بھی آپ کو خبر تھی کہ میت کو قبر میں وحشت ہوتی ہے اور وہاں وہ غم زدہ ہوتا ہے، نیز اس سے بھی آپ واقف تھے کہ بے کس مسلمانوں کی امداد و اعانت اور اس کی وحشت اور رنجیدگی کو دور کر کے اس کو خوش کرنا بہت بڑی نیکی ہے، بایں ہمہ کبھی ایک دفعہ بھی کسی پر آپ نے اذان نہیں دی، نہ اس کا حکم دیا۔ تو کیا معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مسلمان میت سے ہمدردی نہ تھی؟ کیا آپ اور آپ کے صحابہ کرام کسی مسلمان کے غم و الم کو دور کر کے اس کو خوش کرنا نہیں چاہتے تھے؟ اگر یہ خیالات غلط ہیں، اور یقیناً غلط ہیں تو کہنا پڑے گا کہ جو لوگ اس کام کے لیے اب اذان ایجاد کرتے ہیں وہ شریعت پر استدراک کے مدعی ہیں اور گویا وہ دین الٰہی کو اپنی ترمیمات اور اضافات کا محتاج سمجھتے ہیں۔ (اعاذنا اللہ عن ذالک)

خانصاحب کی چودھویں دلیل اور اس کا جواب

چودھویں دلیل خانصاحب کی یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں ذکر اللہ کی بے حد تاکید اور بہت زیادہ فضیلتیں وارد ہوئی ہیں (قال اللہ تعالیٰ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (الاحزاب ۴۱)۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون" وقال علیہ السلام "اذکروا اللہ عند کل حجر و شجر") ان نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر اللہ کی کثرت شرعاً مطلوب اور خدا کو بہت مرغوب ہے اور اذان قبر بھی ذکر خدا ہے پس وہ بھی اس حکم میں داخل ہے (ملخصا)

اس کا جواب بھی وہی ہے جو ہم ابھی ابھی دسویں اور گیارہویں دلیل کے جواب میں بہ تفصیل عرض کر چکے ہیں، یعنی احکام عامہ سے امور خاصہ کا اثبات محض جہالت ہے، شیخ دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں ارقام فرماتے ہیں۔

"اتباع وحی باید کرد بسیار امرے محمود کہ در حد ذات فضیلت دارد آما از نماز خصوص مقامے وارد نشدہ و درست نیامدہ چنانچہ مصافحہ بعد اداء امثال آن۔"

چونکہ اس مضمون کی پوری تفصیل پہلے کی جا چکی ہے اس لیے یہاں اسی قدر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پندرہویں دلیل کا جواب

پندرہواں اور آخری استدلال فاضل بریلوی کا یہ ہے کہ بعض علماء کرام مثلاً امام نووی، شیخ عبد الحق دہلوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ دفن سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر قبر پر بیٹھنا مستحب ہے، اور یہ بیٹھنے والے قرآن مجید کی تلاوت اور میت کے لیے دعاء اور وعظ و نصیحت اور عباد صالحین کی حکایات میں مشغول رہیں۔ "فاضل موصوف فرماتے ہیں کہ حکایات اہل خیر و تذکرہ صالحین وغیرہ کے استحباب کی وجہ سے صرف یہ

ہے کہ میت کو نزول رحمت کی حاجت اور ان امور میں نزول رحمت، تو اذان کہ بشہادت احادیث موجب نزول رحمت و دفع عذاب ہے کیوں جائز بلکہ مستحب نہ ہوگی! (ملخصا)

اس آخری دلیل میں بھی فاضل موصوف نے اسی مجددانہ مغالطہ کو استعمال کیا ہے جو اس سے پہلی چند دلیلوں میں بھی وہ استعمال کر چکے ہیں۔ در اصل ان علماء کرام کا منشاء یہ ہے کہ دفن سے فارغ ہونے کے بعد جو لوگ کچھ دیر کے لیے قبر پر رہ جائیں وہ وہاں یا قرآن مجید کی تلاوت اور میت کے لیے دعاء مغفرت کرتے رہیں۔ یا اور اچھی باتیں کرتے رہیں جیسے وعظ و نصیحت یا اہل خیر و صلاح کے تذکرے، اور فی الحقیقت یہاں تک کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر کوئی جدت پسند اس عموم کی اس طرح تخصیص کرے کہ اس وقت خاص فلاں دعاء کی جائے، یا فلاں وعظ کہا جائے یا خاص فلاں مسئلہ شرعیہ بیان کیا جائے، یا خاص فلاں بزرگ کی فلاں کرامت کا ذکر کیا جائے،

الیس علماء کرام کی اس عام بات سے خاص اذان علی القبر کا اثبات محض مجددانہ فریب ہے نیز چونکہ اذان خالص ذکر نہیں ہے جیسا کہ خود فاضل بریلوی نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے، اور وہ بہت سی خصوصیات زائدہ کی حامل ہے اور اس کے لیے شریعت کی طرف سے مواقع اور محال مقرر ہیں اس لیے اس کو عام اذکار کے حکم میں رکھا بھی نہیں جا سکتا۔ بہر حال دلائل سابقہ کی طرح یہ آخری دلیل بھی محض مغالطہ پر مبنی ہے۔

بس یہ ہیں فاضل بریلوی کے وہ پندرہ "دلائل جلائل" جن کے ارقام فرمانے کے بعد موصوف نے اپنے علم و اجتہاد کی داد بایں الفاظ دی ہے

یہ پندرہ دلیلیں ہیں کہ چند ساعت میں فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوئیں، (ایذان الاجر ص ۱۲)

اور یہ حقیر راقم سطور ناچیز محمد منظور (عفی اللہ عنہ) عرض کرتا ہے کہ یہ تھی فاضل بریلوی کی ان کی مایہ ناز دلائل کی حقیقت جو بعون اللہ تعالیٰ ایک ہی جلسہ میں حوالہ قلم ہوئی فالحمد

للہ علی ذالک ولہ المنۃ :

نفس مسئلہ کا حکم اور اس کے دلائل ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ اب ہمارے ناظرین کو فاضل بریلوی کے مایہ ناز دلائل کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی اور مسئلہ بحمد اللہ تعالیٰ واضح ہوگیا لیکن اگر بالفرض اس کے بعد بھی کسی کم فہم کو اشتباہ باقی ہے تو باتفاق علماء اس کے لیے صحیح راہ عمل یہی ہے کہ وہ ایسے مشتبہ کام کے پاس نہ جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے دع ما یریبک الی ما لا یریبک

جس چیز میں شبہ ہو اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جس میں کوئی شک نہ ہو۔

اور علامہ شامی "بحر الرائق" سے ناقل ہیں۔ اذا تردد الحکم بین سنۃ و بدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ (رد مختار)

اور "طریقہ محمدیہ" میں ہے۔ "ان الفقہاء قالوا اذا تردد فی شیئی بین کونہ سنۃ و بدعۃ فترکہ لازم"

ان تصریحات کا منشا یہی ہے کہ جب کسی چیز کے بدعت یا سنت ہونے میں شک ہو تو اس کو چھوڑ دینا ہی لازم ہے۔ پس وہ عوام الناس جو اس قسم کے مسائل میں فریقین کے دلائل کا موازنہ کر کے صحیح رائے قائم کرنے سے قاصر ہوں ان کے لیے بھی اتنا سمجھ لینا تو ضرور آسان ہے کہ اس چیز کے بدعت، اور مباح، یا مستحب، یا سنت ہونے میں شبہ ہے۔ لہٰذا ان کے لیے اس سے بچنا ہی صحیح راہ عمل ہے۔ اور جب کہ زندگی کے ہر شعبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن سنتیں ہمارے لیے موجود ہیں تو پھر ان محدثات و مزخرفات میں الجھنے کی ہم کو کیا ضرورت ہے۔

وللہ در القائل وخیر امور الدین ما کان سنۃ

وشر الامور المحدثات البدائع

اس کے بعد ہم اذان قبر کے حامیوں کی خدمت میں چند سوال پیش کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

فریق مخالف سے چند سوالات

سوال اول:۔ صلوٰۃ عیدین، صلوٰۃ کسوف وخسوف، صلوٰۃ جنازہ، ان نمازوں کے لیے کتاب وسنت میں اذان واقامت کا حکم نہیں ہے اور نہ اس کے متعلق کوئی خاص صحیح اور صریح نہی موجود ہے پس اگر فاضل بریلوی سے سبق حاصل کر کے کوئی بدعت پسند ان نمازوں کے لیے بھی اذان جاری کرے، اور اس کا جواز، بلکہ استحباب واستحسان ثابت کرنے کے لیے معمولی تصرف کے ساتھ بعض وہی دلائل پیش کرے جو فاضل بریلوی نے "اذان قبر" کا جواز واستحباب ثابت کرنے کے لیے پیش کئے ہیں (اور جو معمولی ترمیم کے بعد ان نمازوں کی اذان پر بہ نسبت اذان قبر کے اچھی طرح منطبق ہو سکتے ہیں) تو آپ حضرات کے پاس ان کا کیا جواب ہے؟ یا آپ حضرات ان نمازوں کے لیے اذان کو مستحب ومستحسن سمجھتے ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو اس پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا۔

سوال دوم:۔ فاضل بریلوی نے اذان قبر پر چھٹویں دلیل پیش کرتے ہوئے ذکر اللہ کی کثرت اور اس کی فضیلت کے متعلق آیات واحادیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

تو ذکر الٰہی ہمیشہ ہر جگہ محبوب ومرغوب ومطلوب ومندوب ہے جس سے ہرگز ممانعت نہیں ہو سکتی جب تک کسی خصوصیت خاصہ میں کوئی نہی شرعی نہ آئی ہو اور اذان بھی قطعاً ذکر خدا ہے، پھر خدا جانے ذکر خدا سے ممانعت کی وجہ کیا ہے؟ ہمیں حکم ہے کہ ہر سنگ ودرخت کے پاس ذکر الٰہی کریں۔ قبر مؤمن کے پتھر کیا اس حکم سے خارج ہیں؟

پس اگر کسی جگہ کے لوگ خانصاحب کی اسی دلیل کو پیش نظر رکھ کر یہ طریقہ اختیار کرلیں کہ تمام نمازی مسجد میں داخل ہوتے ہی اذان پکاریں۔ بلکہ نماز تک پکارتے ہی رہیں اور جب ان کو اس حرکت سے منع کیا جائے تو وہ جواب میں خانصاحب مندرجہ بالا دلیل کی تلاوت کر دیں اور کہہ دیں کہ ذکر الٰہی ہمیشہ ہر جگہ (خصوصاً مساجد میں) بے حد مرغوب ومحبوب ومطلوب ومندوب ہے اور اذان بھی بہترین ذکر ہے جس سے شریعت میں کوئی خاص نہی وارد نہیں ہوئی بلکہ ہم کو حکم ہے کہ "مساجد میں اللہ کا خوب ذکر کرو" اور

حکم ہے کہ ہر پتھر اور درخت کے پاس خدا کا ذکر کرو، اور مسجد کی عمارت میں اور اس کے فرش میں بھی پتھر ہیں، لہٰذا انہیں احکام کی بجا آوری کے لیے ہم اذانیں پڑھتے ہیں تو فرمایا جائے کہ کیا ان کا یہ عمل جائز اور یہ استدلال درست ہوگا؟ نہیں تو کیوں؟

سوال سوم:۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نجاست وغلاظت کے مقامات پر شیاطین رہتے ہیں اور فاضل بریلوی نے اپنے اس رسالے "ایذان الاجر" میں اس پر بہت زور دیا ہے کہ شیطان کے دفع کرنے کی بہترین تدبیر اذان ہے پس اگر کوئی خانصاحب جیسا مجتہد یہ معمول کرلے کہ بیت الخلاء جاتے وقت اپنے ملازم سے کہے کہ جب تک میں فارغ ہو کر نہ آجاؤں اس وقت تک تم اذان پکارتے رہو تاکہ میں شیاطین کے شر سے محفوظ رہوں۔ تو کیا اس کا یہ فعل جائز ہوگا؟ اگر نہیں تو اس کی خالص بریلویانہ دلیل کا کیا جواب ہے؟

تین سوال یہ ہیں اور تین ہی اس رسالے کے ص ۲۷-۲۸ پر پیش کیے جا چکے ہیں۔ پس اگر کوئی صاحب اس تحریر کے جواب کا ارادہ فرمائیں تو وہ ان چھ سوالوں کا جواب بھی دے کر ممنون فرمائیں۔ والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعة سيدنا المصطفى عليه وعلى اله من الصلوة اتمها ومن التحيات اكملها۔

دس ہزار کا انعامی چیلنج

علامہ سعید احمد شاہ صاحب کاظمی صدر جماعت اہلسنت پاکستان ملتان مندرجہ ذیل حوالوں کو غلط ثابت کرے اور دس ہزار انعام پائے۔

* ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عقیدہ اور اپنا اعلان کہ میں علم غیب نہیں جانتا

حوالہ نمبر ۱ :۔ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب (الآیۃ پ)

* ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فتویٰ کہ جو شخص حضور علیہ السلام کو عالم الغیب کہے وہ کذاب (جھوٹا) ہے۔

حوالہ نمبر ۲ :۔ عن عائشہؓ قالت ۔ ومن حدثک انہ یعلم الغیب فقد کذب وھو یقول لا یعلم الغیب الا اللہ ۔ (بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۹۸)

حوالہ نمبر ۳ :۔ عن عائشہؓ ۔ ومن حدثک ان (محمدؐا) یعلم ما فی غدٍ فقد کذب ۔ (بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۷۲۰)

حضرت کاظمی صاحب (علامہ نعمانی صاحب) کے چیلنج کو قبول کر کے میدانِ مناظرہ میں کود و۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(مناظر اعظم حضرت العلامہ مولانا) **محمد رمضان** صاحب **نعمانی**
پرنسپل جامعہ اسلامیہ دار العلوم عثمانیہ احمد پور شرقیہ

۸۵ / ۴ / ۳ /

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحقیق مسئلہ

ایصال ثواب

فقہاء احناف اہل السنۃ والجماعۃ کا فیصلہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

ایصالِ ثواب کے لئے دِنوں کی تعیین

میت کے لئے دعا اور استغفار کرنا اور صدقہ وخیرات دینا اور بلا اُجرت کے قرآن کریم پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا، اسی طرح نفلی نماز و روزہ اور حج وغیرہ سے میت کو ثواب پہنچانا جائز اور صحیح ہے۔ لیکن ایصالِ ثواب کیلئے شریعتِ حقہ نے دنوں اور تاریخوں کی کوئی تعیین وتخصیص نہیں کی ہے۔ اور پہلے باحوالہ یہ گذر چکا ہے کہ اپنی طرف سے ایسی تعیین کرنا بدعت ہے۔ دلائلِ اربعہ میں سے کوئی دلیل اس پر دال نہیں ہے کہ ایصالِ ثواب کے لئے دنوں کی تعیین ضروری ہے بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ رسم مسلمانوں نے اہل ہنود سے لی ہے، کیونکہ اُن کے نزدیک ایصالِ ثواب کے لئے دنوں کی تعیین ہے۔ چنانچہ مشہور مؤرخ علامہ بیرونی (المتوفی ۴۳۰ھ) لکھتے ہیں کہ اہلِ ہنود کے نزدیک جو حقوق میت کے وارث پر عائد ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ضیافت کرنا اور یومِ وفات سے گیارھویں اور پندرھویں روز کھانا کھلانا، اس میں ہر ماہ کی چھٹی تاریخ کو فضیلت ہے۔ اسی طرح اختتامِ سال پر بھی کھانا کھلانا ضروری ہے۔ نو دن تک اپنے گھر کے سامنے طعام پختہ وکوزہ آب رکھیں ورنہ میت کی رُوح ناراض ہوگی اور بھوک وپیاس کی حالت میں گھر کے ارد گرد پھرتی رہے گی۔ پھر عین دسویں دن میت کے نام پر بہت سا کھانا تیار کر کے دیا جائے اور آبِ خنک دیا جائے اور اسی طرح گیارھویں تاریخ کو بھی۔ نیز لکھا ہے کہ ماہ پوس میں وہ حلوا پکا کر دیتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ برہمن کے کھانے پینے کے برتن بالکل علیحدہ ہوں (کتاب الہند ص۲۷۰ وص۲۸۲ محصلہ)۔ اور یہی کچھ برائے نام مسلمان کرتے ہیں کہ حلوا اور پانی بھی سامنے رکھا جاتا ہے اور ملاجی کے برتن بھی الگ ہوتے ہیں اور دنوں کی تعیین بھی کی جاتی ہے خصوصاً دسویں گیارھویں اور اختتامِ سال کے بعد سالانہ عُرس۔ مشہور نومسلم عالم (جو پہلے پنڈت تھے) مولانا عبید اللہ صاحبؒ

لکھتے ہیں کہ ”برہمن کے مرنے کے بعد گیارھواں دن اور کھتری کے مرنے کے بعد تیرھواں دن اور ویش یعنی بنئے وغیرہ کے مرنے کے بعد پندرھواں یا سولھواں دن اور شودر یعنی بالمری وغیرہ کے مرنے کے بعد تیسواں یا اکتیسواں دن مقرر ہے۔ ازاں جملہ ایک چھ ماہی کا دن ہے یعنی مرنے کے بعد چھ مہینے، ازاں جملہ برسی کا دن ہے اور ایک دن گائے کو بھی کھلاتے ہیں۔ ازاں جملہ ایک دن سدھ کا ہے مُردے کے مر جانے سے چار برس پیچھے، ازاں جملہ اسوج کے مہینے کے نصف اول میں ہر سال اپنے بزرگوں کو ثواب پہنچاتے ہیں لیکن جس تاریخ میں کوئی مرا، اُس تاریخ میں ثواب پہنچانا ضرور جانتے ہیں اور کھانے کے ثواب پہنچانے کا نام سرادھ ہے، اور جب سرادھ کا کھانا تیار ہو جائے تو اول اس پر پنڈت کو بُلا کر کچھ بید پڑھواتے ہیں۔ جو پنڈت اس کھانے پر بید پڑھتا ہے وہ ان کی زبان میں ابھشرمن کہلاتا ہے، اور اسی طرح اور بھی دن مقرر ہیں“۔ (بلفظہٖ تحفۃ الہند ص۹۱)۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ (المتوفی ۱۳۴۶ھ) لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں خاص یہ رسم سیوم کی ہے۔ اور کسی ولایت میں کوئی جانتا بھی نہیں سو یہ ہنود کے تیجہ کو دیکھ کر وضع ہوا ہے (البراہین القاطعہ ص۱۱۱) اور یہی کچھ کلمہ گو مسلمان کرتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ پنڈت کی جگہ ختمی مُلّا نے لے لی ہے اور کھانے پر بید کی جگہ قرآن کریم پڑھا جاتا ہے۔ افسوس اور صد افسوس کہ ان تمام غیر اسلامی رسموں نے اسلامی شکل اختیار کر لی ہے اور اب اس پر تنقید کرنا گویا اسلام پر تنقید کرنا ہے اور یہ سب کچھ ہندوستان میں آکر ہوا فواسفا! ؏

وہ بدلا گیا آکے ہندوستان میں

میت کے گھر اجتماع اور کھانا پکنے کا بیان

حدیث اور فقہ کی عبارات اس پر شاہد ہیں کہ جب کسی کی وفات ہو جائے تو اس کے گھر والے چونکہ صدمہ میں مبتلا ہوتے ہیں اس لئے اہلِ محلہ اور رشتہ دار اہلِ میت کا کھانا تیار کریں اور جو نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکا ہو وہ تعزیت بھی کر سکتا ہے۔ لیکن میت کے گھر اجتماع اور اہلِ میت کا لوگوں کیلئے

کھانا تیار کرنا ایک بہت بڑا گناہ ہے اور بہت سے علاقے اس قبیح حرکت کا شکار ہو کر مقروض ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات سود پر قرض لیا جاتا ہے اور اس طرح وارثوں کا اور خصوصاً یتیموں کا مال برباد کیا جاتا ہے۔

حضرت جریرؓ بن عبد اللہ (المتوفی ۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام من النياحة (ابن ماجہ ص ۱۱۷ ومسند احمد ص)

ہم (یعنی حضرات صحابہ کرامؓ) میت کے گھر جمع ہونے کو اور میت کے گھر کھانا تیار کرنے کو نوحہ سمجھتے تھے۔

اور منتقی الاخبار ص ۱۲۲ میں وصنعة الطعام بعد دفنه من النياحة کے الفاظ آئے ہیں۔

مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ میت پر آواز کے ساتھ رونا، بین اور نوحہ کرنا اہلِ جاہلیت کا کام ہے اور نوحہ کرنا جمہور سلف وخلف کے نزدیک حرام ہے[1]۔ اسی طرح میت کے گھر کا کھانا بھی سمجھا جائے۔ یہ روایت دو طرق سے مروی ہے۔ علامہ ہیثمیؒ ایک سند کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے اور دوسری کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے (مجمع الزوائد ج ص)۔ حافظ ابنِ ہمامؒ لکھتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۷۳)۔ علامہ حلبیؒ لکھتے ہیں۔ باسنادٍ صحیح (کبیری ص ۶۰۹)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے گھر اجتماع کرنا اور وہاں کھانا تناول کرنا حضرات صحابہ کرامؓ کے نزدیک نوحہ جیسا ایک جرم تھا اور اس پر انکا اجماع واتفاق رہا ہے۔ ضرورت تو نہیں مگر حضرات فقہاء کرامؒ کی عبارات بھی ملاحظہ کر لیجئے تاکہ یہ مسئلہ بھی بیّن طور پر سامنے آجائے۔

علامہ ابن امیر الحاج المالکیؒ (المتوفی ۷۳۷ھ) لکھتے ہیں کہ:

اما اصلاح اهل الميت طعاما وجمع الناس فلم ينقل فيه شئ وهو بدعة غير مستحب (مدخل ج ۳ ص ۲۷۵)

اہلِ میت کا کھانا تیار کرنا اور لوگوں کا جمع ہونا اس میں کوئی چیز منقول نہیں ہے بلکہ یہ بدعت غیر مستحب ہے۔

نیز لکھتے ہیں کہ:

مما احدثه بعضهم من فعل الثالث للميت وعملهم الاطعمة فيه حتى صار عندهم

بعض لوگوں نے یہ بدعت نکالی ہے کہ میت کے تیجہ پر طعام تیار کرتے ہیں، اور یہ اُن کے نزدیک معمولی

[1] امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ نوحہ کی حرمت پر اجماع ہے (شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰۳)

كانه امر معمول به (مدخل ج ۳ ص ۲۷۵)

کام بن گیا ہے۔

امام ابنِ حجر مکیؒ شافعیؒ سے سوال کیا گیا کہ:

عما يعمل يوم ثالث من موته من تهيئة اكل واطعامه للفقراء وغيرهم وعما يعمل يوم السابع الخ

میت کے تیسرے دن فقراء وغیرہ کیلئے جو کھانا تیار کیا جاتا ہے اور اسی طرح ساتویں دن، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

جميع ما يفعل مما ذكر فى السوال من البدع المذمومة (فتاویٰ کبریٰ ج ۲ ص ۷)

سوال میں جتنی چیزیں ذکر کی گئی ہیں، وہ سب کی سب بدعات مذمومہ ہیں۔

علامہ محمد بن محمد منبجی حنبلیؒ (المتوفی ۷۸۵ھ تسلیۃ المصائب ص ۹۹ میں) اور امام شمس الدین بن قدامہ حنبلیؒ (المتوفی ۶۸۲ھ شرح مقنع الکبیر ج ۲ ص ۴۲۶ میں) اور امام موفق الدین بن قدامہ حنبلیؒ (المتوفی ۶۲۰ھ) لکھتے ہیں، واللفظ لہ:

فاما صنع اهل الميت طعاما للناس فمكروه لان فيه زيادة على مصيبتهم وشغلا لهم الى شغلهم وتشبيها بصنع اهل الجاهلية (مغنی ج ۲ ص ۴۱۳)

کہ اہلِ میت جو لوگوں کے لئے کھانا تیار کرتے ہیں وہ مکروہ ہے کیونکہ اس میں اہلِ میت کو مزید تکلیف اور شغل میں مبتلا کرنا ہے۔ نیز اس سے مشرکین اہلِ جاہلیت کے ساتھ مشابہت بھی پائی جاتی ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامیؒ لکھتے ہیں کہ:

مذهبنا ومذهب غيرنا كالشافعية والحنابلة الخ (ج ۱ ص ۸۴۱)

ہمارا اور حضرات شوافعؒ اور حضرات حنابلہؒ کا بھی مذہب ہے۔

چونکہ ہمیں ایک ایسے طبقہ سے واسطہ پڑ چکا ہے جو خود کو حنفی کہلاتا ہے اسلئے ہم فقہ حنفی کی چند عبارتیں پیش کرتے ہیں تاکہ ان کو سلم حضرات فقہاء احنافؒ کے نظریہ کو سامنے رکھ کر غور وفکر کا موقع مل سکے۔

فقہاء احناف کثّر اللہ تعالیٰ سوادہم کے نزدیک میت کے گھر سے طعام کھانا، تیجہ، ساتواں اور چالیسواں وغیرہ کرنا۔ | جس طرح دوسرے مسالک کے حضرات فقہاء کرامؒ نے ان بدعات

کا انکار کیا ہے' اسی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر حضرات فقہاء احنافؒ نے ان کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ علامہ طاہرؒ بن احمد الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:

ولا یباح اتخاذ الضیافة عند ثلاثة ایام لان الضیافة تتخذ عند السرور (خلاصة الفتاوی ج ۲ ص ۳۴۲)

کہ اہل میت کی طرف سے تین دن تک ضیافت مباح نہیں ہے کیونکہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوا کرتی ہے۔

صوبہ سرحد اور اسی طرح بعض دیگر علاقوں میں یہ بدعت رائج ہے کہ میت کو دفن کر چکنے کے بعد پہلی رات عموماً سب گاؤں کی بلا امتیاز روٹی پکائی جاتی ہے۔ جس کو وہ لوگ اپنی زبان میں نماشاں، شومہ اور ٹنٹی وغیرہ کہتے ہیں۔ اس میں امیر بھی ہوتے ہیں اور غریب بھی اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر لوگوں کو چاول گھی اور کھانڈ سے تواضع کی جاتی ہے۔ اس عبارت میں اسی کھانے کو حضرات فقہاء کرامؒ نے غیر مباح بھی کہا ہے اور مکروہ و بدعت مستقبحہ بھی۔ صد افسوس ہے کہ بڑے بڑے عمامہ بردار مولوی بھی اس قبیح ترین بدعت میں مبتلا ہیں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منها ومن جمیع البدعات۔

امام قاضی خانؒ لکھتے ہیں:

ویکرہ اتخاذ الضیافة في ایام المصیبة لانها ایام تاسف فلا یلیق بها ما کان للسرور (فتاوی خانیہ ج ۴ ص ۸۱)

یعنی مصیبت کے دنوں میں ضیافت کرنا مکروہ ہے کیونکہ جو کام خوشی کے وقت ہو وہ غمی کے مناسب نہیں ہے۔

اسی کے قریب قریب عبارت فتاوی سراجیہ ص ۷۵ میں ہے۔

حافظ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں کہ:

ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۷۳)

میت کے گھر کھانا تیار کرنا مکروہ ہے کیونکہ طعام کھانا تو خوشی کے موقع پر ہوتا ہے نہ کہ غمی میں، اور یہ نہایت ہی بری اور قبیح بدعت ہے۔

اور علامہ قہستانیؒ لکھتے ہیں کہ:

ویکرہ اتخاذ الضیافة في هذه الایام وکذا

ان دنوں میں میت کے گھر کھانا تیار کرنا اور کھانا دونوں مکروہ

اکلها کما في خیرة الفتاوی (جامع الرموز ج ۳ ص ۲۲۳)

ہیں جیسا کہ خیرۃ الفتاوی میں مذکور ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:

ولا یباح اتخاذ الطعام ثلاثة ایام کذا في التتارخانیة۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۷)

تین دن تک میت کے گھر میں کھانا تیار کرنا مکروہ ہے ایسا ہی فتاوی تاتارخانیہ میں ہے۔

اور امام حافظ الدین محمدؒ بن شہاب کردری الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:

ویکرہ اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام واکلها لانها مشروعة للسرور ویکرہ اتخاذ الطعام في الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد ونقل الطعام الی القبر في المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءة سورة الانعام او الاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاکل یکرہ۔ (فتاوی بزازیہ ج ۴ ص ۸۱ طبع مصر)

تین دن تک ضیافت مکروہ ہے اور اسی طرح اس کا کھانا بھی کیونکہ ضیافت تو خوشی کے موقع پر ہوتی ہے اور پہلے دوسرے اور تیسرے دن طعام تیار کرنا بھی مکروہ ہے اور اسی طرح ہفتہ کے بعد بھی اور اسی طرح موسم بموسم قبروں کی طرف طعام لے جانا بھی مکروہ ہے اور قرأت قرآن کے لئے اور صلحاء اور قراء کو جمع کر کے ختم قرآن کے لئے دعوت کرنا بھی مکروہ ہے وعلی ہذا القیاس سورۃ انعام یا سورۃ اخلاص کی قرأت کے لئے طعام تیار کرنا مکروہ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرأت قرآن کے وقت کھانے کے لئے طعام تیار کرنا مکروہ ہے۔

اسی مضمون کی عبارت شامی (ج ۱ ص ۸۴۲ طبع مصر) میں بھی ہے اور علامہ علی متقیؒ کا یہ حوالہ کہ ان هذا الاجتماع في الیوم الثالث خصوصاً لیس فیه فرضیة الخ پہلے نقل ہو چکا ہے۔ ملاحظہ ہو: ص ۱۶۱

امام نوویؒ شرح منہاج میں لکھتے ہیں کہ:

الاجتماع علی مقبرة في الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود والطعام في الایام المخصوصة

قبر پر تیسرے دن اجتماع کرنا اور گلاب اور اگر کی بتیاں تقسیم کرنا اور مخصوص دنوں کے اندر روٹی کھلانا، مثلاً

عربی	ترجمہ
كالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرين والاربعين والشهر السادس والسنة بدعة ممنوعة (بحوالہ انوار ساطعہ ص۱۰۵)	تیجہ، پانچواں، نواں، دسواں، بیسواں اور چالیسواں دن اور چھٹا مہینہ اور سال کے بعد۔ یہ سب کے سب امور بدعت ممنوعہ ہیں۔

حضرت ملا علی القاریؒ حضرت عاصمؒ بن کلیب کی روایت کو نقل کرتے وقت یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

عربی	ترجمہ
قول اصحاب مذهبنا من انه يكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع۔ (مرقات ج ۵ ص۴۸۲)	ہمارے مذہب (حنفی) کے حضرات فقہاء کرام نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ میت کے پہلے اور تیسرے دن اور اسی طرح ہفتہ کے بعد طعام تیار کرنا مکروہ ہے۔

اِن عبارات میں اس امر کی پوری صراحت موجود ہے کہ میت کی وجہ سے دنوں کی تخصیص کرکے کھانا پکانا (اور خصوصاً تیسرے، دسویں اور چالیسویں وغیرہ دنوں میں بدعت اور مکروہ ہے اور ایسے کھانے سے بہرحال پرہیز کرنا چاہیئے۔ چنانچہ مولانا لکھنویؒ لکھتے ہیں:

"شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ در جامع البرکات مے نویسد وآنکہ بعد سالے یا ششماہی یا چہل روز دیں دیار پزند و درمیان برادران بخشش کنند وآں را بھاجی میگویند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آنست کہ نہ خورند۔ انتہی (مجموعہ فتاوٰی ج ۳ ص۷۱)۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ:

"وعادت نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند وختمات خوانند بر سرِ گور ونہ غیر آن وایں مجموع بدعت است نعم برائے تعزیت اہلِ میت وجمع وتسلیہ وصبر فرمودن ایشاں را سنت ومستحب است اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفاتِ دیگر وصرفِ اموال بے وصیت از حق یتامٰی بدعت است وحرام"۔ (مدارج النبوت ج ۱ ص۴۲۲ طبع نولکشور)

شیخ صاحب موصوف نے شرح سفر السعادت ص۲۴۳ اور اشعۃ اللمعات ج ۱ ص۷۱۵ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

اور شیخ الاسلام کشف الغطاء میں لکھتے ہیں کہ:

"آنچہ متعارف شدہ از پختن اہلِ مصیبت طعام را در سوم وقسمت نمودن آں میان اہلِ تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع است وتصریح کردہ بداں در خزانہ چہ شرعیت دعوت نزد سرور است و نزد شرور"۔ ۳۷

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ:

"بعد مُردن من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم وششماہی وبرسینی ہیچ نکنند"۔ (وصیت نامہ مع مالابد منہ ص۱۹۱)

اور حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب نقشبندیؒ (المتوفی ۱۰۷۹ھ) لکھتے ہیں کہ:

(سوالِ ششم آنکہ طعام بروحِ میت بروزِ سوم ودہم وگل دادن بروزِ سوم از کجاست؟) مخدوما طعام دادن للہِ تعالیٰ بے رسم وریا وثواب آں را بمیت گزرانیدن بسیار خوب است وعبادت بزرگ اما تعیینِ وقت اصل معتمد علیہ ظاہر نمی شود وروزِ سوم گل دادن بمرداں بدعت است"۔ (مکتوبات، مکتوب ص۱۱)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:

"دیگر از عاداتِ شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتمہا وسیوم وچہلم وششماہی وفاتحہ سالینہ وایں ہمہ را در عرب اول وجود نبود مصلحت آں است کہ غیر تعزیت وارثان میت تا سہ روز واطعام شاں یک شب وروز رسمے نباشد"۔ (تفہیمات ج ۲ ص۲۴۷ ووصیت نامہ ص۱۳)

اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ (المتوفی ۷۸۵ھ) کے ملفوظات میں ہے کہ:

"اس زمانہ میں سیوم کے روز میت کی زیارت کے واسطے شربت وبرگ ومیوہ لے جاتے ہیں اور کھاتے ہیں۔۔۔ اور فرمایا کہ صندوق لے جاتے ہیں اور سیپارہ خوانی کرتے ہیں یہ مکروہ ہے"۔ (الدر المنظوم ص۴۸۳)

اور علامہ محی الدین برکلی نقشبندی الحنفیؒ (المتوفی ۹۸۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

"ان بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ موت کے دن یا اس کے بعد ضیافتِ طعام کی وصیت کرنا اور قرآن وکلمہ پڑھنے والوں کو پیسے دینا یا قبر پر چالیس روز تک یا کم وبیش ایام تک آدمی بٹھانا یا قبر پر قبہ بنانے کی وصیت کرنا یہ سب امور منکرہ ہیں"۔ (طریقہ محمدی صفحہ آخری)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ مرید خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی چشتیؒ (المتوفی فی حدود ۸۰۰ھ) قبور کی زیارت کے لئے بھی از خود دنوں کی تعیین (مثلاً تیسرے یا ساتویں روز) کو بدعت شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میاں زیارت سنّت است لیکن زیارت روز و شب
معہود سیوم ہفتے داں بدعتے میکن حذر (تحفہ نصائح)

اور حضرت مولانا عبد الحی لکھنویؒ (المتوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

"مقرر کردن روز سوم وغیرہ با تخصیص و او را ضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت نیست صاحب نصاب الاحتساب (مولانا ضیاء الدین عمر بن محمد بن عوض سنامی الحنفی معاصر حضرت شیخ نظام الدین اولیاء المتوفی ۷۲۵ھ) آں را مکروہ نوشتہ و راہ تخصیص بگذارند و بر روزیکہ خواہند ثواب بروح میت رسانند" (مجموعہ فتاویٰ ج ۳ ص ۴)۔

قارئین کرام! آپ نے جماعت احناف کثر اللہ تعالیٰ سوادہم کے ذمہ دار حضرات فقہاء کرامؒ اور حضرات صوفیاء عظامؒ کی عبارتیں ملاحظہ کر لی ہیں کہ وہ میت کے گھر کھانا تناول کرنے، سوم، دہم، چہلم اور برسی وغیرہ کو بدعت اور مکروہ (بلکہ بعض حرام) کہتے ہیں۔ مگر صد افسوس ہے کہ فریق مخالف کی گنگا ہی الٹی ہے۔ جو حضرات یہ بدعات نہیں کرتے، ان کو وہ وہابی وغیرہ کے خطابات سے نوازتے ہیں، اور عوام الناس کو اُن کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔ **فوا اسفا!**

لطیفہ: فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت نے یہ وصیت فرمائی ہے کہ — حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو، اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے، اُس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اللہ توفیق دے۔ بلفظہٖ (وصایا شریف ص ۸)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا دین اور مذہب شریعت اسلامی سے جدا ہے اور اس دین پر جو ان کی کتابوں سے ظاہر ہے، مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ شریعت حقہ

کا اتباع تو حتی الامکان بتایا مگر ان کا مذہب اور دین اپنانا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ سبحان اللہ تعالیٰ! اور بات بھی صحیح ہے کیونکہ عقائد سے لے کر اعمال تک اور عبادات سے اخلاق تک خان صاحب کا دین و مذہب شریعت اسلامی سے بالکل جدا ہے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں، یار زندہ صحبت باقی! لیکن فاتحہ کے سلسلہ میں خان صاحب کے اتباع سے گذارش ہے کہ ان کی وصیت شریفہ پر عمل کر کے ثواب دارین حاصل کریں اور اس گرانی اور مہنگائی میں ان لذیذ چیزوں کا خوب لطف اُٹھائیں۔

خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ (میں) دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ خواہ بکری کا، شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرینی، اُرد کی دال مع ادرک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف، اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کر دیا جیسے مناسب جانو، مگر بطیب خاطر، میرے لکھنے پر مجبور نہ ہو۔ انتہی بلفظہٖ (وصایا شریف ص ۸)

فریق مخالف کو اعلیٰ حضرت کی اس زرّیں وصیت پر عمل پیرا ہو کر ثواب دارین حاصل کرنا چاہیئے۔ مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی کتاب مقیاس حنفیت میں اس مضمون کی مستقل سرخیاں قائم کر کے امت محمدیہ پر کرم فرمائی کی ہے: فضیلت دودھ، فضیلت حلوا و شہد، فضیلت گوشت اور پراٹھا وغیرہ، پھر کیوں عوام الناس اس پر عمل نہ کریں کہ ہم خرما و ہم ثواب۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ نے فضیلت جہاد پر کوئی سرخی قائم نہیں کی لیکن یہ بیچارے جہاد تو کیا کریں گے۔ تحریک ختم نبوت میں ان کی اکثریت عامۃ المسلمین کے سامنے بے نقاب ہو چکی ہے۔ یہ صرف کھانے پینے کے مجاہد اور شیر ہیں جہاد اور حق گوئی سے ان کی کیا نسبت؟ ؎

تجھے طعام سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
طعام خواہ ہے مگر صاحب جہاد نہیں (اقبال ترمیم)

اگر فریق مخالف خان صاحب کی سابق وصیت پر عمل نہ کر سکے اور مختلف اشیاء تیار کرنے اور مہیا

کرنے سے عاجز ہو تو ان کے دوسرے فتوے پر عمل کرے تاکہ اس کی تلافی ہو جائے، اور نہیں تو کم از کم بڑھیا دادی کے سوم پر ہی ایسا کر لیا کریں تاکہ اس گرانی کے وقت پیاری نانی بھی ساتھ ہی یاد آجاتے۔

خان صاحب لکھتے ہیں: "مسئلہ: میت کے سوم کا کس قدر وزن ہونا چاہیئے۔ اگر چھوہاروں پر فاتحہ دلادی جائے تو ان کا کس قدر وزن ہو؟ الجواب: کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں، اتنے ہوں جس میں ستر ہزار عدد پورا ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ انتہیٰ بلفظہٖ (عرفانِ شریعت حصہ اول ص۳)

اگر شریعت نے وزن مقرر نہیں کیا تو خان صاحب کو عرفانِ شریعت کا یہ زرّین نسخہ کہاں سے حاصل ہوا ہے؟ سچ فرمایا انہوں نے کہ ان کا مذہب و دین ان کی کتابوں ہی سے ظاہر ہوگا اور جس پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اگر فی چھوہارہ ایک تولہ ہو تو ستّر ہزار کا وزن اکیس من اور پینتیس سیر ہوگا، اور اگر چھ ماشہ فی چھوہارہ وزن ہو تو ستّر ہزار کا وزن دس من اور ساڑھے سینتیس سیر ہوگا اور قابلِ استعمال چھوہارہ چھ ماشہ سے کیا کم ہوگا؟ اگر چھ روپے سیر بھی چھوہارے ہوں تو دس من اور ۳۷ سیر کی قیمت تقریباً چوبیس سو روپیہ (۲۴۰۰) سے اوپر ہوگی۔ ایسے دو سوم تو کیا ایک بھی اس زمانہ میں اچھے خاصے چودھریوں اور نوابوں کو بھی نانی یاد کرا دے گا اور دادی بھی تو مفت میں یاد آجائیں گی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو اعتراضات فریقِ مخالف کی طرف سے کئے جاتے ہیں، ہم اُن کو نقل کرکے ان کے جوابات بھی عرض کر دیں تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے۔

فریقِ مخالف کا پہلا اعتراض | فریقِ مخالف کا کہنا ہے کہ میت کے گھر سے کھانا ناجائز اور مکروہ نہیں ہے کیونکہ مشکوٰۃ ج ۲ ص۵۴۴ میں ایک حدیث آتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ایک میت کو دفن کیا اور اس سے فارغ ہوئے تو:

استقبلهٗ داعی امرأته: میت کی بیوی کا ایک قاصد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دینے آیا۔ علامہ حلبیؒ (کبیری ص۶۰۹ اور صغیری ص۳۰۰ میں) اور ملا علی بن القاریؒ (مرقات ج ۵ ص۴۸۲ میں) لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ میت کے گھر سے کھانا درست ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہرگز نہ کھاتے۔ (انوارِ ساطعہ ص۱۰۹ محصلہ)۔

الجواب: اس روایت سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ امرأته کا نسخہ صاحب مشکوٰۃ کا وہم یا کسی کاتب کی غلطی ہے۔ اصل الفاظ داعی امرأةٍ ہیں کہ کسی عورت کے قاصد نے آپ کو دعوت دی تھی۔ باقی داعی امرأته (کہ میت کی بیوی کے داعی نے دعوت دی) یہ غلط ہے۔ چنانچہ یہی روایت ابوداؤد ج ۲ ص۱۱۷، مشکل الآثار ج ۲ ص۱۳۲، معتصر ص۱۹۹، شرح معانی الآثار ج ۲ ص۲۲۱، دارقطنی ج ۲ ص۵۴۵، مسند احمد ج ۵ ص۲۹۳، سنن الکبریٰ ج ۶ ص۹۷، عقود الجواہر المنیفہ ج ۲ ص۹۲، خصائص الکبریٰ ج ۲ ص۱۰۳، مستدرک حاکم ج ۴ ص۲۳۲، محلی بن حزم ج ۷ ص۴۱۵، عون المعبود ج ۳ ص۲۴۹ اور بذل المجہود ج ۴ ص۲۳۹ وغیرہ کتابوں میں موجود ہے لیکن ان تمام میں امرأةٍ کے الفاظ ہیں اور یہی صحیح ہے امرأته کی ضمیر کے ساتھ جو میت کی طرف راجع ہے، غلط ہے۔

دوسرا اعتراض | مولوی عبد السمیع صاحب اور مفتی احمد یار صاحب وغیرہ کہتے ہیں کہ ان عبارات میں تیجہ، دسواں اور چالیسواں وغیرہ کرنے کی جو ممانعت آتی ہے، وہ اپنے مہمانوں اور رشتہ داروں کی ضیافت کی وجہ سے ہے۔ فقہائے کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ اگر فقراء کیلئے کھانا تیار کیا جائے تو اچھا ہے۔ نیز شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی عبارت میں اسراف کا ذکر ہے اور اسراف کرنے کو ہم بھی منع کرتے ہیں۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحبؒ کی عبارت میں رسومِ دنیوی کی ممانعت ہے کہ عورتیں جمع ہو کر ان ایام میں رونا پیٹنا کرتی ہیں، اصل تیجہ وغیرہ سے ممانعت نہیں ہے (محصلہ۔ انوارِ ساطعہ ص۱۰۱ و ص۱۱۳ و ص۱۱۵، جاء الحق ص۲۵۵ و ص۲۵۶)۔

الجواب: بلاشک غمی کے ایام میں رشتہ داروں اور عام لوگوں کے طعن و تشنیع سے بچنے کیلئے تیجہ وغیرہ کرنا ممنوع اور بدعت ہے اور اسراف کرنا اور عورتوں کا جمع ہو کر نوحہ وغیرہ کرنا بھی گناہ ہے اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ عاقل اور بالغ اور حاضر وارث اگر اپنے مال سے فقراء کے لئے کھانا تیار کریں تو جائز ہے۔ مگر اس نقطہ کو بھی ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ دنوں کی تعیین بھی منع، بدعت اور مکروہ ہے اور مثلاً تیجہ وغیرہ کی تخصیص کرنا بھی اسی بدعت اور مکروہ کی زد میں ہے اور دنوں کی اسی تعیین کو قاضی ثناء اللہ صاحبؒ رسومِ دنیوی سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کی عبارت بغور ملاحظہ کیجئے۔ یہ کہنا کہ ان اُمور میں بدعت اور کراہت تیجہ

وغیرہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اور امور کے سبب سے ہے محض سینہ زوری اور نری جہالت ہے۔ حضرات فقہاء کرام دنوں کی تخصیص کو بھی بدعت ہی کہتے ہیں۔ امام نوویؒ، ابن حجرؒ اور صاحب بزازیہؒ وغیرہ کی عبارات میں الیوم الثالث الخ کی اور شیخ عبدالحق دہلویؒ اور صاحب کشف الغطاء اور خواجہ محمد معصومؒ وغیرہ کی عبارتوں میں روز سوم کی خاص طور پر قید موجود ہے۔ پھر کس طرح اس کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے علامہ طیبیؒ اور ملا علی القاریؒ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث لا یجعل احدکم للشیطان الخ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتہٰی۔ (مرقات ص۳۵۳/ج۲، والتعلیق المحمود ص۱۳۹/ج۱)

پھر کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو کسی بدعت اور منکر امر پر اصرار کرتے ہیں۔

مولانا احمد علی سہارنپوریؒ فرماتے ہیں:

ھذا محل تذکر للذین یصرون علی الاجتماع فی الیوم الثالث للمیت ویرونہ ارجح من الحضور للجماعۃ۔ (حاشیہ ترمذی ص۱۲۲/ج۱)

یہ (حدیث) ان لوگوں کے لیے نصیحت حاصل کرنے کا مقام ہے جو میت کے بعد تیسرے دن مجتمع ہوتے ہیں اور اس اجتماع کو جماعت کی نماز کے لیے حاضری سے بھی مقدم سمجھتے ہیں۔

اس عبارت میں نہ تو قبر پر اجتماع کی تخصیص ہے اور نہ عورتوں کے نوحہ کرنے کی۔ بلکہ وفات کے بعد تیسرے دن جو بھی اجتماع ہو اس کا یہی حکم ہے کہ وہ بدعت بھی ہے اور مکروہ بھی۔ اور یہی حضرات فقہاء کرامؒ کا ارشاد ہے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب دوسرے، تیسرے اور چالیسویں دن کے اجتماع اور عورتوں کے کھانے پینے اور چھالیا وغیرہ کے اہتمام کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

اولاً یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ و قبیحہ ہے۔ امام احمدؒ اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بسند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ۔ ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق ــــ الی ان قال امام بزازی ... وجیز میں فرماتے ہیں یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع یعنی میت کے پہلے یا تیسرے

دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و ممنوع ہیں (بلفظہٖ احکام شریعت حصہ سوم ص۱۹۱/۱۹۲)

نیز مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ "شریعت میں ثواب پہنچانا ہے، دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن باقی یہ تعیین عرفی ہیں جب چاہیں کریں" انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے و بدعت۔ (مجموعہ فتاوٰی مؤلفہ احمد رضا خان صاحب ج۴ ص۲۳۱، کتاب الحظر والاباحۃ)۔

نیز خان صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچے گا اور روز کم، تو یہ عقیدہ بھی اس کا غلط ہے (الحجۃ الفائحۃ ص۱۲)

اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ ایصال ثواب کا مسئلہ حق ہے مگر ایصال ثواب کے لئے دنوں کی تخصیص اور تعیین ضروری جاننا گو عملاً ہی کیوں نہ ہو، جہالت اور بدعت ہے۔

تیسرا اعتراض فریق مخالف کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو تیسرے دن حضرت ابوذرؓ نے کھجوریں، دودھ اور جو کی روٹی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے رکھی اور آپ نے ان پر سورۃ فاتحہ اور قل ہو اللہ پڑھ کر دعا فرمائی اور حضرت ابوذرؓ سے فرمایا کہ اس کو لوگوں میں تقسیم کر دو اور فرمایا کہ ان اشیاء کا ثواب میرے لخت جگر ابراہیمؓ کو پہنچے۔ اس روایت سے ایک تو تیجہ کا ثبوت ہوا، اور دوسرا کھانا سامنے رکھ کر اس پر ختم کہنے کا ثبوت ہوا۔ فریق مخالف کا بیان ہے کہ یہ روایت حضرت ملا علی القاریؒ نے کتاب اوز جندی میں تحریر فرمائی ہے۔

الجواب: مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں کہ:

نہ کتاب اوز جندی از تصانیف ملا علی قاری است ونہ روایت مذکور صحیح و معتبر است، بلکہ موضوع و باطل براں اعتماد نشاید در کتب حدیث نشانے ازیں روایت یافتہ نمے شود۔ (مجموعہ فتاوٰی ج۲ ص۱۲۲)

کہ نہ تو کتاب اوز جندی حضرت ملا علی القاری کی تصنیفات میں سے ہے اور نہ یہ روایت صحیح اور معتبر ہے بلکہ یہ موضوع اور باطل روایت ہے۔ اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ حدیث کی کسی کتاب میں اس قسم کی روایت کا کوئی نشان موجود نہیں ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ " انوارِ ساطعہ ص۱۴۵ اور حاشیہ خزانۃ الروایات میں ہے ، کہ حضور علیہ السلام نے امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیسرے اور ساتویں اور چالیسویں دن اور چھٹے ماہ اور سال بھر بعد صدقہ دیا ۔ یہ تیجہ ، ششماہی اور برسی کی اصل ہے (بلفظہ جاء الحق ص۲۵۰) ۔

مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسی موضوع اور جعلی روایات سے مسائل حل نہیں ہوتے ۔ حدیث جب پیش ہو تو صحیح سند کے ساتھ ہو یا معتبر حضرات محدثین کرامؒ سے اس کی تصحیح ہونی چاہیئے محض روایت یا حدیث کا نام لے لینا کفایت نہیں کرتا ۔

فائدہ : عوام الناس میں جمعرات کے دن صدقہ و خیرات کرنے کی بھی ایک رسم جاری ہے ۔ لیکن اس کی بھی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے ۔ خان صاحب بریلوی سے کسی نے یوں سوال کیا کہ بعضے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں اور فلانے طاق میں شہید مرد رہتے ہیں ۔ اُس درخت اور اُس طاق کے پاس جا کر جمعرات کو فاتحہ شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں الخ ۔ خان صاحب لکھتے ہیں :

الجواب : یہ سب واہیات و خرافات اور جاہلانہ حماقات و بطالات ہیں ، ان کا ازالہ لازم ما انزل اللہ بہا من سلطان ۔ (بلفظہ احکام شریعت حصہ اوّل ص۱۰) ۔

کھانا سامنے رکھ کر اُس پر ختم دینا

صحیح احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانے پر بسم اللہ بھی پڑھی ہے اور بطور برکت اور دُعا کے مختلف کھانے کی چیزوں پر قرآت بھی کی ہے سو ان چیزوں میں اضافہ کیلئے بھی اشیاء کو سامنے رکھ کر اُن پر دعائیں پڑھی ہیں یہ تمام اُمور محلِ نزاع سے خارج ہیں جھگڑا صرف اس امر کا ہے کہ میت کے لئے ایصالِ ثواب کے طور پر جو کھانا دیا جاتا ہے اُس پر بھی کچھ پڑھنا صحیح ہے ؟ اور کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور حضرات صحابہ کرامؓ نے ایسا کیا ہے ؟ اس کا آسان اور صحیح جواب صرف یہ ہے کہ ایسا کرنا ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ یہ بدعت ہے ۔ چنانچہ فتاویٰ سمرقندیہ میں ہے کہ :

قرأة الفاتحة والاخلاص والكافرون على الطعام بدعة ۔ (المجنہ ص۱۵۱)

سورۃ فاتحہ اور اخلاص اور کافرون کا طعام پر پڑھنا بدعت ہے ۔

مولانا عبدالحی صاحبؒ کے فتاویٰ میں ہے :

سوال : فاتحہ مروجہ حال یعنی طعام را روبرو نہادہ دست برداشتہ چیزے خواندن چہ حکم دارد ؟

جواب : ایں طور مخصوص نہ در زمانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود نہ در زمان خلفاء ، بلکہ وجودِ آں در قرونِ ثلاثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند منقول نشدہ و حالا در حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا عادتِ خواص نیست واگر کسے ایں طور مخصوص بعمل آرد آں طعام حرام نمی شود خوردنش مضائقہ نیست و ایں را ضروری دانستن مذموم است الخ (مجموعہ فتاویٰ ج ۲ ص۷۷)

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ "انوارِ ساطعہ ص۱۴۵ اور حاشیہ خزانتہ الروایات میں ہے، کہ حضور علیہ السلام نے امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیسرے اور ساتویں اور چالیسویں دن اور چھٹے ماہ اور سال بھر بعد صدقہ دیا۔ یہ تیجہ ششماہی اور برسی کی اصل ہے (بلفظہٖ جاء الحق ص۲۵۰)۔

مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسی موضوع اور جعلی روایات سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ حدیث جب پیش ہو تو صحیح سند کے ساتھ ہو یا معتبر حضرات محدثین کرامؒ سے اس کی تصحیح ہونی چاہیئے محض روایت یا حدیث کا نام لے لینا کفایت نہیں کرتا۔

فائدہ: عوام الناس میں جمعرات کے دن صدقہ و خیرات کرنے کی بھی ایک رسم جاری ہے۔ لیکن اس کی بھی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔ خان صاحب بریلوی سے کسی نے یوں سوال کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں اور فلانے طاق میں شہید مرد رہتے ہیں۔ اُس درخت اور اُس طاق کے پاس جا کر جمعرات کو فاتحہ شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں الخ۔ خان صاحب لکھتے ہیں:

الجواب: یہ سب واہیات و خرافات اور جاہلانہ حماقات و بطالات ہیں، ان کا ازالہ لازم ما انزل اللہ بہا من سلطان۔ (بلفظہٖ احکام شریعت حصہ اوّل ص۱)۔

کھانا سامنے رکھ کر اُس پر ختم دینا

صحیح احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانے پر بسم اللہ بھی پڑھی ہے اور بطور برکت اور دُعا کے مختلف کھانے کی چیزوں پر قرأت بھی کی ہے۔ اور چیزوں میں اضافہ کیلئے بھی اشیاء کو سامنے رکھ کر اُن پر دعائیں پڑھی ہیں۔ یہ تمام اُمور محلِ نزاع سے خارج ہیں جھگڑا صرف اس امر کا ہے کہ میت کے لئے ایصالِ ثواب کے طور پر جو کھانا دیا جاتا ہے اُس پر بھی کچھ پڑھنا صحیح ہے؟ اور کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور حضرات صحابۂ کرامؓ نے ایسا کیا ہے؟ اس کا آسان اور صحیح جواب صرف یہ ہے کہ ایسا کرنا ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ یہ بدعت ہے۔ چنانچہ فتاویٰ سمرقندیہ میں ہے کہ:

قراءة الفاتحة والاخلاص والکافرون علی الطعام بدعة۔ (الجُنہ ص۱۵۵)	سورۃ فاتحہ اور اخلاص اور کافرون کا طعام پر پڑھنا بدعت ہے۔

مولانا عبدالحی صاحبؒ کے فتاویٰ میں ہے:

سوال: فاتحہ مروجہ حال یعنی طعام را روبرو نہادہ دست برداشتہ چیزے خواندن چہ حکم دارد؟

جواب: ایں طور مخصوص نہ در زمانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود نہ در زمان خلفاء بلکہ وجودِ آں در قرونِ ثلاثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند منقول نشدہ و حالا در حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً عادتؐ خواص نیست و اگر کسے ایں طور مخصوص بعمل آورد آں طعام حرام نمی شود بخوردنش مضائقہ نیست و ایں را ضروری دانستن مذموم است الخ (مجموعہ فتاویٰ ج ۳ ص۷۷)

اور مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

"وقتِ فاتحہ کھانے کا قاری کے پیشِ نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصولِ ثواب یا جوازِ فاتحہ میں کچھ خلل نہیں۔" (الحجۃ الفاتحہ ص۱۶)

مشہور بریلوی عالم مولوی محمد صالح صاحب کھانا سامنے رکھ کر اس پر پڑھنے کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"یہ رسم سوائے ہندوستان کے اور کسی اسلامی ممالک میں رائج نہیں۔" (انتہی بلفظہٖ تحفۃ الاحباب ص۱۲۲)

سرزمین ضلع ملتان کے میدان مناظرہ سے مولوی فیض احمد اویسی بہاولپوری کا فرار

مولانا محمد رمضان نعمانی عظیم الشان کی فتح

[illegible]

تیجا کیا ھے؟

مسلمانوں میں دینی شعور جوں جوں ختم ہوتا گیا رسم و رواج اسی قدر ان کے رگ و ریشہ میں پیوست ہوگئے۔ توحید کی جگہ شرک اور سنت کی جگہ بدعت نے لے لی۔ اس طرح دین خالص کا حلیہ آہستہ آہستہ بگاڑ دیا گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکمل ضابطہ حیات ہمیں عطا فرمایا اور ہماری منفعت اور مضرت کی تمام باتوں کا روز روشن کی طرح ہم پر آشکارا فرما دیا لیکن بدقسمتی سے ہم نے اس دین خالص کو غیر مسلم کے بعض رسم و رواج سے اس طرح ملوث کر دیا کہ آج وہ رسم و رواج ہمارے دین اور مذہب کا ضروری حصہ قرار پاگئے۔ پھر ان غیر شرعی اور غیر ملی مسائل میں سے ایک رواج تیجا اور ساتواں اور چالیسواں کا بھی ہے جسے اہل سنت کا امتیازی نشان قرار دے کر نہ کرنے والوں کو مسلک اہل سنت سے خارج اور مسلمانوں کے دشمن قرار دیا جانے لگا ہے۔ تیجا اور ساتواں کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے نہ ہی قرآن و حدیث سے اس کے جواز پر کوئی دلیل موجود ہے۔ بلکہ یہ ایک رسم ہے جسے غیر مسلم قوموں سے اخذ کر کے مسلمانوں پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ جاہل واعظین نے اسے مذہب

کالبادہ اوڑھاکر مسلمانوں کا ایک امتیاز بنا کے رکھ دیا ہے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا امام اعظم رحمتہ اللہ میں سے کسی نے بھی اس فعل شنیع کو نہیں کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا۔ آپ نے تیسرے دن کوئی اجتماع نہیں کیا اور نہ ہی مختلف اشیاء منگوا کر ان پر ختم پڑھا گیا۔ اور نہ ہی برادری کو بلوا کر ان کے لئے کسی دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ اور نہ ہی ان کا ساتواں یا چالیسواں کیا گیا۔

حضرت حمزہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی محبوب چچا تھے احد میں شہید ہوئے۔ ان کی شہادت اس قدر المناک تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے انتہائی طور پر مغموم تھے۔ مگر ان کے لئے بھی آپ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جسے آج کی اصطلاح میں تیجا یا ساتا کہا جاتا ہے

صحابہ کرام کا اسوۂ حسنہ بھی ہمارے سامنے ہے ان کے عزیز رشتہ دار اور رفقاء کار بھی ان کے سامنے اس دنیا سے رحلت فرما گئے مگر کہیں بھی ان کے ہاں تیجا مروجہ اور ساتا اور چالیسواں ثابت نہیں ہے!

خلفائے راشدینؓ اور لاکھوں اصحابؓ رسولؐ اس تیجا وغیرہ

کی رسم سے بالکل ناآشنا تھے۔ بد قسمتی سے اس رسم قبیح کے مرتکب افراد اپنے آپ کو حضرت امام اعظمؒ امام ابوحنیفہؒ کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں۔ لیکن امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے بھی تیجا ساتواں یا چالیسواں کا کہیں حکم نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی آپ کے عمل سے اس کا کوئی ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان کے ممتاز تلامذہ حضرت امام محمدؒ اور امام ابویوسفؒ کے ہاں بھی اس بدعت اور خلافِ اسلام رسم کا کہیں نشان نہیں ملتا۔ جب سرے سے ایک دلیل بھی اس تیجا ساتا چالیسواں کی نہیں ملتی۔ تو اسے کیوں کر اہل سنت کا مسلک قرار دیا جائے۔ اور اس کے نہ کرنے والوں سے کیوں نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا جائے۔ شرعی حیثیت کے علاوہ بھی اگر تیجہ وغیرہ کا جائزہ لیا جائے تو یہ رسم اہل میت کیلئے ایک وبال جان ثابت ہوتی ہے۔ ان کے عزیز رشتہ دار کا یا والد اور بیٹے کی وفات کا صدمہ ہی اس قدر ہوتا ہے کہ وہ بیچارے اس سے نڈھال ہوتے ہیں۔ مگر ختمی ملاں انہیں اسوقت قیمتی اشیاء منگوا کر ختم کی تیاری کیلئے مجبور کرتا ہے۔ جس پر ان کے سینکڑوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ اس میں سے غریب اور نادار لوگ تو قرض حاصل کر کے اس رسم کو پورا کرتے ہیں۔ پھر چالیسواں پر برادری کا اجتماع اور ان کو کھانا کھلانا ایک اچھا خاصہ ہنگامہ برپا کر دیتا ہے۔ اسی لئے پنجاب میں اس روٹی اور اجتماع کو

ہنگامہ" کہتے ہیں۔ صاحب حیثیت لوگ تو خدا نخواستہ اس رسم کو پورا کر ہی دیتے ہیں۔ مگر مفلس اور نادار مسلمانوں کے لئے یہ مصیبت کڑی ہو جاتی ہے قرض لیا جاتا۔ مرنے والے کے یتیم بچوں کے مال سے روپے لے کر اس کی روٹی برادری اور اہل محلہ کیلئے پکائی جاتی ہے۔ اور پھر لوگ اس قدر مسرت سے اس مال ناجائز کو کھانے کیلئے جاتے ہیں جیسے ایک مسرت کی تقریب۔ اور یہ برائی کی حیثیت سے جا رہے ہیں۔ ملاں جی اس تقریب پر مجلس یا صدر مکرم ہوتے ہیں۔ ان کی صدارت میں یتیموں بیواؤں مسکینوں کا مال ہضم کیا جاتا ہے۔ مگر کسی کو بھی اس کا خیال نہیں آتا کہ آخر کھانے والے ہی سوچیں کہ ان میں سے کس قدر مستحق افراد نے کھایا۔ اگر کوئی صاحب جرأت کر کے کہہ ہی دیں کہ چوہدری صاحب ٹھیکیدار صاحب، ملک صاحب، مولانا صاحب حضرت صاحب یتیم اور بیوہ کا مال کھاتے ہوئے تمہیں خوف خدا نہ ہوا، وہ گھر تو پہلے ہی اُجڑ گیا۔ اب رہا سہا تم نے اجاڑ دیا کچھ تو سوچا ہوتا تو وہ فوراً آگ بگولا ہو کر کہیں گے کہ انہوں نے ہمارے باوا کے چالیسواں پر ہمارا نہیں کھایا تھا۔ گویا یہ تو لین دین ہے۔ ایصال ثواب نہیں ہے، ایک ہاتھ دے اور ایک ہاتھ لے کا چکر ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کچھ کہا جاوے گا تو اس سچی بات کہنے والے کو "وہابی" کہہ کر ناجائز مال ہضم کر لیا جائے گا۔ (یا اسفی)

شرعی حیثیت سے جب تیجا کا ثبوت ہی نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے جب اسے نہیں کیا، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور راشد تلامذہ سے جب اس کا نشان تک نہیں ملتا۔ دنیاوی طور پر بھی جب اس کے انتہائی نقصانات ہیں تو پھر اس نتیجہ کو کیونکر اہل سنت کا طغرائے امتیاز قرار دیا جائے۔ یہ صاف اور کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ یہ رسم غیر مسلم اقوام سے مسلمانوں میں بعض جاہل اور خود غرض واعظوں نے رائج کی ہے۔ اس سے صرف اور صرف دین اسلام کی مخالفت اور بطن عظیم کی خدمت مقصود ہے۔ یہ سنت کے خلاف بدعت کا محاذ ہے اس لئے اسے مردود اور غیر اسلامی رسم کہا جائے گا۔ اس لئے بعض بریلوی علماء بلکہ ان کے اعلیٰ حضرت نے بھی اس رسم کو سم قاتل اور مسلمانوں کے لئے انتہائی مضرت رساں قرار دیا ہے۔ سردست فقہائے کرام کے اقوال صحیحہ اور بریلوی مکتب فکر کے مقتدا مولوی احمد رضا خاں صاحب کے عظیم فتویٰ سے ثابت کیا جائے گا کہ تیجا اور ساتواں وغیرہ خلاف اسلام اور خلاف سنت رسمیں ہیں مسلمانوں کو ان سے احتراز کرنا چاہئے۔

ایصال ثواب اور علمائے دیوبند

جہاں تک میت کو ثواب بھیجنے کا تعلق ہے۔ علمائے دیوبند اس کے قائل اور عامل ہیں۔ میت کے رشتہ دار اگر کھانا پکا کر غریبوں اور مساکین کو کھلائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کا ثواب میت

کو پہنچا دیں گے۔ کسی نادار کی خدمت کرنا اور اس کو کھانا کھلانا قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخشنا یہ سب باتیں جائز ہیں۔ سال بھر اس صدقہ کو جاری رکھا جا سکتا ہے۔ کسی دن کی تخصیص نہیں ہے۔ اور نہ ہی شریعت سے اس کا ثبوت ہے جب بھی چاہیں ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے۔ ایصال ثواب کے لئے مستحق حضرات کو اشیاء دینا ضروری ہے غریب اور نادار مستحق حضرات کا انتخاب ضروری ہے۔

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میت کے گھر کا کھانا ناجائز جانتے تھے۔

كُنَّا نَرَى الْاِجْتِمَاعَ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَ صَنْعَةَ الطَّعَامِ مِنَ النِّيَاحَةِ.	ہم (یعنی صحابہ کرام) میت کے گھر جمع ہوتے اور میت کے گھر کھانا تیار کرنے کو نوحہ سمجھتے تھے۔ (ابن ماجہ ص۱۱۶)

میت پر آواز کے ساتھ رونا اور نوحہ کرنا اہل جاہلیت کا کام ہے۔ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے جمہور سلف صالحین

کے نزدیک نوحہ کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کے گھر تیجا ساتا اور چالیسواں کا اجتماع اور اس کے گھر کا کھانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ناجائز سمجھتے تھے۔ اسی لئے جمہور اہل سنت نے اس کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ نوحہ کی طرح اس کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔

۳۸

۲۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ کے نزدیک تیجا ساتا ناجائز ہے

مشہور فقیہ علامہ طاہر بن احمد حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ

وَلَا يُبَاحُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ عِنْدَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ لِاَنَّ الضِّيَافَةَ يُتَّخَذُ عِنْدَ السُّرُوْرِ	اہل میت کی طرف تین دن تک ضیافت مباح نہیں ہے کیونکہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے۔

(خلاصۃ الفتاوی ج۲ ص۳۴۲)

اس سے معلوم ہوا کہ تین دن تک جو دعوت اور برادری میں کھانا کھلانے کی رسم موجود ہے اور تیسرے دن چنے وغیرہ منگوا کر تقسیم کرنا یہ سب ممنوع ہیں

۳۔ مصیبت کے دنوں میں دعوت کرنا ممنوع ہے

وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ	یعنی مصیبت کے دنوں میں ضیافت

فِي اَيَّامِ الْمُصِيْبَةِ لِاَنَّهَا اَيَّامُ تَاَسُّفٍ فَلَا يَلِيْقُ بِهَا مَا كَانَ لِلسُّرُوْرِ فتاوٰی خانیہ	کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ جو کام خوشی کے وقت ہو وہ غمی میں مناسب نہیں ہے۔ ج ۱۴

۴۔ علامہ ابن ہمامؒ کے نزدیک میت کے گھر کا کھانا بدعت ہے

وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهُ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبِحَةٌ	میت کے گھر کھانا تیار کرنا مکروہ کیونکہ طعام کھلانا تو خوشی کے موقعہ پر ہوتا ہے نہ کہ غمی میں اور یہ نہایت ہی بُری اور قبیح بدعت ہے (فتح القدیر ج ۱ صـ ۴۷۳)

۵۔ علامہ قہستانیؒ کا فتوٰے

وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ فِي هٰذِهِ الْاَيَّامِ وَكَذَا اَكْلُهَا۔ جامع الرموز ج ۴ صـ ۳۴۳	ان دنوں میت کے گھر کھانا تیار کرنا اور کھانا دونوں مکروہ ہیں۔

۶۔ سند الفقہاء ملا علی قاریؒ کے نزدیک تیجا ناجائز ہے

قَرَّرَ اَصْحَابُ مَذْهَبِنَا	ہمارے مذہب (حنفی) کے

مِنْ اَنَّهُ يُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ الْاُسْبُوْعِ۔ (مرقات ج ۵)	فقہائے کرام نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ میت کے پہلے اور تیسرے دن اور اسی طرح ہفتہ کے بعد طعام تیار کرنا مکروہ ہے۔

۷۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے نزدیک تیجا حرام ہے

اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامی بدعت است و حرام۔ مدارج النبوۃ

ترجمہ:۔ یہ تیسرے دن کا مخصوص اجتماع اور تکلفات کرنا اور بغیر وصیت کے یتیموں کے حق سے مال خرچ کرنا بدعت اور حرام ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ نے تو معاملہ بالکل ہی واضح فرما دیا کہ یہ تیجا اور یتیموں کے مال کا کھانا حرام ہے۔ اس قسم سے پرہیز اور اجتناب لازمی ہے۔

۸۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ کے نزدیک تیجا منانا ناجائز ہے

بعد مُردن من رسوم دنیوی میرے مرنے کے بعد دنیاوی

فتویٰ مولوی احمد رضا **مسئلہ** بریلوی برائے عدم جواز تیجا و چالیسواں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلاد
ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روزِ وفات سے اس
کے اعزہ واقارب واحباب کی عورات اس کے یہاں
جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا
ہے۔ پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی
ہیں۔ بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔ اس مدت اقامت
میں عورات کے کھانے پینے پان چھالیاں کا اہتمام اہل
میت کرتے ہیں۔ جس کے باعث ایک صرف کثیر کے
زیر بار ہوتے ہیں۔ اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی
ہو تو قرض لیتے ہیں۔ یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے
ہیں۔ اگر نہ کریں تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں۔ یہ
شرعاً جائز ہے یا کیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سبحان اللہ اے مسلمان یہ پوچھتا ہے یا کیا یوں پوچھ
کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت و
شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ و قبیحہ ہے،
۲۔ اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا

منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں
اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔
۳۔ یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی
میں ہوتی ہے۔
۴۔ میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار
کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و ممنوع ہیں۔
۵۔ یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز
کیا جاوے۔
۶۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ
جس سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کردیں۔ اور
طعنِ بے ہودہ کا لحاظ نہ کریں۔ (احکام شریعت)

حرف آخر

اس مختصر بحث میں اصحابِ رسول کے عمل اور فقہائے
کرام کے فتویٰ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ تیجا ساتا یا
چالیسواں جو ہمارے ملک میں رواج پذیر ہے کسی طرح
بھی جائز اور مستحسن نہیں ہے۔ بلکہ چند خود غرض اور
پیٹ کے پجاری ملاؤں کی اختراع ہے۔

مسلک اہلسنت کے مطابق روزمرہ شرعی مسائل کا مستند مجموعہ

احکامِ شریعت

تینوں حصے مکمل معہ ملفوظات

تصنیف لطیف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قادری قدس سرہ العزیز

دیباچہ و موضوع بندی
علامہ عالم فقری

شبیر برادرز ۴۰-بی
اردو بازار لاہور

مسئلہ ۔ میت کی تعزیت کیلئے آنے والوں کی تواضع

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلاد ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روز وفات سے اُس کے اعزہ و اقارب و احباب کی عورات اُس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اُس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں، اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے پان چھالیاں کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں اگر اُس وقت اُن کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لیتے ہیں یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں اگر نہ کریں تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا کیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سبحان اللہ اے مسلمان یہ پوچھتا ہے یا کیا یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

اوّلاً: یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ و قبیحہ ہے امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة

ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مُردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

يكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع فى السرور لا فى الشرور وهى بدعة مستقبحة۔

اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے اسی طرح علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح

میں فرمایا:

ولفظہ یکرہ الضیافۃ من اھل المیت لانھا شرعت فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ

فتاویٰ خلاصہ، فتاویٰ سراجیہ وفتاویٰ ظہیریہ وفتاویٰ تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین کتاب الکراہیہ اور تاتارخانیہ سے فتاویٰ ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے:

واللفظ للسراجیۃ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلثۃ ایام فی المصیبۃ اھ زاد فی الخلاصۃ لان الضیافۃ یتخذ عند السرور۔

غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانھا ایام تاسف فلایلیق بھا مایکون للسرور

غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے:

لاباس بالجلوس للمصیبۃ الی ثلث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من اھل البیت۔

مصیبت کے لیے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ جیسے تکلف فرش بچھانے اور میت والوں کی طرف سے کھانے۔ امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں:

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع۔

یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں۔ علامہ شامی ردّ المختار میں فرماتے ہیں:

اطال ذٰلک فی المعراج وقال ھٰذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا۔

یعنی معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا کہ یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔ جامع الرموز

آخر الکراہتہ میں ہے:

یکرہ الجلوس للمصیبۃ ثلثۃ ایام او اقل فی المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ھٰذہ الایام وکذا اکلھا کما فی خیرۃ الفتاوی۔

یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اُس کا کھانا بھی منع جیسا کہ خیرۃ الفتاویٰ میں تصریح کی فتاویٰ القروی اور واقعات المفتیین میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام واکلھا لانھا مشروعۃ للسرور۔

تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوتی ہے کشف الغطا میں ہے:

ضیافت نمودن اہل میت اہل تعزیت را وپختن طعام برائے آنہا مکروہ است باتفاق روایات چہ ایشاں را بسبب اشتغال بمصیبت استعداد وتہیہ آں دشوار است۔

اسی میں ہے:

پس انچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را در سوم وقسمت نمودن آں میان اہل تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع است وتصریح کردہ بداں در خزانہ چہ شرعیت ضیافت نزد سرور است نہ نزد شرور وھو المشھور عند الجمھور۔

ثانیاً۔ غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے یا بعض ورثاء موجود نہیں ہوتے نہ اُن سے اس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم — بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے

ناراً وسیصلون سعیراً ہ بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کے گڑاؤ میں جائیں گے۔

مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود ناجائز ہے قال اللہ تعالیٰ لاتأکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اُسے نہ اُس کے باپ نہ اُس کے وصی کو لان الولایۃ للنظر لا للضرر۔ علی الخصوص اگر اُن میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔ ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث موجود بالغ وبالغ راضی ہوں۔

خانیہ وبزازیہ وتتارخانیہ وہندیہ میں ہے:

واللفظ لہاتین ان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذ وا ذٰلک من الترکۃ۔

نیز فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

ان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثۃ صغیر فلا یتخذ من الترکۃ۔

ثالثاً - یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں مثلاً چلا کر رونا پیٹنا بناوٹ سے منہ ڈھانکنا الی غیر ذلک اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے ایسے مجمع کے لیے میت کے عزیزوں دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس مجمع ناجائز کے لیے ناجائز تر ہوگا۔

کشف الغطا میں ہے:

ساختن طعام در روز ثانی وثالث برائے اہل میت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ ست زیرا کہ اعانت ست ایشاں را بر گناہ۔

رابعاً - اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلہ کے لیے کھانا پان چھالیاں کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کے لیے بھی زنہار پسند نہیں نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لیے پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہو گیا اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعث لعنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا غرض اس رسم کی شناعت وممانعت میں شک نہیں اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے اُن کے دین ودنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں واللہ الہادی۔

تنبیہ :۔ اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لیے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار انہیں کھلائیں مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے اس میلے کے لیے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور ان کے لیے بھی فقط روز اوّل کا حکم ہے آگے نہیں۔

کشف الغطا میں ہے:

مستحب ست خویشاں وہمسایہ ہائے میت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز والحاح کنند تا بخورند ودر غیر اہل میت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ ست انتہٰی ملخصاً

عالمگیری میں ہے:

حمل الطعام الی صاحب المصیبۃ والاکل معہم فی الیوم الاول جائز لتوغلم بالجہاز وبعدہ یکرہ۔ کذا فی التتارخانیہ۔

کتبـــــــــہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
محمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

علماء دیوبند اہل السنۃ والجماعۃ پکے مسلمان ہیں"

پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کا فتویٰ، خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن۔

میاں شیر محمد شرقپوریؒ کا عقیدہ و فتویٰ

اور علماء بریلوی کا فتویٰ!

اشاراتِ فریدی

مقابیس المجالس

ملفوظات حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل و مستند مجموعہ

جمع و ترتیب

مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و ترجمہ

کپتان واحد بخش سیال

اسلامک بک فاؤنڈیشن ○ لاہور
صوفی فاؤنڈیشن ○ بہاولپور

مولانا رشید احمد گنگوہی رحؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی شیخ طریقت ہیں حضرت شاہ مہر علی شاہ گولڑوی کے پیر بھائی ہیں، انکی تکفیر نہیں کرنی چاہیئے!

۳۵۲

مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ بھی حاجی صاحب کے مرید اور خلیفہ اکبر ہیں۔ ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرہم[1]۔ (حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کا مقام پیدائش ممکن ہے بقول حضرت خواجہ علیہ رحمۃ پانی پت ہو۔ لیکن بعد میں آپ تھانہ بھون میں رہتے تھے جو سہارنپور کے قریب ہے۔ پہلے آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں مرید ہوئے۔ وصال شیخ کے بعد آپ حضرت شیخ میاں جیو نور محمد جھنجھانوی قدس سرہٗ کے ہاتھ پر مرید ہونے سے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں داخل ہو گئے۔ اگرچہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مبانی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مشہور ہیں لیکن دراصل یہ دارالعلوم حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ کے حکم پر جاری ہوا۔ ہندوستان سے ہجرت کی وجہ یہ تھی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ نے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند فرمایا اور فوج تیار کر کے ان کے خلاف لڑتے رہے اور کئی ایک مقامات پر فتح بھی حاصل کی۔ ان تمام معرکوں میں سے شاملی کی جنگ زیادہ مشہور ہے جہاں آپ کی فوج نے انگریزی فوج پر فتح حاصل کی تھی۔

۱۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کے اس ملفوظ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہم علمائے دیوبند صحیح معنوں میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور اہل مریدین تھے

۳۵۳

لیکن جب بالآخر انگریز غالب آ گئے اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ - مولانا رشید احمد گنگوہیؒ مولانا محمد قاسمؒ کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے تو آپ ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے - لیکن مولانا رشید احمد صاحبؒ گرفتار ہو گئے تھے اور کافی عرصہ جیل خانے میں رہنے کے بعد رہا ہوئے - جس جہاز میں حضرت حاجی صاحب سفر کر رہے تھے - اس کا کیپٹن ایک جرمن افسر تھا جس کا نام مولٹکے (MOLTKE) تھا - جب اس نے ٹکٹ طلب کیے تو حاجی صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈال کر مٹی کے ڈھیلے جو استنجا کی خاطر رکھے تھے نکال کر اس کے ہاتھ میں دے دیئے - اس کے ہاتھ میں جاتے ہی وہ ڈھیلے سونا بن گئے - یہ کرامت دیکھ کر وہ افسر مسلمان ہو گیا اور جدہ پہنچ کر استعفے دے دیا اور حضرت شیخ کے مریدین میں شامل ہو گیا اور بڑے مراتب کو پہنچا - انہوں نے مکہ معظمہ میں ایک دکان خرید لی تھی - جب دو آنے رقم جمع ہو جاتی تھی تو دکان رکھ کر یادِ خدا میں مشغول ہو جاتے تھے - حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کی کرامات دیکھ کر شریف حسین والی حجاز آپ کا بڑا معتقد ہو گیا تھا - اسی طرح خدیو مصر کا پیر جب مکہ معظمہ آیا تو حاجی صاحب کی عظمت ولایت دیکھ کر نہ صرف خود مرید ہوا بلکہ اپنے تمام مریدین کو بھی حکم دیا کہ آج سے تم سب حاجی امداد اللہ کے مرید ہو - حتیٰ کہ مصر جا کر اس نے خدیو مصر کو حکم دیا کہ تم بھی غیبی طور پر حاجی صاحب سے بیعت کر لو - خدیو مصر کے پیر کی بدولت سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ امدادیہ بلاد عرب میں بہت پھیلا - ان کے علاوہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کی بدولت بھی سلسلہ چشتیہ عربستان میں پھیلا - یہی وجہ ہے کہ عرب شریف میں فرید اور صابر نام کثرت سے رکھے جاتے ہیں - حضرت شاہ مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ کو بھی سلسلہ چشتیہ صابریہ میں خلافت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بمقام مکہ معظمہ ملی تھی

وہابی عقیدہ صحیح رکھتے ہیں

فتویٰ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ

مقابیس المجالس صہ ۷۹۶

۷۹۶

وہابی اور شیعہ مذہب

اس کے بعد وہابیوں اور شیعوں کا ذکر ہونے لگا حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ شیعہ وہابیوں سے بدتر ہیں کیونکہ وہابی لوگ صحابہ کرام کو برا نہیں کہتے بلکہ تعظیم کرتے ہیں لیکن شیعہ لوگ صحابہ کرام کو دشنام دیتے ہیں - آپ نے فرمایا کہ بیشک اسی طرح ہے وہابی نہ صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں نہ ولایت سے انکار کرتے ہیں - اس کے برعکس شیعہ لوگ ولایت کے بھی منکر ہیں - اس کے بعد فرمایا کہ توحید کے بارے میں وہابیوں کے عقائد صوفیا کرام سے ملتے جلتے ہیں - وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنا شرک ہے بیشک غیر خدا سے امداد مانگنا شرک ہے - توحید یہ ہے کہ خاص حق

۷۹۷

تعالیٰ سے مدد طلب کرے چنانچہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ [ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں] کا مطلب یہی ہے -

افاضات السنیہ

فتاوی مہریہ

علماء دیوبند اہلسنۃ والجماعۃ میں

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا فتویٰ

فتاوی مہریہ افاضات السنیہ صـ۱۲

۱۲

آیت کریمہ من بشر کے بعد یوحیٰ الی

اور تشہد میں عبدہ کے بعد رسولہ اور کلام اہل فضیلت وعرفان میں ہے۔ فمبلغ العلم فیہ انہ بشر و انہ خیر خلق اللہ کلہم

میرے خیال میں فریقین از علمائے کرام متنازعین اہل سنت والجماعت سے ہیں اور ذکر آنحضرت کو بالاسماء المعظمہ واجب اور ضروری اعتقاد کرتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند میں چار نوری وجود ہیں جن میں سے ایک علامہ انور علی شاہ کاشمیری ہیں

میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی کا فتویٰ

خزینہ معرفت صـ ۳۸۴

دیوبند میں چار نوری وجود

مولانا مولوی انور علیشاہ صاحب صدر مدرسہ دیوبند ہمراہ مولوی احمد علی صاحب جاجر لاہوری شرقپور شریف حاضر ہوئے۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو بڑی ارادت سے ملے۔ آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہے۔ اور شاہ صاحب خاموش رہے۔ پھر آپ نے مولانا انور شاہ صاحب کو بڑی عزت سے رخصت کیا۔ موٹر کے اڈے تک حضرت میاں صاحب ان کو خود سوار کرانے کے لئے ساتھ تشریف لائے۔ شاہ صاحب نے میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو کہا۔ آپ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اور رخصت کر کے واپس مکان پر تشریف لے آئے۔ بعد ازاں آپ نے بندہ سے فرمایا۔ شاہ صاحب بڑے عالم ہیں اور پھر میرے جیسے خاکسار سے فرما رہے تھے۔ کہ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں۔ ان میں سے ایک شاہ صاحب ہیں۔

حضور سید عالم محبوب رب العلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کیا ایمان رکھنا چاہیئے قرآن وحدیث کی روشنی میں

تمہیدِ ایمان

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی
قدس سرہ العزیز

رضا پبلی کیشنز
مین بازار داتا گنج بخش لاہور

شاہ اسماعیل شہید مولانا رشید احمد گنگوہی مولانا خلیل احمد انبیٹھی اور دیگر علمائے دیوبند میں انکی تکفیر پسند نہیں کرتا

تمہید الایمان صـ ۵۱

٥١

سبحٰن السبوح میں بالآخر صفحہ ۹۰ طبع اول پر یہی لکھا کہ

حاشا للہ حاشا للہ ہزار ہزار بار حاشا للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت و ضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلا کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے

فان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ ۔ گنگوہی و تبلیغی اور ان کے اذناب دیوبندی ۱۲

شاہ اسماعیل شہید کو علماء محتاطین کافر نہ کہیں

فتویٰ مولوی احمد رضا خان بریلوی

تمہید الایمان صـ ۴۹

۴۹، ۵۰

دہلوی مذکور اور اس کے اتباع پر بکثیر وجہ سے لزوم کفر ثابت کرکے صفحہ ۹۰ پر حکم اخیر یہی لکھا کہ علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتویٰ وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت (ہمارے نزدیک مقام) احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے) سے کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مناسب واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مولوی اسماعیل شہید کو ہمارے اکابر نے کافر نہیں کہا

عقیدہ مولوی احمد سعید کاظمی بریلوی حق المبین صـ ۲۲

تکفیر مسلمین

علماء اہل سنت پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے علماء دیوبند کو کافر کہا، رافضیوں، نیچریوں، بابیوں، بہائیوں حتیٰ کہ ندویوں، کانگریسیوں، لیگیوں بلکہ تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا۔ گویا بریلی میں کفر کی مشین لگی ہوئی ہے جس کے نشانے سے کوئی مسلمان نہیں بچ سکا۔ اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہا جائے کہ سبحانک ہٰذا بہتان عظیم کسی مسلمان کو کافر کہنا مسلمان کی شان نہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے کا وبال کافر کہنے والے پر عائد ہوتا ہے۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ علماء بریلی یا اُن کے ہم خیال کسی عالم نے آج تک کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا، خصوصاً اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز تو مسئلہ تکفیر میں اس قدر محتاط واقع ہوئے تھے کہ امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کے بکثرت اقوال کفریہ نقل کرنے کے باوجود لزوم و التزام کفر کے فرق کو ملحوظ رکھنے یا امام الطائفہ کی توبہ مشہور ہونے کے باعث ازراہِ احتیاط مولوی اسمٰعیل صاحب کی تکفیر سے کف لسان فرمایا

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

مولانا احمد رضا خاں کے پیرو کار ایک ہندوستانی عالم دین اور مفتی اعظم کی طرف سے علمائے دیوبند کی تکفیر سے بیزاری کا اعلان

بریلوی دیوبندی نزاع کے خاتمے کیلئے اپنی نوعیت کی واحد کتاب

تلخیص الخیر فی احکام التکفیر

المعروف

انکشافِ حق

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد خلیل احمد خاں برکاتی قادری بدایونی مدظلہ

سرپرست :۔ مدرسہ تحفۃ الاسلام محلہ سوتھ بدایوں یوپی (انڈیا)

ناشر:۔ اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد (پاکستان) فون ۶۳۱۷۳۲

مقالہ نمبر ۸

فاضل بریلوی کے ارشادات دربارہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی "تمہید الایمان" صفحہ ۴۲ پر قمطراز ہیں. سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح دیکھئے کہ بار اوّل ۱۳۰۹ھ میں مطبع انوار محمدی میں چھپا جس میں بدلائل قاہرہ دہلوی مذکور اور اس کے اتباع پر بکثرت وجوہ سے لزوم کفر ثابت کر کے صفحہ ۹۰ پر اخیر حکم یہی لکھا کہ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے۔"

یعنی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کے بارے میں یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی پر سلامتی اور اسی میں استقامت اھ

اس عبارت تمہید الایمان کے چند فوائد قابل غور ہیں۔

اولاً: مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کو کافر نہ کہنا یہی جواب باصواب ہے لہٰذا جن لوگوں نے کافر کہا ان کا یہ قول جواب باصواب کے خلاف ہے۔

ثانیاً: اسی پر یعنی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کے کافر نہ کہنے پر ہی فتویٰ ہونا چاہیئے بلکہ اسی پر فتویٰ ہے جن لوگوں نے مولوی اسماعیل صاحب مذکور کے کفر پر فتویٰ دیا انہوں نے ماعلیہ الفتویٰ کے خلاف کیا۔

ثالثاً:۔ یہی ہمارا مذہب ہے لہٰذا جن لوگوں نے مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کے کفر پر فتویٰ دیا وہ ہمارے مذہب کے خلاف یا جواب ان کو کافر کہے وہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔

رابعاً:۔ اسی پر اعتماد اور سلامتی اور استقامت ہے لہٰذا جن لوگوں نے ان کے کفر پر فتویٰ دیا یا ان کو کافر کہا ان کا قول قابل اعتماد نہیں کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کو کافر نہ کہنے میں ہی سلامتی اور استقامت ہے لہٰذا جو لوگ ان کو کافر کہیں گے بحکم فاضل بریلوی وہ سلامتی اور استقامت سے دور ہیں۔

پھر فرماتے ہیں: "الکوکبۃ الشہابیہ" دیکھئے جو خاص مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اور ان کے

متبعین ہی کے رد میں تصنیف ہوا اور بار اول شعبان ۱۳۱۳ھ میں عظیم آباد مطبع تحفۂ حنفیہ میں چھپا۔

جس میں نصوص جلیلہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ و تصریحات ائمہ سے بحوالہ صفحات کتب معتمدہ اس پر ستر وجہ کفر بلکہ زائد سے لزوم کفر ثابت کیا اور بالآخر یہی لکھا صہ ۲۲ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں کفار (یعنی کافر کہنے سے) کف لسان یعنی زبان روکنا ماخوذ و مختار و مناسب واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

پھر اسی تمہید الایمان صہ ۴۳ پر فرمایا کہ سبحٰن السبوح میں اٹھتر وجہ سے لزوم کفر ثابت کر کے بالآخر صہ ۸۰ طبع اول پر یہی لکھا۔

حاشا للہ حاشا للہ ہزار بار حاشا للہ میں ہرگز بار حاشا للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت و ضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ الخ۔

اس عبارت میں صراحۃً فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اہل لا الٰہ الا اللہ ہیں یعنی مسلمان ہیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کو کافر کہنے سے منع فرمایا ہے۔ ناظرین کرام غور فرمائیں ان ہی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کی بعض عبارات تقویۃ الایمان کے بارے میں مولانا فضل حق خیر آبادی سے سوال کیا جاتا ہے اور ان عبارات تقویۃ الایمان کے قائل مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کے لیے حکم شرعی پوچھا جاتا ہے چنانچہ مولانا موصوف اپنے فتوے میں جس کا نام "تحقیق الفتویٰ فی ردِ اہل الطغویٰ" ہے۔ رقم طراز ہیں جسکو فاضل بدایونی مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سیف الجبار مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت نمبر ۲۱ زکریا اسٹریٹ کلکتہ کے صفحہ ۴۲ و ۴۳ پر اس فتوے کی عبارت بلا نکیر بلکہ استدلالاً نقل کی ہے وہ عبارت بعینہٖ نقل کرتا ہوں۔

جواب سوال ثالث: این ست کہ قائل این کلام لاطائل از روئے شرع مبین بلاشبہ کافر بے دین ست ہرگز مومن مسلمان نیست وحکم او شرعاً قتل وتکفیر ست ہر کہ در کفر او شک آرد یا تردد دارد یا این استخفاف را سہل انگارد کافر و بے دین و نامسلمان لعین ست اھ

یعنی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اور ان کی تقویۃ الایمان کی عبارات کے بارے میں جو سوال کا تیسرا نمبر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کلام لاطائل کا قائل از روئے شریعت بلاشبہ کافر و بے دین ہے ہرگز مومن مسلمان نہیں ہے اس کا حکم شرعاً قتل و تکفیر ہے جو شخص اس کے کافر ہونے کے بارے میں شک کرے یا تردد رکھے یا اس استخفاف کو ہلکا جانے وہ بھی کافر و بے دین نامسلمان ملعون ہے۔

رسالہ ماہنامہ "المیزان" بمبئی امام احمد رضا نمبر میں ۲۰ سے زائد علماء ہند کی تعداد بتائی ہے جن حضرات نے اس فتوے کی تائید و تصدیق کی ہے جس میں فاضل بدایونی مولانا فضل رسول صاحب و فاضل بریلوی کے پیر و مرشد مولانا سید شاہ آل رسول صاحب و فاضل بریلوی کے والد بزرگوار مولانا نقی علی خاں صاحب بھی ہیں۔

اب ناظرین اس پر غور کریں کہ حضرات موصوفین تمام پارٹی بھر کے نزدیک مسلم ہیں کیونکہ یہ سب حضرات فاضل بریلوی کے نزدیک بھی مومن مسلم اور ان کے ممدوحین ہیں ان کے اس مذکورہ فتوے کی رو سے یہ چار حکم یعنی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کے کفر میں شک یا تردد کرنے والے پر کافر و بے دین و نامسلمان لعین ہونا ثابت ہوتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ فاضل بریلوی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کو نہ خود ہی کافر کہتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں بلکہ ان کو مسلمان اہل لا الٰہ الا اللہ مانتے ہیں جیسا کہ ہم تمہید الایمان سے نقل کر چکے ہیں اب اگر کوئی شخص یہ سوال کرتا ہے کہ تحقیق الفتویٰ فی ردِ اہل الطغویٰ کی عبارت منقولہ سیف الجبار کی رو سے فاضل بریلوی کا اپنے اصول پر مسلمان ہونا ثابت تو کیجئے۔ یہ فتویٰ آپ کے مسلم علماء و ممدوحین فاضل بریلوی کا ہے۔ اس میں ان صاحبان کو کیا کلام ہو سکتا ہے خصوصاً صاحب بیان المیزان بمبئی جبکہ اس کی تائید و تصدیق فاضل بریلوی کے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے بھی کر دی ہے اس صورت میں اس کا کیا جواب ہوگا۔

اور سنیئے۔ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی پر جس طور سے علماء ہند کا فتویٰ ہے جو ہم نے بیان کر دیا اسی طور سے علماء حرمین یعنی مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کا بھی فتویٰ ہے جس کو مولانا نذیر احمد خانصاحب مرحوم مدرس مدرسہ طیبہ احمد آباد گجرات نے اپنی کتاب بوارق لامعہ جو براہین قاطعہ کے رد میں تصنیف کی گئی ہے۔ مطبوعہ مطبع دت پرشاد دہلی ۱۳۰۹ھ کے صفحہ ۲۴۵ کے حاشیہ پر نقل کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

بلکہ اس مولوی اسماعیل کی تکفیر علماء حرمین شریفین اور ہندوستان نے کی ہے اور اس

۸۸

کے طرفدار اور اس کے کلام کی تاویل کرنے والے وانس کے کلام کے باعث اس کو مسلمان جاننے والے پر کفر کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ سیوف بارقہ مطبوعہ بمبئی وغیرہ میں علماء حرمین شریفین مثل شیخ جمال وسید احمد دحلان ومفتی ابو السعود مدنی وغیرہم کی تقاریر و مواہیر اور تحقیق الفتویٰ میں علماء ہندوستان کی تقاریر و مواہیر ثبت ہیں الخ

ناظرین:۔ بانکیں غور فرمائیں کہ مولوی اسماعیل صاحب کے کلام میں تاویل کرنے والے پر حکم کفر دینے پر علماء حرمین شریفین وعلمائے ہندوستان متفق ہیں۔

فاضل بریلوی اس حکم متفقہ علمائے حرمین شریفین وعلمائے ہندوستان کے حکم کفر سے کیسے بچ سکتے ہیں جب کہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی مذکور کو اہل لا الٰہ الا اللہ اور مسلمان مان رہے ہیں اور ان کی تکفیر سے کف لسان کر رہے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کے کافر کہنے سے منع کر رہے ہیں اس فتوے کے مصدقین ومؤیدین تمام پارٹی کے نزدیک بہر صورت مسلم ہیں اپنے دور کے لیے بھی نہیں جیسا کہ اس سراپا کذب وفریب کتابچہ میں نام لکھ دیئے ہیں کہ ان میں اکثر وبیشتر ایسے ہیں کہ پنج گنج وعلم الصیغہ کے صیغے بھی نہیں جانتے، علمی مراحل سے توان کو کیا واسطہ محض عوام کی فریب دہی کے لیے طالب علموں نو عمر لڑکوں کے دستخط جمع کر کے عوام کو دکھا دیئے اور ان کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ یہ علماء ہیں حالانکہ ان کو عربی فارسی تو کیا اردو کی صحیح عبارت پڑھنے کا بھی سلیقہ نہیں مگر مقصود تو عوام کو فریب دینا ہے۔

اب غور کیجئے کہ علمائے ہندوستان وعلماء حرمین کا متفقہ (حسب بیان سیف الجبار و لوراق لامعہ) فیصلہ ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کے کفر میں شک کرے یا تردد یا اس کے کلام میں تاویل کرے وہ کافر ہے۔

الغرض مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کی تکفیر سے کف لسان کرنے اور ان کو اہل لا الٰہ الا اللہ مسلمان مان کر علماء مذکورین کے متفقہ فتوائے کفر کی زد سے فاضل بریلوی صاحب کیسے بچ سکتے ہیں۔

۲۳ علماء دیوبند کے عقائد میں کوئی عقیدہ ایسا ثابت نہیں ہوا جس پر حکم کفر وارتداد دیا جاسکے اسی طور سے علمائے مدرسہ قادریہ بدایوں کے عقائد میں کوئی عقیدہ ایسا نہیں ثابت ہوا کہ جس پر حکم کفر دیا جاسکے فاضل بریلوی نے جو عقائد کفریہ انکی طرف منسوب کیے ہیں وہ ہرگز ان کے عقائد نہیں

اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی حاضر ناظر نہیں۔ سلطان العارفین سلطان باہو کا عقیدہ

دیوان باہو ۱

یقین دانم دریں عالم کہ لامعبود الا ہو
ولا موجود فی الکونین ولا مقصود الا ہو

نال یقین کمال مکمل ایہ گل ثابت ہوئی
دوہیں جہانیں حاضر ناظر اللہ باہجھ نہ کوئی

دیوان باہو — مترجم پنجابی

دیوان حضرت سلطان باہوؒ
مترجم بہ ترجمہ نظم پنجابی
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یقین دانم دریں عالم کہ لامعبود الا ہو ولا موجود فی الکونین ولا مقصود الا ہو
نال یقین کمال مکمل ایہ گل ثابت ہوئی
دوہیں جہانیں حاضر ناظر اللہ باہجھ نہ کوئی

حضور اکرمؐ مدینہ منورہ اپنے روضہ انور میں ہی ہیں۔ خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن والے کا عقیدہ، دیوان فریدی ۱۷/۱۲۵

کافی نمبر ۲۲

اتھاں میں مٹھڑی نت جان بلب — اوتاں خوش وسدا وچ ملک عرب
ہر ویلے یار دی تانگھ لگی! — سنجیں سینے سک دی سانگ لگی
ڈکھی دل ڈی ودے ہتھ تانگھ لگی — تھئے مل مل سول سموے سب
تتی تھی جوگن چودھار پھراں — ہند سندھ پنجاب تے ماڑ پھراں
سنج بار تے شہر بازار پھراں — متاں یار ملم کہیں سانگ سبب
جنڈڑے دھکڑے دھوڑے کھاندی ہاں — سینڈے نام توں مفت وکاندی ہاں
ایں بندیاں وچ میں باندڑی ہاں — ہے در دیاں کتیاں نال ادب

کافی نمبر ۱۵۶

آپھو نتم جیندیں تکے راہیں شہر مبارک بکے،
واہ دیس عرب دیاں چالیں خوش طرحیں خوب خصالیں
گیاں ذیر وطن دیاں گالھیں کیا خویش قبیلے سکے
ہے لذت وادھو وادھی ہے ہر دم ڈوڑی شادی
ہر ویلے تانگھ زیادی، کئی ہاڑے تے کئی ہکے،
رمّان صغیر کبیرن! چنتڑ دانڑیں ماروں پھکے،
ہے ملک مقدس نوری ہے جنت حور قصوری،
بن عاشق پاک حضوری بیا کون قدم اتھ رکھے!
در یچ ڈٹھم مدینہ غالی جتھ کون و مکان دا والی
ہے دھرتی عیبوں خالی، بیا نور رسالت چھکے
کیوں دسرن یار دے دیرے بھنیاں اکھیاں زرد چہرے
دم جیندیں کرسوں پھیرے یا اللہ یہسوں آپکے،
تونڑے لگدے دھکے دھکے، اکھ دل دل یاڑوں تکے
تن آگ محبت بھکے، دل دردوں لذت چکھے،
ہے سخت شدید آزاری کرے کون فرید دی کاری
تھئے تنگے نلے جاری دل سوزوں بھج بھج پکے،

انبیاء کرام و اولیائے عظام کو حاضر و ناظر سمجھنے والے کافر ہیں نسل رضاخانیت کے پانچ مفتیوں کا مجموعہ فتویٰ!

انوار شریعت یعنی جامع الفتاوی جب ۴۲۹ ہر آن اور ہر وقت حاضر ناظر خدا وند کریم لم یلد ولم یولد کا خاصہ ہے۔ اور وہ ذات لا یزال لیس کمثلہ شیٔ ہے اور اس کے صفات بھی لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ہیں اور اسی طرح کے صفات ذاتیہ ہیں کسی انبیاء اولیاء عظام کو شریک کرنا ویسا ہی سمجھنا اور ایسا اعتقاد کرنا صریح کفر ہے۔

جامع الفتاوی
المعروف
انوار شریعت
الناشر: سنی دارالاشاعت

سوال: بعد از جانب حضرت مولانا مولوی معنوی استاذیم صاحب جان محمد مدظلہ العالی مورخہ ٦/...
فرمائیے علمائے دین شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب ہمارے علاقہ میں وعظ ... پڑھ
رہا ہے کہتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والا صفات کو ہر آن و ہر وقت حاضر ناظر سمجھنا چاہیئے
اور ... کے ہر گھر میں موجود رہتے ہیں۔ پس یہ کہنا مولوی مذکور کا شرعاً کہاں تک صحیح اور درست ہے
بینوا توجروا۔ السائل فقیر جان محمد ...

الجواب: ہر آن اور ہر وقت حاضر ناظر خداوند کریم لم یلد ولم یولد کا خاصہ ہے۔ اور وہ ذات لا یزال
لیس کمثلہ شیئ ہے اور اس کے صفات بھی لیس کمثلہ شیئ ہیں اور اسی طرح اس کے صفات ذاتیہ میں
کسی انبیاء و اولیاء و ملائکہ کو شریک کرنا و ایسا ہی سمجھنا اور اس پر اعتقاد کرنا صریح کفر ہے چنانچہ ...
مولانا مولوی عبدالحی مرحوم و مغفور رحمۃ اللہ فتاوے جلد اول صفحہ ٣٢٨ و جلد ٣ صفحہ ٥ میں بایں طور تحریر فرماتے
ہیں کہ تزوج بلا شہود فقال خدائے و رسول و فرشتگان را گواہ کردم یکفر لانہ اعتقد ان الرسول
والملک یعلمان الغیب انتہی و نیز بزازیہ است و عن ہذا قال علماؤنا من قال ان ارواح المشائخ
حاضرۃ تعلم یکفر انتہی اور جلد سوم میں یوں مسطور ہے۔ سوال: اگر کسی اعتقاد دارد کہ ارواح مشائخ
حاضر اند و ہر چیز میدانند چہ حکم است۔ جواب: او کافر است فی البزازیہ من قال ارواح المشائخ حاضرۃ
یعلمون یکفر انتہی۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جو شخص میری قبر کے نزدیک
آکر درود شریف پڑھتا ہے میں اس کو خود کانوں سے سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کو فرشتے
مجھے پہنچا دیتے ہیں من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ نقل از شعب الایمان
و تفسیر سورہ مزمل۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے زمین پر پھرتے ہیں اور جو شخص میری امت
سے مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ فوراً مجھے پہنچا دیتے ہیں

فتاوے قاضی خاں و فتاوے عالمگیریہ و عینی شرح کنز و بحر الرائق و فتاوے خلاصہ
وغیرہ میں مسطور ہے کہ علم غیب استقلالی ہر آن و ہر وقت خاصہ خداوند کریم کا ہے چونکہ علم محیط اسی کے
لئے ہے پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا۔ حاضر ناظر ہر وقت و ہر آن وہی ذات لا یزال ہے

قوالی حرام ہے

حاضرین گنہگار ہیں۔ ان سب کا گناہ عرس کرنے قوالوں پہ ہے

(حیات احمد رضا ص ١٣٦، ملفوظات ص ٩٣ ملفوظ اول)

• مزامیر جنھیں شانے کے لیے حضور پُرنور نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے کما فی الحدیث مطلقاً حرام ہیں۔[1]

ایسی قوالی میں شرکت کے لیے دریافت کیا گیا جس میں آلات موسیقی وغیرہ کا اہتمام ہو تو جواب دیا:

ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر۔[2]

[1] احمد رضا خاں: مسائل سماع، مطبوعہ لاہور، ص ٢٣

[2] احمد رضا خاں: احکام شریعت حصہ اول، ص ٢٣

جس شادی میں گانا بجانا اور محرمات شرعیہ کا ارتکاب ہو اس میں شرکت سے منع فرمایا اور یہ ہدایت کی:

"جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں۔"[2]

[1] احمد رضا خاں: ہادی الناس فی رسوم الاعراس (١٣١٢ھ/١٨٩٤ء) مطبوعہ لاہور، ص ٢

[2] ایضاً، ص ٤

حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی

١٢٧٢ھ/١٨٥٦ء تا ١٣٤٠ھ/١٩٢١ء

اسلامی کتب خانہ، اقبال روڈ ... سیالکوٹ

محفل سماع شیطانی محفل ہے

کشف المحجوب اردو صفحہ ۵۲۳، ۵۲۴ فتویٰ حضرت علی ہجویری رح

فصل دوم

مشائخ طریقت کی ایک جماعت نے قصائد و اشعار کے پڑھنے اور قرآن کو ایسی خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کو جس سے حروف اپنے مخارج سے باہر ہو جائیں مکروہ قرار دیا ہے اور مریدوں کو اس سے بچنے کا حکم دیا ہے اور خود بھی اس سے پرہیز کرنے میں حد درجہ کا مبالغہ ظاہر فرمایا ہے۔ ان کے متعدد گروہ ہیں اور ہر گروہ کے نزدیک کسی نہ کسی قسم کی کراہت موجود ہے۔ انہیں میں کا ایک گروہ تو وہ ہے جو اسکی حرمت میں روایتیں بیان کرتا ہے اور سلف صالحین کی پیروی کرتا ہے انکی تقلید کرتا ہے جیسا کہ حضور کا حسان بن ثابت رض کی باندی کو گانے سے جھڑکیا اور حضرت عمر رض کا اس صحابی کو کوڑا مارنا جو گایا کرتا تھا اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا حضرت امیر معاویہ رض کو اس سے منع کرنا اور وہ گانے والیاں باندیاں نہ رکھیں اور اپنے فرزند حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ایسی حبشی عورتوں کو دیکھنے سے منع فرمایا جو گایا کرتی تھیں اور یہ فرمانا کہ شیطان کی ہجو لیاں ہیں وغیرہ۔

نیز مشائخ طریقت فرماتے ہیں کہ اس کے مکروہ جاننے پر سب سے بڑی دلیل موجودہ و گذشتہ کی تمام امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ یہ مکروہ ہے یہاں تک کہ ایک گروہ حرام مطلق کہتا ہے۔ اسی سلسلے میں حضرت ابو الحارث بنانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سماع کا بہت شوقین تھا ایک رات میرے حجرے میں ایک شخص آیا اس نے مجھ سے کہا کہ بارگاہ حق کے طالبوں کی ایک جماعت مجتمع ہوئی اور آپ کے دیدار کی مشتاق ہے اگر مہربانی فرما کر قدم رنجہ ہوں تو کرم ہوگا۔ میں نے کہا جاؤ آتا ہوں پھر میں آپ کے پیچھے پیچھے چل دیا وہ مجھے ایک ایسے گروہ کے پاس لے گیا جو حلقہ کئے بیٹھی تھی اور ان کا بڑا ان کے درمیان تھا ان سب نے میری عزت کی اور ممتاز جگہ پر بٹھایا بٹھا دیا۔ اس بڑے نے کہا اگر اجازت ہو تو کچھ شعر سنواؤں میں نے اجازت دے دی اور دو شخصوں نے خوش آوازی کے ساتھ وہ اشعار گائے جو شاعروں نے فراق میں لکھے ہیں وہ سب وجد میں کھڑے ہو گئے اور اچھے نعرے لگائے اور لطیف اشارے کئے۔ میں ان کے حال پر حیرت زدہ ہو کر رہ گیا اور ان کے ساتھ بہت خوش ہو گیا یہاں تک

کہ صبح نمودار ہو گئی اس وقت اس بڑے نے مجھ سے کہا اے شیخ تم نے میرے بارے میں دریافت نہیں کیا کہ تو کون ہے اور یہ گروہ کس کا ہے میں نے کہا تیری حشمت مجھے یہ پوچھنے میں مانع رہی اس بڑے نے کہا کہ میں عزازیل ہوں جسے اب ابلیس کہتے ہیں یہ سب میرے فرزند ہیں اس جگہ بیٹھنے اور گانے سے مجھے دو فائدے تھے ایک یہ کہ میں خود جدائی کی مصیبت میں ہوں اور نعمت کے دنوں کو یاد کرتا ہوں دوسرے یہ کہ متقی لوگوں کو راہ سے بھٹکا کر غلط راستہ میں ڈالتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میرے دل سے سماع کا ارادہ جاتا رہا۔

کشف المحجوب

مصنفہ

حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ مفتی حکیم غلام معین الدین نعیمی قدس سرہ

نظر ثانی

علامہ اسد نظامی

ناشر

حضور علیہ السلام کے لئے دعویٰ علم الغیب کرنیوالا اور اسکا مؤید دونوں کافر ہیں

پیر مہر علی شاہ کا فتویٰ: اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۷۲

جواب: غیب نام چیزیست کہ از ادراک حواس ظاہرہ وباطنہ وعلم ضروری وعلم استدلالی غائب باشد واو مخصوص است بحق سبحانہ وتعالیٰ کما فی النصوص پس کسیکہ دعویٰ نماید او برائے خود کافر است وہمچنیں مصدق آں۔ اما خبر نبی از جہت بودن او مستفاد از وحی واز پیدا نمودن حق سبحانہ وتعالیٰ علم ضروری دروے واز انکشاف حوادث بر حواس او پس نیست داخل در علم غیب۔

جواب: پہلے غیب کے معنی بتلائے جاتے ہیں غیب نام ہے اس چیز کا جو حواس ظاہرہ وباطنہ کے ادراک اور علم بدیہی اور استدلالی سے غائب ہو اور یہ علم حضرت حق سبحانہٗ کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ ان آیات میں مراد ہے پس اگر اس علم غیب کی تصدیق کرے تو وہ کافر ہے مگر جو خبر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں وہ یا تو بذریعہ وحی حاصل ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ اس کا علم ضروری نبیؐ کے اندر پیدا فرما دیتے ہیں یا نبیؐ کی حس پر حوادث کا انکشاف فرما دیتے ہیں تو یہ علم غیب میں داخل نہیں۔

اعلاء کلمۃ اللہ

فی بیان

وما اہل بہ لغیر اللہ

۱۷۲

جواب۔ غیب نام چیزیست کہ از ادراک حواس ظاہرہ وباطنہ وعلم ضروری وعلم استدلالی غائب باشد واو مخصوص است بحق سبحانہ وتعالیٰ کما فی النصوص پس کسیکہ دعوے نماید او برائے خود کافر است وہمچنیں مصدق آں۔ اما خبر نبی از جہت بودن او مستفاد از وحی واز پیدا نمودن حق سبحانہ وتعالےٰ علم ضروری دروے واز انکشاف حوادث بر حواس او پس نیست داخل در علم غیب۔

جواب۔ پہلے غیب کے معنے بتائے جاتے ہیں غیب نام ہے اس چیز کا جو حواس ظاہرہ وباطنہ کے ادراک اور علم بدیہی اور استدلالی سے غائب ہو اور یہ علم حضرت حق سبحانہ کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ ان آیات میں مراد ہے پس اگر اس علم غیب کا کوئی مدعی ہو اپنے نفس کیلئے یا کسی غیر کے اس قسم کے دعوے علم غیب کی تصدیق کرے تو وہ کافر ہے مگر جو خبر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں وہ یا تو بذریعہ وحی حاصل ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ اس کا علم ضروری نبیؐ کے اندر پیدا فرما دیتے ہیں یا نبیؐ کی حس پر حوادث کا انکشاف فرما دیتے ہیں تو یہ علم غیب میں داخل نہیں۔

علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

خالص الاعتقاد ۲۴

(۱) علم غیب کا خاصہ حضرت عزت ہونا بیشک حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں

(۲) علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اوس کے غیر کے لئے محال ہے جو اوس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے

(۳) کسی مخلوق کا معلومات الٰہیہ کو بتفصیل تام محیط ہو جانا شرع سے بھی محال ہے اور عقل سے بھی بلکہ اگر تمام اہل عالم اگلے پچھلوں سب کے جملہ علوم جمع کئے جائیں تو اون کو علوم الٰہیہ سے وہ نسبت ہوگی۔ جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندروں سے

خالص الاعتقاد صـ ۲۵

(۴) ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع ۔ خالص الاعتقاد صـ ۲۰

خالص الاعتقاد

علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اوس کے غیر کے لیے محال ہے جو اوس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لیے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے

کسی مخلوق کا معلومات الٰہیہ کو بتفصیل تام محیط ہو جانا شرع سے بھی محال ہے اور عقل سے بھی بلکہ اگر تمام اہل عالم اگلے پچھلوں سب کے جملہ علوم جمع کیے جائیں تو اون کو علوم الٰہیہ سے وہ نسبت ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندروں سے خالص صـ ۲۵

ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لیے علم بالذات جانیں اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع

انھیں عبارات سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ علم غیب کا خاصہ حضرت عزت ہونا بیشک حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں

قبروں پر چراغ جلانا منع ہے

حیات احمد رضا صفحہ ۱۳۴ ۱۳۵ - فتویٰ مولوی احمد رضا بریلوی

قبر پر لوبان وغیرہ جلانے کے لیے دریافت کیا تو جواب دیا گیا:

عود، لوبان وغیرہ کوئی چیز نفس قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہیے

"قبروں کی طرف شمع لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔" [1]

[1] احمد رضا خاں: ابرق المنار بشموع المزار (۱۳۲۱ھ / ۱۹۱۲ء) مطبوعہ لاہور، ص ۹

کھانا سامنے رکھ کر ختم پڑھنا خلاف شریعت ہے

دیکھو احمد رضا صفحہ ۱۴۰ - فتویٰ احمد رضا بریلوی

"بات یہ ہے کہ فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے اور مومن کو عمل نیک کا ایک ثواب اس کی نیت کرتے ہی حاصل اور کیے پر دس ہو جاتا ہے۔ [3]"

— رہا کھانا دینے کا ثواب، وہ اگرچہ اس وقت موجود نہیں تو کیا ثواب بھیجنا شاید ڈاک یا پارسل میں کسی چیز کا بھیجنا سمجھا ہوگا کہ جب تک وہ شے موجود نہ ہو کیا بھیجی جائے ...؟ حالانکہ اس کا طریقہ صرف جناب باری میں دعا کرنا ہے کہ وہ ثواب میت کو پہنچائے ... اگر کسی کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائیگا، ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے۔

[3] احمد رضا خاں: الحجۃ الفائحہ لطیب التعیین والفاتحہ (۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء) مطبوعہ لاہور، ص ۱۴

علوم خمسہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا

نعیم الدین مرادآبادی کا عقیدہ کنزالایمان صفحہ ۵۹۹

ف ۶۷ شان نزول: یہ آیت حارث بن عمرو کے حق میں نازل ہوئی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے خبر دیجئے مینہ کب آئے گا اور میری عورت حاملہ ہے مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی یہ تو مجھے معلوم ہے کہ کل میں نے کیا کیا یہ مجھے بتائیے کہ آئندہ کل کو کیا کروں گا یہ بھی جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا مجھے یہ بتلائیے کہ کہاں مروں گا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء کو و اولیاء کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے بطریق معجزہ و کرامت عطا ہوتا ہے"

الغرور ﴿۳۳﴾ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ

دھوکہ دینے والا بڑا فریبی (۳۳) بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم (۶۷) اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو

یہ آیت حارث بن عمرو کے — جس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کا وقت

دریافت کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے خبر دیجئے مینہ کب آئے گا اور مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی یہ تو مجھے معلوم ہے کہ کل میں نے کیا کیا یہ مجھے بتائیے کہ آئندہ کل کو کیا کروں گا یہ بھی جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا مروں گا۔ ان کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء و اولیاء کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے بطریق معجزہ و کرامت عطا ہوتا ہے

قیامت کا علم خاصہ باریِ تعالیٰ ہے

نعیم الدین بریلوی کا فتویٰ کنزالایمان صـ۲۴۸

۳۶۳ شانِ نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتائیے کہ قیامت کب قائم ہو گی کیونکہ ہمیں اس کا وقت معلوم ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

۳۶۴ قیامت کے وقت کا بتانا رسالت کے لوازم سے نہیں ہے جیسا کہ تم نے قرار دیا اور اے یہود تم نے جو اس کا وقت جاننے کا دعویٰ کیا یہ بھی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مخفی کیا ہے اور اس میں اس کی حکمت ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً

تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں ۳۶۳ کہ وہ کب کو ٹھہری ہے تم فرماؤ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا ف۳۶۴ بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین میں تم پر نہ آئے گی مگر اچانک

ف۳۶۲ یعنی قرآن پاک کے بعد اور کوئی کتاب اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی رسول آنے والا نہیں جس کا انتظار ہو کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں ف۳۶۳ شانِ نزول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتائیے کہ قیامت کب قائم ہو گی کیونکہ ہمیں اس کا وقت معلوم ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ف۳۶۴ قیامت کے وقت کا بتانا رسالت کے لوازم سے نہیں ہے جیسا کہ تم نے قرار دیا اور اے یہود تم نے جو اس کا وقت جاننے کا دعویٰ کیا یہ بھی غلط ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو مخفی کیا ہے اور اس میں اس کی حکمت ہے۔

۴۱

سیدنا نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے علم غیب کا دعویٰ نہیں کیا، نعیم الدین بریلوی کا عقیدہ کنزالایمان صـ۳۴۳

لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ. فرمانے میں قوم پر ایک لطیف تعریض بھی ہے کہ کسی کے باطن پر حکم کرنا اس کا کام ہے جو علم غیب کا علم رکھتا ہے۔ میں نے تو اس کا دعویٰ نہیں کیا باوجودیکہ نبی ہوں۔

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ

اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جان لیتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں

ف۲ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی قوم نے آپ کی نبوت میں تین شبہے کئے تھے ایک شبہ تو یہ کہ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ کہ ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے یعنی تم مال و دولت میں ہم سے زیادہ نہیں ہو اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ یعنی میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں تو تمہارا یہ اعتراض بالکل بے محل ہے میں نے کبھی مال کی فضیلت نہیں جتائی اور دنیوی دولت کا تم کو متوقع نہیں کیا اور اپنی دعوت کو مال کے ساتھ وابستہ نہیں کیا پھر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ ہم تم میں کوئی مالی فضیلت نہیں پاتے اور تمہارا یہ اعتراض محض بیہودہ ہے دوسرا شبہ قوم نوح نے یہ کیا تھا مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ یعنی ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری کسی نے پیروی کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے مطلب یہ تھا کہ وہ بھی صرف ظاہر میں مومن ہیں باطن میں نہیں اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ میں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں تو میرے احکام غیب پر مبنی ہیں تاکہ تمہیں یہ اعتراض کرنے کا موقع ہوتا جب میں نے یہ کہا ہی نہیں تو اعتراض بے محل ہے اور شرع میں ظاہر ہی کا اعتبار ہے لہٰذا تمہارا اعتراض بالکل بے جا ہے نیز لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ فرمانے میں قوم پر ایک لطیف تعریض بھی ہے کہ کسی کے باطن پر حکم کرنا اس کا کام ہے جو غیب کا علم رکھتا ہو میں نے تو اس کا دعویٰ نہیں کیا باوجودیکہ نبی ہوں تو تم کس طرح کہتے ہو کہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے

رسول اللہ ﷺ قبروں میں حاضر و ناظر نہیں ہیں

بہار شریعت حصہ ۱ ص ۲۷ فتوی امجد علی بریلوی ، ملفوظات حصہ ۴ ص ۷۵ فتوی احمد رضا بریلوی

ملفوظات ۷۵ حصہ چہارم

مجلو کہدے جب اذان ہوتی ہو بھاگ جاتا ہو وسوسہ نہیں ہوتا پھر سوال کرتے ہیں ملدینات تیرا دین کیا ہو اس کے بعد سوال کرتے ہیں ما تقول فی ھذا الرجل ان کے بارہ میں کیا کہتا ہو اب نہ معلوم کہ سرکار خود تشریف لاتے ہیں یا روضہ مقدسہ سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہو شریعت نے کچھ تفصیل نہ بتائی اور چونکہ امتحان کا وقت ہو اس لیے ھذا النبی نہ کہیں گے ھذا الرجل کہیں گے ۔

بہار شریعت ۲۷ حصہ اول

نیک سے سوال کا جواب دیگا ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں وہ کہیں گے تجھے کس نے بتایا کہیگا میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی

تمام انبیا علیہم السلام بشر تھے

امجد علی بریلوی اور نعیم الدین بریلوی کا فتوی

بہار شریعت ۹ عقیدہ : نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں عقیدہ : انبیاء سب بشر تھے اور مرد نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت ۔

بہار شریعت

حصۂ اول

مولانا مولوی حکیم ابو العلا محمد امجد علی صاحب اعظمی

حنفی قادری برکاتی دامت فیوضہم

ناشر

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز

لاہور ——— حیدرآباد ——— کراچی

کتاب العقائد: س کیا جن اور فرشتے بھی نبی ہوتے ہیں
ج: نہیں، نبی صرف انسان میں سے ہوتے ہیں اور ان میں سے بھی فقط مرد، کوئی عورت نبی نہیں ہوئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ کہ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی

پہلا حصہ

کتابُ العقائد

جس میں اسلامی عقائد جن کا جاننا ہر مسلمان کا اولین فرض اور مومن کامل بننے کیلئے ضروری ہے۔ نہایت صاف اور سلیس زبان میں دلنشین طریقہ پر لکھے گئے ہیں تاکہ دیہات تک کے مومن مرد اور عورتیں اس سے بے دریغ فائدہ اٹھا سکیں اور غیر مسلم اسلام کے ان پاکیزہ عقائد کو دوسرے مذاہب کے عقائد سے موازنہ کر کے اپنے دل میں جگہ دیں اور انصاف کی ترازو میں تول کر حق کو قبول کریں۔

مصنفہ و مؤلفہ

تاجدار اہلسنت سلطان العلوم حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مفتی حکیم محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہٗ

نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور

(رجسٹرڈ)

سوالات

س۔ کیا جن اور فرشتے بھی نبی ہوتے ہیں؟ ج۔ نہیں۔ نبی صرف انسانوں میں ہوتے ہیں، اور ان میں سے بھی فقط مرد۔ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی۔

بشریت النبی کے دشمن منکرِ قرآن اور کافر ہیں

نعیم الدین مراد آبادی بریلوی کا فتویٰ

جو لوگ بشری رسول کی بشریت کا انکار کرتے ہیں وہ در اصل قرآن و حدیث سے انکار کرتے ہیں اور کافر ہو گئے ہیں۔

ف ۵۵ اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم ہیں۔ قرآن پاک میں جا بجا ان کے تذکرے ہیں اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے اور قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔

عکس

القرآن الحکیم

تاج کمپنی لمیٹڈ

فقال الملا الذين كفروا من قومه ما نراك الا بشرا مثلنا

ف ۵۵۔ اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم ہیں قرآن پاک میں جا بجا ان کے تذکرے ہیں اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے اور قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔

بشریت النبیؐ پوری امت مسلمہ کا عقیدہ ہے۔ امام الانبیاء کی بشریت پر تمام امت مسلمہ کا عقیدہ

مولوی عبدالسمیع بریلوی کا عقیدہ انوار ساطعہ ص۲۲۳

آیۃ انما انا بشر مثلکم الخ کا منکر کوئی اہل اسلام نہیں سب کا یہی اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ہیں۔

آیۂ انما انا بشر مثلکم الخ کا منکر کوئی اہل اسلام نہیں سب کا یہی اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ہیں انکا اس بات کا ہو کر کوئی بشر ہمکو کر بڑا بھائی کہنے لگے یا مثل اسکا مدکلمہ گستاخی زبان سے نکالے یہ البتہ موجب خذلان ہو تقصیر کی اعتقاد ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشرف المخلوقات ہیں اور باعث ایجاد کائنات ؎
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بشر کو رسول بنانا سنتِ الٰہی ہے

مفتی نعیم الدین مراد آبادی کا فتویٰ

ف۸۹ شانِ نزول یہ آیت مشرکین مکہ کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اس طرح انکار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے انہیں بتایا گیا کہ سنتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ف۹۰ حدیث شریف میں ہے ہماری جہل کی شفا علماء سے دریافت کرنا ہے۔ لہٰذا علماء سے دریافت کرو وہ تمہیں بتا دیں گے کہ سنتِ الٰہیہ یونہی جاری رہی کہ اس نے مردوں کو رسول بنا کر بھیجا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
اور ہم نے تم سے پہلے

قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ
نہ بھیجے مگر مرد ف۸۹ جن کی طرف ہم وحی کرتے تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں

لَا تَعْلَمُوْنَ ۴۳
علم نہیں ف۹۰

ف۸۹ شانِ نزول یہ آیۃ مشرکین مکہ کے جواب میں نازل ہوئی۔ جنھوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا اس طرح انکار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے انہیں بتایا گیا کہ سنت الٰہی اسی طرح جاری ہے ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ف۹۰ حدیث شریف میں ہے ہماری جہل کی شفاء علماء سے دریافت کرنا ہے لہٰذا علماء سے دریافت کرو وہ تمہیں بتا دیں گے کہ سنت الٰہیہ یونہی جاری رہی کہ اس نے مردوں کو رسول بنا کر بھیجا

بشریت النبی ﷺ کا انکار بے عقل و نافہم کفار نے کیا تھا مفتی نعیم الدین بریلوی کا فتویٰ کنزالایمان ۸۰۷

ف۱۱ یعنی انہوں نے بشر کو رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی و نافہمی ہے پھر بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا پتھر کا خدا ہونا تسلیم کرلیا۔

فَقَالُوٓا اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا فَکَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا

بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے ف۱۱ تو کافر ہوئے ف۱۲ اور پھر گئے ف۱۳

ف۱۱ یعنی انھوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی و نافہمی ہے پھر بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کرلیا۔

نور سے مراد نبی ﷺ کی ذات نہیں قرآن مقدس ہے، مفتی نعیم الدین مراد آبادی بریلوی کا فتویٰ

ف۱۴ نور سے مراد قرآن شریف ہے کیونکہ اس کی بدولت گمراہی کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور ہر شے کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ کنزالایمان

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ

تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر ف۱۴

ف۱۴ نور سے مراد قرآن شریف ہے کیونکہ اس کی بدولت گمراہی کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور ہر شے کی حقیقت واضح ہوتی

انبیاء کی بشریت انکا کمال ہے پیر مہر علی شاہ کا فتویٰ!

انبیاء کی بشریت کا منکر کمالات انبیاء کا منکر ہے کیونکہ بشریت خاصہ انبیاء ہے اور انکے کمالات نبوت کی دلیل۔

مخدوما! اس میں شک نہیں کہ اہل ایمان کے لئے ذکر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطریق تکریم و تعظیم واجب اور ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنے میں بحسب لغت عربیہ عظمت و کمال پایا جاتا ہے یا حقارت۔ میری ناقص رائے میں لفظ بشر مفہوماً و مصداقاً متضمن بکمال ہے۔ فتویٰ مہریہ صلا

۲:۔ بشر ہی کو کمال استجلاء کے لئے مظہر بنایا گیا ہے۔ اور ملائکہ بوجہ نقص مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے اور مظاہر اور مرایا کمالات استجلائیہ سے از گروہ انبیاء علیہم السلام سیدنا ابوالقاسم آنحضرت اصالتاً و از جماعت اولیاء کرام وراثۃً۔

فتویٰ مہریہ۔ ص۱

محمدعا! اس میں شک نہیں کہ اہل ایمان کے لئے ذکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطریق تکریم و تعظیم واجب اور ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنے میں بحسب لغت عربیہ عظمت و کمال پایا جاتا ہے یا حقارت۔ میری ناقص رائے میں لفظ بشر مفہوماً و مصداقاً متضمن بکمال ہے

۲۔ بشر ہی کو کمال استجلاء کے لئے مظہر بنایا گیا ہے۔ اور ملائکہ بوجہ نقص مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے اور مظاہر اور مرایا کمالات استجلائیہ سے از گروہ انبیاء علیہم السلام سیدنا ابوالقاسم آں حضرت اصالۃً واز جماعت اولیاء کرام وراثۃً

جنت صرف انسانوں کے لئے ہے
مفتی احمد یار گجراتی بریلوی کا فتویٰ

نور العرفان صفحہ ۴۶۰ سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ انسان دیگر تمام مخلوقات سے افضل و اشرف ہے اسی لئے اسے اشرف المخلوقات کہتے ہیں۔ انسان ہی میں نبی ولی ہیں انسان ہی کو اچھی صورت، تمام چیزوں پر غلبہ دنیا و آخرت کی تدبیریں عقل و رائے عطا فرمائیں۔ تمام چیزیں اسکے لئے پیدا فرمائیں۔ آگے لکھتے ہیں کہ جنت صرف انسانوں کے لئے ہے۔

منکرین شریعت انبیاء مفتی احمد یار بریلوی کے فتویٰ پر عمل کرکے اپنے لئے کفریہ عقیدہ سے تائب ہو جائیں ورنہ اس فتویٰ سے جو نتیجہ اخذ ہوگا وہ قیامت کی ادھار سمجھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں رب نہیں
مفتی احمد یار گجراتی کا فتویٰ

کل مختار صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل نہیں ہیں

مولوی احمد رضا خاں بریلوی کا فتویٰ شرح المطالب ص ۲۵

حدیث پانزدہم ابونعیم حلیہ میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کانت مشیۃ اللہ عزوجل فی اسلام عمی العباس و مشیتی فی اسلام عمی ابی طالب فغلبت مشیۃ اللہ مشیتی۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے چچا عباس کا مسلمان ہونا چاہا اور میری خواہش تھی کہ میرا چچا ابوطالب مسلمان ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ میری خواہش پر غالب آیا کہ ابوطالب کافر رہا اور عباس رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ فللہ الحجۃ البالغۃ

حدیث پانزدہم[۱۵] ابونعیم حلیہ میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

کانت مشیۃ اللہ عزوجل فی اسلام عمی العباس و مشیتی فی اسلام عمی ابی طالب فغلبت مشیۃ اللہ مشیتی۔

اللہ تعالیٰ نے میرے چچا عباس کا مسلمان ہونا چاہا اور میری خواہش یہ تھی کہ میرا چچا ابوطالب مسلمان ہو اللہ تعالیٰ کا ارادہ میری خواہش پر غالب آیا کہ ابوطالب کافر رہا۔

اور عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ فللہ الحجۃ البالغۃ۔

شیخ فرماتے ہیں، حدیث صحیح ابوطالب کا کفر ثابت کرتی ہے علمائے سنت ابوطالب کا کفر مانتے ہیں شیعہ انھیں مسلمان جانتے ہیں اُن کے دلائل مردود و باطل ہیں

(شرح المطالب ص ۲۹)

شرح المطالب ص ۲۵

ہدایت کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کسی نبی ولی کو نہیں۔ رضا خاں کا فتویٰ شرح المطالب ۹

آیات قرآنیہ آیت اولیٰ قال اللہ تبارک وتعالیٰ :

انك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشاء وهو اعلم بالمهتدين ٥ اے نبی ؛ تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے وہ خوب جانتا ہے جو راہ پانے والے ہیں۔

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیہ کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

شیخ فرماتے ہیں حدیث صحیح ابوطالب کا کفر ثابت کرتی ہے۔ علماء سنت ابوطالب کا کفر مانتے ہیں شیعہ انہیں مسلمان جانتے ہیں ان کے دلائل مردود و باطل ہیں۔

۹

فصل اول (شرح المطالب)

آیات قرآنیہ آیت اولیٰ قال اللہ تبارک وتعالیٰ :

انك لا تهدی من احببت ولكن	اے نبی ! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست
الله يهدی من يشاء وهو اعلم	رکھو ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے
بالمهتدين ٥	وہ خوب جانتا ہے جو راہ پانے والے ہیں

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیہ کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

معالم التنزیل میں ہے : نزلت فی ابی طالب۔

جلالین میں ہے : نزل فی حرصه صلی اللہ علیه وسلم علی ایمان عمه ابی طالب۔

مدارک التنزیل میں ہے : قال الزجاج اجمع المفسرون انها نزلت فی ابی طالب۔

حدیث اول صحیح حدیث میں ہے آیہ کریمہ کا سبب نزول یہ مذکور کہ جب حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوطالب سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کو ارشاد فرمایا صاف انکار کیا اور کہا مجھے قریش عیب لگائیں گے کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہوگیا ورنہ حضور کی خوشی کر دیتا اس پر رب العزۃ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ اتاری یعنی اے حبیب ! تم اس کا غم نہ کرو تم اپنا منصب تبلیغ ادا کر چکے ہدایت دینا اور دل میں نور ایمان پیدا کرنا یہ تمہارا فعل نہیں اللہ عزوجل کے اختیار ہے اور اُسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا کسے محروم رکھے گا۔

آیت ثانیہ قال جل جلالہ :

ما کان للنبی والذین امنوا ان	روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ
یستغفروا للمشرکین ولو کانوا	استغفار کریں مشرکوں کے لیے اگرچہ وہ
اولی قربی من بعدما تبین لهم	اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے
انهم اصحٰب الجحیم۔	کہ ان پر ظاہر ہو چکا کہ وہ بھڑکتی آگ میں
	جانے والے ہیں۔

شرح المطالب ۱۲ - ۱۳

اس

حدیث جلیل سے واضح کہ ابوطالب نے وقتِ مرگ کلمہ طیبہ سے صاف انکار کر دیا اور ابوجہل لعین کے اغوا سے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد قبول نہ کیا۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر بھی وعدہ فرمایا کہ جب تک اللہ عزوجل مجھے منع نہ فرمائے گا میں تیرے لیے استغفار کروں گا مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ دونوں آیتیں اتاریں اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابوطالب کے لیے استغفار سے منع کیا اور صاف ارشاد فرمایا کہ مشرکوں دوزخیوں کے لیے استغفار جائز نہیں۔

آیت ثالثہ: ۱۳

قال عزمجدہ وھم ینھون عنہ وینأون عنہ وان یھلکون الا انفسھم وما یشعرون ہ	وہ اس نبی سے اوروں کو روکتے اور باز رکھتے ہیں اور خود اس پر ایمان لانے سے بچتے اور دور بھاگتے ہیں اور اس کے باعث خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اُنھیں شعور نہیں۔

یعنی جان بوجھ کر بے شعوروں کے سے کام کرے اُس سے بڑھ کر بے شعور کون۔ سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور ان کے تلمیذ رشید سیدنا امام اعظم کے استاد مجید امام عطاء بن ابی رباح و مقاتل وغیرہم مفسرین فرماتے ہیں: یہ آیت ابو طالب کے باب میں اتری۔

شرح المطالب
فی مبحث ابی طالب

ناشر

رسول اللہ کی موجودگی میں کسی بریلوی مولوی ببر کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ ۴۲

مولوی احمد رضا خاں بریلوی کا فتویٰ عرفان الشریعت[90]

سوال نمبر ۴۸: - امامت اصل حق علمائے دین کا ہے یا جاہلوں کا؟

الجواب: - امامت اصل حق حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے کہ نبی اپنی امت کا امام ہوتا ہے:- قال اللہ تعالٰی انی جاعلک للناس اماما اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے نبی الانبیاء و امام الائمہ ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ہر عاقل جانتا ہے کہ جہاں اصل تشریف فرما نہ ہو وہاں اسکا نائب ہی قائم ہوگا نہ کہ غیر

سوال نمبر ۴۸: - امامت اصل حق علمائے دین کا ہے یا جاہلوں کا۔

الجواب: - امامت اصل حق حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے کہ نبی اپنی امت کا امام ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی انی جاعلک للناس اماما اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو نبی الانبیاء و امام الائمہ ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم اور ہر عاقل جانتا ہے کہ جہاں اصل تشریف فرما نہ ہو وہاں اسکا نائب ہی قائم ہوگا نہ کہ غیر اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علمائے دین ہی نائبان حضور سید الثقلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں نہ کہ جہال تو امامت خاص حق علماء ہے۔ جس میں جہال کو ان سے منازعت کا اصلاً حق نہیں۔ ولہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ احق بالامامۃ اعلم ہے تنویر الابصار و در مختار وغیرہما میں ہے۔ الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانہر الاعلم باحکام الصلوٰۃ واللہ تعالٰی اعلم

سوال ۴۹: - اگر امامت کے لئے شرعاً احق و الیق علماء ہیں تو جو لوگ عالم دین صالح متدین جامع جملہ شرائط امامت کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امام بنائیں یا بنانا چاہیں یا اسمیں کوشش کریں ان پر شرعاً الزام ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: - بیشک جو عالم دین کے مقابل جاہلوں کو امام بنانے میں کوشش کرے وہ شریعت مطہرہ کا مخالف اور

اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کا خائن ہے حاکم و عقیلی و طبرانی و ابن عدی و خطیب بغدادی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا!

من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ و رسولہ والمؤمنین

جو کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کرے اور ان میں وہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسندیدہ ہے بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

احمد رضا بریلوی کا دعویٰ کہ حضورؐ نے میرے پیچھے نماز ادا کی۔ روضہ رسول اللہؐ اور برکات احمد کی قبر میں فرق نہیں

مولوی برکات احمد صاحب مرحوم کہ میرے پیر بھائی اور حضرت پیر و مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدائی تھے کم ایسا ہوا ہوگا کہ حضرت پیر و مرشد کا نام پاک لیتے اور ان کے آنسو رواں نہ ہوتے جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لے جاتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ حضور کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے الحمدللہ یہ جنازۂ مبارکہ میں نے پڑھایا

ملفوظات حصہ دوم ص۲۷

شیطان ہر جگہ حاضر و ناظر ہے العیاذ باللہ
مولوی عبد السمیع بریلوی کا عقیدہ

انوار ساطعہ ۱۷۷

اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقالات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔

اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے

رسول اللہ کی موجودگی میں اونچی آواز کرنا کفر اور بے ادبی ہے مفتی احمد یار گجراتی کا فتویٰ

نور العرفان ص۸۱۲ نیز معلوم ہوا کہ اس بارگاہ کا بے ادب مومن ہی نہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے اور بے ادب کافر۔ کیونکہ حضور کی آواز پر اونچی آواز کرنے سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں ۶ شان نزول۔

نیز معلوم ہوا کہ اس بارگاہ کا بے ادب مومن ہی نہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے اور بے ادب کافر کیونکہ حضور کی آواز پر اونچی آواز کرنے سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں ۶ شان نزول۔

شیطان ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، مختار کل ہے اور علم غیب جانتا ہے۔ مفتی احمد یار گجراتی کا فتویٰ

جب رب نے گراہ گر کو اتنا علم دیا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو سارے عالم کے ہادی ہیں، انہیں بھی حاضر و ناظر بنایا۔

(نور العرفان ص۲۴۳)

تین مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ تقیہ ایسی بری لعنت ہے کہ شیطان نے بھی رب کے سامنے تقیہ نہ کیا، جو اسے کرنا تھا وہ صاف صاف کہہ دیا۔ دوسرے یہ کہ شیطان کو رب نے اتنا وسیع علم دیا، تمت بخشی کر دے بہکانے کے طریقے جانتا ہے اور ہر ایک کو پہچانتا ہے۔ تیسرے یہ کہ انبیاء و اولیاء کو شیطان بھی معصوم یا محفوظ جانتا ہے اسی لئے اس نے مخلصین کا استثنا کیا۔ جو انہیں گنہگار مانیں وہ شیطان سے بھی بدتر ہیں۔ ۶ خیال رہے کہ دنیا کی لمبی عمر زیادہ مال وغیرہ کی آرزو جو رب سے غافل کرے شیطانی کام ہے البتہ اللہ کے لئے یہ چیزیں چاہنا عبادت ہے۔ ۶ اس سے پتہ لگا کہ کانے کی تعظیم کرنا یا بولی دیوالی میں جانوروں کے سینگ رنگنا مشرکین کی سی رسمیں کرنا سب شیطانی کام ہیں۔ مسلمانوں کو اس سے بچنا لازم ہے بلکہ ان کے بڑے دن کی تعظیم، گنگا وغیرہ کا احترام کرنا کفر ہے۔ مسلمان کو ہر بری چیز سے نفرت چاہئے۔ ۶ معلوم ہوا کہ رب نے شیطان کو بھی علم غیب دیا کہ اس نے آئندہ کے متعلق جو خبر دی تھی وہ ویسا ہی ہو رہا ہے۔

نور العرفان ص۱۵۳

غیر خدا کو سجدہ تعظیمی جائز جاننے والے مولوی پیر کافر ہیں،

احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ. حرمت سجدہ تعظیمی ۴۶

سجدہ کہ جہّال اپنے سرکش پیروں کو کرتے ہیں اور اُسے پائے گاہ کہتے ہیں، بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے۔ اور گناہ کبیرہ تو بالاجماع ہے۔ پس اگر اُسے اپنے پیر کے لئے جائز جانے تو کافر ہے۔ اور اگر اُس کے پیر نے اُسے سجدہ کا حکم کیا۔ اور اُسے پسند کرکے اُس پر راضی ہوا، تو وہ شیخ نجدی خود بھی کافر ہوا۔ اگر کبھی وہ مسلمان تھا بھی ۔

غیر خدا کو سجدہ تعظیمی کرنیوالے کافر ہیں

مولوی احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ حرمت سجدہ تعظیمی ۳۵

(۳) فتح المعین للعلامۃ السید ابی السعود الازہری جلد اول ص ۲۹۰ اَلتَّوَاضُعُ نِهَايَتُهٗ تُوْجَدُ فِي السُّجُوْدِ وَلِهٰذَا لَوْ سَجَدَ لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَكْفُرُ: تواضع کا ختم سجدے پر ہے، اس لئے غیر خدا کو سجدہ کفر ہے ۔

نص (۷) اس سے جامع الرموز ص ۵۳۵ مَنْ سَجَدَ لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى وَجْهِ التَّعْظِيْمِ كَفَرَ، غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی کرنے والا کافر ہے ۔

نص (۱۱) ردّ المحتار علامہ شامی جلد ۵ ص ۳۰۸ جامع الرموز سے يُكْفَرُ بِالسَّجْدَةِ مُطْلَقًا: غیر خدا کو سجدے سے مطلقاً کافر ہو جائیگا ۔

نص (۱۲) غایۃ البیان علامہ اتقانی قلمی کتاب الکراہیۃ قبیل فصل من البیع اَمَّا السُّجُوْدُ لِغَیْرِ اللہِ فَھُوَ کُفْرٌ اِذَا کَانَ مِنْ غَیْرِ اِکْرَاہٍ
غیر خدا کو بلا اکراہ سجدہ کفر ہے۔

نص (۱۳) منح الروض ص ۲۳۵ وَلَوْ سَجَدَ بِغَیْرِ الْاِکْرَاہِ یَکْفُرُ عِنْدَھُمْ بِلَا خِلَافٍ، اگر بلا اکراہ سجدہ کیا تو باتفاق علماء کافر ہو جائیگا

غیر اللہ کو سجدہ تحیتہ خنزیر کھانے سے بدتر ہے۔ احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

حرمت سجدہ تعظیمی ۲۴

اقول: اِن دس عبارات نے روشن کیا کہ غیر خدا کو سجدۂ تحیت شراب پینے اور سُور کھانے سے بدتر ہے۔

قبروں کی طرف اور قبروں پر نماز پڑھنا منع ہے احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

حرمت سجدہ تعظیمی ۳۰/۳۱

(نوع دوم) قبر کی طرف سجدہ کرنے کی ممانعت :-

حدیث بست و چہارم: امام احمد و امام مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و امام طحاوی ابو مرثد غنوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی: رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا تُصَلُّوْا اِلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَیْھَا: قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو اور نہ اُن پر بیٹھو۔

حدیث بست و پنجم: طبرانی معجم کبیر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی: رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے

فرمایا لَا تُصَلُّوْا اِلٰی قَبْرٍ وَلَا تُصَلُّوْا عَلٰی قَبْرٍ، نہ قبر کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھو اور نہ قبر پر نماز پڑھو۔

حدیث بست و ششم: صحیح ابن حبان میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے نَھٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوۃِ اِلَی الْقُبُوْرِ، قبروں کی طرف (منہ کرکے) نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ علامہ مناوی نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

ہماری شریعت میں جس طرح ماں بہن سے نکاح منسوخ ہے اسی طرح ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی بھی منسوخ ہے مولوی احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

حرمت سجدہ تعظیم ۱۰۱

(۱۴۲) اب شرائع سابقہ اور نسخ اور قطعی و ظنی کا سب جھگڑا خود ہی چکا دیا، اللہ عزّ و جلّ قرآن عظیم میں فرما چکا اَیْنَمَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ: تم جہاں کہیں ہو کعبہ ہی کو مُنہ کرو، تو جس طرح اِس آیت سے بیت المقدس کا قبلہ منسوخ ہو گیا، اور جو اس طرف نماز کا قصد کرے، مستحق جہنم ہے: یوں ہی آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ و السّلام کے یہاں جو معظمین دین کو سمت بنانا تھا وہ بھی بعینہٖ اسی آیت سے منسوخ ہو گیا، اور مشائخ و مزارات کو سمت بنانے والا حکم الٰہی کا مخالف و مستحق نار ہو گیا، جیسے کوئی بہن سے نکاح کرے، اس سند سے کہ شریعت آدم علیہ الصلوٰۃ و السّلام میں جائز تھا۔ داقعی علےٰ نفسھا تجنی براقش۔

غیر خدا کیلئے سجدہ تعظیمی جائز جاننے والے بریلوی پیرو مرشد پر لازم ہے کہ اپنے مریدوں کو سجدہ کریں، مفتی احمد یار کا تحریری فتویٰ

البیان باللہ - نور العرفان

۔ یہاں سجدہ سے مراد وہی عرفی سجدہ ہے۔ یعنی پیشانی زمین پر رکھنا۔ بلا دلیل قرآنی کی آیات میں تاویل نہیں چاہیئے اور سجدہ یوسف علیہ السلام کو تھا نہ کہ رب تعالیٰ کو جیسا کہ لَهُ سے معلوم ہوتا ہے جو مشائخ زمانہ اس آیت سے سجدہ تعظیمی کا جواز ثابت کرتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے مریدوں کو سجدہ کیا کریں مریدوں سے اپنے کو سجدہ نہ کرایا کریں

لـه یعنی والدین اور گیارہ بھائی یہاں سجدہ سے مراد وہی عرفی سجدہ ہے یعنی پیشانی زمین پر رکھنا۔ بلا دلیل قرآن کی آیات میں تاویل نہیں چاہیئے اور سجدہ یوسف علیہ السلام کو تھا نہ کہ رب تعالیٰ کو جیسا کہ لَهُ سے معلوم ہوتا ہے جو مشائخ زمانہ اس آیت سے سجدہ تعظیمی کا جواز ثابت کرتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے مریدوں کو سجدہ کیا کریں مریدوں سے اپنے کو سجدہ نہ کرایا کریں [illegible]

(سورۃ یوسف)

نور العرفان ص [illegible]

ـــــ سجدہ حکم شرعی تھا

کیونکہ شریعت نبی کے ذریعہ لوگوں کو ملتی ہے نیز فرشتوں پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ نیز حضرت نبی سجدہ فرشتوں پر فرض کیا گیا آئندہ وہ پھر حکم سجدہ نہ رہا۔ لہذا دین آدم علیہ السلام میں سجدہ تعظیمی کا جائز ہونا اس آیت سے قطعی طور پر معلوم نہیں ہوتا [illegible] حکم کے وقت حضرت آدم کا دین انسانوں میں جاری [illegible] لہذا حدیث سے قرآن منسوخ نہیں ہوا۔ بلکہ حدیث [illegible] اس کی پوری بحث سورہ یوسف میں دیکھو

نور العرفان (سورۃ البقرہ) (مفتی احمد یار)

غیر اللہ کے نام جانور ذبح کرنیوالے ملعون ہیں پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا عقیدہ

اعلاء کلمۃ اللہ ص ۵۸

وفی الحدیث لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ رواہ احمد وایضاً ملعون من ذبح لغیر اللہ رواہ ابوداؤد وفی غرائب ابی عبید وبستان الفقیہ وکنز العباد انہ لا یجوز ذبح البقر والغنم عند القبور لقولہ علیہ السلام لا عقر فی الاسلام یعنی عند القبور هکذا فی سنن ابی داؤد

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ خدا اس شخص کو لعنت کرے جس نے غیر خدا کے لئے جانور ذبح کیا روایت احمد یا وہ ملعون ہے جس نے غیر اللہ کیلئے جانور ذبح کیا روایت ابوداؤد اور غرائب ابی عبید اور بستان الفقیہ اور کنز العباد میں ہے کہ قبروں کے نزدیک گائے اور بکری کا ذبح کرنا ناجائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے لا عقر فی الاسلام یعنی عند القبور۔ یعنی اسلام میں قبروں کے نزدیک ذبح کرنا درست نہیں سنن ابی داؤد میں بھی اسی طرح مروی ہے

غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور کتے اور خنزیر سے زیادہ پلید ہے

پیر مہر علی شاہ گولڑی کا فتویٰ (اعلاء کلمۃ اللہ)

خواہ در وقت ذبح نام خدا بگیر دیا نہ زیرا کہ چوں شہرت داد کہ ایں جانور برائے فلاں است ذکر نام خدا وقت ذبح فائدہ نہ کرد، چہ آں جانور منسوب بآں غیر گشت و خبثے در وے پیدا شد کہ زیادہ از خبث مردار است زیرا کہ مردار بے ذکر نام خدا جان دادہ است و جان ایں جانور را از آں غیر خدا قرار دادہ کشتہ اند و آں عین شرک است و ہرگاہ ایں خبث در وے سرایت کرد دیگر بذکر نام خدا حلال نمے شود مانند سگ و خوک کہ اگر بنام خدا مذبوح شوند حلال نمے گردند انتہٰی

ذبح کے وقت خدا کا نام لیں یا نہ لیں کیوں کہ جب مشہور کیا گیا۔ کہ یہ جانور فلاں کے لئے ہے۔ تو پھر ذبح کے وقت خدا کا نام لینا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ کیونکہ وہ جانور غیر خدا کی طرف منسوب ہو چکا اور اس میں اس قدر پلیدی پیدا ہو گئی ہے کہ وہ مُردار سے بھی زیادہ ہو گیا ہے کیونکہ مُردار تو خدا کا نام لئے بغیر مر گیا ہے اور اس جانور کی جان کو غیر خدا کے لئے قرار دے کر ذبح کیا گیا ہے اور یہ بالکل شرک ہے جب یہ پلیدی اس میں سرایت کر گئی پھر خدا کے نام لینے سے کبھی حلال نہیں ہو سکتا جس طرح کتا اور سور خدا کا نام لے کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو سکتے

اذان کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں

مولوی احمد رضا بریلوی کا فتویٰ

۱۶

مسئلہ:۔ اکثر مخلوق خدا کا یہ طریق ہے۔ کہ وقت اذان اور وقت فاتحہ خوانی یعنی پنج آیت پڑھنے کے وقت انگوٹھے چومتے ہیں، اور علماء بھی درست بتلاتے ہیں۔ اور حدیث شریف سے ثابت کرتے ہیں۔ آیا یہ قول درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں۔ یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے، کلام سے خالی نہیں جو اس کیلئے ایسا ثبوت مانے یا اسے مسنون و مؤکد جانے یا نفس ترک کو باعث زجر و ملامت کہے۔ وہ بے شک غلطی پر ہے

(ابر المقال، احمد رضا خان)

اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام نہ زمانہ نبوی ﷺ اور نہ زمانہ خلفاء راشدین میں پڑھا جاتا تھا

فیض احمد اویسی بریلوی کا فتویٰ زیارت بغداد و عراق صفحہ ۱۹

اس لئے نہ سنتِ نبوی ہے اور نہ سنتِ خلفاء راشدین ہے بلکہ بدعت ہے۔

(اذان کے ساتھ قبل اذان یا بعد اذان مؤذن جو سلام پڑھتے ہیں عہدِ نبوی میں اور زمانہ خلفاء راشدین میں نہ پڑھا جاتا تھا

ہمارے شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مؤذن جو سلام پڑھتے ہیں عہد نبوی اور زمانہ خلفائے راشدین میں نہ پڑھا جاتا تھا فرمایا کہ مصر میں روافض کی حکومت کے دوران مؤذن اذان کے بعد خلیفہ اور اس کے وزیروں پر سلام پڑھتے تھے یہاں تک کہ جب حاکم بامر اللہ فوت ہوا اور اس کی بہن تخت نشین ہوئی تو مؤذن اس حکمران عورت اور اس کی وزیر عورتوں پر سلام بھیجتے تھے

اذان کے ساتھ صلوٰۃ والسلام لاؤڈ سپیکر کی ایجاد ہے۔ فیض احمد اویسی بریلوی کا فتویٰ

صفحہ ۵

۲۔ قبل اذان صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی ضرورت یہی ہے وہ اس لئے کہ لاؤڈ سپیکر کی خرابی معلوم کرنے کیلئے (ہیلو۔ ہیلو) (ون۔ ٹو۔ تھری) وغیرہ کہتے ہیں۔ پھر مساجد میں ان کا رواج بلکہ اب تو مساجد کو لازمی جزو سمجھا جا رہا ہے۔ تو ہمارے اہل سنت نے انگریزی الفاظ کو ختم کر کے درود شریف کا ورد کیا تاکہ لاؤڈ سپیکر کی نبض کا پتہ بھی چل جائے

(اس کے جاری ہونے کی ابتدا سلطان ناصر صلاح الدین بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے مصر اور اس کے علاقوں میں ہوئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ جب حاکم بامر اللہ قتل کر دیا گیا تو اس کی بہن نے مؤذنوں کو حکم دیا کہ وہ اس مقتول حاکم کے بیٹے کے حق میں کہیں "السلام علی الامام الطاہر"۔ پھر اس کے بعد یہ سلام خلفاء پر استمرار کے ساتھ جاری رہا یہاں تک کہ اسے صلاح الدین مذکور نے روکا اور اس کی بجائے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام شروع کر دیا۔ (اذان کے وقت صلوٰۃ وسلام صفحہ ۲)

اذان کے وقت
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
کا ثبوت
تصنیف
ناشر

نمازِ جنازہ کے بعد دُعا شرعاً ضروری اور واجب نہیں، احمد رضا خاں بریلوی کا فتویٰ

(بذل الجوائز ۱۱) (احمد رضا خاں بریلوی) فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دعائے طویل کی غرض سے تجہیز جنازہ کو درنگ و تعویق میں ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائیگی تکثیر دعا بے شک محبوب ہے مگر اس کیلئے تعویق مطلوب نہیں جس طرح جنازہ پر تکثیر جماعت قطعاً مطلوب ہے مگر اس کے لئے تاخیر محبوب نہیں جیسے بعض لوگ میت جمعہ کے دفن و نماز میں تاخیر کرتے ہیں تاکہ بعد میں جماعت عظیم شریک جماعت جنازہ ہو تنویر الابصار میں ہے۔ کرہ تاخیر صلاتہ و دفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ الجمعۃ (میت کی نماز جنازہ اور دفن کرنے کو اس غرض سے مؤخر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سے لوگ اس کی نماز جنازہ ادا کرینگے مکروہ ہے) غرض شرع مطہر میں تعجیل تجہیز بتاکید تمام مطلوب اور بے ضرورت شرعیہ اس کی تاخیر سے ممانعت اور نماز کے علاوہ دعا شرعاً ضروری و واجب نہیں جسکے لئے قیام و درنگ پسند کریں شرع میں جتنی دعا ضروری تھی یعنی نماز جنازہ وہ ہو چکی یا ہونے والی ہے تو اس کے سوا اور دعائے طویل کے لئے کیوں رکھ چھوڑیں

(۲۹)

ثم اقول:۔ یہ بھی لازم کہ صرف اس دعا کی غرض سے جنازہ اٹھانے کو تعویق و درنگ میں نہ ڈالیں کہ یہاں شرعاً تعجیل مامور ہے اور دعا کچھ تعویق پر موقوف نہیں۔ اتنے کلمات: اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفر لنا ولہ بلکہ اس سے زائد جنازہ اٹھاتے اٹھاتے کہہ سکتے ہیں

اولیاء اللہ کے نام کی چوٹی رکھنا

بے اصل بدعت ہے، فتاوی افریقہ ص۴۳ مولوی احمد رضا کا فتویٰ

بعض اولیائے کرام کے نام کی چوٹی رکھتی ہیں اور اس کی کچھ میعاد مقرر کرتی ہیں اس میعاد تک کتنے ہی بار بچے کا سر منڈے وہ چوٹی برقرار رکھتی ہیں پھر میعاد گزار کر مزار پر لیجا کر وہ بال اتارتی ہیں تو یہ ضرور محض بے اصل و بدعت ہے واللہ تعالیٰ اعلم

رسول اللہ بھی رحمت الٰہی

سے جنت میں جاویں گے .. ملفوظ اول ص۴۳ (مولوی احمد رضا خاں)

ملفوظات ۴۷ حصہ سوم

حدیث میں ارشاد ہوا کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے اپنے اعمال سے جنت میں نہیں جا سکتا صحابہ نے عرض کی ولا انت یا رسول اللہ آپ بھی نہیں یا رسول اللہ ارشاد فرمایا ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ اور میں بھی جبتک کہ میرا رب رحمت نہ فرمائے

اونچی قبر کو بالشت بھر برابر کر دینا

سنت نبوی و علوی ہے شفاء الوالہ ص۱۰

حدیث ۲۰۔ مسلم و ابوداؤد و ترمذی حیان بن حصین سے راوی قال لی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الا ابعثک الی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان لا تدع صورۃ الا طمستھا ولا قبرا مشرفا الا سویتہ

مجھ سے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالے وجہہ نے فرمایا۔ کہ میں تمہیں
اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم
نے مامور فرما کر بھیجا۔ کہ جو تصویر دیکھو۔ اُسے مٹا دو۔ اور جو قبر حد
شرع سے زیادہ اونچی پاؤ۔ اُسے حد شرع کے برابر کردو +

بلندی قبر میں حد شرع ایک بالشت ہے۔ رَوَاہُ اَبُوْ یَعْلٰی
وَابْنُ جَرِیْرٍ فَلَمْ یَتَسَمَّیَا حبان اِنَّمَا قَالَ عَنْ عَلِیٍّ اِنَّہٗ
دَعَا صَاحِبَ شُرْطَتِہٖ فَقَالَ لَہٗ قَدْ کُنْ بَعَثْنَاہُ +
فَلَا یَدَعُ بِہَا وَثَنًا اِلَّا کَسَرَہٗ وَلَا قَبْرًا اِلَّا سَوَّاہُ وَلَا صُوْرَۃً
اِلَّا لَطَخَہَا تم میں سے ایسا کون ہے۔ کہ مدینے جا کر ہر بت کو توڑ دے
اور ہر قبر برابر کر دے۔ اور ہر تصویر مٹا دے ؟
ایک صاحب نے عرض کی۔ میں یا رسول اللہ! فرمایا۔ تو جاؤ۔ وہ
جا کر واپس آئے۔ اور عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں نے سب بت توڑ
دیئے۔ اور سب قبریں برابر کر دیں۔ اور سب تصویریں مٹا دیں۔
رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ عَادَ اِلٰی صَنْعَۃِ
شَیْءٍ مِّنْ ھٰذَا لَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ اب جو یہ سب
چیزیں بنائے گا۔ وہ کفر و انکار کرے گا اس چیز کے ساتھ جو محمد صلے
اللہ تعالے علیہ وسلم پر نازل ہوئی + والعیاذ باللہ رب العالمین
مسلمان بنظر ایمان دیکھے کہ صحیح و صریح حدیثوں میں اس پر کیسی سخت
سخت وعیدیں فرمائی گئیں۔ اور یہ تمام احادیث عام شامل محیط کامل ہیں۔
جن میں اصلاً کسی تصویر کسی طریقہ کی تخصیص نہیں۔ تو معظمین دین کی
تصویروں کو ان احکام خدا و رسول سے خارج گمان کرنا محض باطل و وہم
عاطل ہے۔ بلکہ شرع مطہر میں زیادہ شدت عذاب تصاویر کی تعظیم ہی
پر ہے۔ اور خود ابتدائے بت پرستی اسی تصویرات معظمین سے ہوئی۔ قرآن
عظیم میں جو پانچ بتوں کا ذکر سورۂ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرمایا
وَدّ۔ سُوَاع۔ یَغُوث۔ یَعُوق۔ نَسْر یہ پانچ بندگان صالحین تھے۔ کہ
لوگوں نے اُن کے انتقال کے بعد باغوائے ابلیس لعین اُن کی تصویریں
بنا کر مجلسوں میں قائم کیں۔ پھر بعد کی آنے والی نسلوں نے انہیں معبود

انبیاء اولیاء کسی جاندار کی تصویر
بنانا اور بنوانا حرام ہے
(شفاء الوالہ صفحہ ۳، فتوی احمد رضا خاں بریلوی)

السوال

(۱) بنانا تصویر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بغرض حصول ثواب زیارت کے
درست و جائز ہے یا نہ اور اپنے پاس رکھنا بوقت مجالس میلاد نبوی اور
ذکر معراج شریف حاضرین مجلس کے روبرو پیش کرنا جائز ہے یا نہ

الجواب

..... کے مکائد سے سخت ترکیب یہ ہے کہ آدمی سے
..... کے میں سیئات کراتا ہے۔ اور شہد کے بہانے زہر پلاتا ہے
والعیاذ ..... رب العالمین۔ ان مسکین تصویرات مذکورہ بنانے والے
ان کی زیارت و لمس و تقبیل کرانے والے نے گمان کیا کہ وہ حضور پر نور سید
المرسلین صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا حق محبت بجا لاتا اور حضور کو راضی کرتا ہے۔
حالانکہ حقیقۃً وہ اپنی ان حرکات باطلہ سے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ
وسلم کی صریح نافرمانی کر رہا ہے۔ اُس پر پہلے ناراض ہونے والے حضور والا ہیں۔
صلی اللہ تعالے علیہ وسلم +

..... سرور عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا۔ بنوانا۔
..... رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد

بیمیر سے پردہ فرض ہے
(مسائل سماع صفحہ ۳۲ مولوی احمد رضا بریلوی کا فتوی)

مسائل سماع وغیرہ ۳۲

بیشک پیر غیر محرم سے پردہ فرض ہے

جس کا اللہ و رسول نے حکم فرمایا جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیشک پیر مرید کا محرم نہیں ہو جاتا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر امت کا پیر کون ہوگا۔ وہ یقیناً ابو الروح ہوتا ہے۔ اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہو جایا کرتا۔ تو چاہیے تھا۔ کہ نبی سے اوس کی امت سے کسی عورت کا نکاح نہ ہو سکتا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کون پیر ہوگا۔ پھر حضور نے اپنی امتی بیبیوں سے نکاح فرمایا یا نہیں کیا معاذ اللہ! جن کے محرم تھے۔ اون سے نکاح فرمایا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

شادی وغیرہ پر گانا بجانا حرام ہے

مسائل سماع: مسائل سماع ص ۹، فتویٰ احمد رضا بریلوی

میں نے یہ بھی واضح کر دیا ہے۔ کہ ایسے محافل میں جتنے لوگ کثرت سے جمع کئے جائیں گے۔ اوسی قدر گناہ وبال صاحب محفل و داعی پر بڑھیگا مختار سب گنہگار۔ اور ان سب کا گناہ گانے بجانے والوں پر۔ اور ان سب کا بلانے والوں پر۔ بغیر اس کے کہ اون میں کسی کے اپنے گناہ میں کچھ کمی ہو۔ مثلاً دس ہزار مختار کا مجمع ہے۔ تو ان میں ہر ایک پر ایک گناہ اور فرض کیجیے کہ چار قوال۔ تو ان میں ہر ایک پر اپنا گناہ اور دس ہزار گناہ حاضرین کے یہ مجموعہ چالیس ہزار چار اور ایک اپنا۔ کل چالیس ہزار پانچ گناہ داعی و بانی پر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: من دعی الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من تبعہ لا ینقص ذلک من آثامہم شیئا۔ جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اس کے بلانے پر چلیں۔ ان سب کے برابر اس پر گناہ ہو۔ اور اس سے اون کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہو۔ رواہ الائمۃ احمد و

الستۃ الا البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایسے محرمات کو معاذ اللہ مستحب و قربت جاننا جہل و ضلال۔ اور پھر ان پر اصرار کبیرہ شدید الوبال۔ اور دوسروں کو ترغیب اشاعت فاحشہ واضلال والعیاذ باللہ من سوء الحال + رہا رقص۔ اگر اوس سے یہ متعارف ناچ مراد ہو تو مطلقاً ناجائز ہے۔ پھر اگر زنان فواحش کا ناچ ہے (اور متصوفہ زمانہ سے وہ بھی بعید نہیں۔ بلکہ معہود و معلوم و مشہود ہے) جب تو بنصوص قطعیہ قرآنیہ حرام ہے۔ وقد تلوناھا فی فتاوانا۔ اب اوسے مستحب و قربت جاننا تو درکنار مباح ہی سمجھنے پر صراحۃً کفر کا الزام ہے۔ اور اگر کنجکوں کا ناچ تثنی و تکسر یعنی لچکے توڑے کے ساتھ ہے جب بھی حرام و موجب لعن ہے۔ کما نطقت بہ الاحادیث و صرح بہ شراح الحدیث۔

مسمّٰی بہ

مسائل سماع

از افادات عالیہ

اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام اہلسنت رضی اللہ عنہ

جس کو سید محمد معصوم شاہ صاحب قادری نوری نے چھپوا کر

نوری کتب خانہ بازار حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ لاہور سے شائع کیا

علماء بریلویت کی توہین آمیز عبارات

پر

تاریخی دستاویزات

عنقریب چھپ کر میدان میں آرہی ہے

یوسفی کمپیوٹر گرافکس پل شوالہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان